جدید فقہی تحقیقات

رؤیت ہلال

اور

اختلاف مطالع کا مسئلہ

[اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے ساتویں سمینار منعقدہ مورخہ ۳۰/دسمبر ۱۹۹۴ء تا ۲/جنوری ۱۹۹۵ء دار العلوم ماٹلی والا گجرات میں پیش کئے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ]

ایفا پبلیکیشنز — نئی دہلی

نام کتاب : رؤیت ہلال اور اختلاف مطالع کا مسئلہ

صفحات : ۴۷۶

قیمت : ۱۵۵/روپے

سن طباعت : جون ۲۰۱۰ء

ناشر
ایفا پبلیکیشنز
۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵
ای میل:ifapublications@gmail.com
فون:011 - 26983728, 26981327

مجلس ادارت

۱- مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مولانا عبید اللہ اسعدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

باب اول: تفصیلی مقالات

باب دوم: مختصر تحریریں

پیش لفظ

قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق سورج اور چاند وقت کی پیمائش کا ذریعہ ہیں، اس لئے ان ہی سے عبادتوں کو متعلق رکھا گیا ہے، مثلاً فجر، ظہر اور عصر کی نمازیں سورج سے متعلق ہیں، اور رمضان المبارک کا آغاز نیز قربانی اور نماز عیدین چاند کے دیکھنے سے متعلق ہیں: "الشمس والقمر بحسبان" (سورہ رحمٰن:۵) اور حج کی نسبت سے فرمایا گیا: "قل هی مواقیت للناس فی الحج" (سورہ بقرہ:۱۸۹)، البتہ چاند کے مہینے مسلسل مساوی دنوں پر مشتمل نہیں ہوتے، کوئی مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے اور کوئی انتیس کا، اس لئے چاند کی میقات پر مبنی احکام کی بنیاد چاند دیکھنے پر رکھی گئی ہے؛ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ ختم بھی کرو۔

یہ ایک اصولی اور بنیادی حکم ہے، آگے اس کی تشریح وتوضیح میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے، اور یہ اختلاف دو جہتوں سے ہے، اول: یہ کہ چاند کی رؤیت سے مراد پوری دنیا میں کہیں بھی ایک جگہ چاند کا نظر آجانا ہے اور اس کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمانوں پر اس سے متعلق احکام جاری ہوں گے، یا ہر علاقہ میں وہاں کی رؤیت معتبر ہوگی؟ اس سلسلہ میں دو نقاط نظر پائے جاتے ہیں، ایک نقطۂ نظر کے مطابق مطالع کا اختلاف معتبر نہیں ہے اور ایک جگہ کی رؤیت پوری دنیا کے لئے ہے، اور دوسرے نقطہ نظر کے حاملین کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہے؛ لہٰذا ہر علاقہ کی رؤیت صرف اس علاقہ کے لئے ہی معتبر ہوگی، ان دونوں رایوں کی قائل فقہاء کی ایک بڑی جماعت ہے۔

دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ رؤیت سے رؤیت بصری- یعنی آنکھوں سے چاند کا دیکھنا- مراد ہے، یا رؤیت معنوی ــــ یعنی دیکھے بغیر کسی اور ذریعہ سے رؤیت ہلال کی اطلاع ــــ بھی کافی ہے؟ جو لوگ رؤیت ہلال میں فلکیاتی تحقیق کو معتبر مانتے ہیں، وہ اس دوسرے نقطۂ نظر کے قائل ہیں اور اس سلسلہ میں اہل علم نے دو تین شخصیتوں کا ذکر کیا ہے اور اسے قول شاذ شمار کیا ہے، مگر اور جمہور فقہاء ہر دور میں پہلی رائے کے قائل رہے ہیں۔

مسلمان حکومتوں میں حکومت کا اعلان اور اس کی تحقیق کو فقہاء نے کافی سمجھا ہے، اسی لئے عام طور پر ایسے ممالک میں رؤیت ہلال کے مسئلہ کو لے کر کوئی بڑی نزاع پیدا نہیں ہوتی ہے اور ایسی صورت حال نہیں بنتی ہے کہ ایک ہی شہر؛ بلکہ ایک ہی محلّہ اور بعض اوقات ایک ہی خاندان میں دو اور تین دنوں عید کرنے کی نوبت آجائے؛ لیکن جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں یہ اختلاف بہت ہی ناشائستہ کیفیت اختیار کرلیتا ہے اور دوسری قوموں کے سامنے مسلمانوں کی رسوائی اور اسلام کے بارے میں غلط فہمی کا باعث بنتا ہے، چاہے ہندوستان ہو یا برطانیہ اور کناڈا، ہر جگہ مسلمان اس صورت حال سے دوچار ہیں۔

شریعت کے تمام احکام مکمل، قانون فطرت سے ہم آہنگ اور حکمت و مصلحت کے مطابق ہیں، لیکن مسلکی کشاکش، جماعتی اور تنظیمی عصبیتیں، روابط کا فقدان اور نظم و نسق کی کوتاہیاں نزاع اور اختلاف کا سبب بنتی ہیں، اگر ملک کے مختلف علاقوں میں مقامی اور دار السلطنت میں مرکزی رؤیت ہلال کمیٹیاں ہوں، یہ کمیٹیاں تمام مسلک و مشرب اور جماعتوں کی نمائندگی کرتی ہوں اور وہ باہمی اتفاق سے فیصلہ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس نزاع سے بچا نہ جاسکے اور مسلمان اپنے آپ کو جگ ہنسائی سے بچا نہ سکیں، مگر افسوس کہ آپسی رنجشیں اور کدورتیں اس درجہ بڑھ گئی ہیں کہ مسلمانوں کے مختلف گروہ دریا کے دو کنارے بن گئے ہیں، جو ایک دوسرے سے بے تعلق بھی نہیں ہوسکتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنے کی صلاحیت سے بھی

محروم ہیں۔

گجرات کے مسلمان چونکہ مختلف مغربی ممالک میں بڑی تعداد میں آباد ہیں، اور بحمد اللہ بڑی حد تک انہوں نے اپنے دینی تشخص کو بھی باقی رکھا ہے، اس لئے وہ اس صورت حال سے زیادہ دوچار ہوتے ہیں، اسی پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمینار منعقدہ ۳۰/دسمبر ۱۹۹۴ء تا ۲/جنوری ۱۹۹۵ء دار العلوم ماٹلی والا، بھروچ (گجرات) میں جن موضوعات پر بحث کی گئی، ان میں رؤیت ہلال کا مسئلہ بھی تھا، یہ مقالات اتفاق سے اب تک طبع نہیں ہو پائے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ کسی قدر تاخیر کے ساتھ ہی سہی، اب یہ اہم مجموعہ طباعت کے لئے جا رہا ہے، جس کو اکیڈمی کے شعبۂ علمی کے رفقاء محبان عزیز مولانا نادر احمد قاسمی اور مولانا محمد سراج الدین قاسمی نے مرتب کیا ہے، یہ مجموعہ چار ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب تمہیدی امور کا ہے، دوسرے باب میں تفصیلی مقالات ہیں، تیسرے باب میں موضوع سے متعلق مختصر تحریریں ہیں اور چوتھا باب سمینار میں ہونے والے مناقشات ومباحثات پر مشتمل ہے، قارئین محسوس کریں گے کہ ان تحریروں میں مختلف نقاط نظر کو علمی متانت اور دلائل وشواہد کے ساتھ پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

اس حقیر کا خیال ہے کہ اس موضوع کے علمی پہلو پر غور کرنے کے لئے یہ مجموعہ رہنما اور چشم کشا ثابت ہوگا؛ البتہ اصل مسئلہ تنظیم وتنسیق کا ہے کہ امت کے مختلف گروہ باہمی ارتباط کے ذریعہ رؤیت ہلال کے بارے میں فیصلہ کرنے کا مزاج بنائیں؛ تاکہ عیدین کی خوشیوں اور رمضان المبارک کی برکتوں اور سعادتوں کو اختلاف کی کڑواہٹیں بے مزہ نہ کردیں اور برادران وطن کے سامنے مسلمانوں کی شبیہ ایک جھگڑالو اور باہم برسرپیکار امت کی نہ بن جائے، وباللہ التوفیق وھو المستعان۔

۲/جون/۲۰۰۹ء
۸/جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری)

سوالنامہ

اسلام نے متعدد عبادات اور شرعی احکام کو قمری ماہ و سال سے وابستہ کیا ہے، اور قمری ماہ کے آغاز کا مدار ہلال کی بصری رویت پر رکھا ہے خصوصا روزہ جیسی اہم ترین اسلامی عبادت کا آغاز و اختتام، اسی طرح دونوں اسلامی تہواروں عید الفطر اور عید الاضحیٰ (جن کی حیثیت اصلاً عبادت کی ہے) کی ادائیگی بھی قمری ماہ و تاریخ سے وابستہ ہے، اس لئے رویت ہلال سے متعلق قدیم و جدید سوالات کا شرعی حل ایک اسلامی فریضہ ہے، جو بابصیرت اور دقیق النظر علماء اور اصحاب افتاء پر عائد ہوتا ہے، رویت ہلال کے بارے میں کچھ اہم اور بنیادی مسائل پر علماء کی طرف سے متفقہ رائے نہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوتا ہے، جس سے روزہ جیسی اہم عبادت اور عید الفطر و عید الاضحیٰ کی پُرمسرت تقریبات متاثر ہوتی ہیں، ذرائع ابلاغ کی نئی ایجادات اور بعض علاقوں میں نظام قضاء کے فقدان کی وجہ سے بھی بہت سے نئے مسائل پیدا ہو گئے ہیں، لہٰذا اس سلسلہ میں چند بنیادی سوالات اصحاب علم و تحقیق اور علماء و فقہاء کی خدمت میں اس امید کے ساتھ پیش کئے جا رہے ہیں کہ آپ حضرات ان سوالات پر واضح اور مدلل جواب تحریر فرمائیں گے۔

۱- (الف) رویت ہلال کے سلسلے میں مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

(ب) اگر مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہے تو اس کے حدود کیا ہیں؟

(ج) ہندوستان بشمول پاکستان و بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع ایک ہے یا مختلف؟ بالخصوص جبکہ ان علاقوں میں بلندی کی سطح کافی مختلف ہے۔

(د) اگر مطلع ایک ہے تو کیا کسی حصہ میں ۲۹ رتاریخ کو رویت ہلال کا ثبوت اور اس کا اعلان بھی کر دیا جائے تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر کیا یہ لازم ہے کہ وہ اس اعلان کے مطابق عمل کریں یا اپنے مقامی قاضی اور جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں کی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کریں؟ اور کیا دوسرے اس خطے کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی اس اعلان کی پابند ہے؟

(ہ) ایک خطہ میں اگر رویت ہو جائے تو دوسرے خطہ تک اس کی خبر بذریعہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام یا ریڈیو سے ملتی ہے تو اس خبر پہ کیا عمل کرنا صحیح ہوگا؟ کیا ان کے اعتبار کے لئے کچھ شرائط ہیں؟ اور کیا ان کے مابین احکام میں کچھ فرق ہے؟

۲- ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اکثر موسم کا فرق رہتا ہے، اور فضا میں ابر، گرد وغبار یا مختلف طرح کی کثافت کے اعتبار سے بھی ان کے مابین فرق ہے، اس لئے قمری مہینے کی ۲۹ رتاریخ کو ہر جگہ مطلع یکساں صاف یا گرد آلو نہیں رہتا ہے تو:

(الف) کیا رویت کے لئے فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے؟ تاکہ یہ معلوم ہو کہ آج افق پہ چاند کی بصری رویت کا امکان ہے یا نہیں؟

(ب) بعض قدیم اور جدید علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ رتاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رویت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیا جائے گا، یا یہ کہہ کے کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے شہادت رد کر دی جائے گی؟

(ج) چاند کی رویت کے لئے کیا محکمہ موسمیات سے مدد لی جاسکتی ہے؟ یعنی اس کے علم کے لئے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود و کثافت زدہ ہے اور چاند کی رویت ممکن ہے یا نہیں؟

(د) اگر ۲۹ رشعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان

کا اعلان کر دیا ہو، اس کے بعد رمضان کی تیس تاریخ مکمل ہو چکی ہو، ۳۰ر رمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو کیا اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی؟ یا یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا، یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، لہٰذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ر تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا؟

۳۔ (الف) رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جبکہ مطلع صاف ہو تو کتنے افراد کی چاند دیکھنے کی شہادت کافی ہوگی؟ چاند دیکھنے والوں کے لئے عدل کا وہ معیار ضروری ہے جو فقہاء نے عام طور پر لکھے ہیں؟ یا موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا، اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے؟ اور کیا مستور الحال کی شہادت معتبر ہوگی؟

(ب) چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا قاضی کے پاس جا کر یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس شہادت دینا ضروری ہے؟ چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یا خبر؟ اگر شہادت ہے تو کیا اس کے لئے شہادت اور مجلس قضا اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

(ج) چاند دیکھنے والوں کے لئے کیا فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے؟ اور اگر چاند دیکھنے کے بعد چند گھنٹوں کی تاخیر یا ایک دن اور اس سے زائد کی تاخیر کے بعد شہادت دے تو کیا ان کی شہادت قبول کی جائے گی یا رد کر دی جائے گی؟ خصوصاً جبکہ رمضان وعید الفطر کے موقع پر تاخیر سے اعلان کی صورت میں مسلمانوں کے مابین شدید اختلاف و انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔

۴۔ (الف) صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کے قاضی چاند ہونے کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو کیا اس کے حلقۂ قضا

کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل ضروری ہوگا یا نہیں؟

(ب) قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان اعلانِ سلطان کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟

(ج) ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رویت کا اعلان کیا، تو کیا یہ صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا یا پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے یعنی دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبر ہے یا اس کے حق میں بھی اعلانِ سلطان کا درجہ رکھتا ہے؟

(د) ریڈیو سے رویت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے کیا معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟ یا کوئی بھی شخص اعلان کرے، اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیا کرتا ہے، تو کیا اس پر اعتماد کر لینا کافی ہے؟

۵- (الف) بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے، اور بہت کم چاند کی رویت ۲۹ رتاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ، کہ سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹ رتاریخ کو نظر ہی نہیں آتا تو کیا ایسی جگہوں میں ہمیشہ ۳۰ر دن کا مہینہ شمار کر کے رمضان وعیدین کا فیصلہ کیا جائے؟

(ب) اگر ہر مہینہ ۳۰ر دن کا شمار کیا جاتا ہے تو سال کے دنوں میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے ہفتہ دس دنوں کا فرق پڑ جاتا ہے، اور چار سال میں ایک مہینے کا فرق ہو جاتا ہے، تو کیا ایسی جگہوں میں چاند کی رویت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جائے؟ یا دیگر ممالک میں رویت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے؟

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رویت کی ثبوت کا فیصلہ ہو جانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے رویت کا جو اعلان کرتے ہیں، دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ کیا ان اعلانات کی بنیاد پر وہ رویت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں؟ اور اس کے لئے کیا کم از کم تین جگہوں کا اعلان درکار ہوگا؟

☆☆☆

رؤیت ہلال یا وجود قمر کا مسئلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا یعقوب اسماعیل منشی قاسمی ☆

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم.

مغربی دنیا یورپ وامریکہ میں بسنے والے مسلمانوں میں اسلامی ماہ بالخصوص رمضان و عیدین کے تعین کے بارے میں یہ رجحان بڑھتا جارہا ہے کہ اسلامی ماہ کے آغاز کے لئے رؤیت بصری یعنی آنکھ سے چاند کو دیکھنا ضروری نہیں، بلکہ غروب آفتاب کے بعد چاند کا افق پر موجود ہونا کافی ہے، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی میں رمضان وعیدین کے تعین اور اسلامی ماہ کے ثبوت کے بارے میں جو بنیادیں ہیں اور آج تک امت مسلمہ کا اس بارے میں جو قول وفعل رہا ہے اس کو واضح کیا جائے، تاکہ مسئلہ سمجھ میں آسکے۔

شریعت مطہرہ میں اسلامی ماہ کے صحیح تعین کا مسئلہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، اس کے صحیح تعین پر رمضان وعیدین کے علاوہ دوسرے بہت سے دینی امور کا مدار ہے، اس کے دین فطرت ہونے کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے اسلامی ماہ کے تعین میں اصول فطرت اور دینی مصلحت پر مبنی قمری طریقہ حساب پسند فرمایا ہے، اسلامی تقویم کی خصوصیت یہ ہے کہ سال کبیسہ (لیپ) کے بغیر ۱۲ قمری مہینوں کا ہوتا ہے، یکم محرم سے سال شروع ہوتا ہے اور رؤیت ہلال کی شام سے مہینہ شروع ہوتا ہے، مذہبی امور کی انجام دہی کا دارومدار قمری تاریخوں پر ہے۔ معاشرے

☆ برطانیہ۔

میں آغاز کے لئے رؤیت ہلال کے بغیر کوئی قاعدہ نہیں ہے۔

اسلامی سال شمسی سال (جو کہ موسموں کے ساتھ چلتا ہے) سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اسلامی مہینے ادلتے بدلتے موسموں میں آتے رہتے ہیں، اسی وجہ سے ہجری تقویم کے تقریباً ۳۳ سال میں سارے اسلامی مہینے تمام موسموں میں دورہ پورہ کر لیتے ہیں، اگر موسموں کے ساتھ مطابقت کے لئے شمسی سال اختیار کیا جاتا، یا قمری حساب ہی میں اور تقویموں کی طرح ''لوند'' بڑھا کر، یعنی کچھ مخصوص سالوں کو عام سالوں سے لمبا کر کے اس رجعت ایام کا ازالہ کر دیا جاتا تو نتیجہ لازماً یہ ہوتا کہ ماہ صیام خواہ موسم گرما میں واقع ہوتا یا موسم سرما میں نصف کرۂ ارض کے مسلمانوں کے لئے وبال ہو جاتا، مثلاً دسمبر شمالی دنیا کے لئے موسم سرما کے سبب چھوٹے دنوں اور لمبی راتوں کا مہینہ ہے، اگر رمضان کا مہینہ ہر سال دسمبر میں آتا تو نصف شمالی دنیا کے لئے رحمت اور کرۂ ارض کے جنوبی حصے والوں کے لئے زحمت بن جاتا، اور یہ کیفیت دوامی ہوتی اس میں تبدیلی نہ ہوتی، اس لئے اسلامی مساوات و ہمہ گیری کے تقاضے کے مطابق اسلامی سال کے حساب کا مدار لوند وغیرہ انسانوں کے وضع کردہ قواعد سے پاک خالص قمری حساب پر رکھا گیا تاکہ مذہبی اور اسلامی شعائر، یعنی روزہ، حج وغیرہ ادلتے بدلتے موسموں میں آتے رہیں۔

(لوند: وہ مہینہ جو ہر تیسرے حساب سے بڑھایا جاتا ہے تاکہ موسم اور قمری مہینوں میں مطابقت ہو جائے، جیسا کہ یہود اور ہندو کرتے ہیں)۔

اسلامی سال اور ماہ پر مبنی احکامات

مہینوں کی تعداد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم مندرجہ ذیل آیت میں ہے:

ترجمہ: ''بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے'' (توبہ:۳۶)

اس آیت کریمہ کی روشنی میں اسلامی سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، اس میں کمی وبیشی

نہیں ہوتی، اس لئے اسلامی سال میں "لوند" کے مہینہ کی قطعاً گنجائش نہیں، قرآن کریم میں بعض احکامات کو صراحتاً مہینوں سے مربوط کیا گیا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل قرآنی آیات سے ظاہر ہے:

الف- رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا (بقرہ:۱۸۶)۔

ب- حج کے مہینے متعین ومعروف ہیں (بقرہ:۱۹۷)۔

ج- جو لوگ قسم کھا لیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کے لئے مہلت ہے چار مہینے کی (بقرہ:۲۲۶)۔

د- اور جو لوگ مر جاویں تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چاہئے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن (بقرہ:۲۳۴)۔

ھ- پھر جسکو میسر نہ ہو (غلام) تو روزے رکھے دو مہینوں کے متواتر (نساء:۹۲)۔

اسلامی ماہ کا شرعی ثبوت

اسلامی ماہ کی ابتداء وانتہاء کے بارے میں قرآن کریم میں کوئی آیت کریمہ صریحاً موجود نہیں، البتہ ماہ رمضان کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ:-

ترجمہ: تم میں سے جو چاند کو دیکھے وہ روزہ رکھے (بقرہ:۱۸۷)۔

مفسر قرآن علامہ ابوبکر جصاص رازی نے اسی کو اختیار کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: مسلمانوں کا اس آیت کے معنی پر اتفاق ہے کہ رمضان کے روزے کے وجوب کے لئے چاند کی بصری رؤیت کا اعتبار ہے، یہ اس بات پر دلیل ہے کہ چاند کی بصری رؤیت ہی "شہود شھر" ہے جس کا ذکر آیت کریمہ میں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر اپنی معروف تصنیف التمہید (۳۹/۱) پر تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: "شھود شھر" یعنی چاند کی رؤیت کا علم اور یہ اس لئے کہ یقین کے بغیر شک

دور نہیں ہوتا، نبی ﷺ نے لوگوں کو حکم فرمایا ہے نہ چھوڑو شعبان کے یقینی ماہ کو سوائے رمضان کے یقین کے، اور رمضان کا یقین رؤیت سے ہوسکتا ہے یا تیس دن پورے کرنے سے، یقیناً اس کے علاوہ اور طریقہ نہیں جو شک وشبہ سے بالاتر ہو۔

"شھد" کا دوسرا معنی علم کے ہیں، ترجمہ یوں ہوگا: جسے ماہ رمضان کا علم ہو وہ روزہ رکھے۔ علم سے مراد رؤیت کا علم یا کسی اور ذریعہ سے بغیر رؤیت بصری کے ماہ کے شروع ہونے کا علم ہے۔

"شھد" کے تیسرے معنی ہیں: پانا۔ حاضر ہونا، موجود ہونا، اور "شھر" کا معنی مہینہ۔ ترجمہ یوں ہوگا: پس تم میں سے جو اس ماہ میں حاضر ہو وہ پورے ماہ کے روزے رکھے۔

"شھد" کے آخری معنی میں اکثر مفسرین کے اپنے قول ہیں۔ بوجہ اختصار متقدمین میں سے دو کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔

علامہ زمخشری کشاف (۱/۳۳۶) میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"جو شخص رمضان کے مہینہ میں مقیم ہو مسافر نہ ہو اسکو چاہئے کہ روزے رکھے افطار نہ کرے"۔

اور لفظ "شھر" ظرف کی بنا پر منصوب ہے، ایسے ہی "فلیصمه" میں ضمیر ھاء "شھدت الجمعة" کی طرح مفعول بہ نہیں، کیونکہ مسافر اور مقیم دونوں ہی مہینہ میں حاضر ہیں۔

حافظ ابن کثیر اپنی معروف تفسیر (۱/۲۲۲) میں فرماتے ہیں:

"یہ حتمی لزوم ہے، یعنی جو رمضان میں اپنے وطن میں مقیم اور تندرست ہو اس پر لازم ہے کہ روزے رکھے، اس سے پہلے کی آیت میں وطن میں مقیم تندرست کو رمضان میں فدیہ دے کر افطار کی رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔

دور حاضر کے مفسرین ومترجمین میں سے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع وغیرہ نے بھی ''شہد'' کا ترجمہ: پانا، حاضر ہونا، موجود ہونا، سے کیا ہے۔

اسلامی ماہ کے ثبوت کے بارے میں احادیث

اسلامی ماہ بالخصوص رمضان وعیدین کی ابتداء وانتہاء کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے مندرجہ ذیل روایات منقول ہیں:

۱- چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید مناؤ، اور اگر چاند مستور ہو یعنی چھپا ہوا ہو تو تیس دن پورے کرو (بخاری مسلم ونسائی)۔

۲- چاند دیکھے بغیر نہ روزہ رکھو نہ افطار کرو، اور چاند مستور ہو تو تقدیر کرو (بخاری شریف)۔

۳- بے شک اللہ تعالی نے چاند کو وقت کی علامت بنایا ہے، جب اسے دیکھو روزہ رکھو اور جب دیکھو تو عید کرو، اور اگر تم سے چاند پوشیدہ رہے تو تقدیر کرو، یعنی تیس دن پورے کرو (رواہ مستدرک للحاکم وسنن الکبری للبیہقی)۔

۴- رمضان کا چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو اور جب تک عید کا چاند نہ دیکھو روزے رکھتے رہو، اگر اس کے دیکھنے میں بادل حائل ہوں تو تیس دن مکمل کرو (سنن ابوداؤد)۔

کتب احادیث میں ثبوت رمضان وعیدین کی روایات میں چاند مستور ہونے کی صورت میں دو قسم کے جملے منقول ہیں: " فاقدروا له " اور ''فأكملوا العدة''۔ روایات میں مذکور الفاظ کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور جمہور سلف کا یہی قول ہے کہ چاند نظر نہ آنے کی صورت میں مہینے کے تیس دن پورے کئے جائیں، جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اور اسلاف نے احادیث کے یہی معنی سمجھے ہیں اور اسی کے مطابق آج تک امت کا عمل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے اس پر امت کا اجماع نقل کیا ہے اور ائمہ اربعہ کا مفتی بہ مسلک یہی ہے۔

لفظ "فاقدروا له" کے معنی بھی دوسری روایات کی روشنی میں یہی ہے کہ "پورا کرو"۔ باجی کے حاشیے پر العدوی میں لکھا ہے کہ تقدیر اتمام کے معنی میں بولا جاتا ہے، قرآن کریم میں بھی "لكل شيئ قدرا" تماما کے معنی میں آیا ہے، یہ مجمل ہیں اور اتمام واکمال والے الفاظ مفسر ہیں۔

امام احمدؒ اور بعض کا خیال ہے کہ "فاقدروا له" کا معنی ہے کہ مہینے میں تنگی کرو اور ہلال کو بادلوں کے اوپر سمجھو اور احتیاطاً روزہ رکھو، مگر حنبلی فقیہ علامہ ابن قدامہؒ نے "فاقدروا له" کی تفسیر اکمال عدۃ سے کی ہے۔

جمہور نے "فاقدروا له" کی تفسیر تقدیر سے کی ہے نہ کہ تضیق سے، اور ابن عمر کا عمل احتیاطی ہے، پس یہ اجتہاد روایت اکمال عدۃ (تیس دن) کے خلاف ہے (المغنی ۳/۹۰)۔

حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" میں اکمال عدۃ کو جمہور کا مسلک بتایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"حدیث کے الفاظ "فاقدروا له" کے بارے میں جمہور کی مراد یہ ہے کہ ماہ ابتداء سے گن کر تیس دن پورے کرلو، اس تاویل کی ترجیح دوسری ان روایات سے بھی ہوتی ہے جس میں صراحتاً "إكمال عدة ثلاثين" فرمایا گیا ہے، اور بہتر یہی ہے کہ حدیث کی تفسیر حدیث سے کی جائے (فتح الباری ۴/۱۴۵)۔

افق پر وجود قمر پر اسلامی ماہ کا ثبوت

تابعین میں سے مطرف بن عبداللہ شخیر، قاضی ابوطیب، ابن سریج، ابن قتیبہ، ابن دقیق العید اور تقی الدین سبکی کی رائے یہ ہے کہ اسلامی ماہ کی ۲۹ر تاریخ کو ابر وباد یا کسی بھی خارجی

عارض کی وجہ سے چاند کی رؤیت نہ ہو سکے، اور حساب فلکی قطعی طور پر یہ بتائے کہ خارجی عارض نہ ہوتا تو یقیناً چاند کی رؤیت ہوتی، اس لئے ماہ کی ابتداء کر دی جائے گویا یہ ابتداء بھی حکماً رؤیت ہی پر ہے۔

قطع نظر اس سے کہ اسلامی ماہ کے ثبوت کے بارے میں جمہور اسلاف میں سے کوئی بھی رؤیت بصری کے بجائے حساب فلکی کا قائل نہیں اور جو قائل ہیں ان کی مراد بھی قران شمس وقمر کے بعد ہلال کا افق پر موجود ہونا نہیں بلکہ قران شمس وقمر کے بعد ہلال کا آفتاب کی شعاعوں سے اتنا دور ہونا ہے کہ اگر بادل وغیرہ نہ ہوتا تو اس کی رؤیت ممکن، بلکہ یقینی ہوتی، گویا وہ حساب فلکی کے امکان رؤیت کے قائل ہیں۔

افق پر وجود قمر کے نظریہ کی تردید کرتے ہوئے علامہ تقی الدین سبکی تحریر فرماتے ہیں:

''میرے خیال میں مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ چاند کا آفتاب سے اس طور پر جدا ہونا کہ آفتاب سے قرب کی وجہ سے اسکی رؤیت غیر ممکن ہو، چاہے یہ حالت غروب آفتاب کے وقت یا اس سے پہلے یا بعد ہو اس پر شریعت کے کسی حکم کا مدار نہیں (العلم المنشور ر ۶)۔

علامہ تقی الدین ابن دقیق العید شرح عمدۃ الحکام میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں یہ کہتا ہوں کہ ثبوت روزہ کے بارے میں اس حساب فلکی کا شرعاً جواز نہیں جو قران شمس وقمر کے فوراً بعد ہو، جیسا کہ فلکیین حسابی مہینہ کو رؤیت کے مہینہ سے ایک یا دو دن مقدم کرتے ہیں، کیونکہ یہ دین میں ایک ایسے نئے سبب کا اختراع ہے جسے اللہ تعالی سے مشروع نہیں کیا'' (شرح عمدۃ الاحکام ۲ر۲۰۶)۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں:

''راجح یہ ہے کے ہلال غروب آفتاب کے بعد افق پر اتنی دیر باقی رہے کہ ماہرین کی رائے کے مطابق اسکی رؤیت ممکن ہو سکے۔

دور حاضر کے دوسرے محقق ڈاکٹر وھبہ زحیلی کی بھی یہی رائے ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ)۔

نماز کے لئے وجودِ وقت سبب ہے

وجود قمر پر اسلامی ماہ کے ثبوت کے بارے میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اسلام کے رکن نماز کے اوقات میں اصل مدار آفتاب کی گردش کی ظاہری علامات طلوع، غروب، زوال، مثل، مثلین، صبح صادق وغروب شفق ہیں، مگر آج علماء، فقہاء اور عامۃ المسلمین میں سے کوئی بھی اوقات نماز کے لئے آسمان کی طرف نگاہ کر کے ان علامات کو نہیں دیکھتا، بلکہ حساب فلکی کے مطابق بنا ہوا اوقات نماز کا نقشہ اور تقویم دیکھ کر بلا تکلف نماز ادا کرتا ہے اور افطاری بھی اسی کے مطابق کرتے ہیں، اس پر قیاس کرتے ہوئے اسلامی ماہ کے ثبوت میں آبزرویٹری کے حساب کو کیوں نہیں مانا جاتا اور اس کے مطابق اسلامی ماہ اور رمضان وعیدین متعین کیوں نہیں کئے جاتے، اس سلسلے میں علامہ قرافی تحریر فرماتے ہیں کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے نماز کے لئے وجود وقت کو سبب قرار دیا ہے، اور وجود وقت کا علم جس طریقہ سے بھی ہو جائے نماز کا حکم لازم ہو جائے گا، اور اوقات نماز میں وسعت ہے (فرق: ۱۰۲)۔

دوسری بات یہ ہے کہ آفتاب کی گردش سال، ماہ اور تاریخ کے اعتبار سے متعین اور غیر متبدل ہے، مثلاً ۲۰/جنوری ۱۹۹۴ء کو برطانیہ اور کرہ ارض کے جس افق پر جتنے بجے طلوع، غروب، زوال، صبح صادق، سحری اور افطاری وغیرہ کا جو وقت تھا گذشتہ سالوں میں اس تاریخ پر یہی وقت تھا، اور آئندہ سالوں میں مذکورہ تاریخ پر یہی وقت ہوگا، اس میں کسی قسم کا فرق نہ ہوگا، یہ تجربہ سے ثابت شدہ بات ہے، اس لئے اوقات نماز میں ایک مرتبہ تجربہ کر کے جو بھی حساب متعین کیا جائے گا وہ ہمیشہ کے لئے معمول بہ ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ دور میں

جدید علم فلک ترقی کی انتہاء پر ہے جس نے آفتاب و ماہتاب کی رفتار کو منٹ و سکنڈ کے حساب سے منضبط کیا ہے جس کی ادنیٰ مثال انسان کا چاند پر قدم جمانا اور چاند و سورج گہن کے بارے میں قبل از وقت پیش گوئی ہے جو مقام و وقت کے مطابق برسوں کے تجربات میں قطعاً صحیح ثابت ہوئی ہے۔

ان سب کے باوجود یہ بات قابل غور ہے کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اسلامی ماہ اور رمضان وعیدین کے تعین کے ثبوت کے لئے چاند کی بصری رؤیت کو بنیاد قرار دیا ہے نہ کہ وجود قمر کو، کیونکہ چاند تو افق پر ۲۴ گھنٹے موجود ہے اس کے معدوم ہونے کا سوال ہی نہیں، اور رؤیت خاص عملی اور حسی امر ہے حسابی یا نظریاتی نہیں، کیونکہ حساب و آلات امکان رؤیت کو بتا سکتے ہیں، فلکی حساب کے مقام متعین پر حتمی اور یقینی رؤیت بتانے کے باوجود غروب آفتاب کے وقت افق پر موجود بادل وغیرہ کی وجہ سے ہلال کی رؤیت نہ ہو سکے۔ ہلال کی رؤیت نہ ہو سکے اس سے حساب دانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مگر چاند کی رؤیت نہ ہونے کی وجہ سے شرعاً اسلامی ماہ اور رمضان وعیدین کے تعین کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

تہہ خانے میں محبوس شخص پر قیاس

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تہہ خانے میں بند ہو اس کو شعبان کے تیس دن پورے ہونے پر یا اپنے اجتہاد سے یہ معلوم ہو جائے کہ آج رمضان ہے تو اس پر روزہ فرض ہے اگر چہ اس نے نہ تو خود چاند دیکھا ہے اور نہ ہی کسی دیکھنے والے نے اس کو اطلاع دی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ثبوت صوم کے لئے رؤیت شرط نہیں ماہ کا علم ہونا کافی ہے، ان دو وجوہات کی بنا پر یہ قیاس صحیح نہیں ہے:

۱- یہ قیاس فاسد و باطل ہے، کیونکہ مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا جائے) منصوص نہیں،

اور صحت قیاس کی شرائط میں سے ہے کہ مقیس علیہ منصوص ہو۔

۲-تہہ خانے میں محبوس شخص کے لئے معذور ہونے کی وجہ سے اجتہاد جائز ہے، تہہ خانے سے نکلنے کے بعد جب غلطی کا علم ہوگا تو قضا واجب ہوگی، اس پر صحیح و تندرست کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، یہ قیاس ایسا ہی ہے کہ معذور و مریض کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رخصت ہے، اس پر قیاس کرتے ہوئے کسی تندرست کو بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رخصت دے دی جائے۔

شرعی و فلکی ماہ کی ابتداء و انتہاء

۱-فلکی ماہ کی ابتداء اجتماع شمس و قمر کے فوراً بعد افق پر موجود غیر مرئی ہلال سے ہوگی جبکہ شرعی ماہ کی ابتداء اجتماع شمس و قمر کے بعد ہلال کی بصری رؤیت سے ہوگی، نہ ہونے کی صورت میں تیس دن پورے کرنے سے ہوگی۔

۲-اجتماع شمس و قمر ۲۴ گھنٹے میں کسی بھی وقت ہوتا ہے، جبکہ شرعی ماہ کی ابتداء ہمیشہ غروب آفتاب سے ہوگی۔

۳- فلکی ماہ کی مقدار ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ہے، جب کہ شرعی ماہ کی مقدار پورے ۲۹ یا ۳۰ دن ہوگی۔

۴- فلکی ماہ شرعی ماہ سے ہمیشہ ایک یا دو دن پہلے شروع ہوگا، اسی طرح ختم بھی پہلے ہوگا۔اس کے برعکس شرعی ماہ ہمیشہ فلکی ماہ سے ایک یا دو دن مؤخر شروع ہوگا اور مؤخر ختم ہوگا۔

افق پر وجود قمر کے فارمولا کی قباحتیں

پہلی قباحت: اس فارمولا کی بنیاد فلکی ماہ ہے جو محاق (یعنی نئے چاند) سے شروع ہو کر محاق پر ختم ہوتا ہے۔اور محاق ۲۴ گھنٹے میں کسی بھی وقت ہوتا ہے، اس لئے فلکی ماہ کی مقدار ہمیشہ

مکمل ۲۹-۳۰ دن کے بجائے ۲۹ دن اور دن کا کچھ حصہ ہوگی، اس قباحت کو دور کرنے کے لئے محاق پر تعین کے بجائے اسکو کھینچ کر غروب آفتاب تک لے جایا گیا، اور مزید یہ شرط بھی لگانی پڑی کہ غروب آفتاب کے وقت چاند افق پر موجود ہو، چاہے ایک منٹ کے لئے، پتہ نہیں یہ شرط کس شرعی دلیل کے تحت وضع کی گئی ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اسلامی ماہ مکمل ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوگا، اور چودہ صدی سے اس پر امت کا اجماع ہے۔

دوسری قباحت: ہمارے سامنے افق پر وجود قمر کی بنیاد جنوری ۱۹۹۴ء بمطابق شعبان ۱۴۱۴ھ کی مرتب کردہ سالانہ تقویم ہے جس میں یکم ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ کی حسابی کیفیت حسب ذیل ہے: محاق ۱۰ مئی ۱۹۹۴ وقت ۰۷۔۱۷ غروب آفتاب ۳۹۔۱۹ غروب ماہتاب ۴۰۔۱۹، افق پر غروب آفتاب کے بعد چاند ایک منٹ رہے گا، اصول کے مطابق یکم ذی الحجہ ۱۱ مئی کو ہونی چاہئے، مگر ایسا کرنے سے ذیقعدہ ۲۸ دن کا ہو جاتا اور ذی الحجہ ۳۱ دن کا ہو جاتا تھا، جبکہ قمری ماہ صرف ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہی ہوسکتا ہے، اس لئے اپنے بنائے ہوئے اصول کے خلاف ذی الحجہ کی ابتداء ۱۲ مئی سے کرنی پڑی۔ یہ قباحت آئندہ بھی ہر سال ہوتی رہے گی جو اس فارمولا کے غیر شرعی ہونے کے علاوہ ناقص اور غیر معمول بہ ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

اتحاد واتفاق

دین اسلام کی بنیادیں قیامت تک کے لئے اٹل ہیں، اس میں تبدیلی کا حق اللہ تعالی نے مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا، کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ نماز، روزہ، حج کو دوسرے اعمال سے بدل کر اس کا قائم مقام کرے، اسی طرح قبلہ وکعبہ کو بدل کر دوسرا قبلہ متعین کرے، نہ ہی رمضان دوسرے مہینہ سے بدل کر اسے روزے کا مہینہ بنالے، نہ ہی حج، اس کے وقت اور اس کے مقام کو دوسرے وقت یا مقام سے بدل دے۔ زمانۂ جاہلیت میں مشرکین نے یہ حرکت کی تو قرآن کریم

نے اسے نسئی سے تعبیر کرتے ہوئے زیادتی اور کفر بتایا۔

اسی طرح شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے:"صوموا لرؤيته و أفطروا لرؤيته" فرما کر اسلامی ماہ کی ابتداء وانتہاء اور رمضان وعیدین کے تعین کا مدار چاند کی بصری رؤیت کو بنایا ہے۔قران شمس وقمر کے بعد افق پر چاند کا غیر مرئی وجود نہ تو اسلامی ماہ کے ثبوت کا سبب ہے، نہ ہی شریعت کے کسی حکم کا اس پر مدار ہے، نہ ہی شریعت میں اس کی کوئی حقیقت ہے۔

دین میں نہ تو ہر اتفاق محمود ہے نہ ہی ہر اختلاف مذموم، دین میں وہ اتفاق واتحاد محمود ومطلوب ہے جو دین کو مفید ہو اور ہر وہ نا اتفاقی واختلاف مذموم ہے جو دین کو مضر ہو، اگر اتفاق دین کو مضر ہو اور اختلاف دین کو مفید ہو اس وقت وہ اختلاف مطلوب دین ہوگا، یعنی ہر حال اور ہر صورت میں اتحاد واتفاق نہ دین ہے نہ دین میں محمود ومطلوب، بلکہ ایسا اتحاد واتفاق جو حق وباطل کی تمیز ختم کردے، جائز وناجائز کا فرق مٹادے، حلال وحرام کے فرق کو اٹھادے، شعبان میں رمضان اور رمضان میں شوال کرائے ایسے اتحاد کی دین وشریعت میں قطعاً گنجائش نہیں، افق پر وجود قمر کی بنیاد یا باہر سے کسی غیر محقق دعوائے رؤیت کے فیصلہ پر رمضان وعیدین کا تعین شعبان میں رمضان اور رمضان میں عید الفطر منانا ہے اور دو یا تین روزے ضائع کرنا ہے، افق پر وجود قمر پر اسلامی ماہ کا نظریہ بعض اسلامی ممالک کے غیر محقق وغلط دعوائے رؤیت فیصلوں ہی سے پیدا ہوا ہے۔

اگر تحقیق شدہ رؤیت بصری پر اسلامی ماہ اور رمضان اور عیدین کا تعین کیا جائے تو کرہ ارض کے بہت بڑے خطہ پر صحیح وقت پر یکساں ایام میں رمضان وعیدین ہوسکتے ہیں، جس کا گذشتہ سالوں میں رمضان وعیدین کے موقع پر بارہا تجربہ ہوچکا ہے۔وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب۔

ایک مقام کی رؤیت کا اعتبار دوسرے مقامات کے لئے

مولانا شمس پیرزادہؒ ☆

اس کی مثال فقہاء کا یہ قول ہے کہ: "لكل بلد رؤيته" ہر بلد کے لئے وہاں کے لوگوں کی رؤیت ہے، یہ قول قرآن وسنت کی کسی نص پر مبنی نہیں ہے، بلکہ رؤیت کے شرعی حکم کے انطباق Applicaton کی صورت تھی جو فقہاء نے نکالی تھی اور یہ اس لحاظ سے صحیح تھی کہ ایک مقام کی رؤیت کی اطلاع دور دراز کے مقامات تک بروقت نہیں پہنچ سکتی تھی، ایسی صورت میں دور کے مقامات کی رؤیت کو لازم قرار دینے کے معنی لوگوں کے لئے مشکلات پیدا کرنے کے تھے، لیکن موجودہ زمانہ میں تو کوئی فاصلہ نہیں رہا، خبر رسانی کے ایسے ذرائع ہو گئے ہیں کہ منٹوں میں ایک ملک کی خبر دوسرے ملک میں پہنچ جاتی ہے، اس لئے ہر مقام کے لئے وہاں کے لوگوں کی رؤیت والا فارمولا آوٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہے، ویسے بھی ایک مقام کی رؤیت اسی مقام کے لئے معتبر ہونے کے اصول پر علماء وفقہا کا اتفاق نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" میں علماء کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن میں ایک قول یہ ہے کہ جب ایک شہر میں رؤیت ہو جائے تو تمام شہروں کے لئے اس کا حکم لازم ہو جاتا ہے، مالکیہ کے نزدیک مشہور قول یہی ہے (ملاحظہ ہو: فتح الباری ۴/ ۹۸)۔

اور جو لوگ رؤیت ہلال کے لئے قصر کے بقدر مسافت یا علاقہ کی تحدید کرتے ہیں ان

☆ سابق صدر ادارہ دعوۃ القرآن ممبئی۔

کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"یہ دونوں قول ضعیف ہیں، کیونکہ مسافت قصر کا ہلال سے کوئی تعلق نہیں ہے، رہے ممالک تو ان کی کیا حد؟ پھر یہ دونوں باتیں دو وجوہ سے غلط ہیں، ایک یہ کہ رؤیت مشرق و مغرب کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے اگر مشرق میں رؤیت ہوئی تو مغرب میں لازماً ہونی چاہئے، لیکن اس کے برعکس صورت نہیں ہوسکتی، کیونکہ مشرق کی بہ نسبت مغرب میں غروب آفتاب تاخیر سے ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ حج کے ہلال کے بارے میں مسلمان باہر سے آنے والے حجاج کی رؤیت کو قبول کرتے رہے ہیں، اگرچہ قصر کی مسافت سے زیادہ دوری پر ہلال دکھائی دیا ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ہم مسافت قصر کا یا ممالک کا اعتبار کریں تو جو شخص مسافت یا ملک کی سرحد پر ہوگا اس کے لئے تو روزہ رکھنا روزہ چھوڑ دینا (عید منانا) اور قربانی کرنا لازم ہوگا اور دوسرا شخص جس کے اور پہلے شخص کے درمیان بس تیر کے نشانہ کے بقدر فاصلہ ہوگا وہ ان میں سے کوئی چیز بھی نہ کرسکے گا اور یہ ایک ایسی بات ہے جو مسلمانوں کے دین سے نہیں ہے (مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ ۲۵/ ۱۰۴-۱۰۵)۔

اور شوکانی لکھتے ہیں:

"جس بات پر اعتبار کیا جانا چاہئے وہ وہی ہے جو مالکیہ نے اختیار کی ہے اور قرطبی نے اپنے شیوخ سے نقل کی ہے کہ جب ایک بلد کے لوگ ہلال دیکھ لیں تو تمام اہل بلاد پر اس کا حکم لازم ہوجاتا ہے (تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی ۳/ ۳۸۹)۔

اختلافات کو ختم کرنے کی صورت

قرآن میں اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب کوئی مسئلہ نزاعی صورت اختیار کرجائے تو وہ اس کو ختم کرنے کے لئے کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں:

"فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول" (سورہ نساء: ۵۹)۔

(اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع (اختلاف) ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ)۔

اس لئے اس نزاعی مسئلہ کا حل یہ ہے کہ فقہی اقوال پر اصرار کرنے کے بجائے کتاب و سنت کے احکام کو اجتہادی بصیرت کے ساتھ حالات حاضرہ پر منطبق کرنیکی کوشش کی جائے یہ کوشش اجتماعی شکل میں ہونا چاہئے اس سلسلہ میں مختلف مسلکوں کے فقہاء کی آراء سے استفادہ تو ضرور کیا جائے، لیکن کسی کی فقہی رائے کو پتھر کی لکیر نہ سمجھا جائے اور نہ کسی مسلک کا اپنے کو پابند بنالیا جائے، کیونکہ حق کسی مسلک کے اندر محصور نہیں ہے۔

پوری دنیا میں ایک ہی دن عید منانے کی تجویز

یہ تو تصویر کا ایک رخ تھا اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ہمارا جدید جو قرآن وسنت کا براہ راست علم نہیں رکھتا اور شرعی احکام سے کم ہی آشنا ہے رؤیت ہلال کے مسئلہ میں تجدد پسندی اختیار کرنا چاہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ پوری دنیا میں ایک ہی دن عید منائی جانی چاہئے اور یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا کہ دنیا کے ایک حصہ میں جب نماز عید ادا کی جارہی ہوگی تو دوسرے حصہ میں سورج غروب ہو رہا ہوگا، لہذا یہ کس طرح ممکن ہے کہ مشرقی ممالک اور مغربی ممالک میں عید ایک ہی دن منائی جائے۔

کیا جنتری کے نیومون کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

ایک رجحان یہ بھی پایا جاتا ہے کہ علم الافلاک Astronomy کے ترین Accurate حساب کے پیش نظر رؤیت کے بجائے چاند کے نئے چکر کے آغاز کا اعتبار کیا جائے جسے اصطلاحاً نیومون New Moon کہتے ہیں، یہ بھی قلت فکر کا نتیجہ ہے کیونکہ اس صورت میں مزید مسائل پیدا ہوں گے، فلکیاتی نیومون کے اوقات مختلف ہوتے ہیں کسی مہینہ میں تو وہ صبح وجود میں آجاتا ہے

اور کسی مہینہ میں آدھی شب کو کبھی دوپہر میں تو کبھی فجر سے پہلے۔ فرض کیجئے کہ نیومون کا وقوع آسمان پر شب کے دو بجے ہوا تو تاریخ کا آغاز کس وقت سے ہوگا؟ دو بجے سے پہلے ۲۹ تاریخ قرار دینا ہوگی اور دو بجے کے بعد آئندہ ماہ کی یکم، گویا عید کی نماز بھی دس بجے کے بعد ادا کرنا ہوگی، کیونکہ دس بجے سے پہلے تو یکم شوال ہوئی ہی نہیں تھی، اس کے برخلاف اسلام میں نئی تاریخ کا آغاز غروب آفتاب کے بعد ہوتا ہے۔ ہلال بالعموم مغرب کے بعد یا مغرب سے کچھ پہلے دکھائی دیتا ہے، اس لئے تاریخ کے آغاز میں کوئی اشکال پیش نہیں آتا مگر جنتری کے نیومون کو معیار قرار دینے کی صورت میں یہ نظام بالکل بدل جائے گا۔ اس لئے اس کے جواز کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ پھر نیومون کو معیار قرار دیکر دنیا بھر میں عید ایک ہی دن منانے کی تجویز بھی قابل عمل نہیں ہے، کیونکہ دنیا کے ایک حصہ میں اگر دن ہوگا تو دوسرے حصہ میں رات اور اصولی بات یہ کہ شریعت نے عبادات کے اوقات کی تعیین کا ذریعہ آسمان پر ظاہر ہونے والے آثار کو بنایا ہے جس کا انسان بہ آسانی مشاہدہ کر لیتا ہے، رؤیت ہلال بھی ان ہی آثار میں سے ہے، جبکہ نیومون نہ آثار میں سے ہے اور نہ مشاہدہ میں آنے والی چیز کہا جا سکتا ہے کہ پھر نماز کے اوقات کی تعیین کے لئے جنتری کیوں استعمال کی جاتی ہے تو یہ اسلئے کہ آثار میں اور ان حسابات میں کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ جب تک ہلال دکھائی نہ دے آسمان پر ظاہر ہونے والے وہ کون سے آثار ہیں جو شرعاً معیار قرار پائیں گے اور جس سے جنتری کے اوقات کی مطابقت تلاش کی جائے گی؟ رابطہ کی مجلس ''المجمع الفقہی الاسلامی'' نے بھی اپنی قرارداد میں اثبات ہلال کے لئے رؤیت ہی کو معتبر قرار دیا ہے اور فلکی حساب کو غیر معتبر (ملاحظہ ہو قرارات مجلس المجمع الفقہی الاسلامی/۶۶)۔

رؤیت کا اعتبار

افراط وتفریط کی ان صورتوں کے درمیان اعتدال کی راہ یہ ہے کہ مہینہ کے آغاز کے لئے جنتری کے نئے چاند New Moon کا نہیں بلکہ ہلال کا جو آسمان پر ظاہر ہوتا ہے اور دکھائی

دیتا ہے، اعتبار کیا جائے ،قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

"یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ" (البقرہ:۹۲)۔

(لوگ تم سے ہلال کے بارے میں پوچھتے ہیں کہو یہ لوگوں کے لئے تاریخوں کی تعین کا ذریعہ ہے)۔

ہلال عربی میں چاند کی اس ابتدائی شکل کو کہتے ہیں جو آسمان پر دکھائی دیتی ہے، فلکی چاند دکھائی نہیں دیتا اس کو ہلال نہیں کہتے اس کا اصطلاحی نام نیومون New Moon ہے، لہذا قرآن نے تاریخ کی تعیین کا ذریعہ جس چیز کو قرار دیا ہے وہ دکھائی دینے والا ہلال ہے، نہ فلکی یا حسابی چاند۔

اور حدیث میں رؤیت ہلال یعنی چاند کے دکھائی دینے ہی کو معتبر قرار دیا گیا ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غمي عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين" (بخاری کتاب الصوم)۔

(ہلال دیکھ کر روزہ رکھو اور ہلال دیکھ کر روزہ موقوف کرو، اگر ہلال تم سے پوشیدہ رہ جائے تو شعبان کے تیس دن کی گنتی پوری کرلو)۔

دوسری روایت میں ہے:

"عن النبی ﷺ أنه ذكر رمضان، فقال: لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه، فإن أغمي عليكم فاقدروا له" (مسلم کتاب الصیام)۔

(نبی ﷺ نے رمضان کا ذکر کیا اور فرمایا: روزہ نہ رکھو جب تک کہ ہلال نہ دیکھ لو اور نہ روزہ موقوف کرو جب تک کہ اس کو دیکھ نہ لو اگر ابر حائل ہو جائے تو حساب لگالو (یعنی تیس دن شمار کرلو)۔

یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثیں اس باب میں صریح ہیں کہ شریعت میں مہینہ کے لئے اعتبار رویت ہلال کا ہے اگر انتیس تاریخ کو ہلال نظر نہ آئے تو مہینہ تیس دن کا شمار کرلیا جائے۔

حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ چاند کے افق پر موجود ہونے کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، بلکہ اعتبار اس کی رؤیت، یعنی دکھائی دینے کا ہے اور ابن رشد لکھتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اجماع ہے۔

"علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عربی مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور تیس دن کا بھی، نیز اس بات پر کہ ماہ رمضان کی تحدید کے لئے اعتبار رؤیت کا ہے" (بدایۃ المجتہد ۱/ ۲۷۴)۔

مطلع کے مسئلہ میں حقیقت پسندی

رؤیت کے اس حکم کی جو حدیث میں دیا گیا ہے مخاطب ملت اسلامیہ ہے اور اس میں مقام کی کوئی قید بیان نہیں ہوئی ہے، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ایک مقام کی رؤیت کو اسی مقام کے لئے محدود مانا جائے، بلکہ یہ حکم دوسرے مقامات کے لئے بھی ہوگا، الا یہ کہ وہ مقام اتنی دوری پر ہو کہ ان دو مقامات کے درمیان تاریخ کا فرق ہمیشہ واقع ہوتا ہو، کیونکہ اس صورت میں دونوں کے درمیان چاند کا زاویہ مختلف ہوگا یا یہ کہ ایک مقام کی رؤیت کی اطلاع دوسرے مقام تک پہنچ نہ سکے۔ ان استثنائی صورتوں کی معقولیت بالکل واضح ہے۔

اگرچہ علماء اور فقہاء کی آرا اختلاف مطالع کے سلسلہ میں مختلف رہی ہیں جس کی تفصیل "العذب الزلال فی مباحث رؤیۃ الھلال" میں دیکھی جاسکتی ہے (عربی میں یہ رؤیت ہلال کے مسئلہ میں ایک مبسوط کتاب ہے اور جسے "قطر" کے "الشئون الدینیہ" نے شائع کیا ہے، لیکن اس مسئلہ میں توسع اختیار کرنے کے لئے کافی گنجائش موجود ہے، چنانچہ "فقہ السنہ" کے مؤلف لکھتے ہیں:

''جمہور کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، لہذا جب ایک شہر کے لوگوں نے ہلال دیکھ لیا تو تمام شہروں پر روزہ واجب ہو گیا، اس ارشاد رسول کی بنا پر ہلال دیکھ کر روزہ رکھو اور ہلال دیکھ کر روزہ موقوف کرو۔''

آپ کا یہ خطاب پوری امت کے لئے عام ہے جس شخص نے بھی جس جگہ چاند دیکھ لیا سب کے لئے رؤیت ہو گئی (فقہ السنہ تالیف السید سابق ار ۴۳۶)، اور مجلس تحقیقات شرعیہ (ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے اپنے اجلاس میں بلاد قریبہ کے لئے رؤیت کو معتبر قرار دیا گیا ہے:

''محققین فقہاء احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطالع معتبر ہے، البتہ بلاد قریبہ میں اس کا اعتبار نہیں ہے، بلاد بعیدہ سے مراد یہ کہ ان میں باہم اس قدر دوری ہے کہ عادۃً ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کر دی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۱ دن کا قرار پائے گا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے''۔

جو لوگ توسع کے قائل نہیں ہیں وہ کریب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جو ''صحیح مسلم'' میں مذکور ہے اور جس میں بیان ہوا کہ شام میں جمعہ کو چاند دیکھا گیا اور امیر معاویہ اور اہل شام نے سنیچر کے دن روزہ رکھا، لیکن مدینہ میں اس روز چاند نہیں دیکھا گیا تھا، اس لئے وہاں اتوار سے رمضان شروع ہوا، کریب رمضان ہی میں مدینہ پہنچے اور انہوں نے شام میں انتیس کا چاند ہونے کی اطلاع حضرت عبداللہ بن عباس کو دی، لیکن انہوں نے اس اطلاع پر کوئی کارروائی نہیں کی، بلکہ اپنا عمل جاری رکھا، یہ بات اس وقت کے حالات کے لحاظ سے صحیح تھی، کیونکہ شام کے چاند کی اطلاع مدینہ بروقت نہیں پہنچ سکتی تھی، یہ فاصلہ طے کرنے میں کئی دن لگ جاتے ایسی

صورت میں رمضان کا آغاز یا عید اپنے اپنے مقام کا یا قرب و جوار کے چاند کا اعتبار کر کے ہی منائی جاسکتی تھی، لیکن اس طریقہ کو موجودہ دور میں بھی اختیار کرنے پر اصرار کرنا، جبکہ یہ کوئی نصی حکم نہیں ہے، حالات سے آنکھیں بند کر لینے کے مترادف ہے۔

سائنس اور ٹکنولوجی کی ترقی حالات میں بہت بڑے انقلاب کا باعث ہوئی ہے، بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر توسع ناگزیر ہے اور اس کے لئے اجتہاد ضروری ہے۔

ہندوستان کا مطلع ایک ہی ہے

ہندوستان میں عام طور سے تاریخیں یکساں رہتی ہیں، البتہ رمضان اور شوال کے چاند کے سلسلہ میں ملک کے ایک حصہ اور دوسرے حصہ کے درمیان اختلاف ہوتا رہتا ہے، لیکن چونکہ عام طور سے یکسانیت پائی جاتی ہے، اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ پورے ملک کے لئے ایک مطلع کا حکم نہ لگایا جائے اور ''مجلس تحقیقات شرعیہ'' (لکھنؤ) نے واضح طور سے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ایک ملک کے جس گوشہ میں بھی چاند دیکھا جائے وہ پورے ملک کے لئے معتبر ہوگا۔

''ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں، مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہی ہے علماء ہند و پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔''

یہ رائے حدیث ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ موقوف کرو'' کے عین مطابق ہے، کیونکہ اس حکم میں مقام اور فاصلہ کی کوئی قید نہیں ہے۔

ہم اس بات سے بھی صرف نظر نہیں کر سکتے کہ سعودی عربیہ کے کسی ایک گوشہ میں اگر

رؤیت ثابت ہوتی ہے تو اس کو پورے ملک کے لئے معتبر مانا جاتا ہے اور حج کے دن کا تعین اسی کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر چاند نجد (ریاض) میں یا "ظہران" میں دکھائی دیتا ہے تو مکہ کے لئے وہ معتبر ہوتا ہے، جبکہ ان کے درمیان فاصلہ ۱۰۰۰ تا ۱۵۰۰ کیلومیٹر ہے اور پھر سعودی عربیہ ہی کے چاند خلیجی ممالک اعتبار کرتے ہیں اور اسی کے مطابق ان کے ہاں رمضان کا آغاز و اختتام ہوتا ہے اس سے کم از کم یہ اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے کہ ہندوستان میں رؤیت ہلال کے مسئلہ پر جو شدت پائی جاتی ہے وہ ان مسلم ممالک میں نہیں پائی جاتی، بہر کیف ہندوستان کے کسی ایک مقام پر رؤیت ثابت ہو جاتی ہو تو اس رؤیت کو پورے ملک کے لئے تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے، عید ہی کے لئے نہیں رمضان کے آغاز اور تمام مہینوں کے آغاز کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے۔

رؤیت کا مسئلہ خبر سے تعلق رکھتا ہے یا شہادت سے؟

عام طور سے رؤیت ہلال کے مسئلہ کو شہادت سمجھا جاتا ہے نہ کہ خبر، اسی بنا پر ایک شہر کی رؤیت کو اگرچہ وہاں عام رؤیت ہوئی ہو اور اس کی اطلاع باوثوق ذریعہ سے مل رہی ہو دوسرے مقام یا علاقہ کے لئے قبول نہیں کیا جاتا حالانکہ اس مسئلہ کو شہادت کا مسئلہ قرار دینے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے جن احادیث وروایات میں رؤیت کے سلسلہ میں شہادت کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ شہادت کے وسیع تر مفہوم میں استعمال ہوا ہے نہ کہ عدالتی نوعیت کی شہادت کے معنی میں، اصطلاحی شہادت ان امور میں ہوتی ہے جو نزاعی نوعیت کے ہوں یا حقوق کے سلسلہ میں کوئی شخص کسی کے خلاف دعویٰ کر سکتا ہو اور جن کا فیصلہ کرنا عدالت کا کام ہو۔

نبی ﷺ سے حدیث بیان کرنا نہایت نازک ذمہ داری کا کام ہے، لیکن محدثین نے اس کو شہادت کا مسئلہ نہیں بنایا بلکہ خبر قرار دے کر راوی کے ثقہ اور عادل ہونے کی شرط لگائی، اگر وہ اسے شہادت کا مسئلہ بناتے تو ہر راوی کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر گواہی دینا پڑتی نیز خبر واحد

(ایک مرد یا ایک عورت کی روایت) کے قابل قبول ہونے نہ ہونے کا مسئلہ بھی پیدا ہو جاتا اور جب حدیث کا مسئلہ شہادت کا مسئلہ نہیں ہے تو پھر چاند کے مسئلہ شہادت کا مسئلہ کیوں قرار دیا جائے؟ غرضیکہ رؤیت کے مسئلہ کو عدالتی طرز کی شہادت سے جوڑنے اور اس کے تمام قواعد کا اس پر اطلاق کرنے کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رؤیت کے مسئلہ میں خبر مستفیض (مشہور) کو قبول کیا جاتا ہے، جبکہ خبر مشہور کی بنا پر عدالت مجرم کو سزا نہیں دے سکتی تاوقتیکہ عینی شاہد عدالت میں حاضر ہو کر گواہی نہ دیں اور یہ بھی واقعہ ہے کہ کتنے ہی دینی معاملات میں خبر کو قبول کیا جاتا ہے اگر وہ کسی معتبر ذریعہ سے ملی ہو یا قرائن سے اس کی تائید ہوتی ہو، مثلاً قبلہ کی سمت معلوم کرنے کے لئے ایک مسلمان کے بیان کو کافی سمجھا جاتا ہے اور اس کی بتلائی ہوئی سمت کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ہر شخص کی بات کا اعتبار کیا جائے خواہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو، ایسی بات کیسے کہی جا سکتی ہے جب کہ قرآن کا صریح حکم ہے:

"إن جاء كم فاسق بنباء فتبينوا" (سورہ حجرات) (اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے تو تحقیق کرلو)۔

اس لئے یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ جو شخص یہ خبر دے رہا ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے وہ اس دینی معاملہ میں قابل اعتماد ہے یا نہیں، نیز یہ کہ قرائن اس کے بیان کے خلاف تو نہیں ہیں، موجودہ زمانہ میں، جبکہ جھوٹ عام ہو گیا ہے کسی کے بیان کو قبول کرنے کے معاملہ میں احتیاط ضروری ہے، لیکن اس احتیاط کو اتنا شدید بنا دینا کہ سراسر تکلف معلوم ہو اور جس کی وجہ سے چاند کا مسئلہ الجھ کر رہ جائے صحیح نہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

"اور اس زمانہ میں جب کہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلاً ڈاڑھی منڈانا وغیرہ ایسی عام ہوگئی کہ ان کی وجہ سے مطلقاً شہادت کو رد کر دیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح بہم

نہ پہنچے گا'' (رؤیت ہلال مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی ر ۴۷)۔

رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے اصطلاحی شہادت کے ضروری نہ ہونے کے بارے میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رؤیت ہلال کی اطلاع اصطلاحی شہادت نہیں ہے اور اس کے وہ شرائط نہیں ہیں جو قاضی کی عدالت میں شہادت کے ہیں، بلکہ وہ خبر ہے اور اس کے لئے شرعی قاضی یا عالم دین ومفتی کا غلبۂ ظن کافی ہے، فقہاء کرام نے ان دونوں باتوں کی تصریح فرمائی ہے''۔

اس سلسلہ میں موصوف نے مولانا تھانوی کا فتویٰ بھی نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:

''جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے اس میں (ٹیلیفون کا واسطہ) غیر معتبر ہے اور جن میں حجاب مانع قبول نہیں ہے ان میں اگر قرائن قویہ سے متکلم کی تعیین ہو جائے (کہ فلاں شخص ہی بول رہا ہے) تو معتبر ہے'' (امداد الفتاوی ۲ر ۷۸)۔

اس فتوے کو نقل کرکے مولانا نعمانی فرماتے ہیں:

''حضرت حکیم الامتؒ کے اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ رؤیت ہلال کے ثبوت کی خبر وہ شہادت نہیں ہے جس کے لئے شاہد کا سامنے موجود ہونا ضروری ہوتا ہے، بلکہ یہ ایک خالص دینی معاملہ کی خبر اور اطلاع ہے اس کے معتبر اور قابل قبول ہونے کے لئے خبر دینے والے کا سامنے ہونا ضروری نہیں، لہذا سوال میں جس خبر کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے وہ معتبر ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا'' (ماہنامہ الفرقان شمارہ اپریل ۱۹۸۷ء)۔

ٹیلیفون سے ملنے والی اطلاع

جس مقام پر رؤیت ثابت ہو جائے اس کی اطلاع مقامی رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران دوسرے مقامات کی کمیٹیوں کو بذریعہ ٹیلیفون دے سکتے ہیں۔ ٹیلیفون کی اطلاع کو قبول

کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے، جبکہ آواز پہچان لی جائے یا ادھر سے ٹیلیفون کر کے اس کی تصدیق کرائی جائے، کتنے ہی معاملات ٹیلیفون کے ذریعے طے پاتے ہیں اور دینی معاملات میں بھی ٹیلیفون کی اطلاع کو، جبکہ اس کے غلط ہونے کا کوئی قرینہ نہ ہو تسلیم کر لیا جاتا ہے، مثلاً ایک عورت کو جب اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ٹیلیفون کے ذریعہ ملتی ہے تو وہ عدت گذارنے لگتی ہے اسی طرح ایک باپ بچہ کے ولادت کی اطلاع جو اسے ٹیلیفون کے ذریعہ مل گئی ہو قبول کرتا ہے اور بچے کا نسب اپنے سے جوڑتا ہے، مگر چاند کی فقہ مرتب کرنے والے ایسے متشدد واقع ہوئے ہیں کہ ٹیلیفون کی اطلاع کو وہ قابل قبول نہیں سمجھتے، حالانکہ اس طرف سے ٹیلیفون کر کے اس کی تصدیق بہ آسانی کرائی جا سکتی ہے ان حضرات کا یہ کہنا کہ ٹیلیفون پر شہادت قبول نہیں کی جا سکتی ایک مغالطہ آمیز بات ہے، اول تو جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ رویت ہلال کا مسئلہ شہادت کے دائرہ میں نہیں، بلکہ خبر کے دائرہ میں آتا ہے، دوسرے یہ کہ جس مقام پر کسی رویت ہلال کمیٹی نے شہادتوں کی بنا پر رویت کا اعلان کر دیا ہو اس کی خبر کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے شہادت کے اہتمام کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اعلان اظہار اور ابلاغ کے ذرائع کو استعمال کیا جا سکتا ہے اگر ایک چاند کمیٹی کے فیصلہ کو مقامی لوگوں تک پہنچانے کے لئے ٹیلیفون اور دیگر ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے تو دوسرے مقامات کے لوگوں کو ٹیلیفون کے ذریعہ اس فیصلہ کی اطلاع دینے اور ان کے اس خبر کو قبول کرنے میں کیا چیز مانع ہے؛ جب ایک جگہ رویت ثابت ہوئی تو اس اس کی خبر کے لئے کسی بھی اعتماد ذریعہ کا ہونا کافی ہے۔

ٹیلیفون کی اطلاع کا اعتبار کرنے کے بارے میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

"اسی طرح ایک شہر کے کوئی عالم دین دوسرے شہر کے عالم دین کو رویت ہلال کے ثبوت کی اطلاع ٹیلیفون سے دیں اور دونوں حضرات ایک دوسرے کی آواز کو پہچانتے ہوں اور اس میں کوئی شک شبہ نہ ہو تو ٹیلیفون کی اس اطلاع کا بھی اعتبار کیا جائے گا اور جن عالم دین کو ٹیلیفون سے اطلاع دی گئی ہے ان کے لئے درست ہوگا کہ وہ رویت ہلال کے ثبوت کا اعلان

کرادیں"۔

لہٰذا اگر ہندوستان کے چند بڑے شہروں کی رؤیت ہلال کمیٹیاں ایک دوسرے سے رابطہ رکھنے کا فیصلہ کرلیتی ہیں تو مسئلہ کے حل کی یہ صورت نکل سکتی ہے کہ ایک شہر کی کمیٹی رؤیت ثابت ہو جانے پر دوسرے بڑے شہروں کی ہلال کمیٹیوں کو اس کی اطلاع ٹیلیفون کے ذریعہ دے اور اس اطلاع کو یہ کمیٹیاں قابل قبول قرار دیں اگر اطمینان کے لئے ضروری ہو تو اس طرف سے ٹیلیفون کر کے تصدیق کرالیں اس طرح رمضان اور شوال کے چاند کے بارے میں اختلافات کی وہ شدت ختم ہو جائے گی جو سامنے آتی رہتی ہے فی الحال تو یہ کمیٹیاں افسوس ہے کہ اس کے سوا اپنی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتیں کہ جس شخص نے چاند دیکھا ہو وہ خود ان کی مجلس میں حاضر ہو کر شہادت دے تو وہ اس شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کریں رہا کسی دوسرے شہر کی ہلال کمیٹی سے ربط پیدا کر کے صورت حال معلوم کرنا یا اپنے مقام کی رؤیت کی اطلاع اسے دینا تو وہ اس کی ضرورت محسوس ہی نہیں کرتیں۔ اسی وجہ سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور ہلال کمیٹیاں بے اثر ہو کر رہ گئی ہیں۔

ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ اعلان

ہلال کمیٹیوں کی طرف سے رؤیت کا اعلان ریڈیو اور ٹیلیویژن پر بھی کیا جانا چاہئے، اس اعلان کو قبول کرنے میں شرعاً کوئی چیز مانع نہیں ہے، الا یہ کہ قرائن اس کے خلاف ہوں ایسی صورت میں اس کی تصدیق ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ کرالینا چاہئے ریڈیو اور ٹیلیویژن کی خبروں پر دینی معاملات میں بھی اعتماد کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر جب کسی عالم دین کے انتقال کی خبر ریڈیو یا ٹیلیویژن نشر کرتا ہے تو اس پر اعتماد کر کے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے پھر چاند ہی ایسا کون سا مسئلہ ہے جس کے لئے سب سے نرالے اور سب سے زیادہ شدید قواعد وضع کئے جائیں؟

"العذب الزلال" کے مؤلف الحاج محمد بن عبدالوہاب اندلسی فرماتے ہیں:

"فقد تبين بهذا إن وسائل التبليغ، كالتليفون والتلغراف والراديو

وغیرها، یعمل بها في نقل ثبوت رؤیة الهلال، ولکن بشرط عدم البعد جدا"
(العذب الزلال ر ۱۷۳)۔

(اس سے واضح ہوا کہ ذرائع ابلاغ، مثلاً ٹیلیفون ٹیلیگراف، ریڈیو وغیرہ کو رؤیت ہلال کے ثبوت کی خبر کو منتقل کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ بہت زیادہ دوری نہ ہو)۔

ریڈیو کی خبر کے بارے میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

"رؤیت ہلال کے بارے میں ریڈیو کی خبر ٹیلی فون سے ملنے والی اطلاع نہ ہر صورت میں قابل قبول ہے، اور نہ ہر صورت میں قابل رد اور نا قابل اعتبار ہے، بلکہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ جس ریڈیو اسٹیشن کے متعلق تحقیق سے یہ معلوم ہے کہ وہ رؤیت ہلال سے متعلق خبر دوسری خبروں کی طرح اپنے عام ذرائع معلومات کی بنا پر نشر نہیں کرتا، بلکہ کسی معتبر دینی مرکز یا علماء کی کسی جماعت سے یا کسی قابل اعتماد رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی دی ہوئی اطلاع پر اسی کے حوالہ سے نشر کرتا ہے، جیسا کہ پاکستان کے ریڈیو اسٹیشن اور اسی طرح دہلی کے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن اور پٹنہ ریڈیو اسٹیشن کے بارے میں معلوم ہوا ہے تو اس کی یہ خبر قابل قبول ہوگی اور اس کی حیثیت فیصلہ کے صرف اعلان کی ہوگی، جیسا کہ مختلف زمانوں میں رؤیت ہلال کے ثبوت کے بعد مختلف طریقوں سے اس کا اعلان کیا جاتا رہا ہے اور اب بھی کیا جاتا ہے اور ان اعلانوں کو عمل کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے" (ماہنامہ الفرقان شمارہ اپریل ۱۹۸۷ء)۔

"مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ" نے اپنے بیان میں واضح کیا ہے:

"ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ تفصیل ہو اور ذمہ دار علماء کی طرف سے ہو یا کم از کم ان ذمہ دار کے حوالے سے ہو کہ انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے، مثلاً کوئی مسلمان ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان کرے کہ ہمارے شہر کی فلاں ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت،

(بتصریح نام) نے یہ ثبوت شرعی کے بعد رویت ہلال کا اعلان کر دیا ہے، اس طرح کی صراحت کی ساتھ اعلان پر صوم اور افطار صوم درست ہے''۔

ریڈیو پر اعلان کرنے والا اگر متدین مسلمان نہ ہو، بلکہ غیر مسلم ملازم ہو اور وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت (بتصریح) کے فیصلہ کا اعلان کرے تو بھی یہ خبر قابل تسلیم ہوگی اور صوم و افطار صوم کا حکم درست ہوگا جس طرح توپ کی آواز اور ڈھنڈورچی کے اعلان پر فقہاء صوم و افطار صوم جائز قرار دیتے ہیں۔''

ہلال کمیٹیوں کے طریقۂ کار میں تبدیلی کی ضرورت

جہاں تک بمبئی کی جامع مسجد ہلال کمیٹی کا تعلق ہے وہ اپنے فیصلہ کا اعلان تو ریڈیو سے کراتی ہے تاکہ لوگ اس کی خبر پر یقین کریں، مگر عجیب بات یہ ہے کہ وہ دوسرے شہروں کی ہلال کمیٹیوں کے فیصلوں کی خبریں جس کو آل انڈیا ریڈیو نشر کرتا ہے اپنے لئے سرے سے قابل قبول ہی نہیں سمجھتی، اس کے نزدیک تو جب تک عینی شاہدان کی مجلس میں حاضر ہو کر یہ گواہی نہ دیں کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے، ٹیلیفون کے ذریعے ملنے والی اطلاع یا ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ نشر ہونے والی خبریں، خواہ وہ کتنے ہی اہتمام کے ساتھ دی گئی ہوں لائق توجہ نہیں ہیں، یہ طریقہ موجودہ حالات میں، جبکہ ایک جگہ کی خبریں دنیا میں آناً فاناً پہنچ رہی ہیں نہ معقول ہیں اور نہ دینی مصالح کے مطابق، موجودہ حالات میں اس حد تک اجتہاد ناگزیر ہے جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے، اگر ہلال کمیٹیاں اجتہادی بصیرت سے کام لینے کے لئے تیار نہیں ہیں تو ان کا بے اثر ہونا یقینی ہے۔

علم ہیئت کی رو سے ناقابل انکار حقیقتیں

علم ہیئت کے ذریعہ سورج کے طلوع وغروب کے جو اوقات معلوم کئے جاتے ہیں وہ ایسے قطعی ہوتے ہیں کہ چند سکنڈ کا بھی فرق واقع نہیں ہوتا، اسی لئے نماز اور روزہ کے اوقات

کا تعین جنتری کے ذریعے کیا جاتا ہے، چاند کے معاملہ میں جہاں تک اس کی گردش اس کی گھٹتی بڑھتی شکلوں اور اس کے طلوع وغروب کے اوقات کا تعلق ہے علم ہیئت کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات بالکل صحیح ہوتی ہیں، اس لئے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں دن چاند قران میں ہے یعنی چاند اور سورج جمع ہو گئے ہیں، یا قران کے بعد چاند سورج سے اتنے کم فاصلہ پر ہے کہ اس کا دکھائی دینا محال ہے، ایسی صورت میں اگر کوئی شخص یہ شہادت دیتا ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو اس یقینی علم کے پیش نظر اس کی شہادت کے قبول کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا، ایسی شہادت کو اس بات پر محمول کرنا ہوگا کہ دیکھنے والے کو چاند کا وہم ہوا ہے، ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ علم ہیئت کا سارا حساب ہی غلط ہے، جبکہ تجربہ اس کی صحت پر دلیل ہے، مثال کے طور پر چاند گہن کا جو وقت جنتری بتاتی ہے ٹھیک اسی وقت گہن لگتا ہے اور اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ چاند اور سورج ایک جگہ ہوں اور رؤیت ہلال کی شہادت مل جائے، علامہ رشید رضا مصری نے ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سال کا واقعہ ہے کہ میں نے سورج کو گہن کی حالت میں غروب ہوتے ہوئے دیکھا، اس کے بعد دو اشخاص نے جن کے بارے میں خیال کرتا ہوں کہ وہ عادل ہوں گے قاضی کے پاس آ کر یہ شہادت دی کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے ان کی شہادت کو قاضی نے قبول کرلیا اور لوگوں نے روزہ رکھا، حالانکہ اس میں شک نہیں کہ وہ اپنی شہادت میں جھوٹے تھے، کیونکہ سورج کے گہن کی حالت میں غروب ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ چاند بھی سورج کے ساتھ غروب ہو گیا، رہے شہادت دینے والے تو میں نے اس کی یہی توجیہ کی کہ انہیں یہ خیال ہو گیا کہ انہوں نے چاند دیکھا اور وہم کی بنا پر شہادت دی (ملاحظہ ہو: فتاوی امام محمد رشید رضا ۱/ ۴۶)۔

چاند اپنی گردش ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ اور ۳ سکنڈ میں پوری کر کے سورج سے جا ملتا ہے، چاند اور سورج کا یہ اجتماع قران Conjunction کہلاتا ہے، اس وقت چونکہ چاند کے

اس رخ پر جس کو ہم دیکھتے ہیں سورج کی روشنی نہیں پڑتی اس لئے وہ بالکل تاریک ہوتا ہے اور اس قابل نہیں ہوتا کہ کوئی اسے دیکھ سکے، یہ اجتماع قران ایک لحظہ کے لئے ہوتا ہے اور پوری دنیا کے لئے اس کا وقت ایک ہی ہوتا ہے، البتہ ہر ملک کے لئے وہاں کے وقت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، مثال کے طور پر اگر بمبئی میں شام کے سات بجے قران ہو رہا ہو تو اس وقت سعودی عرب میں شام کے ساڑھے چار بج رہے ہوں گے، مصر میں دوپہر کے ساڑھے تین، لندن میں دوپہر کا ڈیڑھ، واشنگٹن میں صبح کے ساڑھے آٹھ، انڈونیشیا میں رات کے نو اور جاپان میں رات کے ساڑھے دس بج رہے ہوں گے، قران کے بعد چاند سورج کے مغربی جانب سے مشرق جانب گردش کرنے لگتا ہے اور جیسے ہی اس کی نئی گردش کا آغاز ہوتا ہے، سورج کی شعائیں اس پر پڑنے لگتی ہیں، فلکی Astronomical اصطلاح میں اسے نیومون (New Moon) یعنی نئے چاند سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیومون اس قابل نہیں ہوتا کہ اسے کوئی دیکھ سکے، البتہ سورج سے اس کا فاصلہ بڑھ جاتا ہے تو وہ دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے، بالعموم وہ ہلال کی صورت میں دوسرے دن ہی دکھائی دیتا ہے، لیکن اگر صبح میں نیومون ہوا ہو تو کم از کم آٹھ گھنٹے گذر جانے پر شام کے وقت بعض ممالک میں اس کے دکھائی دینے کا کسی قدر امکان ہوتا ہے چاند ایک دن سورج سے ۱۲ ڈگری فاصلہ طے کرتا ہے یعنی ایک گھنٹہ میں نصف ڈگری۔ اگر چاند سورج سے ۴ ڈگری یعنی ۸ گھنٹے کے فاصلے سے کم ہو تو اس کا دکھائی دینا ناممکن ہے کیوں کہ سورج سے قریب ہونے کی وجہ سے اس کی تیز شعائیں نگاہوں کو متاثر کر دیتی ہیں اور جیسے جیسے یہ فاصلہ بڑھتا جاتا ہے رؤیت کا امکان بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب فاصلہ ۱۰ ڈگری سے زیادہ ہو جاتا ہے، یعنی ۲۰ گھنٹے گزر چکے ہوتے ہیں تو اس کے دکھائی دینے کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں، مگر تعجب ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں رؤیت ہلال کا اعلان بعض اوقات ایسی صورت میں کر دیا جاتا ہے، جبکہ علم ہیئت کی رو سے نیومون (New Moon) کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا یعنی ابھی چاند کا نیا

چکر شروع بھی نہیں ہوا اور ہلال بن کر دکھائی دیا یہ دو متضاد باتیں ہیں جن کا جمع ہونا کسی طرح ممکن نہیں، جب نیا چاند پیدا ہی نہیں ہوا تھا تو دکھائی کس طرح دیا؟ اگر شاید جھوٹے نہیں ہیں تو رؤیت میں وہم کا دخل ضرور ہوسکتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ جب رؤیت عام نہ ہو اور ایک یا چند گواہوں کے بیان پر رؤیت کا فیصلہ کیا جا رہا ہو تو ان قطعی معلومات کو سامنے رکھا جائے جو علم الافلاک Astronomy کے ذریعہ حاصل ہورہی ہیں اور اس قدر عام ہوگئی ہیں کہ روزانہ اخبارات میں چاند کے طلوع اور غروب کے اوقات دیکھے جاسکتے ہیں اور جہاں چاند کے دکھائی دینے کا سرے سے امکان ہی نہ ہو وہاں محض گواہی کی بنیاد پر فیصلہ نہ کیا جائے کیونکہ ایسے فیصلے کو حقیقت واقعہ کے خلاف ہونے کی بنا پر عقل عام Common sense قبول نہیں کرسکتی، نتیجہ یہ کہ اس کا فیصلہ کرنے والوں کی سبکی ہوتی ہے۔

قدیم زمانہ میں، جبکہ چاند کے طلوع وغروب کے اوقات منضبط شکل میں لوگوں کے سامنے موجود نہیں تھے گواہی کا کافی خیال کیا جاتا تھا مگر موجودہ دور میں، جبکہ سورج اور چاند کے طلوع وغروب کے اوقات سکنڈ کی حد تک منضبط شکل میں ہر خاص وعام کے سامنے موجود ہیں اس حد تک ان کی رعایت ضروری ہے کہ ایسی شہادت جو خلاف واقعہ ہو تسلیم نہ کی جائے۔

''العذب الزلال'' کے مؤلف لکھتے ہیں:

''یہ ایک معلوم ومتعین بات ہے کہ شہادت جب کسی ایسی چیز کی دی گئی ہو جو عقلاً یا عادۃً محال ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، بلکہ رد کردیا جائے گا'' (العذب الزلال ۳۸۰)۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ قمری ماہ کے آغاز کے لئے رؤیت کو نہیں، بلکہ فلکی حساب کو بنیاد بنایا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فیصلہ تو رؤیت ہی کی بنیاد پر کیا جائے، لیکن جب رؤیت عام نہ ہو اور ایک یا چند شہادتوں کی بنیاد پر رؤیت کا فیصلہ کرنا پڑ رہا ہو تو ان شہادتوں کو قبول کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ قرائن اس کے خلاف تو نہیں ہیں یعنی ایسا تو نہیں ہے کہ ابھی نئے چاند

کا چکر شروع ہی نہیں ہوا اور نیومون نے جنم ہی نہیں لیا یا نیومون کو جنم لئے ہوئے ابھی آٹھ گھنٹے بھی نہیں گزرے ہیں جو رؤیت کے لئے کم از کم حد ہے اور یہ لوگ گواہی دے رہے ہیں کہ انہوں نے ہلال دیکھ لیا ہے، ایسی صورت میں چاند کی رؤیت کے محال ہونے کے بنا پر شہادتوں کو قبول نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان کو وہم پر محمول کرنا چاہئے، البتہ رؤیت عام ہونے کی صورت میں کسی تفصیل میں جانے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا، کیوں کہ عام مشاہدہ خلاف واقعہ بات کا ہو ہی نہیں سکتا۔

رؤیت کا غلط یقین کرنے کی واضح مثال گذشتہ سال (۱۴۰۷ھ) کا واقعہ ہے، ۲۷ رمئی ۱۹۸۷ء کو بمبئی میں رمضان کی ۲۹ رتاریخ تھی اس روز فلکیاتی حساب سے چاند کے نئے چکر کا آغاز (نیومون) رات کے ۸ بجکر ۴۳ منٹ پر ہو رہا تھا اور دہلی میں سورج ۷ بجکر ۱۰ منٹ ۶ سکنڈ پر غروب ہو رہا تھا، دہلی میں رؤیت ہلال کا اعلان ہوا اور ۲۸ رمئی ۸۷ء کو عید منائی گئی، جبکہ فلکیاتی حساب سے ۲۷ مئی کو مغرب کے وقت نیا چاند وجود ہی میں نہیں آیا تھا پھر اسے ہلال کی شکل میں دیکھا کس طرح گیا؟

سورج سے چاند کے ۴ ڈگری سے زائد فاصلہ پر ہونے، یعنی نومون سے پیدا ہو جانے پر آٹھ گھنٹے سے زیادہ وقت گزرنے کے بعد اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ چاند دکھائی دے، مگر اس کا ہر جگہ نظر آنا ضروری نہیں کیونکہ اس سلسلے میں کچھ دوسری چیزیں بھی اثر انداز ہوتی ہیں مثلاً:

۱- چاند کے غروب کا وقت

اگر سورج کے غروب کے بعد چاند دیر تک رہتا ہے تو اس کے نظر آنے کے امکانات قوی ہوتے ہیں ورنہ شفق کی تیز روشنی رکاوٹ بن جاتی ہے۔

چاند کے غروب کے اوقات میں بھی ایک ملک اور دوسرے ملک کے درمیان طول البلد کے حساب سے فرق واقع ہوتا ہے ہر ۱۵ طول البلد پر مغربی جانب چاند دو منٹ تاخیر سے غروب ہوتا ہے۔

۲-فضا کا ابر آلود یا مکدر ہونا۔

چاند کے قابل رؤیت ہونے کی صورت میں جس مقام کی فضا مکدر ہوگی وہاں دکھائی نہیں دے گا۔

۳-دیکھنے والوں کی نگاہوں کا تیز نہ ہونا۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ چاند جب ایک مقام پر دکھائی دیتا ہے تو اس عرض البلد پر واقع مغربی جانب کے تمام مقامات کے لئے وہ قابل رؤیت ہوتا ہے، لیکن دوسرے عرض البلد پر واقع مقامات کے لئے اس کا قابل رؤیت ہونا ضروری نہیں۔

مقام کا بلند یا پست ہونا

مشرق میں جب چاند دیکھا جائے تو مغرب میں اس کا طلوع لازم ہے لیکن مغرب میں دکھائی دینے کی صورت میں مشرق میں اس کا طلوع ضروری نہیں۔ دہلی اور پٹنہ بمبئی کے مشرق میں ہیں اس لئے اگر دہلی یا پٹنہ میں رؤیت ہوئی تو بمبئی میں اس کا طلوع لازمی ہے یہ اور بات ہے کہ ابر وغیرہ کی وجہ سے بمبئی میں چاند دکھائی نہ دے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اہل ہیئت کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ چاند سورج سے کتنے درجہ کی دوری پر ہونے کی صورت میں قابلِ رؤیت ہوتا ہے، لیکن چار درجہ کم کا فاصلہ ہونے کی صورت میں اس کے قابل رؤیت ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں اس لئے ہم نے چار درجہ یعنی قران

کے بعد آٹھ گھنٹے گذر جانے کو قابل رؤیت ہونے کی کم سے کم حد تسلیم کرلیا ہے۔

اسی طرح اہل ہیئت کے نزدیک رؤیت کے لئے چاند کا غروب آفتاب کے بعد کم از کم پندرہ منٹ تک باقی رہنا (یعنی غروب نہ ہونا) ضروری ہے (ملاحظہ ہو: العذب الزلال ر ۸۲۔ ۷)۔

اوپر علم ہیئت کے تعلق سے جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کے خلاف ممکن ہے اس حدیث سے استدلال کیا جائے جس میں فرمایا گیا ہے:

"أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا، يعني مرة تسعة وعشرين ومرة ثلاثين" (بخاری کتاب الصوم)۔

(ہم امی لوگ ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرنا، مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے یعنی کبھی انتیس کا اور کبھی تیس کا"۔

تو واقعہ یہ ہے کہ اس وقت عرب حساب کتاب سے نابلد تھے ان میں ایسے لوگ بہت کم تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے ہوں، اس لئے ان پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی گئی کہ وہ پہلے ہیئت دانوں سے چاند کے طلوع وغروب کا حساب معلوم کرلیں اور اس کے بعد تاریخ کا تعین کریں بلکہ اس سادہ سی صورت پر اکتفا کیا گیا کہ رؤیت ہونے پر نئے ماہ کا آغاز کیا جائے ورنہ مہینہ تیس دن کا شمار کرلیا جائے۔

اب اگر موجودہ دور کی امت مسلمہ بھی امی ہو اور پڑھنا لکھنا نہ جانتی ہو تو اس سے بھی شریعت کا مطالبہ اتنا ہی ہوگا، لیکن اللہ کے فضل سے امت مسلمہ میں اب پڑھے لکھے لوگوں کی کمی نہیں رہی تعلیم کے عام ہو جانے اور سائنس اور جغرافیائی معلومات سے لوگوں کے آشنا ہونے کی بنا پر آفتاب و ماہتاب کے طلوع وغروب کے اوقات جن کا قطعی ہونا تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے ان کے علم میں آتے رہتے ہیں پھر ایک قطعی بات کے خلاف عمل کرنے کے لئے ان کے پاس کیا وجہ جواز ہے؟ حدیث کا منشاء یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ایک بات آپ کو یقینی طور سے معلوم ہو جائے اور آپ

اسے رد کر دیں۔ اگر اس زمانہ میں لوگوں کے لئے یقینی علم حاصل کرنے کے ذرائع مسدود تھے تو موجودہ زمانہ میں مسدود نہیں ہیں، اس لئے ان کا عذر معقول تھا اس کی بنا پر رعایت بھی ضروری تھی، مگر ہمارے لئے کیا عذر ہے؟

مزید برآں حدیث میں نہ حساب کی مذمت کی گئی ہے اور نہ حکم دیا گیا ہے کہ اس سے کسی حال میں استفادہ نہ کیا جائے، بلکہ مہینہ کے آغاز کے لئے رؤیت کو معتبر قرار دیتے ہوئے اس کی ایک مصلحت یہ واضح کی گئی ہے کہ رؤیت کا طریقہ ہی لوگوں کے لئے آسان ہے، کیونکہ اس میں حساب کتاب کی ضرورت نہیں پڑتی اور یہ سہولت جس طرح چاند کے بارے میں دی گئی ہے اسی طرح سورج کے بارے میں بھی دی گئی ہے، چنانچہ شریعت نماز کے اوقات کو آسمان پر ظاہر ہونے والے آثار سے متعلق کر دیا ہے اور سورج کے طلوع وغروب کے اوقات کو ہیئت دانوں سے معلوم کرنے کی کوئی ہدایت نہیں دی مگر پھر ہم ان کے اوقات جنتری میں تلاش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے استفادہ کرنے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے۔

رؤیت میں اسلامی حکومتوں کے فیصلوں کی پابندی

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ رؤیت ہلال کے مسئلہ میں اصولی طور پر صحیح موقف اختیار کرنے کے تعلق سے تھا جس کی ذمہ داری ملت اسلامیہ پر اور خاص طور سے اصحاب امر اور اسلامی حکومتوں پر عائد ہوتی ہے، لیکن اگر کوئی اسلامی حکومت اجتہاد کی غلطی یا اپنی بے تدبیری کی بنا پر رؤیت کا غلط فیصلہ کرتی ہے تو اس کی ذمہ دار وہ خود ہے اور اس معاملہ میں اس کی غلطی اس پر واضح بھی کرتے رہنا چاہئے تاکہ آئندہ وہ صحیح تدابیر اختیار کرے، لیکن ایک اسلامی حکومت کے ایسے فیصلہ کو جس کا تعلق اجتماعی عبادات سے ہے عملاً تسلیم کرنا ہوگا اور لوگوں کی عبادتیں اپنی اپنی نیت کے مطابق ادا ہو جائیں گی اگرچہ واقعہ کے اعتبار سے وہ عید یا حج کا دن نہ ہو، مگر غلط شہادتوں

کی بنا پر عید یا حج کی تاریخوں کا تعین کرلیا گیا ہو، کیونکہ عید کی نماز جماعت کے ساتھ ہی پڑھی جائے گی اور حج تو حکومت کے زیر اہتمام ہی انجام پائے گا، لہٰذا چاند کے مسئلہ میں اس حد تک الجھنا صحیح نہ ہوگا کہ اس کا اثر حج پر پڑے اور ایک اسلامی حکومت کے لئے جس درجہ کی بھی وہ اسلامی حکومت ہو مسئلہ کھڑا کر دیا جائے اگر کسی کا احساس یہ ہو کہ رؤیت کا فیصلہ غلط ہوا ہے اور آج ذی الحجہ کی ۹ر نہیں بلکہ ۸ تاریخ ہے تب بھی اسے وقوفِ عرفہ اسی دن کرنا ہوگا، جس دن کہ سب لوگ وقوف کریں گے۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں باب باندھا ہے: "إذا أخطأ القوم الهلال" (جب لوگ ہلال کے مسئلہ میں غلطی کریں) اور اس کے تحت یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"وفطركم يوم تفطرون وأضحاكم يوم تضحون" (ابوداؤد کتاب الصیام)۔

(تمہاری عید الفطر اس دن ہے جس دن تم عید الفطر مناتے ہو اور تمہاری قربانی اس دن ہے جس دن تم قربانی کرتے ہو)۔

امام خطابی کہتے ہیں:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اجتہاد کی صورت میں جو غلطی ہو جائے وہ لوگوں کے لئے قابل درگذر ہے اگر کسی گروہ نے چاند دیکھنے کی کوشش کی مگر تیس تاریخ سے پہلے چاند دکھائی نہیں دیا اس لئے تیس روزوں کی تعداد مکمل کر کے عید منائی اور اس کے بعد ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہوگئی کہ مہینہ ۲۹ ہی کا تھا تو ان کا روزہ اور ان کی عید کے بارے میں جو کچھ ہو چکا ان پر نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ملامت، اسی طرح اگر انہوں نے حج کے موقعہ پر عرفات کے دن کے معاملہ میں غلطی کی تو ان پر دوبارہ حج کرنا واجب نہ ہوگا اور ان کی قربانیاں ادا ہو جائیں گی یہ اللہ سبحانہ کی طرف سے اپنے بندوں کے حق میں تخفیف اور نرمی ہے" (عون المعبود ۶/ ۴۴۲)۔

اگر لوگ غلطی سے دس تاریخ کو عرفات میں وقوف کریں تو سب کا اتفاق ہے کہ ان کا

وقوف ادا ہو جائیگا اور وہی دن ان لوگوں کے حق میں عرفات کا دن ہوگا اور اگر غلطی سے آٹھ تاریخ کو وقوف کریں تو اس کی ادائیگی کے بارے میں اختلاف ہے اور زیادہ واضح بات یہی ہے کہ وقوف صحیح ہوگا'' (مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ ۲۵/ ۲۰۲)۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

لیکن قربانی کے مہینہ کے بارے میں مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے یہ بات کہی ہو کہ جس شخص نے چاند دیکھا ہو وہ تمام حاجیوں کو چھوڑ کر (عرفات میں) تنہا وقوف کرے اور دوسرے دن قربانی اور جمرۂ عقبہ کی رمی کرکے تنہا احرام اتار دے''۔

مطلب یہ ہے کہ حج اجتماعی طور پر ہی ادا کیا جائے گا کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ رؤیت میں اختلاف کی بنا پر تنہا وقوف کرے اور حج کے دوسرے مناسک ادا کرے۔

ہندوستان میں ایک مقام کی رؤیت کی خبر دوسرے مقامات کے لئے معتبر

رہا ہمارے ملک کا مسئلہ تو یہاں نہ اسلامی حکومت ہے اور نہ مسلمانوں کی کوئی مرکزیت ہے جو مقامی ہلال کمیٹیاں ہیں وہ عام طور پر جمود کا شکار ہیں۔ وہ نہ حالات کو سمجھتی ہیں اور نہ ان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں، ایسی صورت میں اگر کسی مقام پر عام رؤیت ہو جاتی ہے یا شہادتوں کی بنا پر کوئی رؤیت ہلال کمیٹی رؤیت کا فیصلہ کرتی ہے اور اس کی خبر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے دوسرے مقامات کے لوگوں کو ملتی ہے اور بظاہر اس خبر میں کوئی احتمال نہیں ہے تو لوگوں کے لئے اس کو قبول کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے، مثال کے طور پر اگر پٹنہ میں عام رؤیت ہو جائے یا شہادتوں کو بنا پر امارت شرعیہ بہار جو ایک ذمہ دار ادارہ ہے رؤیت کی خبر کو ریڈیو یا ٹیلیویژن کے ذریعہ نشر کراتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بمبئی کے مسلمان اس خبر کو قبول نہ کریں۔

رؤیت ہلال اور اس سے وابستہ احکام

مولانا نازبیر احمد قاسمی ☆

سورج، چاند اور ستارے قدرت کی نشانیوں اور عجائبات میں سے ہیں، جس طرح ساری مخلوقات کو انسان ہی کی منفعت اور فائدے کے لئے خالق کائنات نے بنایا اسی طرح سورج چاند اور ستارے انسان ہی کی خدمت پر مامور کیا ہے، سورج اور چاند سے انسانوں کے بہت سارے امور متعلق ہیں۔ "هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ما خلق الله ذلک إلا بالحق" (سورہ ....) نیز "یسئلونک عن الأهلة قل هی مواقیت للناس والحج" (سورہ بقرہ:.........)۔ ان دونوں آیتوں میں آفتاب ومہتاب سے متعلق اور وابستہ منفعت اور ضرورت کی نشاندہی قدرت نے کر دی ہے۔

انہیں منفعتوں میں سے اہم منفعت وغرض جو چاند سے متعلق ہے وہ رمضان المبارک کے روزے کی ابتداء وانتہا اور عید الفطر وعید الاضحیٰ منانے کا مسئلہ ماہ قمری سے متعلق ہے۔

چاند اپنے طلوع میں کبھی ۲۹ر کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ر کا ہوتا ہے، طلوع میں اختلاف کے سبب روزہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ یہ سبھی عبادت متاثر ہو کر بسا اوقات ان عبادتوں کی روح ختم ہو جایا کرتی ہے اور خوشی کے ایام پژمردگی کی شکل وہیئت اختیار کر لیتے ہیں۔

☆ اشرف العلوم کنہواں، سیتامڑھی بہار۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہاء نے رؤیت ہلال کے سلسلے میں جن مسائل کا استخراج کیا ہے اس کی تنقیح کر کے حتی الوسع ایک متحد نقطۂ فکر ونظر سامنے لایا جائے تاکہ رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ہونے والے اختلاف سے محفوظ رہا جا سکے اور عبادتوں کی اصل روح فوت نہ ہونے پائے۔

کیا اختلاف مطالع معتبر ہے:

متقدمین فقہاء احناف کا مسلک یہی ہے جو ظاہر الروایت ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں، دنیا کہ کسی گوشہ میں شرعی طور پر چاند کا ثبوت ہو جائے تو اگلے دن سے رمضان کا روزہ رکھنا لازم ہو جائے گا، ایسا ہی ماہ شوال کے ہلال کی رؤیت ہے کہ اگلے دن روزہ نہ رکھنا ضروری ہے، بلکہ افطار کر کے عید الفطر کی خوشی منانا لازم ہے۔

"اختلاف المطالع غير على ظاهر المذهب و عليه أكثر المشائخ وعليه الفتوى فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب" (درمختار)۔

متاخرین فقہاء حنفیہ میں سے حافظ زیلعیؒ نے کنز کی شرح تبیین الحقائق میں لکھا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع ہمارے نزدیک معتبر ہے، لہذا بلاد بعیدہ کی رؤیت کافی نہیں، بقیہ متأخرین احناف سے اسی قول پر فتوی منقول ہے۔"وقال الزيلعي: والأشبه أن يعتبر، وهو مختار صاحب التجريد و غيره من المشائخ لكن قال الشيخ ابن الهمام –الأخذ بظاهر الرواية أحوط"۔

ماضی قریب کے علماء دیوبند مثلاً حضرت کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانی اور دیگر علماء کبار نے بلاد بعیدہ میں اعتبار اختلاف مطالع ہی کو راجح قرار دیا ہے۔

متاخرین فقہاء کرام کی صراحت اور علماء دیو بند کا مسلک اور عمومی طور پر سالوں سال سے معمول بہ یہی ہے جو دراصل اجماع کی حیثیت رکھتا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر اور بلاد قریبہ میں اختلاف مطالع غیر معتبر ہے، اب یہ امر قابل توجہ اور قابل تحقیق ہے کہ بلاد بعیدہ اور بلاد قریبہ کے مابین کون سی مقدار و مسافت حد فاصل کی صلاحیت رکھتا ہے، اس سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں:

۱- علم ہیئت کے اعتبار سے جتنی مسافت پر مطلع بدل جائے وہ بعیدہ ہے۔

۲- مسافت قصر بعید ہے، اسی قول کو شاہ ولی اللہ نے "المصفی شرح موطا" (ص ۲۲۷) میں ذکر فرمایا ہے، اور شارح مسلم علامہ نووی نے اسی قول کو راجح فرمایا ہے۔

۳- مقام رویت سے اتنا فاصلہ کہ جہاں عادۃ چاند نظر آنا چاہئے وہ قریب ہے، اس کے علاوہ بعیدہ ہے۔

۴- سلطان کے نزدیک اگر رویت ثابت ہو جائے تو وہ اپنے حدود مملکت میں تمام لوگوں پر اس حکم کو نافذ کر سکتا ہے، گویا ایک ملک کا ہر حصہ قریب ہے، اور بیرون ملک بعید ہے۔

۵- ایک اقلیم کے تمام حصے قریب ہیں اور دوسری اقلیم میں واقع حصے بعید ہیں، ساری دنیا کو ہفت اقالیم مانا گیا ہے۔

۶- مقام رویت سے جو جگہ طبعی و جغرافیائی اعتبار سے مختلف ہو وہ بعید ہے اس کے علاوہ قریب ہے، مثلاً بلند مقام پر چاند نظر آیا تو اس رویت کو نشیبی علاقے کے لئے نہیں سمجھا جائے گا، اسی طرح اس کے برعکس۔

کیا قاضی کا فیصلہ محدود علاقہ میں قابل عمل ہوگا:

اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی تشریحات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا فیصلہ اسی

علاقے تک محدود ہوگا جس علاقہ کے لئے اسے عہدہ قضاء سپرد کیا گیا ہے، مقررہ حدود کے باہر قاضی کی حیثیت ایک عام آدمی کی طرح بلا امتیاز وتفریق ہے، اس سلسلہ میں فقہی روایات نیچے تین پیش کی جارہی ہیں، اول روایت "فتاوی عالمگیری" کی ہے جب کہ ثانی اور ثالث روایت فتح القدیر سے ماخوذ ہے:

"لا يقبل إخباره (القاضي) قاضيا آخر في غير عمله أو غير عمله ولو كان على قضائه لأنه بالنسبة إلى العمل الآخر كواحد من الرعايا غيره أن الكتاب خص في ذلك بالإجماع"(۳۸۹/۶)۔

اس کا مستفاد یہی ہے کہ قاضی کا کار قضاء مقررہ حدود تک محدود ومحصور ہوگا، بعینہ یہی بات حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ نے اس وقت تحریر فرمائی ہے، جبکہ حضرت علیہ الرحمہ دار العلوم دیوبند کے مسند افتاء پر فائز تھے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"اگر مفتی صاحب خود بھی آ کر دوسرے شہر کے قاضی یا مفتی کے پاس اپنا فتوی بنا بر شہادت بیان کریں جب بھی ان کے قول پر افطار کا حکم دینا اور افطار کرنا کسی کے لئے جائز نہیں (فتاوی دار العلوم دیوبند ۳/ ۶۴)۔

رؤیت ہلال کی خبر بذریعہ فون، ریڈیو، فیکس، ٹیلی گرام معتبر ہے یا نہیں؟

ان آلات جدیدہ کے ذریعے حاصل ہونے والی خبر کے صحیح غیر صحیح کا فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ قرون سابقہ ماضیہ میں خبر رسانی کے کون سے طریقے موجود تھے جس پر افطار وصوم کا وجود ہو جایا کرتا تھا، اس سلسلے میں خبر رسانی کے تین طریقے رائج تھے:

(۱) توپ کی آواز، (۲) ڈھنڈورچی کا اعلان، (۳) قندیلوں کی روشنی۔

خبر رسانی کے ان تین طریقوں کے بارے میں فقہی روایت نقل کی جارہی ہے:

"الظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو لرؤية القناديل من المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد" (شامی ۲/۹۹، حاشیہ بحرالرائق ۲/۲۷۰)۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح طور سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی علامات کے بارے میں بار بار کے تجربہ کے بعد یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہمیشہ رؤیت کے اعلان ہی کے لئے ان علامات سے کام لیا جاتا ہے، اور یہ تجربہ یقین یا ظن غالب کا فائدہ پہنچا دیتا ہے، اس لئے ان کے مقتضا پر عمل کرنا ضروری ہوگا، اگرچہ عقلی طور پر اس احتمال کی گنجائش باقی رہتی ہے کہ یہ علامات اس غرض سے نہیں، بلکہ کسی اور غرض سے وجود میں لائی گئی ہوں، اس کے باوجود یہ احتمال ان کے موجب ہونے میں خلل انداز نہیں ہوتا کیونکہ فقہی اصول "غلبة الظن حجة موجبة للعمل مسلمه" قاعدہ ہے جس پر دیگر اور بھی مسائل کی بنیاد قائم ہے۔

ان تمام تفصیلات اور توضیحات کے بعد مروجہ خبر رسانی کے آلات کے بارے میں حکم صادر کرنا بعید از قیاس نہیں، بلکہ قریب از قیاس ہے، اور بدیہی امر ہے کہ کسی علامت کی صداقت کا بار بار ہونے والا تجربہ ایک سادہ اور غیر ناطق چیز توپ، قندیل وغیرہ کی علامت کو موجب عمل بنایا جاسکتا ہے تو ریڈیو جو تفصیلات سے بھی آگاہ کرتا ہے اور جس کی اطلاع و اعلان پر اطمینان توپ کی آواز یا میناروں کی روشنی سے حاصل شدہ اطمینان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قوی ہوتا ہے، اور جس کے بارے میں تجربہ کی مدت بھی کافی طویل ہے، تو اس کے مذکورہ شرائط پر مشتمل ہونے کی حالت میں اعلان پر یقین آجانا یا کم سے کم اس کی صحت کا غلبۂ ظن حاصل ہو جانا بدیہی امر ہے اور اس بارے میں غلبۂ ظن ہی کافی اور حجت سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ فقہی اصول "غلبه الظن حجة موجبة للعمل" مؤید ہے۔

اس لئے ریڈیو کے اعلان پر عمل کرنا خود رائی اور سلف کے طریق سے انحراف نہیں بلکہ

اگر بغور دیکھا جائے تو توپ کی آواز اور روشنی کے مقابلہ میں ریڈیو کی خبر افادہ خبر اور حصول غلبہ ظن میں بدر جہا آگے ہے۔

ریڈیو کی خبر مخصوص شرائط کے ساتھ حضرت مفتی محمد شفیع نے بھی معتبر فرمایا ہے چنانچہ وہ ''آلات جدیدہ کے شرعی احکام'' میں لکھتے ہیں:

''جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے، شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کریں صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے، جن الفاظ میں فیصلہ کیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں، جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لئے درست نہیں (ص ۱۸۸-۱۸۹)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ریڈیو کی خبر معتبر اس صورت میں ہوگی جب کہ کسی جگہ علماء پر مشتمل ہلال کمیٹی یا کسی مستند ثقہ عالم نے باقاعدہ شرعی بنیادوں پر رؤیت کا فیصلہ کیا ہے، اور اب اناؤنسر اس فیصلہ کو پوری تفصیل و تصریح کے ساتھ ہلال کمیٹی یا ثقہ عالم کی جانب منسوب کر کے بحیثیت نمائندہ ریڈیو سے اعلان کے طور پر نشر کرتا ہے تو اس طرح اعلان کو حجت سمجھا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا۔

مخصوص شرائط کے ساتھ ریڈیو کا اعلان اس وقت معتبر ہوگا جب کہ اعلان کرنے والا مسلمان ہو غیر مسلم نہ ہو۔ قرآن پاک کی آیت: ''لن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً'' (سورہ.........) کی بنیاد پر فقہائے کرام کی عبارت: ''لا يقبل قول الكافر في الديانات'' ایک اصل کلی کی حیثیت رکھتا ہے۔

لیکن اس شہر میں یا اس کے مضافات میں رہنے والے لوگ جہاں ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان نشر ہوا ہے ان کے لئے یہ اعلان حجت ہوگا، اس لئے یہ اگر رمضان کا چاند ہے تو ان پر روزہ رکھنا واجب ہوگا اور اگر عید کا ہے تو افطار کرنا لازم ہوگا۔

ریڈیو کی خبر کی دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ رؤیت کی خبر اپنے ذرائع پر مبنی ہو جسے وہ نشر کررہا ہے تو ریڈیو کی یہ خبر قطعاً صوم وافطار میں معتبر نہیں۔

ٹیلی فون کا شرعی حکم

ٹیلیفون کا شرعی حکم اپنے وجود میں کسی ایسے نظیر اور مقیس علیہ کا محتاج ہے جس نظیر کا حکم متقدمین کے نزدیک ثابت شدہ ہو اس پر قیاس کر کے ٹیلی فون کا شرعی حکم نافذ کیا جاسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں کتاب، یعنی خط کا جو درجہ شرعی حکم میں فقہاء کرام نے احادیث کی روشنی میں دیا ہے اس پر قیاس کر کے ٹیلی فون سے ملنے والی خبر کو معتبر یا غیر معتبر قرار دیا جاسکتا ہے۔

خط اور فون میں جہاں یہ امر مشترک ہے کہ غائب کا پیغام ان دونوں کے ذریعہ بالواسطہ پہنچتا ہے وہاں یہ فرق بھی ہے کہ خط میں یہ واسطہ تحریر (یعنی زبان قلم) ہوتی ہے اور فون میں تار کے واسطہ اور مشین کے واسطہ آواز ہے، جس طرح خط میں کاتب سامنے موجود نہیں ہوتا اس لئے تزویر وجعل کا احتمال رہتا ہے اسی طرح فون پر متکلم بھی سننے والے کے سامنے نہیں ہوتا، اس طور پر یہاں بھی آواز بنا کر اور نقل اتار کر دھوکہ دہی کی گنجائش رہتی ہے، اسی بات کو فقہاء کی زبان میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ "الخط یشبه الخط" والا کلی احتمال موجود ہے اور فون میں "النغمة تشبه النغمة" کی گنجائش سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے یہ دونوں، یعنی خط وفون پیغام کو مشکوک بنا کر پہنچاتے ہیں۔

خط کے معاملہ میں احتمال جعل وتزویر کے باوجود بہت سے شرعی اور اہم دنیاوی امور

میں مکتوبات کو مدار حکم قرار دیا گیا ہے، احادیث نبوی وسیرت رسول اور سنت خلفاء راشدین پر نظر رکھنے والے افراد اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر اور واقف ہیں، عمال حکومت کے نام تحریری آرڈر جاری کیئے گئے، ان سب عمال نے ان تمام امور کو عملی جامہ پہنایا اور ہدایات پر عمل کرنا ضروری سمجھا، ایسا نہیں کیا کہ محض "الخط یشبه الخط" کے احتمال کی بنیاد پر ان تحریروں میں نظر انداز کر دیا ہو، احادیث نبوی اور سیرت رسول کو معیار عدل قرار دیکر فقہاء نے بہت سے مواقع پر خطوط کو مدار حکم اور حجت قرار دیا ہے، بشرطیکہ ان خطوط کے اصلی ہونے کا اطمینان حاصل کر لیا جائے، اس کی نظیریں کتب فقہ میں بکثرت موجود ہیں، محقق ابن ہمامؒ فرماتے ہیں: "الكتابة المرسومة و خط السمسار والصراف حجة للعرف الجاری" (فتح القدیر ۶/ ۴۶۴)۔

غور کیا جائے عرف عام میں رواج پا جانے سے صداقت کا یقین حاصل ہو جانے کی بنا پر محقق موصوف نے خط کو حجت قرار دیا ہے۔

اسی مقام پر علامہ ابن ہمام نے محمد بن مقاتل کا ایک اہم جواب نقل کیا ہے: "من نسي شهادته ووجد خطه و عرفه هل يسعه أن يشهد قال: إذا كان الخط في حرزه يسعه أن يشهد" (فتح القدیر ۶/ ۴۶۵)۔

اس سلسلہ کی مزید ایک اور مثال ملاحظہ ہو جسے علامہ شامی نے نقل کیا ہے:

"صراف كتب على نفسه بمال و خطه معلوم بين التجار وأهل البلد ثم مات فجاء غريم يطلب المال من الورثة وعرض خط الميت بحيث عرف الناس خطه يحكم بذلك في تركته إن ثبت أنه خطه وقد جرت العادة بين الناس بمثله وهو حجة" (شامی ۴/ ۳۶۷)۔

اس سلسلہ میں اہم قیمتی اصول کی طرف علامہ شامیؒ نے رہنمائی فرمائی ہے کہ خط کی

خبروں میں صداقت کا پہلو ایسا غالب ہے کہ غلط پہلو نادر الوقوع ہے جیسے یوں تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ خط کی خبر عادۃً صحیح اور غلط خبر عادۃً محال اور ناممکن ہے گو عقلاً غلطی کا امکان باقی ہے۔

"لأن الغلط نادر وأثر التغيير يمكن الإطلاع عليه و قلّما يشبه الخط من كل وجه، فإذا تيقن جاز الاعتماد عليه توسعة على الناس" (۳۶۸/۴)۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتوی ملاحظہ ہو:

"چاند کی خبر تحریر سے دریافت ہوسکتی ہے جب مکتوب الیہ کو گمان غالب یہ ہے کہ فلاں کاتب عادل کا خط ہے اس میں کوئی انحراف نہیں ہوا تو اس پر عمل درست ہے، کتاب القاضی الی القاضی جس میں توثیق وتوکید ضروری نہیں ہے، اعتبار خط کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابی دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ اپنا نامۂ مبارک ہرقل کو بھیجا تو ہرقل نے یہ نہیں کہا کہ ایک آدمی کا اعتبار نہیں ہے اور نہ آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ قاصد کا کیا اعتبار ہوگا، علی ہذا بسلسلۂ ارسال نامجات آپ کے زمانہ میں اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں کہیں دو دو گواہ نہیں گئے (فتاوی رشیدیہ ۱/ ۴۰۰، ۴۰۱ مطبوعہ ہرلاس پریس مرادآباد)۔

خطوط کی بحث کا اجمالی جائزہ لے لینے کے بعد اب آسان ہوجاتا ہے کہ ٹیلی فون کے بارے میں مسئلہ کا جواب معلوم کیا جاسکے، ماقبل میں ذکرشدہ مضمون سے یہ ثابت ہو چکا کہ جو حکم خط کا ہوگا اسی پر قیاس کردہ چیز یعنی ٹیلی فون کا بھی ہوگا، اور علت اشتراک بھی ذکر کی جاچکی۔

پس اگر خطوط کے بارے میں قلبی اطمینان اور ظن غالب ہوجائے کہ وہ اصلی ہے جعلی نہیں تو ان کے مقتضا پر عمل کرکے فیصلہ کرنا درست ہے، اسی طرح اس کے مشابہ ٹیلی فون کے بارے میں اطمینان حاصل ہوجائے کہ یہ پیغام جس شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہے واقعی وہ اسی کا ہے اور وہ شخص دیندار مسلمان ہے تو اس کی خبر کو معتبر مان کر بدرجۂ خبر اس پر عمل درست ہوگا۔

اس استنباط کی تائید فتح القدیر میں ذکر کردہ ایک جزئیہ سے بھی ہوتی ہے:

”ولو سمع من وراء حجاب كثيف لا يشف من ورائه لا يجوز له أن يشهد، لأن النغمة تشبه النغمة إلا إذا أحاط بعلم ذلك، لأن المسوغ هو العلم غير أن رؤيته تكلماً بالعقد طريق العلم به، فإذا فرض تحقق طريق آخر جاز“ (فتح القدیر ٦/ ٤٦٣)۔

ابن ہمام کے کلام سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ اصل بات اطمینان کا حاصل ہو جانا ہے اور اس یقین کا پیدا ہو جانا ہے کہ یہ آواز اسی شخص کی ہے جس کی سمجھی جا رہی ہے۔

گذشتہ متعدد صفحات میں ریڈیو اور ٹیلیفون کی خبروں کو شرع کے نظائر و امثال کی روشنی میں اس وقت معتبر، صحیح اور درست قرار دیا گیا، جبکہ ان خبروں کو سن کر اس کی صحت کا یقین یا کم سے کم غلبۂ ظن پیدا ہو جائے ورنہ وہ خبریں غیر معتبر ہوں گی، اسی سے فیکس اور ٹیلی گرام کی خبروں کا معیار متعین کیا جا سکتا ہے، فیکس اور ٹیلی گرام سے ملنے والی خبر اگر قلبی اطمینان اور غلبۂ ظن کی حد تک ہے تو اسے قبول کر کے صوم وافطار کا حکم لگا سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

ضروری تنبیہ

مذکورہ تحریر میں آلات جدیدہ کی خبروں کو بصورت یقین وغلبۂ ظن معتبر مانا گیا، لیکن یہ سب خبریں اس وقت معتبر ہوں گی، جبکہ ہلال کی رؤیت شرعی طریقہ پر ہو چکی ہو، اگر ہلال برائے رمضان ہے تو شرعی رؤیت کا ثبوت بطریقۂ شہادت قاضی کی مجلس میں دینا ضروری ہے، اور اگر ہلال برائے افطار ہے تو شرعی رؤیت پہلے ثابت ہو جائے۔

رؤیت ہلال میں محکمۂ موسمیات اور فلکیات سے مدد لینا

زیر بحث مسئلہ میں نفیاً وثبوتاً حکم لگانے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ اس باب میں شارع نے رؤیت کا مدار کس چیز پر رکھا ہے، اس باب کی دو حدیث بہت معروف ومشہور ہے:

۱ –"لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته"۔

۲ – "فإن غم عليكم فاقدروا له"۔

یہاں پر دو باتیں ہیں: ایک ہے رؤیت ہلال، دوسرا ہے وجود ہلال۔ ثبوت شہر کے لئے رؤیت ہلال ضروری ہے، رؤیت کے بغیر شہر کا وجود نہیں ہوگا جب کہ پہلی روایت "صوموا لرؤيته الخ" اسی پر دال ہے، اسی سے ثابت ہوا کہ ثبوت شہر وجود ہلال سے نہیں ہوگا، لہذا محکمہ موسمیات وفلکیات کا قول چاند کے سلسلہ میں قابل استناد نہیں ہوگا، کیونکہ ان لوگوں کا قول وجود ہلال کے سلسلہ میں ہوتا ہے، جبکہ ثبوت شہر کے لئے شارع نے مدار رؤیت اور شہود ہلال کو ٹھہرایا ہے، اس سلسلہ میں نفیس بحث حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے رسالہ رؤیت ہلال میں کی ہے جو درج ذیل ہے:

یہ دونوں حدیثیں حدیث کی دوسری سب مستند کتابوں میں بھی موجود ہیں جن پر کسی محدث نے کلام نہیں کیا اور دونوں میں روزہ رکھنے اور عید کرنے کا مدار چاند کی رؤیت پر رکھا ہے، لفظ رؤیت عربی زبان کا مشہور لفظ ہے جس کے معنی کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے کے ہیں، اس کے سوا اگر کسی دوسرے معنی میں لیا جائے تو وہ حقیقت نہیں مجاز ہے، اس لئے حاصل اس ارشاد نبوی کا یہ ہوا کہ تمام احکام شرعیہ جو چاند کے ہونے یا نہ ہونے سے متعلق ہیں ان میں چاند کا ہونا یہ ہے کہ عام آنکھوں سے نظر آئے، معلوم ہوا کہ مدار احکام چاند کا افق پر وجود نہیں، بلکہ رؤیت ہے، اگر چاند افق پر موجود ہو مگر کسی وجہ سے قابل رؤیت نہ ہو تو احکام شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہ کیا جائے۔

حدیث کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کر دیا جس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر چاند تم سے مستور اور چھپا ہوا ہے، یعنی تمہاری آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں تو پھر تم اس کے مکلّف نہیں کہ ریاضی کے حسابات سے چاند کا وجود اور پیدائش معلوم کرو اور اس پر عمل

کرو یا آلات رصدیہ اور دور بینوں کے ذریعہ اس کا وجود دیکھو بلکہ فرمایا: "فإن غم علیکم فأکملوا لعدة ثلاثین"۔

اس میں لفظ "غم" خاص طور سے قابل نظر ہے، اس لفظ کا لغوی معنی عربی محاورہ کے اعتبار سے بحوالہ قاموس وشرح قاموس یہ ہے: "غم الهلال على الناس غماً إذا حال دون الهلال غيم رقيق أو غيره لم يُر" (لفظ "غم الهلال على الناس" اس وقت بولا جاتا ہے، جبکہ ہلال کے درمیان کوئی بادل یا دوسری چیز حائل ہو جائے اور چاند دیکھا نہ جا سکے) (تاج العروس شرح قاموس)۔

جس سے معلوم ہوا کہ آں حضرت ﷺ نے چاند کے وجود کو تسلیم کر کے یہ حکم دیا ہے، کیونکہ مستور ہو جانے کے لئے موجود ہونا لازمی ہے، جو چیز موجود ہی نہیں اس کو معدوم کہا جاتا ہے محاورات میں اس کو مستور نہیں بولتے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ چاند کے مستور ہو جانے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، ان میں کوئی بھی سبب پیش آئے بہر حال جب نگاہوں سے مستور ہو گیا اور دیکھا نہ جا سکا تو حکم شرعی یہ ہے کہ روزہ وعید وغیرہ میں اس کا اعتبار نہ کیا جائے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ کچھ صحابہ کرام عمرہ کے لئے نکلے، راستہ میں چاند پر نظر پڑی تو چاند کا سائز اور روشنی دیکھ کر آپس میں گفتگو ہوئی، بعض نے کہا: یہ دو رات کا چاند ہے، اور بعض نے کہا: تین رات کا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم نے اس کو اول کس رات میں دیکھا؟ بتلایا گیا کہ فلاں شب میں رؤیت ہوئی تھی، ابن عباسؓ نے فرمایا: "إن رسول اللهﷺ مدّه للرؤية فهو لليلة رأيتموه" (صحیح مسلم ١/٣٤٨)۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس کو رؤیت کی طرف منسوب فرمایا ہے، اس لئے رات کا چاند سمجھا جائے گا جس میں اس کی رؤیت ہوئی ہے۔

اس سے حقیقت واضح ہوگئی کہ یہاں مسئلہ چاند کے وجود کا نہیں، بلکہ اس کے عام نگاہوں کے لئے قابل رؤیت ہونے کا ہے، اور دوربین کے ذریعہ شمسی شعاعوں سے مستور چاند کو دیکھ لینا یا بذریعہ ہوائی جہاز پرواز کرکے بادلوں سے اوپر جاکر چاند کو دیکھ لینا عام رؤیت کہلانے کا مستحق نہیں، اور کسی چیز کا قابل رؤیت ہونا یا دیکھا جانا یہ مسئلہ نہ سائنس کا ہے نہ محکمہ موسمیات وفلکیات سے اس کا کوئی علاقہ ہے، یہ عام واقعیاتی معاملہ ہے، اگر کوئی شخص ایک معین جگہ میں کسی واقعہ کے دیکھنے کا مدعی ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت وہاں موجود تھے ہم نے یہ واقعہ نہیں دیکھا تو اس کا فیصلہ نہ محکمۂ موسمیات کے پاس جانے کی چیز ہے نہ محکمۂ فلکیات وریاضیات سے اس کا کوئی تعلق ہے، اس کا فیصلہ اسلامی عدالتوں میں قاضی شرعی اور عام حکومتوں میں کوئی جج ہی کرسکتا ہے جو شاہدوں کے حالات اور بیانات کو پرکھ کر معتبر یا غیر معتبر شہادت کو پہچانے گا۔ یہاں اگر مسئلہ چاند کے وجود کا ہوتا تو بیشک وہ قاضی شرعی یا جج کے دیکھنے کی کوئی چیز نہیں، وہ ماہرین فلکیات ہی بتاسکتے ہیں، وہیں کوئی قاضی یا جج بھی اس مسئلہ کا فیصلہ کرتا تو ماہرین فلکیات کے یہاں پر ہی کرتا (رؤیت ہلال ر ۱۵)۔

یہ تھی تفصیلی عبارت جسے آپ نے ملاحظہ فرمایا، جس سے دوٹوک انداز میں معلوم ہوا کہ چاند کی رؤیت کے سلسلہ میں نہ تو محکمۂ موسمیات کا قول معتبر ہے اور نہ فلکیاتی حساب کا۔

اسی سے اس جزئیہ کا جواب نکل آیا کہ اگر کسی خط میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ر تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خط سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیا جائے گا، جواب اثبات میں ہے کہ ایسی رؤیت شرعی سے صوم وافطار کا حکم نافذ کیا جائے گا۔

۳- (الف): اگر مطلع بالکل صاف ہے تو رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے ایک جم غفیر کی رؤیت کا اعتبار ہوگا خواہ وہ چاند رمضان کا ہو یا شوال کا ایک بڑی جماعت کے سلسلے میں مختلف

قوال موجود ہیں، تاہم سب اقوال میں ایک چیز مشترک ہے کہ وہ سب دیکھنے والوں کی تعداد ایسی کثیر ہو کہ سب کا کذب پر اتفاق کر لینا محال و متعذر رہو، اور یہ تعداد زمان و مکان کے لحاظ سے کثیر وقلیل بھی ہو سکتے ہیں۔

اگر مطلع غبار آلود ہے خواہ کسی بنا پر ہو تو ایسے موقع پر رمضان کے چاند کے سلسلے میں ایک عادل شخص کی شہادت پر رؤیت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، اور اگر رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں کا چاند ہو تو ایسے وقت میں شہادت شرعی کے بعد ہی رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، یہ وہ مسئلہ ہے جو فقہ کی بھی کتاب میں موجود ہے (ہدایہ ۲/۲۱۵)۔

مستور الحال شخص کی شہادت پر رؤیت کا اعتبار کر لینا صحیح ہے اور مستور الحال شخص کا قول دیانات میں معتبر ہے۔

"قول الطحاوی عدلاً کان أوغیر عدل أن یکون مستوراً"

(ہدایہ ۱/۲۱۵)۔

اسی مقام پر ہدایہ کے حاشیہ پر یہ عبارت: "وفی روایة الحسن وھی المذکورة تقبل شھادة المستور وبه أخذ الحلوانی" مستور الحال کی شہادت کے معتبر ہونے پر دال ہے۔

شہادت ہلال کی شرطیں

(۱) شاہد کا مسلمان ہونا۔ (۲) عاقل ہونا۔ (۳) بالغ ہونا۔ (۴) بینا ہونا۔
(۵) شاہد کا عادل ہونا۔ (۶) لفظ شہادت کا ہونا۔ (۷) جس واقعہ کی شہادت ہو اسے بچشم خود دیکھنا۔ (۸) مجلس قضاء کا ہونا۔

شہادت کے باب میں پانچویں شرط عدالت کے متعلق عینی اور فتح القدیر کے حوالہ سے

کنز کے حاشیہ ص ۲۸۸ پر یہ عبارت مذکور ہے:

جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر عادل کی شہادت بر بنائے عدم اطمینان فی امور الدین غیر معتبر ہے، لیکن دوسری طرف امام ابو یوسفؒ کے قول کو نقل کیا گیا جس میں اس غیر عادل فاسق کی گواہی کو معتبر مانا گیا جو بامروت ہو، معاشرہ میں لوگ عمومی طور سے اسے سچا سمجھتے ہوں۔

شہادت کا تعلق باب قضاء سے ہے اور باب قضا میں امام ابو یوسفؒ ہی کا قول معتبر ہوتا ہے اس لئے فاسق کی شہادت معتبر ہونی چاہئے جو بظاہر صوم وصلوۃ کا پابند ہو، حیادار اور بامروت انسان ہو جسے لوگ اپنے ماحول میں اسے صادق الوعد او عادل پرست سمجھتے ہوں، تو ایسے فاسق کی شہادت صوم وافطار کے باب میں قابل عمل اور قابل حجت ہونی چاہئے، جس کی تائید اس جزئیہ سے بھی ہوتی ہے کہ اہل ہوئی رافضی وغیرہ کی شہادت فاسق ہونے کے باوجود معتبر ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا فسق مفضی الی الکفر نہ ہو۔

"(تقبل من أهل الأهواء)أي أصحاب بدع لا تكفر كجبر و قدر ورفض وخروج الخ" (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ۴/ ۴۱۸)۔

۴-الف: صوبہ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں قاضی چاند کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقۂ قضا کے تمام مسلمانوں پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور اسی کے مطابق صوم وافطار کا حکم عائد ہوگا۔

ب- قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہو تو اس کا اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔

ج- ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کا قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت ہلال کا اعلان کیا تو یہ صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا دوسرے صوبہ وعلاقہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل نہیں ہوگا، یہ رؤیت

ہلال ان لوگوں کے حق میں محض ایک خبر ہے، اور یہ اعلان ان لوگوں کے حق میں اعلان سلطان کا درجہ نہیں رکھتا۔

الا یہ کہ ایک صوبہ وعلاقہ میں شرعی طور سے رؤیت ہلال ثابت ہو جانے کے بعد دیگر صوبہ وعلاقہ جات کے قاضی یا ہلال کمیٹی اس رؤیت ہلال کی تصدیق نہ کر دے، ان علاقوں کے قاضی کی تصدیق کے بعد اب یہاں کے لوگوں پر بھی رؤیت کا تحقق ہو جائے گا۔

لیکن یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ مطالع ایک ہی ہوں، مطالع کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کے لئے معتبر نہیں، کیونکہ اختلاف مطالع کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے سلسلہ میں یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ اگر اختلاف مطالع معتبر نہیں مانا جائے اور ایک جگہ کی رؤیت سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے رؤیت ثابت ہو جائے تو ایسی صورت میں ایک اہم خرابی کا سامنا کرنا پڑے گا، وہ یہ کہ مہینہ کبھی کبھی ۳۱ اور ۲۸ کا ہونے لگے گا حالانکہ مہینہ ۲۹ اور ۳۰ سے کم اور زائد کا ہوتا ہی نہیں، اسی خرابی کے پیش نظر اکثر فتاوی کی کتاب "بدائع الصنائع، مجمع الانہر، تبیین الحقائق" وغیرہ جس کے حوالے گذر چکے ہیں سب میں اختلاف مطالع کو معتبر مانا گیا ہے۔

د- ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے، کیونکہ قرآن کی آیت: "**لن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا**" (سورہ........) کے بموجب فقہاء نے لکھا: "**لا يقبل قول الكافر في الديانات**" جس کا مقتضا یہی ہے کہ کافر کی خبر ہرگز نہ مانی جائے اگر چہ تجربات خبر صحیح نقل کرنے اور صحیح اعلان کرنے میں تصدیق کرتے ہوں۔

رؤیت ہلال سے متعلق پیدا ہونے والے مسائل اور حل

مولانا مفتی محمد صدر الحسن ندوی، مدنی ☆

اختلاف مطالع:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صوم وافطارِ صوم کے باب میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے۔ "فتاوی عالمگیری" کی درجِ ذیل عبارت حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اسی فتوے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

"ولا عبرته لاختلاف المطالع في ظاهر الرواية" (فتاوی عالمگیری ج ا کتاب العلوم؛ الباب الثانی فی درجۃ الصوم)۔

لیکن اس کے برعکس دیگر ائمۂ کرام اور محققین احناف نے صوم اور افطارِ صوم کے باب میں بھی اختلافِ مطالع کا اعتبار کیا ہے، موجودہ دور میں مطلع کا اختلاف ایک ایسی کھلی حقیقت ہے جو محتاجِ دلیل نہیں۔

محقق زیلعی نے اختلافِ مطالع کا اعتبار کیا ہے، فرماتے ہیں۔

"الأشبه أن يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف المطالع كمافي دخول وقت الصلاة وخروجه يختلف باختلاف الأقطار" (تبیین الحقائق للزیلعی)۔

☆ استاذ جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد، مہاراشٹر۔

(قرین انصاف بات یہ ہے کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار کیا جائے، اس لئے کہ ہر قوم اس کی مخاطب ہوتی ہے جس سے وہ دوچار ہو اور چاند بھی سورج کی شعاعوں سے انفصال مطالع کے فرق سے مختلف ہوتا ہے، جیسا کہ وقتِ نماز کا دخول وخروج، مناطق (علاقوں) کے اختلاف کی بنا پر مختلف ہوتا ہے)۔

اس سلسلہ میں ''مجلس تحقیقات شرعیہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ'' نے اختلاف مطالع پر بحث وتمحیص کے بعد جو تجویز مرتب کی ہے وہ حسب ذیل ہے:

یہ تجویز اس مسئلہ کو سمجھنے اور اس پر غور کرنے کیلئے رہنماء اصول فراہم کرتی ہے اس تجویز پر ۳/ ۴/ مئی ۱۹٦۷ء کی تاریخ درج ہے۔

۱-نفس الامر میں پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے، بلکہ اختلاتِ مطالع مسلم ہے۔

یہ ایک واقعاتی چیز ہے اس میں فقہاءِ کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

۲-البتہ فقہاء اس باب میں مختلف ہیں کہ صوم اور افطارِ صوم کے باب میں یہ اختلاف مطلع معتبر ہے یا نہیں؟ محققین احناف اور علمائے امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلادِ بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلافِ مطلع معتبر ہے۔

۳-بلادِ بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادۃً ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن کے بعد، ان بلادِ بعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸ دن کا ہو جائے گا اور کسی جگہ ۳۰ دن کا قرار پائے گا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

۴-بلادِ قریبہ وہ شہر ہیں جن کی روایت میں عادۃً ایک دن کا فرق نہیں پڑتا، فقہاء ایک

ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریباً ۵۰۰ یا ۶۰۰ میل ہوتا ہے۔

بلادِ بعیدہ قرار دیتے ہیں اور اس سے کم کو بلادِ قریبہ۔ مجلس اس سلسلہ میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ مطلع کتنی مسافت پر بدلتا ہے اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے۔

۵- ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے۔ علماء ہندو پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو، اس بنیاد پر ان دو ملکوں میں جہاں چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

۶- مصر اور حجاز جیسے دور دراز ملکوں کا مطلع ہندو پاک کے مطلع سے علیحدہ ہے، یہاں کی رؤیت ان ملکوں کیلئے اور ان ملکوں کی رؤیت یہاں کیلئے ہر حالت میں لازم اور قابل قبول نہیں، اس لئے کہ ان میں اور ہندو پاک میں اتنی دوری ہے کہ عموماً ایک دن کا فرق ان میں واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔

بلادِ بعیدہ اور بلادِ قریبہ کی تعیین میں فقہاءِ کرام کے اقوال مختلف ہیں۔

۱- جس مسافت میں قصر کی جاتی ہے وہ بعید ہے اور اس سے کم قریب ہے (شرح مسلم للنووی؛ کتاب الصوم: باب لکل بلد رؤیتہم)۔

۲- جس جگہ پر مطلع میں اتحاد ہے وہ قریب ہے اور جس جگہ سے بدل جائے وہ بعید (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی، باب ماجاء لکل أہل بلاد رؤیتہم)۔

۳- ایک ماہ یا اس سے زیادہ پیدل چلنے کی مسافت بعیدہ ہے اور اس سے کم کی مسافت قریب ہے (ردالمحتار ج ۲ کتاب الصوم: مطلب فی اختلاف المطالع)۔

۴- خراسان و اندلس کے درمیان کا فاصلہ بعیدہ ہے اور اس کے کم قریب (تحفۃ الاحوذی باب ماجاء لکل أہل بلد رؤیتہم)۔

۵- مدینہ اور شام کے درمیان کا فاصلہ بعیدہ ہے اور اس سے کم قریب (ترمذی؛ کتاب الصوم: حدیث کریب)۔

۶- مبتلیٰ بہ جس کو قریب سمجھے وہ قریب ہے اور جس کو بعید سمجھے وہ بعید (العرف الشذی باب ماجاء فی أن لکل بلا درؤیتہم)۔

۷- اسلامی حکومت کے تمام شہر ایک شہر کے حکم میں ہیں، یعنی اگر خلیفۃ المسلمین شہادت کی بناء پر چاند تسلیم کرلے تو ملک کے تمام شہروں میں چاند تسلیم کرنا ضروری ہے (تحفۃ الاحوذی باب ماجاء أن الصوم لرؤیۃ الہلال والافطار یہ)۔

۸- ایک ملک کے تمام شہر آپس میں قریب ہیں اور دوسرا ملک بعید ہے (تحفۃ الاحوذی ایضا)۔

۹- کسی جگہ کی رؤیت دوسری جگہ تسلیم کرنے میں اگر ایک دن کا فرق لازم آئے تو اختلافِ مطلع کا اعتبار ہوگا اور اس سے کم میں اختلاف مطلع کا اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں ۲۹ کے بجائے ۲۸ یا اور ۳۰ کے بجائے ۳۱ دن کا مہینہ ہوسکتا ہے، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہینہ ۲۹ ریا ۳۰ ردن کا ہوتا ہے (فتح الملہم شرح مسلم باب بیان أن لکل بلد رؤیتہم)۔

اسی طرح تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے اور نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت ہے اور نہ عادۃً ایسا ہوسکتا ہے۔ حضرت کریبؓ کا واقعہ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ وہ مدینہ سے شام حضرت معاویہؓ کے پاس گئے تھے، وہاں رمضان کا چاند جمعہ کی شب میں دیکھا اور سب نے جمعہ کا پہلا روزہ رکھا۔ کریبؓ جب واپس مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے رمضان کا چاند کس

روز دیکھا انہوں نے عرض کیا کہ جمعہ کی شب میں۔ فرمایا کہ آپ نے خود دیکھا تھا عرض کیا کہ ہاں میں نے بھی دیکھا تھا اور حضرت معاویہؓ اور سب مسلمانوں نے بھی دیکھا اور سب نے جمعہ کا روزہ رکھا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا، لیکن ہم (اہل مدینہ) نے تو شنبہ کی رات چاند دیکھا ہے، اس لئے ہم تو اس وقت تک روزہ رکھیں گے جب تک یہاں چاند نظر نہ آئے یا تیس دن پورے ہو جائیں، حضرت کریبؓ نے عرض کیا کہ کیا آپ کیلئے حضرت معاویہؓ اور سب مسلمانوں کی رؤیت کافی نہیں تو فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی حکم دیا ہے (صحیح مسلم ۱/۳۴۸)۔

حضرت ابن عباسؓ کا یہ فیصلہ خواہ اس بناء پر ہو کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کر کے ملک شام کی رؤیت کو اہل مدینہ کیلئے کافی نہیں سمجھا یا اس بناء پر کہ شہادت دینے والے تنہا حضرت کریب تھے، اور ایک آدمی کی شہادت عید کرنے کیلئے کافی نہ سمجھی گئی، بہر حال اس واقعہ سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اس فکر میں نہ رہتے تھے کہ سب جگہ عید یا رمضان ایک ساتھ ایک ہی دن میں ہو (آلات جدیدہ کے شرعی احکام / ۱۸۶-۱۸۸)۔

درج بالا تحریر سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

الف- ایک یہ کہ شریعت نے عبادات میں علم ریاضی اور علم ہیئت کی دقیقہ سنجیوں کا انسان کو مکلف نہیں بنایا ہے، اسی لئے ائمہ اربعہ نے ثبوت ہلال کے سلسلہ میں علم ہیئت کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

”واتفق الأئمة الأربعة على أنه لا اعتبار بمعرفة الحساب والمنازل“

(کتاب المیزان للشعرانی ج ۱ کتاب الصوم)۔

ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چاند کے ثبوت کے سلسلہ میں حساب و منازل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

”رد المحتار“ میں اس کی صراحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"فلا عبرة تقول الموقتين" (ردمحتار ج ۲ مطلب ولا عبرۃ لقوم الموقتین)۔

(چاند کے اوقات بتانے والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے)۔

لیکن اس سلسلہ میں تھوڑی سی وسعت اس طرح پیدا کی جاسکتی ہے کہ علم ہیئت کے اعتبار سے جس تاریخ میں چاند کا امکان نہ ہو اور جس تاریخ میں چاند کا امکان ہو دونوں صورت حال کو پیش نظر رکھ کر کسی یقینی رائے تک پہنچنے کے بعد ہی فیصلہ کیا جائے۔

علم ہیئت کی حقیقت اور علم ہیئت کی بنیاد پر چاند کی رؤیت وعدم رؤیت کے بارے میں اس فن کے ماہر ابوریحان البیرونی کی رائے ملاحظہ ہو:

تمام ماہرین علم ہیئت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رؤیت ہلال اور اس کے مشاہدہ کے سلسلہ میں جو مقداریں فرض کی جاتی ہیں ان سب کا تعلق صرف تجربات سے ہے اور مناظر کے کچھ حساب قواعد ہیں جن کے سبب آنکھ کے ذریعہ مشاہدہ میں آنے والی چیزیں چھوٹی بڑی دکھائی دیتی ہیں، احوال فلکیہ کچھ اس طرح کے ہیں کہ کوئی بھی انصاف پسند شخص اگر ان کے بارے میں غور کرے گا تو وہ ہلال کی رؤیت وعدم رؤیت کے بارے میں کسی قطعی نتیجہ تک نہ پہنچ سکے گا (الآثار الباقیۃ من القرون الخالیہ ر ۱۹۸)۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اختلاف مطالع کے اعتبار سے مقامات قریبہ اور بعیدہ میں رؤیت میں ایک دن یا اس سے کم بیش کا فرق ہوتا ہے، جبکہ علم ہیئت میں طول وعرض کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے، اسی لئے علم ہیئت کے ماہرین کہتے ہیں کہ جب شمس وقمر کی تقویم میں صفر کا فرق ہو تو ہلال (New moon) وجود میں آتا ہے جو پوری دنیا کیلئے ہوتا ہے۔

اس سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت نے بصری رؤیت کا اعتبار کیا ہے علم ہیئت وفلکیات کی حسابی رؤیت کا نہیں، ہاں وہ معاملات جن کا تعلق عبادات سے نہ ہو ان میں علم ہیئت کی حسابی رؤیت کا اگر اعتبار کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔

ب- دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام کہ ہر شہر میں رمضان اور عید ایک ہی تاریخ میں ہو اس کا مکلف شریعت نے مسلمانوں کو نہیں بتایا ہے، یہ بات اپنی جگہ درست ہے، لیکن اگر اس بات کی کوشش کی جائے کہ وہ ملک جس کے تمام شہروں یا صوبوں کا مطلع ایک ہے وہاں پورے ملک میں رمضان کی ابتداء اور عید ایک ہی تاریخ میں ہو تو یہ ایک مستحسن بات ہوگی، اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک ''کل ہند رؤیت ہلال کمیٹی'' تشکیل دی جائے جس میں علمائے کرام ہوں اور اس کی شاخیں ہر صوبہ میں ہوں تاکہ تمام صوبوں کیلئے اس کا اعلان قابلِ قبول ہو سکے، یا ''آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ'' جو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ ''کل ہند رؤیت ہلال کمیٹی'' کے نام سے ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دے تاکہ ان کا اعلان تمام مسلمانانِ ہند کے لئے قابل قبول ہو سکے۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ ایک مستحسن اقدام ہوگا۔

اور کل ہند رؤیت ہلال کمیٹی کے پلیٹ فارم سے علماء کرام کا یہ فیصلہ سلطان کے اعلان کے قائم مقام ہوگا، کیونکہ ایسا خطۂ زمین جو سلطان سے خالی ہو علماء ہی اس کی نیابت کرتے ہیں۔

''وإذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالأمور مؤکلة إلی العلماء ویلزم للأمة الرجوع إلیهم'' (الحدیقۃ المحمدیہ)۔

اور اگر کوئی زمانہ ایسے سلطان سے جو دینی امور کو انجام دیتا ہو خالی ہو تو یہ تمام دینی امور علماء کرام انجام دیں گے اور امت کیلئے ضروری ہوگا کہ ان سے دینی امور میں رجوع ہوں۔

اس طرح جو اختلافات رؤیت ہلال کے سلسلہ میں عموماً پیش آتے رہتے ہیں ان کا سد باب ہو سکتا ہے۔ علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اختلاف مطلع کے باوجود اگر خلیفۂ وقت رؤیت ہلال کا اعلان کر دے تو ملک کے تمام باشندوں پر اس کا اطلاق ہوگا اور ہر شخص پر اس کی اطاعت ضروری ہوگی۔ کیونکہ ملک کے تمام شہر اس کے حق میں ایک ہی شہر کے مانند ہیں۔

ابن ماجشون کا قول یہ ہے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے باشندوں کیلئے لازم

نہیں ہے، الا یہ کہ خلیفۂ وقت اسے تسلیم کرے اس صورت میں تمام لوگوں کیلئے اس کی تعمیل لازم ہوگی، اس لئے کہ ملک کے تمام شہر اس کیلئے ایک شہر کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس کا حکم پورے شہر پر نافذ ہوگا کیونکہ وہ پورے ملک کیلئے واجب الاتباع ہے۔

خط، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹی وی، اور تار کے ذریعہ رؤیت ہلال کی اطلاع اور جہاد وغیرہ کے ذریعہ رؤیت کے سلسلہ میں چند باتیں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں (التاج الجامع للاصول ۲/ ۱۹۸)۔

۱- ہوائی جہاز کے ذریعہ رؤیت

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ عہد رسالت، خلافت راشدہ اور خیر القرون کے تعامل کی بنا پر ہمارے نزدیک کسی طرح مستحسن اور پسندیدہ نہیں کہ ہوائی جہازوں میں اڑکر چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے، لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ اتفاقی طور پر ہوائی جہاز کا کوئی مسافر چاند دیکھ لے اور آ کر شہادت دے تو اس کی شہادت قبول نہ کی جائے، کیونکہ اس کی شہادت کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ نیچے کی ہوا میں گرد وغبار اور بخارات کی وجہ سے مستبعد نہیں کہ چاند نظر نہ آئے اور بلند جگہ ہوا صاف ہونے کی وجہ سے نظر آئے: ”کما قال الشامي: وقد يرى الهلال من أعلى لأماكن ما لا يرى من الأسفل فلا يكون تفرده بالرؤية خلاف الظاهر“۔

شرط یہ ہے کہ ہوائی جہاز کی پرواز اتنی اونچی نہ ہو جہاں تک زمین والوں کی نظریں پہنچ ہی نہ سکیں، کیونکہ شرعاً رؤیت وہی معتبر ہے کہ زمین پر رہنے والے اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھ سکیں اس لئے اگر بیس تیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرکے کوئی شخص چاند دیکھ آئے تو اس بستی کیلئے وہ رؤیت معتبر نہیں جس کو عام انسان باوجود مطلع صاف ہونے کے اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

''مجلس تحقیقات شرعیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ'' نے ہوائی جہاز کے ذریعہ رؤیت کے بارے میں جو تجویز پاس کی ہے وہ اس سلسلہ میں میری نظر میں وقیع ہے وہ تجویز یہ ہے:

''ہوائی جہاز سے اتنی بلندی پر اڑکر چاند دیکھنا جس سے مطلع متاثر ہوتا ہو معتبر نہیں ہے اور شریعت نے اس کا مکلف بھی نہیں کیا ہے، فقہی کتابوں میں جہاں اونچی جگہوں پر چڑھ کر چاند دیکھنے کا تذکرہ ہے اس سے مراد وہ اونچائی ہے جو عموماً شہروں میں ہوا کرتی ہے تاکہ مکانوں اور درختوں کی بلندی افق کو دیکھنے میں نہ حائل ہو، خواہ وہ کسی ذریعہ سے ہو، لہذا ہوائی جہاز سے اس قدر اونچائی پر پہنچ کر اگر چاند دیکھا جائے جس سے مطلع بدل جائے تو وہاں کی زمین والوں کیلئے معتبر رؤیت قرار نہیں پائے گی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس سلسلہ میں دو باتیں قابل توجہ ہیں، پہلی بات تو یہ کہ ہوائی جہاز سے رؤیت کا اہتمام کرنا کوئی مستحسن فعل نہیں ہے اور نہ شریعت نے اس کا مکلف بنایا ہے، دوسری بات یہ کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز سے اس کا اہتمام کرنے ہی جارہا ہے تو اس سلسلہ میں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ اتنی ہی بلندی تک پرواز کی جائے جس سے مطلع متاثر نہ ہو اگر پرواز کی وجہ سے مطلع متاثر ہو جائے تو پھر اس رؤیت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

۷- تار، خط اور ٹیلیفون کے ذریعہ رؤیت کی اطلاع

تار، خط اور ٹیلیفون کی خبر کے بارے میں ''مجلس تحقیقات شرعیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ'' کی تجویز درج ذیل ہے:

تار، خط، ٹیلیفون کی خبر معتبر نہیں ہے، ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے متعدد تار، خطوط اور ٹیلیفون آئیں اور علماء کہیں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔''

خاتم الفقہاء مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''کہ بہ شب گذشتہ در آنجا رؤیت ہلال یا بوساطت تار برقی دریافت ایں امر شد تاوقتیکہ شہرتِ آں نہ شود از تحریراتِ کثیرہ واخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آں نہ باید ساخت''

(مجموعۃ الفتاوی ر ۲۵۰)۔

(رؤیت ہلال کے ثبوت کیلئے وہی خبر معتبر ہے جو مشہور ہو جائے ، اگر کسی مقام سے خبر پہنچے کہ وہاں گذشتہ شب چاند کی رؤیت ہوئی ہے یا ٹیلی گرام کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوئی تو اس خبر کا اس وقت تک اعتبار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ متعدد تحریروں اور مختلف خبروں سے اس کی تصدیق نہ ہو جائے)۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ رؤیت کی اطلاع

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ٹیلیفون کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

'' آواز'' اول تو ٹیلیفون میں صاف پہچانی جاتی ہو دوسرے اگر پہچانی بھی جائے تب بھی آوازوں میں تشابہ ہوتا ہے اور جو شرط ہے مجیب کے تعیین کی کہ اس کے تکلم کے وقت دو معتبر شخص اس کو دیکھ رہے ہوں اور وہ اس کو دیکھ کر کہیں کہ یہ متکلم فلاں شخص ہے اور یہ محتاج الی التعیین اس وقت ان دونوں کو دیکھ رہا ہو یہ یہاں ممکن نہیں، لہذا یہ شہادت ٹیلیفون کے واسطے سے رمضان یا فطر میں معتبر نہیں'' (آلات جدیدہ کے شرعی احکام)۔

خلاصۂ کلام یہ کہ عام حالات میں ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں ہے، لیکن اگر قرائن قویہ سے اور خصوصی نظم کے ذیعہ ٹیلیفون سے اطلاع آتی ہے اور اس سے ظن غالب پیدا ہو جاتا ہے تو معتبر ہے۔

یہی حال تحریر کا بھی ہے جس طرح ٹیلیفون میں آواز میں مشابہت کا اندیشہ ہوتا ہے اسی

طرح تحریر میں بھی اس فن کے ماہرین اپنی فنی مہارت کا اس طرح کمال دکھلاتے ہیں کہ اصل ونقل میں شناخت محال ہو جاتی ہے، اس لئے تحریر کا بھی اعتبار نہ ہوگا الا یہ کہ خارجی قرائن کے ذریعہ اس بات کا ظن غالب پیدا ہو جائے کہ یہ تحریر مزور نہیں ہے اور یہ اس کی تحریر ہے جس کے دستخط ثبت ہیں چاہے یہ خارجی قرائن مہر کی صورت میں ہوں یا لیٹر ہیڈ اس پر دلالت کر رہا ہو یا قاصد متدین شخص ہو یا اس کے علاوہ جو بھی خارجی قرائن ہو سکتے ہوں۔

اس سلسلہ میں دو باتیں قابل توجہ ہیں:

۱- پہلی بات تو یہ کہ اگر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ رؤیت ہلال کی اطلاع دی جاتی ہے کہ دہلی میں یا مدراس میں یا فلاں مقام پر چاند دیکھا گیا، لیکن معتبر اور مستند عالم یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داریاں جہاں نظام قضاء قائم ہے اور امارت ہے وہاں کے امیر شریعت یا قاضی کے حوالہ کے بغیر ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور یہ خبر بے بنیاد سمجھی جائے گی۔

۲- ہاں اگر یہ خبر حوالہ کے ساتھ نشر کی جاتی ہے، مثلاً امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے قاضی مولانا مجاہد الاسلام قاسمی کے فیصلہ کے بموجب یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ آج پٹنہ میں چاند دیکھا گیا تو یہ خبر قابلِ اعتبار ہوگی، کیونکہ ہندوستان میں علماء کرام، حاکم اور سلطان کے قائم مقام ہیں اور جس سلطان کا حکم واجب العمل ہوتا ہے اسی طرح علماء کرام کا فیصلہ بھی واجب التعمیل ہوگا۔

"إذا خلا الزمان من سلطان ذی كفاية فالأمور مؤكلة إلى العلماء ويلزم الأمة الرجوع إليهم" (الطریقۃ المحمدیہ)۔

(اگر کوئی زمانہ سلطان سے خالی ہو جو دینی امور کو انجام دیتا ہو تو یہ تمام دینی امور علماء کرام انجام دیں گے اور امت کے لئے ضروری ہوگا کہ ان سے دینی امور میں رجوع ہوں)۔

مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی فرماتے ہیں:

"العالم الثقة فی بلدة لا حاكم فيها قائم مقامه" (عمدۃ الرعایہ ۱/۲۹۰)۔

ایسا شہر جس میں کوئی مسلمان حاکم نہ ہو وہاں کا ثقہ عالم حاکم کا قائم مقام ہوگا، اس لئے اس فیصلہ پر جس کی اطلاع ریڈیو ٹیلی ویژن کے ذریعہ دی جارہی ہو عمل کرنا ان لوگوں کیلئے ضروری ہوگا جو اس رویت ہلال کمیٹی یا امارت کے دائرہ میں آتے ہیں ہاں جو لوگ اس دائرہ میں نہیں آتے ہیں، ان کیلئے اس پر عمل کرنا ضروری نہ ہوگا اور ریڈیو یا ٹیلی ویژن سے خبر نشر کرنے والے کی حیثیت منادی سلطان کی ہوگی اور منادی سلطان کی خبر معتبر ہے اور وہ واجب التعمیل ہے چاہے منادی عادل ہو یا فاسق " فتاوی عالمگیری" میں صراحت موجود ہے:

"خبر منادى السلطان مقبول، عدلا كان أو فاسقا" (فتاوی عالمگیری ۲/۲۷)۔

(منادی سلطان کی خبر مقبول ہے چاہے وہ عادل ہو یا فاسق)۔

رویت ہلال کے ثبوت کے شرعی ضابطے

شریعت مطہرہ نے ثبوت ہلال کیلئے کچھ ضوابط متعین کئے ہیں۔

ان ضابطوں کی تفصیلات ذیل میں دی جارہی ہیں، اثبات ہلال کے وقت اگر یہ ضابطے پیش نظر رہیں تو شرعی طور پر ثبوت ہلال کے فیصلہ میں غلطی کے امکانات باقی نہیں رہتے، بعض دفعہ اس شرعی ضابطوں کو نظر انداز کردینے کی وجہ سے یا ان سے ناواقفیت کی وجہ سے اس مسئلہ میں فروگذاشت ہوجایا کرتی ہے۔ وہ ضابطے یہ ہیں۔

۱- رویت عامہ

اگر مطلع ابر آلود نہ ہو اور ملک جم غفیر چاند دیکھ لے تو عید الفطر اور رمضان کے چاند کے ثبوت کیلئے یہ رویت عامہ کافی اور قطعی ہے اس کے بعد شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جب آسمان صاف ابر آلود نہ ہو تو ایک یا دو آدمیوں کی شہادت قابل قبول نہ ہوگی یہاں تک کہ چاند کی خبر اچھی طرح مشہور اور مبرہن ہو جائے، رمضان اور عید کے ہلال کے لئے یہی

شرط ہے، امام ابوحنیفہؒ سے امام محمدؒ کی یہی روایت ہے، لیکن امام حسنؒ کی امام ابوحنیفہؒ سے روایت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول ہوگی، جیسا کہ حقوق العباد میں قبول ہوتی ہے (المبسوط للسرخسی ۳/۱۴۰، کتاب نوادر الصوم، درمختار ۲/۱۲۶)۔

"درمختار" میں ہے:

"وبلا علة جمع عظيم يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن بخبرهم...... وعن الامام انه يكتفي بشاهدين" (درمختار ۲/۱۴۸ کتاب الصوم)۔

(اور اگر مطلع ابر آلود نہ ہو تو ایک بڑی جماعت کا دیکھنا ضروری ہے تاکہ علم شرعی حاصل ہو اور علم شرعی سے مراد غلبہ ظن ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس صورت میں بھی دو گواہوں کی شہادت کافی ہے)۔

شریعت نے اکثر معاملات و مسائل میں غلبہ ظن ہی کا اعتبار کیا ہے، کیونکہ فقہاء کے نزدیک غلبہ ظن کو بھی یقین کا حکم دیا جاتا ہے۔

"وغالب الظن عندهم يلحق باليقين، وهو الذي يبتني عليه الأحكام ويعرف ذالک من تصفح كلامهم في الأبواب" (الاشباہ والنظائر ۷/۳)۔

(فقہاء کرام کے نزدیک غلبہ ظن کو یقین کا حکم دے دیا جاتا ہے اور اس پر شرعی احکام کا دارومدار ہے اور یہ بات مختلف ابواب میں تلاش و جستجو سے معلوم ہوتی ہے)۔

شریعت مطہرہ میں عموماً فیصلے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں، دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا، بلکہ غلبہ ظن ہی حاصل ہوتا ہے اور اسی غلبہ ظن کی بنیاد پر عمومی فیصلے کئے جاتے ہیں۔

"أما أكبر الرأى و غلبة الظن الطرف الراجح إذا أخذ به وهو المعتبر عند الفقهاء" (الاشباہ والنظائر ۷/۳)۔

(اکبر رائے اور غلبۂ ظن کسی ایک جانب رجحان کو کہتے ہیں، جبکہ اس کی بنیاد پر عمل کرے، فقہاء کے نزدیک یہی معتبر ہے)۔

امام ابوحنیفہؒ کی دوسری روایت کو ترجیح دیتے ہوئے ابن نجیم وابن عابدین نے مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی دو شخصوں کی گواہی کو کافی خیال کیا ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ لوگ عموماً چاند دیکھنے میں سستی اور کاہلی برتتے ہیں۔

ابن عابدین فرماتے ہیں:

"أنت بصير بأن كثيرا من الأحكام تغيرت لتغير الأزمان ولو اشترط في زماننا الجمع العظيم لزم أن لا يصوم الناس إلا بعد ليلتين أو ثلاث لما هو مشاهد من تعامل الناس" (ردالمختار ۲/ ۹۲ کتاب الصوم)۔

(عیاں راچہ بیاں کہ بہت سے احکام زمانہ کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں اگر ہمارے زمانے میں شہادت کیلئے بڑی جماعت کی شرط رکھی جائے تو لوگ دو دن یا تین دن کے بعد ہی روزہ رکھ سکیں گے، کیونکہ اس سلسلہ میں لوگوں کی سستی ایک عام بات ہوگئی ہے)۔

مطلع صاف ہونے کی صورت میں اگر شہر کے رہنے والے ایک شخص نے اونچی جگہ سے چاند دیکھا یا شہر سے باہر رہنے والے ایک شخص نے چاند دیکھا تو اس ایک شخص کی شہادت معتبر ہوگی۔

"ذكر الطحاوي أنه تقبل شهادة الواحد اذا جاء من خارج المصر لقلة الموانع وإليه الإشارة في كتاب الاستحسان وكذا إذا كان على مكان مرتفع في المصر" (ہدایہ کتاب الصوم)۔

(امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی شہادت قبول ہوگی اگر وہ بیرون شہر سے آیا ہو کیونکہ وہاں رکاوٹیں کم ہوتی ہیں۔ "کتاب الاستحسان" میں اس کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح

ایک شخص کی گواہی کافی ہوگی اگر اسے بلند مقام سے دیکھا ہو اگرچہ شہر کا رہنے والا ہو)۔

"وعلى قول الطحاوى اعتمد الامام المرغينانى و صاحب الأقضية والفتاوى الصغرى" (فتاوی عالمگیری ار کتاب الصوم)۔

امام طحاویؒ کے قول کو امام مرغینانی صاحب "ہدایہ" نے ترجیح دی ہے اور اسی طرح اس قول الأقضية والفتاوى الصغرى کے مصنف نے راجح قرار دیا ہے۔

فقہاء کرام نے بعض علامات کو بھی غلبہ ظن کے لئے کافی قرار دیا ہے:

" يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل" (رد المختار ج ۱ کتاب الصوم)۔

(شہر سے توپ کی آواز سنائی دے یا روشنی نظر آئے تو دیہات کے رہنے والوں کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہوگا کیونکہ ان ظاہر علامتوں سے غلبہ ظن کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور غلبہ ظن کسی عمل کے وجوب کیلئے حجت ہے)۔

۲- خبر مستفیض

مطلع اگر صاف ہو تو رمضان المبارک اور عید دونوں کے لئے خبر مستفیض شرط ہے، خبر مستفیض سے مراد ایسی خبر ہے جس کو بکثرت ایسی جگہ کے بارے میں جہاں رویت ہو چکی ہے ایسے لوگ بیان کریں جن کا کذب پر اتفاق محال ہو، ایسی جگہ آکر بیان کریں جہاں ابھی تک رویت ثابت نہیں ہوئی ہے صرف سنی سنائی باتوں اور افواہ سے کوئی خبر مستفیض کا درجہ حاصل نہیں کرتی۔

"إن المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت إلى البلدة التى لم يثبت بها لا مجرد الاستفاضة" (حاشیۃ البحر الرائق ر ۲۷۰)۔

علامہ رحمتی فرماتے ہیں:

استفاضہ کا مطلب یہ ہے کہ جہاں چاند ہوا ہے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں ہر جماعت یہ خبر دے کہ اس شہر کے مسلمانوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے محض خبر کا پھیل جانا کہ یہ بھی معلوم نہ ہو کس نے یہ بات کہی، خبر مستفیض نہیں ہے۔

"قال الرحمتي: معنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن رؤية لا مجرد الشيوع من غير علم عن إشاعته" (شامی ۱۲۹/۲، المبسوط للسرخسی ۱۴۰/۳ کتاب نوادر الصوم)۔

اگر خبر مستفیض اور محقق ہو جائے دوسرے شہر کے باشندوں کے درمیان تو اس شہر کا حکم ان کیلئے لازم ہوگا۔

جس طرح متعدد آنے والی جماعتوں کی خبر میں مستفیض کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں اسی طرح متعدد تحریریں، چاہے تحریر خط کی صورت میں ہو یا ٹیلی گرام کی صورت میں خبر مستفیض کا درجہ حاصل کر لیں گی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تحریر میں تعداد کثرت ہو۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ فرماتے ہیں:

"در رؤیت ہلال شہرت اخبار معتبر است۔ اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گذشتہ در آنجا رؤیت ہلال شدہ یا بوساطت تار برقی دریافت ایں امر شد تا وقتیکہ شہرت آں نشود از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نشود اعتبار آں نہ باید ساخت" (مجموعۃ الفتاویٰ ۱/ ۱۲۵)۔

(رؤیت ہلال کے ثبوت کیلئے وہی خبر معتبر ہے جو مشہور ہو جائے، اگر کسی مقام سے خبر پہنچے کہ وہاں گذشتہ شب چاند کی رؤیت ہوئی ہے یا ٹیلی گرام کے ذریعہ یہ بات معلوم ہوئی ہے تو اس خبر کا اس وقت تک اعتبار نہیں کیا جائیگا جب تک کہ متعدد تحریروں اور مختلف خبروں کے ذریعہ اس کی تصدیق نہ ہو جائے)۔

۳-شہادت:

مطلع اگر ابر آلود ہو تو رمضان المبارک کے چاند کے ثبوت میں اور عید الفطر کے چاند کے ثبوت میں فقہاء نے فرق کیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف-مطلع اگر ابر آلود ہو تو رمضان المبارک کے چاند کے سلسلہ میں ایک دیندار پابند شریعت مسلمان مرد یا عورت کے خبر پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے، جبکہ وہ خبر دیں کہ انہوں نے بذاتِ خود بچشم خود چاند دیکھا ہے (الدر المختار ۲/ ۱۲۳-۱۲۴، مختصر القدوری/ ۴۹)۔

رمضان المبارک کے چاند کی رؤیت ایک مرد یا ایک عورت کی خبر سے ثابت ہو جاتی ہے اگر مطلع بادل یا غبار یا دھوئیں کی وجہ سے صاف نہ ہو (الفقہ المیسر / ۲۱۶-۲۱۷)۔

اور برائے شہادتِ ماہِ رمضان اگر آسمان ابر یا مانند آں وارد یک مرد یا زن عادل کافی است حر باشد یا رقیق (مالا بد منہ/ ۹۳)۔

(رمضان المبارک کے چاند کے ثبوت کے لئے اگر مطلع ابر یا کسی درجہ سے صاف نہ ہو تو ایک عادل مرد یا عورت کی چاہے وہ آزاد ہو یا غلام، خبر کافی ہے)۔

علامہ شامی نے تو فاسق شخص کی خبر کو بھی کافی سمجھا ہے اگر قاضی کو اس کی خبر کی سچائی کے سلسلہ میں ظن غالب ہو جائے۔

"فإن تحری القاضی الصدق فی شهادته تقبل و إلا فلا" (رد المختار ۴/ ۵۱۶)۔

مستور الحال شخص کی خبر کو بھی فقہاء نے اس ضمن میں کافی سمجھا ہے (خلاصۃ الفتاوی ۱/ ۲۴۸)۔

ب-مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں ثبوت ہلال عید کیلئے خبر کافی نہیں ہے، بلکہ باقاعدہ شہادت ضروری ہے اور نصاب شہادت یہ ہے کہ دو آزاد پابند شریعت مسلمان مرد یا ایک

مرد اور دو عورتیں رؤیت ہلال کمیٹی، قاضی، مفتی یا عالم کے پاس رؤیت کی شہادت دیں اور ان حضرات کے ذریعہ ان کی شہادت قبول کرلی جائے (الدر المختار ۲/ ۱۴۴)۔

"وتثبت رؤية الهلال للعيد بشهادة رجلين أو رجل وامرأتين إذا كانت بالسماء علة من غيم أو غبار أو دخان" (الفقہ المیسر / ۲۱۶-۲۱۷)۔

(ہلال عید کے ثبوت کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے اگر مطلع ابر وغبار یا دھوئیں کی وجہ سے صاف نہ ہو۔

"و برائے شہادت شوال دریں چنیں حال دو مرد حر عادل یا ایک مرد دو زن احرار و عدول بالفظ شہادت شرط است" (مالا بدمنہ/ ۹۳)۔

(مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں عید کے چاند کے ثبوت کیلئے دو آزاد عادل مرد یا ایک آزاد عادل مرد اور دو آزاد عادل عورتوں کی شہادت شرط ہے)۔

امام قرافی سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ اس صورت میں اگر فاسق کی شہادت کی سچائی کا قاضی کو ظن غالب ہو جائے تو اس کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔ "وإذا غلب على الظن صدق الفاسق قبلت شهادته وحكم بها" (فتاوی عالمگیری ۱/ ۱۰۱)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ایک صورت میں خبر مطلوب ہے، دو صورتوں میں خبر مستفیض مطلوب ہے اور ایک صورت میں شہادت مطلوب ہے:

الف- مطلع ابر آلود ہو اور مسئلہ ہلال رمضان کا ہو تو اس صورت میں خبر مطلوب ہے۔

ب- مطلع ابر آلود نہ ہو تو ہلال رمضان عید دونوں کیلئے خبر مستفیض مطلوب ہے۔

ج- مطلع ابر آلود ہو تو ہلال عید کے لئے شہادت مطلوب ہے۔

۴- شہادۃ علی الشہادۃ

اگر اصل شاہد کیلئے دار القضاء یا مفتی یا کمیٹی کے سامنے حاضر ہونا ممکن نہ ہو تو اصل گواہ

دو ثقہ آدمیوں کو گواہ بنا کر اپنی طرف سے دار القضاء مفتی یا کمیٹی کے سامنے شہادت کا فریضہ انجام دینے کے لئے بھیجیں اور وہ دونوں گواہ قاضی، مفتی یا کمیٹی کے سامنے حاضر ہو کر شہادت دیں کہ ہمارے سامنے فلاں آدمی نے شہادت دی ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے اور انہوں نے ہمیں گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ ہم آپ تک ان کی گواہی پہنچا دیں، یہ ثبوت ماہ رمضان و ہلال عید کیلئے ہے اگر یہ گواہ اپنی طرف سے ایک گواہ بھیجے تو کافی ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ ہر گواہ اپنی طرف سے دو دو گواہ بھیجے (رد المحتار ۴/ ۵۴۴-۵۴۵)۔

۵- شہادت علی قضاء القاضی

مفتی یا قاضی کی مجلس میں شرعی شہادت پیش ہوا اور مجلس میں دو دیندار پابند شرع مسلمان شروع سے آخر تک حاضر ہوں اور وہ پھر کسی دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے سامنے حاضر ہو کر شہادت دیں کہ فلاں مقام پر قاضی یا مفتی کی مجلس میں ہمارے سامنے رویت ہلال کی شہادتیں پیش ہوئی ہیں اور ان کی شہادت کی سماعت کے بعد قاضی یا مفتی نے رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا ہے تو یہ بھی ثبوت ہلال رمضان وعید کیلئے کافی ہے (الدر المختار ۲/ ۱۲۸)۔

۶- کتاب القاضی الی القاضی

ایک جگہ کے قاضی یا مفتی کے سامنے شرعی شہادت پیش ہوئی اور اس نے رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا، اب وہ دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے نام دو دیندار مسلمان کے سامنے خط لکھے کہ میرے سامنے شرعی شہادت پیش ہوئی ہے جس کی بناء پر میں نے رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے اور اس پر دستخط کرے اور مہر لگائے۔ ان کو سنا کر بند کر کے مہر لگا کر ان کے حوالے کر دے، وہ دونوں شخص وہ خط لے کر دوسرے مقام کے قاضی یا مفتی کے پاس جائیں اور گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی یا مفتی کا مکتوب ہے، اس نے ہمارے سامنے اس خط کو لکھا ہے اور لکھنے کے بعد پڑھ کر

سنایا ہے اور ہمارے حوالے کیا ہے کہ ہم آپ تک یہ مکتوب پہنچا دیں تو دوسری جگہ کا قاضی یا مفتی اس کو منظور کر کے اعلان کر سکتا ہے یہ بھی ثبوت ہلال کیلئے حجت ہے۔ مگر یہ حجت اسی وقت ہے کہ جب وہ دونوں شخص گواہی دیں کہ فلاں قاضی یا مفتی نے ہمارے سامنے اس خط کو لکھا ہے اور پڑھ کر سنایا ہے اور ہمارے حوالے کیا ہے۔ اگر اس طرح کی شہادت نہ دیں محض ایک خط کی حیثیت سے صرف پہنچا دیں تو اس کی حیثیت ایک خط ہوگی (ردالمحتار)۔

ثبوت رؤیت ہلال میں علم ہیئت کی حیثیت

مفتی احمد خانپوری☆

جواب (۱)

الف- امام اعظم ابوحنیفہ سے ظاہر روایت یہ ہے کہ اختلافِ مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے، اسی کو عام فقہائے احناف نے راجح قرار دیا ہے، یہاں تک کہ مشرق ومغرب کے فاصلہ میں اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دے کر ایک جگہ کی رؤیت کو دوسری جگہ کے لئے حجت قرار دیا ہے، "درمختار" میں ہے:

"واختلاف المطالع ورؤيته نهاراً قبل الزوال و بعدهٔ غير معتبر على ظاهر المذهب وعليه أكثر المشائخ وعليه الفتوى بحر عن الخلاصة، فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب كما مر، وقال الزيلعي: الأشبه إنه يعتبر، لكن قال الكمال: الأخذ بظاهر الرواية أحوط" (درمختار علی ہامش الشامی ۲/ ۱۰۴-۱۰۵)۔

ہمارے اکابر علماء میں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے (فتاوی رشیدیہ ۱/ ۴۱) میں اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ نے (فتاوی دارالعلوم ۱/ ۳۷۶ مطبوعہ کراچی) میں، اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ نے (امداد الفتاوی ۲/ ۱۱۲) میں

☆ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل۔

اور مفتی الاعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ نے (کفایت المفتی ۴/ ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۲) میں اسی پر فتوی دیا ہے، حنابلہ اور مالکیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس کے برخلاف فقہاء حنفیہ میں سے بعض حضرات نے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر مانا ہے، حضرت العلامہ انور شاہ کاشمیریؒ نے (العرف الشذی ۱/ ۲۰۳) میں اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے (فتح الملہم ۳/ ۱۱۳) میں اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے رسالہ (رؤیت ہلال/ ۴۸-۴۹) میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ شوافع اسی کے قائل ہیں۔ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"وإنما الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع بمعنى أنه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم ولا يلزم أحداً العمل بمطلع غيره أم لا يعتبر اختلافها، بل يجب العمل بالأسبق رؤية حتى لو رؤى في المشرق ليلة الجمعة وفي المغرب ليلة السبت وجب على أهل المغرب العمل بما رآه أهل المشرق فقيل بالأول، واعتمده الزيلعي وصاحب الفيض وهو الصحيح عند الشافعية؛ لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم كما في أوقات الصلوة وأيده في الدرر بما مر من عدم وجوب العشاء والوتر على فاقد وقتها وظاهر الرواية الثاني وهو المعتمد عندنا وعند المالكية والحنابلة" (شامی ۲/ ۱۰۵)۔

مجموعہ رسائل ابن عابدین میں علامہ شامیؒ کا ایک رسالہ بنام "تنبيه الغافل والوسنان على أحكام هلال رمضان" اس میں انہوں نے اختلاف مطالع کی شرعی حیثیت بیان کرنے کے لئے مستقل ایک فصل بعنوان "الفصل الرابع في بيان اختلاف المطالع" قائم فرمائی ہے، اس میں احناف، حنابلہ اور مالکیہ کے یہاں اختلاف مطالع کے عدم اعتبار والے قول کے معتمد اور راجح ہونے کی تصریح فرمائی ہے: "لكن المعتمد الراجح عندنا إنه لا اعتبار به وهو ظاهر الرواية وعليه المتون كالكنز وغيره وهو الصحيح عند

الحنابلہ کما فی الإنصاف، وکذا ھو مذھب المالکیة الخ (مجموعہ رسائل ابن عابدین ۱/۲۵۱)۔

نیز اختلاف مطالع کے اعتبار والا قول جمہور مشائخ اور ظاہر مذہب کے خلاف ہونے کے علاوہ وجوہ ذیل کی بناء پر بھی نا قابل عمل ہے۔

۱- اللہ تعالیٰ کا قول: "یسئلونک عن الأھلة قل ھی مواقیت للناس والحج" (سورہ بقرہ) اور اللہ تعالیٰ کا قول: "وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب" (سورہ......) میں واضح ہدایت ہے کہ احکام شرع کا مدار قمری حساب پر ہے، شمسی پر نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ شمسی تاریخوں کو ہر شخص معلوم نہیں کرسکتا، بلکہ دنیا کے چند افراد یہ تاریخیں متعین کرتے ہیں اور باقی ساری دنیا محض ان کی تقلید کرتی ہے، اس کے برعکس قمر کے مشاہدہ سے ہر ناخواندہ شخص بھی تاریخ معلوم کرسکتا ہے، چونکہ احکام شرع ہر شہری و جنگلی اور خواندہ و ناخواندہ کے لئے یکساں ہیں اس لئے ان کا مدار یسر و سہولت اور عام فہم طریقہ پر رکھا گیا ہے، مگر مطالع قمر کے اختلاف کا علم اتنا مشکل اور اس قدر پیچیدہ ہے کہ تسخیر قمر کے موجودہ دور ترقی میں بھی ایسے لوگ بہت ہی کم، بلکہ کالعدم ہیں جو اختلاف مطالع کا خط کھینچ کر یہ بتادیں کہ اس خط کے ایک جانب رؤیت کا امکان ہے اور دوسری جانب نہیں، اختلاف مطالع قمر کے علم کی بہ نسبت تو شمسی حساب بھی ہزاروں درجہ سہل اور آسان ہے، پس جبکہ شریعت نے شمسی حساب کو عام فہم نہ ہونے کی وجہ سے غیر معتبر قرار دیا ہے تو اختلاف مطالع قمر جیسے پیچیدہ اور مشکل ترین حساب کا مکلّف بنانا بطریق اولی مقتضائے شرع کے خلاف ہے۔

۲- اگر یہ مسئلہ مقتضائے شرع کے خلاف، اختلافِ مطالع قمر کے علم میں مہارات رکھنے والے چند افراد کے سپرد کر بھی دیا جائے تو اس میں ایک مزید قباحت یہ لازم آئے گی کہ ایک ہی مملکت کے اندر واقع دو متقارب مقامات کے درمیان خطِ اختلاف مطالع واقع ہونے کی

2070

صورت میں ایک شہر میں مرکزی حکومت رؤیت کی بنا پر عید کا فیصلہ کرے اور دوسرے ملحق شہر میں اختلاف مطالع کی بنا پر روزہ کا حکم دے، ایسے فیصلہ کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔

۳- خطِ اختلافِ مطالع کا محل وقوع ہر ماہ مختلف ہوتا ہے، لہذا ہر مہینہ میں اس کی تعیین کے لئے ماہرین فن کی ضرورت پڑے گی جو کالعدم ہیں، نیز اس میں ہر ماہ تبدیلی واقع ہونے کی وجہ سے اجراءِ احکام میں عسرت اور عوام میں انتشار پیدا ہونا لازمی ہے (احسن الفتاوی ۴؍ ۴۹۳)۔

ب- جواب سابق میں اختلافِ مطالع کے عدم اعتبار کی تصریح وترجیح مذکور ہے، نیز اعتبار کی صورت میں تحدید بھی دشوار ہے، مسیرۃ شہر کی تحدید جس قول میں کی گئی ہے وہ متعدد وجوہ کی بنا پر باطل ہے۔

ج- یہ یاد رہے کہ بلندی کی سطح مختلف ہونے سے مطالع قمر میں اختلاف نہیں ہوتا، ہاں مطالع ومغارب شمس میں ہوتا ہے۔

د- اگر ہندوپاک وبنگلہ دیش ونیپال کے تمام مسلمان رؤیتِ ہلال کے فیصلہ کے لئے کسی کمیٹی کو اختیار دیدیں اور اس کمیٹی کے سامنے رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت مہیا ہونے پر وہ فیصلہ و اعلان کردے تو ان تمام مسلمانوں پر وہ اعلان وفیصلہ واجب العمل ہوگا بشرطیکہ کمیٹی کے ارکان میں ماہرین فقہ کی اکثریت ہو اور ان کی رائے کو قانونی غلبہ حاصل ہو، اور اگر ایسا نہیں ہے تو مقامی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار ضروری ہے۔

ہ- ہلال رمضان کے علاوہ دیگر اسلامی مہینوں کے ہلال کے لئے خبر کافی نہیں، بلکہ شہادت شرط ہے (کماھو مصرح فی کتب الفقه) اس لئے ان میں محض خبر رؤیت پر عمل درست نہیں، چاہے وہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام یا ریڈیو سے ملی ہو، البتہ اگر ہلال رمضان میں خبر اس طرح پہنچی کہ اس میں احتمال تزویر نہ ہو تو اس پر عمل کرسکتے ہیں بشرطیکہ جس جگہ خبر پہنچ رہی ہے وہاں کا مطلع صاف نہ ہو۔

جواب (۲)

الف- صرف اتنی مدد میں تو بظاہر کوئی اشکال نہیں ہے۔

ب- اگر رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملی ہے تو محض فلکیاتی حساب سے عدمِ امکان کی بنیاد پر اس کو رد نہیں کیا جا سکتا ہے۔

رؤیت ہلال کے معاملہ میں آلاتِ رصدیہ اور حساباتِ ریاضیہ کے نا قابل اعتبار ہونے کا مسئلہ تقریباً اجماعی مسئلہ ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

"والمراد بالحساب هنا حساب النجوم و تسييرها ولم يكونوا يعرفون من ذلك أيضاً إلا النزر اليسير فعلق الحكم بالصوم وغيره بالرؤية لدفع الحرج عنهم في معاناة الحساب التسيير، واستمر الحكم ولو حدث بعدهم من يعرف ذلك ظاهر السياق يشعر بنفي تعليق الحكم بالحساب أصلاً ويوضحه قولهٗ في الحديث الماضي: فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين ولم يقل فاسئلوا أهل الحساب، والحكمة فيه كون العدد عند الإغماء يستوى فيه المكلفون فيرتفع الاختلاف والنزاع عنهم، وقد ذهب قوم إلى الرجوع إلى أهل التيسيير في ذلك وهم الروافض، ونقل عن بعض الفقهاء موافقتهم قال الباجي، وإجماع السلف الصالح حجة عليهم، وقال ابن بزيزة: وهو مذهب باطل فقد نهت الشريعة عن الخوض في علم النجوم؛ لأنها حدس وتخمين ليس فيها قطع ولا ظن غالب مع انه لو ارتبط الأمر بها لضاق إذ لا يعرفها إلا القليل" (فتح الباری ۴/۱۰۲)۔

علامہ ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں:

"فإن العلماء أجمعوا على أن الشهر العربي يكون تسعاً وعشرين

ویکون ثلاثین، وعلی أن الاعتبار فی تحدید شهر رمضان إنما هو الرؤیة"(بدایۃ المجتہد ۱/۲۱۷)۔

علامہ نووی فرماتے ہیں:

"واختلف العلماء فی معنی فاقدروا له، فقالت طائفة من العلماء: معناه ضیقوا له وقدروه تحت السحاب و ممن قال بهذا: أحمد بن حنبل وغیره ممن یجوز صوم لیلة الغیم عن رمضان كما سنذكره إن شاء اللّٰه تعالی، وقال ابن سریج وجماعة منهم مطرف بن عبدالله وابن قتیبة وآخرون: معناه قدّروه بحساب المنازل، وذهب مالک والشافعی وأبوحنیفة وجمهور السلف والخلف إلی أن معناه قدروا له تمام العدد ثلاثین یوماً ...... قال المازری: حمل جمهور الفقهاء قوله ﷺ أن المراد إكمال العدة ثلاثین كما فسره فی حدیث آخر قالوا ولایجوز أن یكون المراد حساب المنجمین، لأن الناس لو كلفوا به ضاق علیهم؛ لأنه لا یعرفه إلا أفراد البشر والشرع إنما یعرف الناس بما یعرفه جماهیرهم"(نووی شرح مسلم ۱/۳۴۷)۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ "أوجز المسالک شرح مؤطا إمام مالک" میں تحریر فرماتے ہیں:

"والثالث معناه قدروه بحسب المنازل قاله أبوالعباس: ابن سریج من الشافعیة ومطرف بن عبد اللّٰه من التابعین وابن قتیبة من المحدثین، قال ابن عبد البر: لا یصح عن مطرف وأما ابن قتیبة فلیس هو ممن یعرج إلیه فی مثل هذا .... قال الناجی: و ذكر الداؤدی إنه قیل فی معنی قوله فاقدروا له أی قدروا المنازل وهذا لا نعلم أحداً قال به إلا بعض أصحاب الشافعی أنه یعتبر

فی ذلک بقول المنجمین والإجماع حجة علیه"(أوجز ۱۶/۵)۔

ملا علی قاریؒ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

"وفی شرح السنة قال ابن سریج: فاقدروا خطاب لمن حظه الله بهذا العلم وقوله فأكملوا العدة خطاب للعامة وهو مردود لحدیث نحن أمة أمیة لا نكتب ولا نحسب فإنه یدل أن معرفة الشهر لیس إلی الكتاب والحساب كما یزعمه أهل النجوم للإجماع علی عدم الإعتبار بقول المنجمین ولو اتفقوا علی أنه یری ولقوله تعالی مخاطباً لخیر أمة أخرجت للناس خطاباً عاماً فمن شهد منكم الشهر فلیصمه ولقوله ﷺ بالخطاب العام صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته ولما فی نفس هذا الحدیث لا تصوموا حتی تروه ولما فی حدیث أبی داؤد والترمذی عن أبی هریرة أنه علیه الصلوٰة والسلام قال: الصوم یوم یصومون والفطر یوم یفطرون، بل أقول لو صام المنجم عن رمضان قبل رؤیته بناءً علی معرفته یكون عاصیاً فی صومه ولا یحسب عن صومه،إلا إذا ثبت الهلال علی خلاف فیه ولو جعل عید الفطر بناء علی زعمه الفاسد یكون فاسقاً وتجب علیه الكفارة فی قول وهو الصحیح وإن استحل إفطاره فرضاًعن عده واجباً صار كافراً"(مرقات ۴/۲۴۲ جدید)۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"(قوله لاعبرة بقول الموقتین) أی فی وجوب الصوم علی الناس بل فی المعراج لا یعتبر قولهم بالإجماع، ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسه، وفی النهر: فلا یلزم بقول الموقتین أنه أی الهلال یكون فی السماء لیلة كذا وإن كانوا عدولاً فی الصحیح كما فی الإیضاح"(شامی ۲/۲۰۰)۔

ان تمام عبارات منقولہ سے بات صاف صاف معلوم ہوتی ہے کہ رؤیت ہلال کے معاملہ میں حسابات ریاضیہ اور آلات رصدیہ کا اعتبار نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ اجماعی ہے، بعض شافعیہ حساب کے معتبر ہونے کے قائل ہیں، لیکن خود ان کے ہم مسلک مشائخ نے انکار کیا ہے، علامہ شامی نے اپنے رسالہ "تنبیہ الغافل والوسنان علی أحکام هلال رمضان" میں ایک مستقل فصل قائم فرما کر اس مسئلہ پر کلام فرمایا ہے جس میں مذاہب اربعہ کی کتب معتبرہ کی نقول پیش فرما کر اس کا اجماعی ہونا ثابت فرمایا ہے (ملاحظہ ہو: رسائل ابن عابدین ۱/۲۴۶-۲۴۹)۔

عمومی طور پر جب یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ حسابات ریاضیہ کا اس معاملہ میں اعتبار نہیں تو اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس کا اعتبار جس طرح وجوب صوم میں نہیں کیا گیا اسی طرح اگر ثقہ اور عادل گواہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ ہم نے چاند دیکھا ہے اور حسابات ریاضیہ کے اعتبار سے اس روز رؤیت کا امکان نہیں تو اس صورت میں بھی محض حسابات ریاضیہ کی وجہ سے ان شاہدوں کی شہادت کو رد نہیں کیا جائے گا، لیکن چونکہ عام طور پر حضرات مصنفین جہاں حسابات ریاضیہ کے عدم اعتبار کو بیان فرماتے ہیں وہاں بطور مثال پہلی صورت تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آیا اور منجمین واہل ہیئت یہ بتلاتے ہیں کہ چاند موجود ہے تو محض ان کی بات پر روزہ واجب نہ ہوگا (بلکہ ملا علی قاریؒ کی عبارت میں تو یہاں تک ہے کہ کسی حساب داں نے محض اپنے حساب کی بنیاد پر بلا رؤیت شرعی روزہ رکھا تو وہ گنہگار ہوگا اور اسی بنیاد پر عید الفطر منائی تو فاسق ہوگا اور افطار کو وجوبی طور پر حلال سمجھا تو کافر قرار دیا جائے گا)، اس سے شاید یہ غلط فہمی ہو کہ دوسری صورت میں یعنی جب کہ حسابات ریاضیہ سے رؤیت کا عدم امکان ثابت ہوتا ہو اور شرعی شہادات رؤیت کی میسر ہو جائے تو وہ رد کر دی جائے گی حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ علامہ شامیؒ نے جہاں علامہ سبکی شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "اہل حساب کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اس لئے کہ حساب قطعی چیز ہے" وہیں انہوں نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ علامہ

سبکی کے اس قول کی خود ان کے ہم مسلک مشائخ نے تردید فرمائی ہے اس موقعہ پر جو عبارات مشائخ شافعیہ کی نقل فرمائی ہے اس میں دوسری صورت کی صراحت موجود ہے اور اس میں صاف صاف لکھا ہے کہ اہل حساب کے قول کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی، بلکہ شہادات پر ہی عمل ہوگا، اس لئے کہ شارع نے شہادات کو یقین کا قائم مقام قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: رد المحتار علی الدر المختار ۲/ ۱۰۰)۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر رصدگاہ والے یہ اعلان کریں کہ فلاں روز رؤیت ممکن نہیں اور شہادت شرعیہ سے اس روز رؤیت ثابت ہوجائے تو شہادات پر ہی عمل ہوگا، محض رصد گاہ کی تحقیق وحساب کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس شہادت کو ماننے کی وجہ سے مہینہ ۲۹ سے کم کا لازم نہ آتا ہو، اس لئے کہ اگر مہینہ ۲۹ سے کم کا لازم آتا ہے تو وہ دن محل شہادت ہی نہیں، "لقوله عليه الصلوة والسلام: الشهر هكذا وهكذا وهكذا، وعقد الإبهام في الثالثة، ثم قال: الشهر هكذا وهكذا وهكذا، يعني تمام الثلاثين، يعني مرة تسعاً وعشرين ومرة ثلاثين" (متفق علیہ)۔

اس جگہ ان حضرات کو جو حساب کے قطعی ہونے کے قائل ہیں بڑا اشکال یہ پیش آتا ہے کہ جب آیات قرآنی سے شمس وقمر کا ایک حساب سے جاری ہونا ثابت ہے تو پھر ہم حساب کی قطعیت کی بنیاد پر شہادت کو کیوں رد نہ کریں؟ کیا ان آیات قرآنی سے صرف نظر کرلیا جائے؟ تو ان حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ جو بات قرآن مجید سے ثابت ہے وہ تو صرف اتنی ہے کہ "الشمس والقمر بحسبان" (سورہ رحمان) شمس وقمر کے لئے اللہ تعالی نے ایک حساب مقرر فرمایا ہے اور یہ دونوں اس حساب سے سرمو تجاوز نہیں کرسکتے، لیکن اس حساب کی تفصیل تو قرآن یا حدیث میں موجود نہیں، یہ کیا ضروری ہے کہ اہل ہیئت وریاضی جس حساب کے دعویدار ہیں وہی مراد ہو، اواگر مان بھی لیں کہ وہی حساب مراد ہے تب بھی یہ دعوی کہ

وہ حساب قطعی ہے محل نظر ہے۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ خود ان فنی معلومات کی حقیقت پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اگر چہ حساب بحیثیت حساب کے قطعی ہو کہ دو اور دو چار ہی ہو سکتے ہیں تین یا پانچ نہیں ہو سکتے، لیکن ان دو کا دو ہونا یہ ہماری نظر میں اندازے اور تخمینہ ہی کا حکم ہو سکتا ہے، کتنے ہی باریک سے باریک پیمانوں سے تولا اور پرکھا جائے یہ احتمال ختم کرنا ہماری قدرت میں نہیں کہ ہم نے جس کو دو سمجھا ہے وہ دو سے کسی قدر کم یا زیادہ ہو، خواہ یہ کمی یا زیادتی ایک بال کے ہزارویں حصہ کے برابر ہو، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زمین کے فرش پر کسی زاویہ میں ایک بال کے ہزارویں حصہ کی کمی یا زیادتی اگر چہ بالکل غیر محسوس زیادتی ہے، مگر اوپر کی فضا اور سیاروں تک جب اس زاویہ کے خطوط ملائے جائیں گے تو میلوں کا فرق ہو جائے گا۔

"مذہب اور سائنس" کتاب میں گارڈن بلیف کا ایک اقتباس لیا ہے جس میں صراحت ہے کہ چاند ہم سے دو لاکھ چالیس ہزار میل دور ہے، سورج قریبا نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے (ص / ۶۹)، ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مثلاً آفتاب کو جب ہم کسی وقت دیکھتے ہیں تو وہ آٹھ منٹ پہلے کا آفتاب ہوتا ہے، اسی طرح قریب ترین جس ستارہ کو ہم دیکھتے ہیں وہ چار سال پہلے کا ہوتا ہے (ص / ۷۱) ہم سے قریب ترین ستارہ بھی اتنی دور ہے کہ اس کی روشنی ہم تک آنے میں چار سال لگ جاتے ہیں، حالانکہ روشنی ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل سفر کرتی ہے (ص / ۷۲)۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کیمرہ کی طرح ترقی یافتہ آلات جھوٹ نہیں بولتے، مگر ان آلات کو واقعات پر منطبق کرنا تو بہر حال انسانی نظر اور انسانی عمل ہے، اس میں غیر محسوس فرق ہو جانا کسی وقت بھی مستبعد نہیں، بلکہ واقع ہے جس کا مشاہدہ ہمیشہ اہل فن کے اختلاف سے ہوتا رہتا ہے، دنیا میں جتنی جدید اور قدیم تقویمیں اور جنتریاں اور کیلنڈر وجود میں آئے ہیں ان میں سے صرف ان کو لیا جائے جو مسلّم ماہرین فن نے تیار کئے ہیں تو ان میں بھی باہمی اختلاف نظر آتا ہے، اگر ان حسابات اور آلات کے نتائج قطعی اور یقینی ہوتے تو ماہرین فن کے اختلاف رائے کا

کوئی احتمال نہ رہتا، سائنس کی نئی ترقیات اور فن ریاضی وفلکیات کی جدید ترقیات کا آج کی دنیا میں بڑا ہنگامہ ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ بہت سی نئی تحقیقات نے پرانے فلسفہ اور ریاضی کے اصول کی دھجیاں بکھیر دیں اور اس کے خلاف مشاہدہ کرادیا، لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آج ایک محقق ماہر نے جو کچھ کہہ دیا وہ حرف آخر ہے اس کی تغلیط آئندہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ آئندہ کو چھوڑ کر اسی موجودہ دور میں اسی درجہ کے دوسرے ماہرین اس سے مختلف رائے رکھتے ہیں (رؤیت ہلال/ ۳۸-۳۹)۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: اتنی بات اس اختلاف میں سب کے لئے واضح ہوگئی کہ ان قواعد وآلات سے حاصل ہونے والے نتائج کو قطعی اور یقینی کہنا محض خوش گمانی ہے، صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی غلطیاں ہوسکتی ہیں، چوتھی صدی ہجری کا مشہور اسلامی فلاسفر ماہر نجوم وفلکیات ابوریحان بیرونی جو شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ایک مدت دراز تک ہندوستان میں بھی رہا ہے اور ان فنون کا بے نظیر امام مانا جاتا ہے، اس نئی روشنی اور نئی تحقیقات کے دور میں بھی اس کی امامت سب کے لئے مسلم ہے، روسی ماہرین نے اس کی تحقیقات سے راکٹ وغیرہ کے مسائل میں بڑا کام لیا ہے، ان کی مشہور کتاب **"الآثار الباقية عن القرون الخالية"** ایک جرمن ڈاکٹر سی ایڈ ورڈ سخاد کے حاشیہ کے ساتھ لینرزیک میں چھپ کر شائع ہوئی ہے، اس میں ان آلات رصدیہ کے ان نتائج کے غیر یقینی ہونے کے مسئلہ کو تمام ماہرین فن کا اجماعی اور اتفاقی نظریہ بتلایا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

"علماء ریاضی وہیئت اس پر متفق ہیں کہ رؤیت ہلال کے عمل میں آنے کے لئے جو مقداریں فرض کی جاتی ہیں وہ سب ایسی ہیں جن کو صرف تجربہ ہی سے معلوم کیا جاسکتا ہے، اور مناظر کے احوال مختلف ہوتے ہیں جن کی وجہ سے آنکھوں سے نظر آنے والی چیز کے سائز میں چھوٹے بڑے ہونے کا فرق ہوسکتا ہے، اور فضائی وفلکی حالات ایسے ہیں کہ ان میں جو بھی ذرا

غور کرے گا تو رؤیت ہلال کے ہونے اور نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ ہرگز نہ کر سکے گا"۔

اور "کشف الظنون" میں بحوالہ زیج شمس الدین محمد بن علی خواجہ کا چالیس سالہ تجربہ یہی لکھا ہے کہ ان معاملات میں کوئی صحیح اور یقینی پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی جس پر اعتماد کیا جاسکے (کشف الظنون ۲/۹۶۹، رؤیت ہلال/۴۱-۴۲)۔

اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ رصد گاہوں اور آلات رصدیہ کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات بھی رؤیت ہلال کے مسئلہ میں کوئی یقینی فیصلہ نہیں کہلاسکتی، بلکہ وہ تجرباتی اور تخمینی معاملہ ہے تو اس اصول کے حکیمانہ اصول ہونے کی اور بھی تاکید ہوگئی جو رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں اختیار فرمایا کہ ان کاوشوں اور باریکیوں میں امت کو الجھائے بغیر بالکل سادگی کے ساتھ رؤیت ہونے نہ ہونے پر احکام شرعیہ کا مدار رکھدیا جس پر ہر شخص ہر جگہ ہر حال میں آسانی سے عمل کر سکے (رؤیت ہلال/۴۲)۔

شہادت کے لئے جب ایک ضابطہ شریعت نے مقرر فرمایا تو اس میں مزید قیود کا اضافہ دلیل شرعی کے بغیر ممکن نہیں، وہ شہادت اہل ہیئت کے قطعی حساب کے خلاف نہ ہو، یہ ایک ایسی قید ہے جس کا کوئی شرعی ماخذ نہیں، پھر حساب کو قطعی کہنا خود بلا دلیل اور اہل ہیئت کی تصریحات کے خلاف ہے، جو حضرات قطعیت حساب کے دعویدار ہیں ان کے غور وفکر کے لئے دو واقعات پیش کر رہا ہوں۔

۱- علمائے امت کا اتفاق ہے کہ دنیا کی تمام مساجد محض تحری وتخمینہ سے قائم کی گئی ہیں لیکن مسجد نبوی کی سمت بطور وحی ومکاشفہ قائم کی گئی ہے، حق تعالی نے آنحضرت ﷺ کے سامنے بیت اللہ کو بطور معجزہ کردیا تھا اس کو دیکھ کر آپ ﷺ نے مسجد مدینہ کی بنیاد رکھی۔

"بحر الرائق" میں ہے: "نقل عن أبي بكر الرازي في محراب المدينة أنه مقطوع به فإنه إنما نصبه رسول الله ﷺ بالوحي" (۱/۳۳)، درمختار میں ہے: "وكذا المدني

لثبوت قبلتها بالوحي" (درمختار علی ہامش الشامی ۱/ ۳۱۵)، اس لئے باجماع امت مسجد نبوی کی سمت بالکل یقینی ہے، لیکن حسابات ریاضیہ سے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو چند ماہرین ہندسہ کو مدینہ منورہ بھیج کر پہلے مسجد نبوی کی سمت قبلہ کو آلات ریاضیہ سے جانچا، تو معلوم ہوا کہ آلات کے ذریعہ نکالے ہوئے خط سمت قبلہ سے مسجد نبوی کی سمت قبلہ دس درجہ مائل بجنوب ہے، جیسا کہ علامہ مقریزی نے (کتاب الخطط ۲/ ۲۵۶) میں بالفاظ ذیل اس کا ذکر کیا ہے: "إن أحمد بن طولون لما عزم علی بناء هذا المسجد بعث إلی محراب رسول الله ﷺ من أخذ سمته، فإذا هو مائل عن خط سمت القبلة المستخرج بالصناعة نحو عشر درج إلی جهة الجنوب"۔

اب جو لوگ آلات رصدیہ پر مدار رکھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں وہ دیکھیں کہ ان کی تجویز پر تو مسجد نبوی کی سمت قبلہ بھی پوری نہیں اترتی، اگرچہ موجودہ زمانہ کے آلات کے مطابق مسجد نبوی کی سمت قبلہ کے عین مطابق ہے لیکن اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ آلات پر مدار رکھنا اور اصول شرع کو محض آلات رصدیہ کی وجہ سے چھوڑنا غلط طریقہ ہے۔

۲- نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اس کی نماز بھی پڑھی اور پڑھائی تھی، "بخاری شریف" اور دیگر کتب حدیث میں اس کی صراحت موجود ہے کہ سورج گرہن کا یہ واقعہ اس روز پیش آیا تھا جس روز آپ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی، اس موقع پر علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اکثر اہل سیر کے حوالہ سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم کی کی وفات دس چاند کو ہوئی تھی، دو قول اور بھی ذکر کئے ہیں جن میں ایک چار چاند کا اور دوسرا چودہ کا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"(قوله یوم مات إبراهیم) یعني ابن النبي ﷺ وقد ذکر جمهور أهل السیر أنه مات في السنة العاشرة من الهجرة فقیل في ربیع الأول وقیل في

رمضان، وقیل: فی ذی الحجة، والأکثر علی أنها وقعت فی عاشر الشهر وقیل فی رابعة وقیل فی رابع عشرة" (فتح الباری ۲/ ۴۲۳)۔

چنانچہ خود حافظ ابن حجر نے اپنی دوسری تصنیف الاصابہ ۱/ ۹۳ میں اور علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے "الاستیعاب" (علی ہامش الاصابہ ۱/ ۴۳) میں بھی دس چاندوالا قول نقل فرمایا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے "مرقات شرح مشکوٰۃ" (۲/ ۲۷۵) میں حافظ کے حوالہ سے اسی کو ذکر کیا ہے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اَوجز المسالک میں اس کو "شرح احیاء" اور "تاریخ الخمیس" کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، دیکھئے: (اوجز المسالک ۴/ ۲۵)۔

اہل ہیئت کے نزدیک یہ بات اصول مسلمہ میں سے ہے کہ سورج گرہن قمری مہینہ کی آخری تاریخوں (۲۷/ ۲۸/ ۲۹) میں ہوتا ہے اور یہاں حدیث میں تصریح موجود ہے کہ حضرت ابراہیم کی وفات کے روز سورج گرہن ہوا اور اکثر اہل سیر یہ فرماتے ہیں کہ ان کی وفات دس چاند کو ہوئی، جس کا مطلب یہ ہوا کہ دس چاند کو سورج گرہن ہوا، اب اگر اہل ہیئت سے اس سلسلہ میں دریافت کیا جائے تو وہ صاف صاف لفظوں میں یہ کہیں گے کہ یہ ناممکن اور محال ہے، لیکن علماء کرام اور محدثین عظام اسی واقعہ کو ان کی تردید کے لئے پیش فرماتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اسی موقع پر تحریر فرماتے ہیں: "وفیه رد علی أهل الهیئة؛ لأنهم یزعمون أنه لا یقع فی الأوقات المذکورة وقد فرض الشافعی وقوع العید والکسوف معاً واعترضه بعض من اعتمد علی قول أهل الهیئة وانتدب أصحاب الشافعی لدفع قول المعترض فأصابوا" (فتح الباری ۲/ ۴۲۳)، دیکھئے حافظ نے اس موقع پر اہل ہیئت کی تردید فرمائی ہے (بلکہ ان کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ عید اور کسوف دونوں جمع ہو جائیں، اور اہل ہیئت کی بات کا اعتبار کرنے والوں کی طرف امام پر جو اعتراض وارد کیا گیا اس کا اصحاب شوافع نے جواب دیا اور ان کے اس جواب کی

خود حافظ ''فأصابوا'' فرما کر تصویب وتائید کی ہے)۔ ملا علی قاری بھی ''شرح مشکوۃ'' میں یہی بات فرماتے ہیں: ''وفيه رد لقول أهل الهيئة لا يمكن كسوفها في غير يو م السابع أو الثامن أو التاسع والعشرين إلا أن يريدوا أن ذلك باعتبار العادة وهذا خارق لها'' (مرقات ۲/۲۷۵)۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے ''اوجز'' میں اس مسئلہ پر مستقل بحث فرمائی ہے: ''والسادس فيما قال أهل الهيئة أن الكسوف لا يكون إلا في الثامن والعشرين أوالتاسع والعشرين، وقد ورد عند أهل التاريخ وقوعها في الأوقات المختلفة وورد أن الشمس كسفت عند شهادة الإمام حسين في العاشوراء وتقدم عن العيني ردًّا على أهل الهيئة إنه لو كان الكسوف لوقوعه في ظل الأرض في وقت لكان ذلك محدوداً معلوماً؛ لأن المجرى منهما محدود معلوم فلما كان تأتي في الأوقات المختلفة والمجرى واحد علم قطعاً فساد قولهم انتهى'' (أوجز المسالک ۴/۲۵)۔

اس لئے رؤیت ہلال کی شہادت بھی محض اس وجہ سے رد نہیں کی جاسکتی کہ رصدگاہ والے اس روز رؤیت کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔

ج- مطلع کا صاف یا گرد آلود ہونا حسی چیز ہے، جس کا فیصلہ بہ آسانی کیا جاسکتا ہے، اس کے لئے محکمۂ موسمیات کی مدد لینا سمجھ میں نہیں آتا، اور رؤیت کے امکان وعدم امکان کا سوال، تو جب اس سلسلہ میں ان کی بات کا شرعاً اعتبار ہی نہیں تو پوچھنے سے کیا حاصل؟

د- اگر ہلال رمضان میں غیر واحد عادل پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ کا حکم دیا گیا اور تمیں روزے پورے ہوجانے کے بعد بھی رؤیت ہلال نہ ہوئی تو بحالتِ صحو عید کرنی جائز نہیں اور بحالت ِعلت عید کرنی جائز ہے، (تفصیل کے لئے دیکھئے: شامی ۱/۱۰۳، نیز دیکھئے: تقریرات

الزیلعی ۱/ ۱۴۷)۔

نوٹ: اس مسئلہ میں علماء پاکستان نے اسی پر اتفاق فرمایا ہے جو احقر نے جواب میں کہا ہے، ان اتفاق کرنے والوں میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ بھی شامل ہیں۔

علامہ شامیؒ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ثم اعلم أنه إذا تم عدد رمضان ثلاثين بشهادة فرد ولم ير هلال الفطر والسماء مصحية لا يحل الفطر اتفاقاً لظهور غلط الشاهد...... ولا خلاف في حل الفطر إذا تم العدد وكان بالسماء علة ليلة الفطر وإن ثبت رمضان بشهادة الفرد كما حرره في إمداد الفتاح" (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۳۶)۔

جواب (۳)

الف- مطلع صاف ہونے کی صورت میں جمع عظیم کی رویت شرط ہے، البتہ صاحب "بحر الرائق" علامہ ابن نجیمؒ کے بقول دو کی گواہی سے بھی کام چل جائے گا، اور اگر خارج مصر یا بلند مقام سے دیکھنے والا ایک بھی ہو تو اس کی شہادت سے ثبوت ہو جائے گا، علامہ شامیؒ اپنے رسالہ "تنبیه الغافل والوسنان" میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث فرمانے کے بعد آخر میں خلاصہ تحریر فرماتے ہیں: "حاصل ما مر فيما يتوقف عليه وجوب الصوم عندنا رؤية الهلال من عدل أو مستور لو في السماء علة وإلا فجمع عظيم أو اثنان على ما اختاره في البحر في زماننا أو واحد عدل إذا جاء من خارج المصر أو من مكان عال" (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۳۸)۔

فاسق کے صدق کا اگر ظن غالب ہو تو اس کی شہادت قبول کرنا جائز ہے، درمختار میں ہے:

"فلو قضی بشهادة فاسق نفذ و أثم فتح" (درمختار و شامی ۴/۴۱۴)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: "کیونکہ اگر فاسق کی شہادت کو مطلقاً رد کرنا قرار دیا جائے تو ساری دنیا کا نظام مختل ہو جائے، کیونکہ معاملات کے لئے قابل قبول شہادت ہزار میں ایک بھی میسر آنا مشکل ہو جائے گا، ہاں یہ ظاہر ہے کہ قاضی کے لئے غلبۂ ظن بصدق مخبر ضروری ہے، جو فاسق اس درجہ میں نہ ہو اس کی شہادت رد کی جائے گی ورنہ قبول کرنا چاہئے تاکہ حقوق ضائع نہ ہو جائیں، "معین الحکام" میں (باب الثانی والعشرین/۱۴۵) میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کرکے اس کو ترجیح دی ہے۔

ب- حاکم مسلم نہ ہونے کی صورت میں تمام شرائط شہادت ساقط نہ ہوں گی، بلکہ ممکنہ شروط کا اعتبار ضروری ہے۔ "ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة و أفطروا بأخبار عدلين مع العلة للضرورة" (درمختار مع الشامی ۲/۹۹-۱۰۰)، اس میں عدد کی صراحت ہے جو شروط شہادت میں سے ہے (دیکھئے: البحر الرائق ۲/۲۸۷)۔

اس میں الفاظ "إن أمكن ذلك" سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکنہ شروط کی رعایت ضروری ہے۔

ج- اگر ثبوت رؤیت ان کی شہادت پر موقوف ہے تو ان کے لئے ضروری ہے کہ فوری طور پر شہادت دیں (شامی ۲/۹۹)۔

اگر ان کی یہ تاخیر اس لئے ہے کہ مقامی علماء یا چاند کمیٹی تک پہنچنا اس کے لئے فوری طور پر ممکن نہ تھا، تب تو اس کی شہادت رد نہیں کی جائے گی ورنہ رد کی جا سکتی ہے۔ "وعليه تفرع مالو شهدوا فی آخر رمضان برؤية هلاله قبل صومهم بيوم إن كانوا فی المصر ردت لتركهم الحسبة وإن جاؤا من خارج قبلت من الفتح ملخصاً" (شامی ۲/۹۹)۔

نوٹ: آج کل عوام مسلمین میں مسائل شریعت سے جہالت و ناواقفیت بھی عام ہے، اگر ان کی یہ تاخیر اسی جہالت کی وجہ سے تھی تو ان کی شہادت رد کی جائے یا نہیں؟ اس کی صراحت نہیں ملی۔

جواب (۴)

الف، ب- اگر قاضی کا تقرر تمام مسلمین کی تراضی سے عمل میں آیا ہے تو سب کے حق میں واجب العمل ہے۔

ج- دوسرے صوبہ کے مسلمانوں کے حق میں واجب العمل نہیں ہے، محض خبر کی حیثیت رکھتا ہے۔

د- اگر اعلان بایں الفاظ ہو کہ فلاں رؤیت ہلال کمیٹی چاند کا شرعی ثبوت مل جانے کے بعد یہ اعلان کر رہی ہے یا اپنے انتظام سے کرا رہی ہے کہ رؤیت شرعاً ثابت ہو چکی ہے اور یہ کمیٹی جانی پہچانی اور معتبر ہو اور اس کے تمام ارکان پابند شرع ہوں تو یہ اعلان مقبول اور واجب العمل ہوگا۔

اور اگر اعلان کے طور پر نہیں، بلکہ محض خبر کے طور پر نشر کر رہا ہے اور تجربہ سے یہ ثابت ہو کہ یہ ریڈیو کسی خاص ضابطہ کے تحت ہے، بلا اجازت معتبر خبر شائع نہیں کی جا سکتی تو ہلال رمضان کے اثبات کے لئے کافی ہے، ہلال فطر کے اثبات کے لئے کافی نہیں۔

جواب (۵)

الف، ب- دیگر قریبی ممالک جہاں مطلع عموماً صاف رہتا ہو اور رؤیت ہوتی ہو، ان سے رابطہ قائم فرما کر بطریق موجب ثبوت مہیا کیا جائے۔

ج- حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: ”مختلف ریڈیو اسٹیشنوں کی خبریں

بھی جب وہ حد تواتر کو پہنچ جائیں تو استفاضہ میں داخل ہیں" (فتاوی دارالعلوم ۲/ ۴۸۷ مطبوعہ کراچی)۔

تین ریڈیو اسٹیشنوں سے بھی حصول استفاضہ ممکن ہے۔ "قال الحافظ ابن حجر العسقلانیؒ والثانی وهو أول أقسام الآحاد مالهٗ طرق محصورة بأكثر من اثنين وهو المشهور عند المحدثين سمي بذلك لوضوحه وهو المستفيض على رأی جماعة من أئمة الفقهاء" (شرح نخبۃ الفکر)، مگر حقیقت یہ ہے کہ استفاضہ کے لئے کوئی عدد متعین نہیں، بلکہ جتنی اخبار سے غلبۂ ظن متحقق ہوجائے وہ خبر مستفیض ہے، واللہ تعالی أعلم۔

رؤیت ہلال میں اختلاف مطالع کا اعتبار

ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام ☆

الحمد لله وحده والصلواة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد۔

الف-نفس اختلاف مطالع میں تو کوئی نزاع نہیں اس طرح پر کہ دو شہروں کے بیچ اتنا فاصلہ ہو کہ اگر ایک شہر میں رؤیت ہو جائے تو دوسرے شہر میں نہ ہو ایسا ہونا ممکن ہے اور اس کا وقوع بھی ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه، بمعنى أنه قد يكون بين البلدتين بعد بحيث يطلع الهلال ليلة كذا في إحدى البلدتين دون الأخرى"

(درمختار ۲/ ۱۳۱)۔

اس کے بعد شامیؒ فرماتے ہیں:

"وإنما الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع، بمعنى أنه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم ولا يلزم أحد العمل بمطلع غيره أم لا يعتبر اختلافها، بل يجب العمل بالأسبق رؤية" (درمختار ۲/ ۱۳۲)۔

مفتی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں: "اختلاف مطالع کا حنفیہ کے یہاں اعتبار نہیں"

☆ خادم الحدیث والتفسیر والفقہ، جامعہ دار العلوم (مئو)۔

(کفایت المفتی ۴ر۲۰۷)۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی اور بعض شوافع کے نزدیک اگر ایک شہر میں رؤیت ہو جائے تو ملک کے تمام شہروں کے باشندوں پر روزہ رکھنا ضروری ہوگا، یعنی ان حضرات کے نزدیک اختلاف مطالع نہیں اور بعض لوگوں نے مسافت کی قلت و کثرت پر منحصر کرتے ہوئے کہا کہ اگر مسافت قریبہ ہوتو دوسرے شہر کی بھی رؤیت سمجھی جائے گی، ورنہ نہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں:

"جو شہر ایک دوسرے سے اتنے دور ہوں کہ دونوں کے درمیان اختلاف مطالع کا فرق ہے ایسے شہروں پر ظاہر مذہب تو یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے اگر دو شہروں کے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہو تب بھی ایک شہر کی رؤیت دوسرے کے حق میں حجت ملزمہ ہے بشرطیکہ رؤیت کا ثبوت شرعی طریقہ سے ہو جائے، یہی مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے لیکن بعض متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے کہ جہاں اختلاف مطالع کا واقعی فرق ہے وہاں اس کا شرعاً بھی اعتبار ہونا چاہئے، حضرات شافعیہ کا بھی یہی قول ہے، لیکن فتوی ظاہر مذہب پر ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں نہ بلاد قریبہ میں اور نہ بلاد نائیہ میں" (آپ کے مسائل اوران کا حل از مولانا محمد یوسف لدھیانوی ۳ر۲۵۹، ۲۶۰)۔

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب نے اپنے رسالہ "رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت" میں اختلاف مطالع کے اعتبار کر لینے پر چند خرابیوں کا تذکرہ فرمایا ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ جس مکان یا جس گاؤں پر یہ مقدار پوری ہوگی اس جگہ اور اس گھر سے مطلع بدل جانے کا اعتبار ہوگا، لہذا اگر ۲۹ر رمضان کا چاند ہوگا تو اس گھر اور محلہ تک روزہ رکھنے کا حکم ہوگا اور اس کے بعد متصلاً ہی نماز عید پڑھنے کا حکم وجوبی ہو جائے گا اور پھر اس سے جس افراتفری کا ظہور ہوگا وہ افراتفری اس افراتفری سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔

بہرکیف رؤیت ہلال کے ثبوت اور عدم ثبوت میں اختلاف مطالع جمہور فقہاء کے نزدیک موثر نہیں بلکہ ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ قول میں اہل مشرق کی رؤیت اہل مغرب کے لئے جب کہ وہ طریق موجب سے آئے تو اس کے مطابق حسب ضابطۂ شرع عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ درج ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

"اختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب، وعليه اكثر المشائخ، وعليه الفتوىٰ بحر عن الخلاصة، فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم روية اؤلٰئک بطريق موجب" (درمختار علی ہامش الشامی ۹۶/۲، فتاویٰ ہندیہ ۲۱۱/۱)۔

اب رہی یہ بات کہ وہ عبارتیں جمہور ائمہ وفقہاء کے مسلک کے خلاف ہیں جیسے صاحب "تبیین الحقائق" کی درج کردہ عبارت "لأهل كل بلد رؤيتهم" یا سید عمیم الاحسان کی "کتاب قواعد الفقہ" میں موجود ضابطہ "إن جواب السؤال يجرى على حسب ما تعارف كل قوم في مكانهم" (قواعد الفقہ ۷۴) کی کیا توجیہ ہوگی۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ اپنے رسالہ "رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت" میں یوں رقمطراز ہیں: "ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ ہر قوم اپنے یہاں کی رؤیت کی مکلّف ہے اپنے یہاں چاند حسب ضابطۂ شرع نظر آجائے تو عمل کرلیا جائے، چاند تلاش کرنے کے لئے گردوپیش میں دوڑنا ضروری نہیں، بلکہ دور دراز کا سفر اس کے لئے اختیار کرنا منشأ شرع وشارع علیہ السلام کے خلاف ہو جائے گا، البتہ اگر طریق موجب سے دور یا نزدیک سے رؤیت ہلال کی اطلاع آجائے تو اس کا لحاظ کرنا بھی مفتی بہ قول کی رو سے ضروری ہوگا" (رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت ۳۲)۔

(۱) ب: اب آیئے ذرا اس کا بھی علماء وفقہاء کے اقوال سے جائزہ لیا جائے کہ اختلاف مطالع کتنی مسافت پر ہوتا ہے اس سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں چند درج ذیل ہیں:۔

۱- علامہ ابن عابدین شامی نے چھ سو اسیؔ میل بیان کیا ہے۔

۲- علامہ شامی ہی نے کسی کا قول پانچ سو اسی میل انگریزی بھی نقل فرمایا ہے۔

۳-بعض چار سو اسیؔ میل کے قائل ہیں۔

۴- کچھ لوگوں نے ایک ماہ کی مسافت کا پیمانہ بیان کیا تو کسی نے

۵-تبدیل اقلیم سے تبدیل مطلع ہونا بیان کیا۔

(۱) ج: ہوائی جہاز پر اڑ کر چاند دیکھنے کی اجازت نہیں اور نہ ایسی شہادتیں معتبر ہیں اگر بلندی کا اعتبار ہوتا تو حجاز میں پہاڑوں کا لاتعداد سلسلہ ہے، علامہ ابن تیمیہ نے ایک جگہ لکھا ہے:"قد قيل إن بمكة اثنى عشر ألفا من جبل" لیکن عہد رسالت وعہد صحابہؓ میں ایک بھی ثبوت نہیں ملتا کہ بلندی پر چڑھ کر چاند دیکھا گیا ہو، اس لئے بلندی کی سطح کا کوئی اعتبار نہیں۔

مذکورہ سطور سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال کے مطالع الگ الگ ہیں تو ضرور، مگر ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں، اس لئے اگر ہندوستان میں رؤیت ہو جائے اور شرعی شہادت صداقت کے سبھی حضرات قائل ہوں تو یہ خبر ہندوستان کے سوا دوسرے مذکورہ ممالک میں بھی معتبر ہوگی۔ ۱۳۰۷ء میں اکابر کا اس سلسلہ میں متفقہ فیصلہ بھی ہو چکا ہے، اس لئے سطح کی بلندی و پستی کا رؤیت ہلال میں کوئی دخل نہیں۔

(۱) د: جن جن علاقوں میں محکمۂ قضا یا رؤیت ہلال کمیٹی ہے وہاں پر اس اعلان کے اعتبار کی دو صورتیں ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ یہ اعلان مرکزی قاضی کا ہو یا مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا ہو جس کے تحت یہ دار القضاء اور کمیٹیاں قائم ہیں، ایسی صورت میں تمام علاقوں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کو یہ ماننا پڑے گا، دوسری صورت یہ کہ اعلان ماتحت کسی قاضی کا ہے سو وہ بھی چند شرطوں کے ساتھ موجب للحکم ہے، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے اسکی تفصیل یوں بیان کی ہے بعینہ درج ہے:

"مذاہب اربعہ اور جمہور علماء کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے علماء اس نتیجے پر پہنچے کہ اُصولی طور پر ذیلی ہلال کمیٹی کا فیصلہ مرکزی ہلال کمیٹی کے لئے اس وقت قابل تقلید ہوسکتا ہے، جبکہ وہ فیصلہ دوسرے قاضی کے پاس شرعی شہادت کے ساتھ دو گواہ لے کر پہنچیں صرف ٹیلیفون وغیرہ پر اس کی خبر دینا کافی نہ ہوگا، جمہور فقہاء امت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کا اصل مذہب یہی ہے"۔

اعلان رؤیت کا طریقہ کار

"ہدایہ، کتاب الام للامام الشافعیؒ اور مغنی لابن قدامہ" وغیرہ میں اس کی تصریحات درج ہیں، مگر اس میں طوالت ہے اور دشواری ہے، اس لئے حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند علماء کو ضرور لیا جائے جو شرعی ضابطۂ شہادت کا تجربہ رکھتے ہوں اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کرنا نہ ہو، بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار بھی دیا جائے، یہ ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر کوئی فیصلہ کر دیتی ہے تو فیصلہ شہادت کی بنیاد پر ہو چکا، اب صرف اعلان کا کام باقی ہے، اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار آدمی مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طور پر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دے اور مرکزی کمیٹی اس صورت میں اس کو اپنا فیصلہ کہہ کر نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ سن کر اس طرح نشر کرے کہ "مرکزی کمیٹی کے سامنے کوئی شہادت نہیں آئی بلکہ فلاں ذیلی کمیٹی نے جس میں فلاں فلاں علماء شریک ہیں شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے ہم اس فیصلہ پر اعتماد کر کے اعلان کر رہے ہیں" اس صورت میں مرکزی کمیٹی کا اعلان ٹیلیفون سے آئی ہوئی اطلاع پر درست ہوسکتا ہے۔

اسی سے ملتا جلتا قول حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کا بھی ہے جسے

انہوں نے آپ کے مسائل اوران کا حل (۳ر۲۵۷) میں نقل فرمایا ہے۔

(۱) ہ: سب سے پہلے ریڈیوٹیلیفون ،فیکس یا ٹیلی گرام سے ملنے والی خبروں پر مفتیان کرام وفقہاء عظام کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری فرماتے ہیں: بذریعے ریڈیو، خط، وٹیلی گراف سے عید منانا روزہ رکھنا صحیح نہیں، کیونکہ یہ حجت شرعیہ نہیں اس کی دلیل ''ترمذی شریف'' کی وہ روایت ہے جس میں ابوکریبؒ سے حضرت ابن عباسؓ نے جب کہ وہ شام سے مدینہ تشریف لائے تھے پوچھا کہ آپ نے بذاتِ خود چاند دیکھا تھا؟ فرمایا نہیں اوروں نے دیکھا اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم نے شنبہ کی رات دیکھا اسی حساب سے تیس روزے پورے کریں گے'' (ترمذی ار۸۷، مغنی لابن قدامہ ۳ر۷)۔

حدیث پاک میں موجود ہے:"لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ، فإن غم علیکم فاقدروا۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ''ٹیلی فون کی خبر پر رؤیت ہلال کے ثبوت کا حکم دینا ناجائز ہے، کیونکہ ٹیلفون شہادت شرعیہ کی حدود میں داخل نہیں اگر چہ آواز پہچانی جائے'' (کفایت المفتی ۴ر۲۰۴)۔

اسی طرح حضرت مفتی صاحبؒ تار کی خبر کے متعلق لکھتے ہیں:'' تار میں چونکہ کمی بیشی اور غلطی ہوتی رہتی ہے،اس لئے وہ ثبوت رؤیت ہلال کے لئے کافی نہیں'' (کفایت المفتی ۴ر۱۹۸)۔

حضرت مفتی محمودالحسن صاحب گنگوہیؒ فتاوی محمودیہ میں لکھتے ہیں:''محض ٹیلی فون کی خبر پر صوم وافطار درست نہیں'' (فتاوی محمودیہ ۳ر۱۱۱)۔

حضرت تھانوی صاحبؒ فرماتے ہیں:'' اگر قرائن قویہ سے متکلم کی تعیین معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص ہی بول رہا ہے تو ٹیلیفون کی خبر معتبر ہے'' (امداد الفتاوی ۲ر۸۷)۔

مفتی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں ''تار یا بذریعہ ڈاک سرکاری آئے ہوئے خطوط سے رؤیت درست نہیں'' (فتاوی محمودیہ ۳/ ۱۱۴)۔

ایک دوسرے مقام پر ریڈیو کی خبر کے سلسلہ میں مفتی صاحب فرماتے ہیں: ''ریڈیو کے ذریعے سے بھی شرعی شہادت حاصل نہیں ہوتی'' (فتاوی محمودیہ ۳/ ۱۱۴)۔

حضرت مفتی محمود صاحبؒ آگے چل کر لکھتے ہیں: ''اگر حاکم مسلم یا رؤیت ہلال کمیٹی جس کے افراد حدود شرعی سے واقف ہوں اور متبع شریعت ہوں ثبوت رؤیت کے بعد ریڈیو پر اعلان کرے یا اعلان کرائے اس طرح پر کہ ہم نے شہادت لی ہے اور رؤیت کا ثبوت ہو گیا ہے تو یہ اعلان شرعاً قابل تسلیم ہوگا، جبکہ رؤیت یوم الشک یعنی ۲۹ رشعبان میں ہو اور مطلع ناصاف ہو'' (ایضا ۳/ ۱۲۱)۔

اسی سے ملتی جلتی تقریر حضرت مفتی محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم کی ہلال رمضان کی متعلق ٹیلیفون کے ذریعہ اعتبار کر لینے کی بھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

''اگر ہلال رمضان کی اطلاع ریڈیو سے مل رہی ہو یا ٹیلیفون فون یا تار سے اور یہ معلوم ہو جائے اور پورے وثوق سے سمجھ لیا جائے کہ فلاں شخص بول رہا ہے یا یہ تار فلاں شخص کا ہی ہے جو قابل اعتبار ہے اور اس کی آواز کو خوب اچھی طرح پہچانا جاتا ہے اور اگر ایسی خبروں سے صدق کا ظن غالب ہو جائے تو ان کی معتبر مان لیا جائے گا'' (ایضا ۳/ ۱۲۹)۔

خلاصہ کلام یہ کہ جن مسائل میں خبر بھی کافی ہے ان میں اگر متعدد تار، ریڈیو، ٹیلیفون کی اطلاع سے ظن غالب ہو جائے تو ایسی خبر معتبر ہے اور اس میں حجاب مانع قبول نہیں۔ درمختار میں ہے:''وقیل بلا دعوی و بلا لفظ اشهد و بلا حکم و بلا مجلس قضاء لانه خبر لا شهادة''۔

بعض فقہاء نے اس میں مزید کچھ شرطیں بڑھا دی ہیں مثلاً کلام پوری طرح سنا گیا ہو

آواز برابر پہچانی گئی ہو قرائن سے پورا یقین ہو گیا ہو کہ چاند ہوا ہے اور مستند علماء نے اسے قبول کر لیا ہو (فتاوی رحیمیہ ۱/ ۲۷۸، ۲۷۹)۔

مذکورہ سطور سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ریڈیو ٹیلیفون وغیرہ سے خبر دینا صحیح ہے ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایک آدمی کے فون کی خبر معتبر نہیں تاوقتیکہ تین، چار دیندار آدمیوں کی اطلاع نہ ہو اور آپ سبھی کو جانتے ہوں آواز پہچانتے ہوں، لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے ایسی خبر موجب للحکم ہے، بلکہ وہ صرف شخصی طور سے عمل کرنے کے لئے کافی ہو سکتی ہے، البتہ تار، ٹیلیفون، تار برقی، خطوط اخبارات اتنی کثرت سے آجائیں کہ غلبۂ ظن کو مفید ہوں تو صوم وافطار کا حکم دیا جا سکتا ہے (کفایت المفتی ۴/ ۲۰۹)۔

مفتی صاحب کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ خبر بھی کبھی شہادت کا درجہ رکھتی ہے اور حجت شرعیہ بن سکتی ہے۔

اب آیئے ہلال عید کے متعلق تھوڑی گفتگو ہو جائے، ہلال عید کے لئے باتفاق امت شہادت شرط ہے، ان میں تار، ریڈیو، ٹیلیفون کی اطلاع مطلقاً معتبر نہیں یا تو دیندار اور معتبر آدمی خود چاند دیکھنے کی گواہی دیں یا چاند دیکھنے والوں سے گواہی لی جائے یا قاضی و مفتی عام یا ہلال کمیٹی کے صدر کا سندی فرمان لائیں یا ریڈیو کے ذریعہ اس طرح اعلان ہو کہ "شہادت کے ذریعہ چاند کا ثبوت ہو گیا ہے اور رؤیت ہلال کمیٹی (جس کے ذمہ دار مسائل شرع سے واقف اور مقبول الشہادۃ ہیں) یا حکومت مسلم (قاضی یا وزیر) کی طرح سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ کل فلاں روز نماز عید ادا کی جائے گی اگر ان شرطوں کے علاوہ ہوتا ہے تو وہ معتبر نہ ہو گا۔

خلاصۂ کلام تار، ریڈیو، ٹیلیفون، فیکس وغیرہ کی خبر و شہادت من وجہ معتبر ہے اور من وجہ غیر معتبر، اس لئے اگر ایسا کر لیا جائے کہ ہر خطہ میں ایک ایسی ذیلی کمیٹی ہو جس میں باوثوق علماء ہوں اور جنہیں صرف شہادت یا خبر مہیا کرنے کا اختیار نہ ہو بلکہ نفاذ احکام کا بھی حق ہو اگر اس ذیلی

کمیٹی کا کوئی مستند عالم جو مذکورہ شرط رکھتا ہے ٹیلیفون یا مذکورہ بالا طریق سے مرکزی کمیٹی کو رویت سے مطلع کرتا ہے تو یہ رویت ہر خط میں قابل تسلیم ہوگی اور اس پر عمل ضروری ہوگا۔

حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ کی یہی رائے ہے۔

رویت سے متعلق ماہر فلکیات کی حتمی رائے

الف وج: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ علوم فلکیات وموسمیات موجب للیقین ہیں یا نہیں؟ اور ان کی بنیاد پر رویت ہلال کا حکم لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مسٹر ڈی میکنالی اسسٹنٹ ڈائریکٹر شعبہ علوم وطبعیات یونیورسٹی آف لندن آبزرویٹری کی رائے درج ذیل ہے، جو ضیاء الدین صاحب ایم اے لاہوری کے استفسار کا جواب ہے:

''آپ کے استفسار کے متعلق کہ آیا آبزرویٹری سائنسداں کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں جس سے اب نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیشین گوئی کر سکیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے، درحقیقت رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جا سکتا'' (القاسم دیوبند؛ شمارہ ۱۲ صفحہ ۵-۶)۔

اسی مسئلہ پر وائل گرین وتچ آبزرویٹری انگلستان کی سائنس ریسرچ کونسل کی جدید ترین تحقیق کا نچوڑ ان کے تیار کردہ فلکیاتی معلومات شیٹ ۶ میں یوں درج ہے: ''ہر ماہ نئے چاند کی پہلی مرتبہ دکھائی دی جانے والی تاریخوں کے متعلق پیشین گوئی کرنا ممکن نہیں، کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہیں جنہیں ان شرائط کے تعین کرنے میں استعمال کیا جا سکے جو چاند کے اول بار دکھائی دیئے جانے کے لئے کافی ہوں رویت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیشین گوئی غیر یقینی ہوتی ہے (ایضاً شمارہ ۱۲ ص ۶)۔

آپ کے سامنے ماہرین علوم فلکیات وطبعیات کے اقوال پیش کر دیئے گئے جس سے

معلوم ہو گیا کہ آج بھی سائنسداں پہلی رؤیت کے تعیین پر نا کام ہیں۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس پر عبادات کا انعقاد سائنسی آلات اور جدید علوم کا مرہون منت نہیں کسی کو بھی عبادات کے اوقات یا دنوں میں ترمیم کا حق نہیں ہے۔

آیاتِ قرآنیہ و احادیث نبویہ ہمیں اس کا مکلف بناتی ہیں کہ ہم بصری رؤیت پر عمل کریں البتہ بعض علماء وفقہاء سے اتنا اشارہ تو ضرور ملتا ہے کہ فلکیاتی وموسمیاتی علوم سے بصری رؤیت میں مدد لی جاسکتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر علماء کی تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ آج شام ہلال عید یا ہلال رمضان ہوگا اور بصری رؤیت بھی حاصل ہوگی تو وہ حجت ہے اور اگر صرف فلکیاتی تحقیق ہوئی، مگر بصری رؤیت نہ ہوسکی تو وہ قطعاً حجت نہیں، اب وہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پیش خدمت ہیں جو ان علوم کے اصالۃ اعتبار کرنے کی مخالفت کرتی ہیں:

۱- "فمن شهد منكم الشهر فليصمه" (سورہ..........)۔

۲- "يسئلونک عن الاهلة قل هی مواقيت للناس والحج" (سورہ..........)۔

۳- "صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم فاكملوا العدة شعبان ثليثين"۔

۴- "الشهر تسع و تسعون ليلة فلا تصوموا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا ثلثين"۔

۵- "روى ابن عمر قال ترأى الناس الهلال فاخبرت رسول الله ﷺ انی رأيته فصام وامر الناس بصيا مه" (رواہ ابوداؤد والدارمی)۔

۶- "لا تقدموا الشهر حتى ترو الهلال او تكملوا لعدة ثم صوموا حتى ترو الهلال او تكملوا العدة" (رواہ ابوداؤد والنسائی)۔

۷- ''نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا و هكذا (۸)'' صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته وانسكولها فان غم عليكم فاتموا ثلاثين وان شهد شاهدان فصوموا وافطروا'' (النسائی)۔

مذکورہ بالا تمامی آیات وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہرین فلکیات وموسمیات کو رؤیت میں کچھ بھی دخل نہیں۔

شہاب الدین رملی فرماتے ہیں: ''إن الشارع لم يعتمد الحساب بل ألغاه بالكلية''۔ حضرت تھانوی سے بھی تردید ہی کا ثبوت ملتا ہے وہ فرماتے ہیں:۔'' شریعت کا حکم سہل قواعد پر مبنی ہوتا ہے، نہ کہ دقائق پر (امداد الفتاوی ۲/ ۱۱۹)۔

(۲) ب: رؤیت ہلال کے سلسلہ میں بصری رؤیت کا ہی اعتبار ہوگا فلکیاتی علوم خواہ کچھ بھی کہیں شہادت شرعیہ کا اعتبار ہوگا ہاں اس کے بالمقابل صرف فلکیاتی رؤیت غیر معتبر ہوگی۔

علامہ تقی الدین سبکی کے قول'' فلکیات کا علم قطعی ہے، لہذا شہادت کے مقابلہ میں اس پر عمل واجب ہے'' کی تقریبا سارے ہی فقہاء عظام ومفتیان کرام نے تردید کی ہے۔

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت کے اعتبار کر لینے کی صورت پر نماز روزہ جیسی اہم عبادات اوقات کی تعیین وثبوت علم ہندسہ یا علم فلکیات کے تابع ہوجائے گا، پھر اس سے اس دین کے فطری اور دین الہی نہ ہونے کا بھی الہام ہوتا ہے (رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت ر ۳۵)۔

حضرت مولانا مفتی عبید اللہ صاحب اسعدی نے فلکیات کے عدم اعتبار پر انتہائی پر مغز اور بسیط مقالہ لکھا ہے جس میں ائمہ اربعہ کے اقوال قدیم وجدید فقہاء مفتیا کرام کی آراء اور اس موضوع پر منعقد ہوئے بہت سارے سیمیناروں کی رپورٹ پیش کی ہے (بحث ونظر شمارہ ۲۴ ص ۳۰-۳۱)۔

(۲) د: مطلع گرد آلود تھا اور قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان ایک شخص کی خبر پر کر دیا ۳۰ رتاریخ ہونے کے بعد جب کہ مطلع صاف ہے اگر چاند نہیں ہوتا ہے تو اگلے دن روزہ رکھا جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ چاند دیکھنے والے کو مغالطہ ہوا ہے، حدیث پاک میں موجود ہے: "ولا تفطروا حتی تروه" (مشکاۃ ۱/۱۷۴)، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس چاند دیکھنے والے کی تصدیق کی جاتی ہے تو مہینہ ۳۱ دنوں کا ہو جاتا ہے جو قطعاً درست نہیں اور اس آدمی کو جس کی خبر پر روزہ رکھا گیا تھا شرعی سزا دی جائے گی، کیونکہ اس نے ہلال رمضان کی خبر غلط دی تھی (درمختار ۲/۹۴)۔

الف: چونکہ ہلال رمضان کی رؤیت خبر ہے اور ہلال شوال کی رؤیت شہادت ہے، اس لئے دونوں کے احکام جداگانہ ہیں، ہلال رمضان کے لئے مطلع ناصاف ہونے کی صورت میں صرف ایک شخص کی رؤیت کافی ہے جیسا کہ صاحب "ہدایہ" فرماتے ہیں:۔

" وإذا كان بالسماء علة قبل الإمام شهادة الواحد العدل في رؤية الهلال رجلا كان أو امرأة حرا كان أو عبداً" (ہدایہ ۱/۲۱۵) "وعن عبد الله بن عباس ؓ قال جاء أعرابي إلى النبي ﷺ فقال: رأيت الهلال قال: أتشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله قال: نعم! قال: يا بلال! أذن في الناس فليصوموا غدا" (رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی)۔

یعنی مطلع ناصاف ہونے کی صورت میں رمضان شریف کے ثبوت کے لئے ایک عادل کی شہادت کافی ہے عورت مرد آزاد اور غلام سب اس میں مساوی ہیں۔

اسی طرح عید کے ثبوت کے لئے دو عادل کی شہادت ضروری ہے: "وإذا كان بالسماء علة لم تقبل في هلال الفطر إلا شهادة رجلين أو رجل امرأتين" (ہدایہ ۱/۲۱۶)۔

صاحب مغنی فرماتے ہیں: "ولا يفطر إذا رآه وحده" (مغنی لابن قدامہ ۳/۹۵)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں:۔ رؤیت ہلال عید کے لئے باتفاق

امت شہادت شرط ہے (جواہر الفقہ ۱/۳۹۹)، اگر مطلع صاف ہو تو اتنے لوگوں کو چاند دیکھنا چاہئے جن کی خبر سے غلبہ ظن ہو جائے۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں: "قبل بلاعلة جمع عظیم یقع العلم الشرعی وھو غلبة الظن بخبرھم"۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عدالت کا تعلق ظاہر حال سے ہے، اس لئے اگر چاند دیکھنے والا سماج میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور صوم وصلوۃ کا پابند ہے تو اس کی شہادت معتبر ہونی چاہئے، کیونکہ عموماً ایسے لوگوں پر اعتماد کرلیا جاتا ہے۔

علامہ جرجانی فرماتے ہیں: "الثقة ھی التی یعتمد علیھا فی الأقوال والأحوال" اور امید ہے کہ وہ شخص کبائر سے اجتناب بھی کرتا ہوگا اور صغائر کے اصرار سے بچتا ہوگا اس لئے اس کی خبر بطریق موجب ہوئی۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: "العدالة تعمل ملکة علی زمة التقوی والمروءة أو الشرط أدناھا وھو ترک الکبائر والإصرار علی الصغائر وما یخل بالمروءة"۔

مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحبؒ سے کسی نے سوال کیا کہ یہاں دیہات میں عدالت بالکل مفقود ہے، اکثر لوگ داڑھی منڈے ہیں اور جو داڑھی والے ہیں وہ بھی ناچ گانا سنتے ہیں، اگرچہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور وعظ بھی سنتے ہیں تو کیا ان کی شہادت معتبر ہوگی؟ اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اگر امام کو ان کی صداقت کا یقین ہو جائے تو ان کی گواہی معتبر ہوگی۔

اس سلسلہ میں حضرات صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ عدالت کا تعلق صرف ظاہر حال سے ہی نہیں ہے، بلکہ مزید متعلقہ امور کی بھی وضاحت درکار ہوگی، اس ناقص کے خیال میں اس دور قحط الرجال کے اندر شہادت کے معتبر ہونے کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ وہ سچا ہے اور نماز

روزہ کا پابند ہے، کیونکہ صرف اتنے ہی سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے گا جو موجب للحکم ہے، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے جواب سے بھی اس کی مزید توثیق ہوتی ہے۔

مستور الحال کی شہادت رؤیت ہلال عید کے لئے تو غیر معتبر ہے، البتہ اس کی خبر ہلال رمضان کے لئے معتبر ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: "**وتقبل شهادة المسلم والمسلمة عدلا كان الشاهد أو غير عدل والمراد بغير العدل المستور**" (شامی ۲/ ۱۲۴)۔

(۳) ب:۔ ابن قدامہ لکھتے ہیں: "**فإن رأه اثنان ولم يشهدا عند الحاكم جاز لمن سمع شهادتهما الفطر إذا عرف عدالتهما**" (مغنی لابن قدامہ ۳/ ۹۵)۔

اگر دو آدمیوں نے چاند دیکھا اور حاکم کے سامنے جا کر گواہی نہ دی تو بھی جن لوگوں کوا ن کی عدالت پر اعتماد ہے ان کی گواہی کی اطلاع کے بعد افطار جائز ہے۔

عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کی عدالت میں پہنچ کر گواہی دینا ضروری نہیں، مگر علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق حاکم یا نائب حاکم قاضی وغیرہ کی عدالت میں پہنچ کر گواہی دینی چاہئے وہ فرماتے ہیں: "**ولو كانوا ببلدة لاحاكم فيها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلين**" (شامی ۲/ ۳۸۵) یعنی حاکم قاضی یا والی کے پاس حاضر ہوکر شہادت دینا ضروری ہے ان میں سے کوئی نہ ہوتو دوسری صورت ہے، اس سلسلہ میں صحیح قول تو یہی ہے کہ اگر خبر ہے تو حاضری ضروری نہیں۔

صاحب "درمختار" فرماتے ہیں: "**وقبل بلادعوى وبلا لفظ أشهد وبلا حكم ومجلس قضاء لأنه خبر لا شهادة**"۔ برخلاف اس کے کہ اگر ہلال شوال کی رؤیت ہے تو یہ شہادت ہے اور شہادت میں حاضری ضروری ہے۔

تکملہ ابن عابدین میں لکھا ہے: "**لأن إثبات مجئ رمضان لا يدخل تحت**

الحکم حتی لو أخبر رجل عدل القاضی لمجئ رمضان یقبل و یأمر الناس بالصوم، یعنی فی یوم الغیم ولا یشترط لفظ الشهادة و شرائط القضاء، أما فی العید فیشترط لفظ الشهادة وهو یدخل تحت الحکم؛ لأنه من حقوق العباد“ (تکملۃ ابن عابدین ۲/۲۸۹)۔

یعنی ہلال رمضان کے ثبوت کے لئے حاکم کی ضرورت نہیں یہاں تک کہ اگر کسی عادل شخص نے مطلع ناصاف ہونے کی صورت میں قاضی کو رمضان کی خبر دیدی تو وہ معتبر ہوگی اس میں شہادت وشرائط قضاء کی ضرورت نہیں البتہ ہلال عید میں لفظ شہادت شرط ہے۔

عبارت مذکورہ سے پتہ چلا کہ ہلال کا تعلق قاضی سے ہے، لیکن مفتی نظام الدین صاحبؒ اس تعلق کو ضمنی قرار دیکر ”رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت“ پر یوں رقمطراز ہیں: رؤیت ہلال کا مسئلہ ”من کل الوجوہ تحت القضاء“ یا تحت حکم حاکم الحکومت داخل ہی نہیں، جیسا کہ اس عبارت ”لا یدخل تحت الحکم حتی لو أخبر رجل عدل الخ“ سے ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ قاضی عموماً شہر میں ہوتے ہیں اور قاضی کے لئے بغیر دعوی و بینہ وشہادت جو بقدر نصاب ہو فیصلہ کرنا اور حکم دینا وغیرہ جائز نہیں ہے ”کما هو مبرهن فی کتاب القضاء وفی باب أدب القاضی“ اور یہاں مسئلہ رؤیت ہلال میں کچھ بھی نہیں سوائے عادل شخص کی خبر کے اور قاضی کو صرف اس مخبر کی عدالت دیکھ کر حکم دینا لازم ہوجاتا ہے یہ کھلی دلیل ہے کہ مسئلہ رؤیت ہلال تحت القضاء داخل نہیں ہے اور عید کے چاند کے ساتھ چونکہ کچھ حقوق العباد بھی متعلق ہوتے ہیں، اس لئے اس کے چاند کے ثبوت کے لئے عند القاضی دعوی و بینہ اگرچہ شرط نہیں ہے، لیکن بتقاضائے احتیاط دو عادل شخص کی خبر لازم ہوتی ہے، آگے مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں کہیں یہ مسئلہ تحت القضاء داخل ہوتا ہے تو وہ محض ضمناً ہے اس بندے کے خیال میں اس کا تعلق اگر ضمناً ہی سہی اس کا اعتبار کرنا چاہئے، کیونکہ اس کے اعتبار کر لینے کی شکل میں بہت سارے مفاسد سے بچا

جا سکتا ہے خصوصاً بہار اور اڑیسہ میں جہاں ایک بڑے پیمانہ پر قضاء دار القضاء کا نظام ہے اس کے اعتبار کرنے سے ہم آہنگی اور ہمہ جہتی بھی پیدا ہو جائے گی جو اس طرح کی اجتماعی عبادتوں کا مقصد بھی ہے، اس لئے چاند دیکھنے کے بعد کمیٹی یا قاضی کے پاس حاضر ہو کر گواہی یا شہادت دیا جانا چاہئے تاکہ نفاذ احکام میں آسانی ہو اور انتشار سے بچا جا سکے۔

(۳) ج: چاند دیکھنے والے قاضی یا امام یا رویت ہلال کمیٹی کے پاس پہنچ کر فوری اطلاع دیدیں، لیکن اگر کسی وجہ سے تاخیر ہوگی تو بھی ان کی گواہی اور شہادت معتبر ہوگی، معیار شہادت کے پورے ہونے کے بعد یہ خبر اور شہادت موجب للحکم ہوگی۔

الف- سب سے پہلے قاضی کی شرائط پیش خدمت ہیں:

امام ابوالحسن البغدادی الماوردی نے اپنی کتاب "الاحکام السلطانیۃ" میں قاضی کے لئے سات شرطیں بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) مرد ہونا (۲) آزاد ہونا (۳) مسلمان ہونا (۴) عادل ہونا (۵) سمع اور بصر کا صحیح سالم ہونا (۶) احکام شرعیہ کا عالم ہونا (۷) عہدہ قضاء پر بالاتفاق مامور ہونا (الاحکام السلطانیہ للامام ابوالحسن الماوردی ر ۶۵، ۶۶)۔

یوں تو قاضی کا انتخاب امام کی جانب سے ہوتا ہے، لیکن جہاں امام نہ ہو وہاں بھی ضرورت شدیدہ کی بنیاد پر اجتماعی وملی مسائل کے حل کی غرض سے کسی کو شہر کے لوگ متفق ہو کر جو شرائط قضاء رکھتا ہو منتخب کر سکتے ہیں۔

بہار اور اڑیسہ میں چونکہ قاضی کا تقرر بالاتفاق ہوتا ہے اور امیر شریعت کی نامزدگی سے عمل میں آتا ہے، اس لئے اس کی حیثیت شرعی قاضی کی ہوئی اور امام وحاکم کی طرح اس کی پیروی کرنی چاہئے تاکہ انتشار سے حتی المستطاع بچا جا سکے۔

علامہ ماوردی فرماتے ہیں: "فإذا أتى بأحد هذه الألفاظ انعقدت ولاية

القضاء وغیرھا من الولایات" (الاحکام السلطانیہ ر ۶۹)۔

(۴) ب- مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:۔ جس امام کو تمام مسلمان اپنے امور دینیہ کی اقامت کے لئے پسند کر کے مقرر کر لیں وہ سلطان کا نائب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے (کفایت المفتی ج ۴)۔

مفتی صاحب کے فتوی کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ بہار اور اڑیسہ میں قاضی کا تقرر امیر کے تحت وجود میں آتا ہے اور امام نائب سلطان کا درجہ رکھتا ہے تو قاضی کا فیصلہ بھی سلطان ہی کا درجہ رکھے گا، کیونکہ قاضی کا فیصلہ گویا امام ہی کا فیصلہ ہے، اس کی دلیل کے لئے صرف اتنا لکھ دینا کافی ہوگا کہ جہاں حاکم شرعی نہیں وہاں مسلمانوں کا کسی کو امام بنا کر اس کے پیچھے جمعہ پڑھ لینا کافی ہو جاتا ہے کیا یہ امام نائب حاکم نہیں؟ اس کا جواز تو خود ہی نیابت حاکم کی طرف مشیر ہے۔

(۴) ج- اگر قاضی ہلال عید یا رمضان کا اعلان کر دیتا ہے تو اس کے حلقۂ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس کا ماننا ضروری ہے۔

مفتی نظام الدین صاحبؒ فرماتے ہیں: "قاضی کا اعلان صرف اسی دائرہ میں محدود رہتا ہے جہاں تک قاضی کا حلقہ اقتدار ہے۔"

(۴) د- بہتر تو ہوتا کہ قاضی یا امام خود ہی ریڈیو اور ٹیلیویژن پر اعلان کر دیں، لیکن چونکہ ہمارے اس ملک میں ریڈیو، ٹی وی اسٹیشنوں پر غیروں کا قبضہ ہے، اس لئے اگر وثوق سے معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اعلان میں غلطی نہیں کرتے اور ماضی میں اس طرح کی غلطی کا وقوع بھی نہیں ہوا ہے تو ایسے اعلان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

الف- ایسے مقامات پہ جہاں مطلع اکثر ابر آلود رہتا ہے وہاں ہمیشہ ۳۰ ر کا چاند شمار کرنا کسی طرح درست نہیں اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس طرح کے ممالک میں اس ملک کے قریب ترین ملک کے ہلال کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ہلال کی تعیین کیسے

ہوگی اور اعتبار کی کیا شکل ہوگی تو اگر ایسا کرلیں کہ اپنے ملک برطانیہ میں ایک مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی قائم کرلیں اور اس دوسرے ملک میں جہاں سے رؤیت کا ثبوت مل جارہا ہے ذیلی بااختیار کمیٹی قائم کرلیں، رؤیت کی شرعی شہادت ہوجانے کے بعد اس ذیلی کمیٹی کا صدر یا نائب صدر مطلع کردیا کرے۔

(۵) ب- "لأهل كل بلد رؤيتهم" کے تحت ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کی ضرورت نہیں اس طرح کا تکلف شرعاً غیر مقبول ہے، سلف وخلف سے اس کی تردید بارہا ہوچکی ہے۔ سوال نمبر ۲ جزء الف وجیم میں اس کی تردید گذر چکی ہے اور اس کے عدم اعتبار پر آیات واحادیث پیش کی جاچکی ہیں، اہل برطانیہ ۲۹ رکی رؤیت نہ ہونے کی بنیاد پر تیس تاریخ کے روزہ اورعید کے مکلّف ہیں، پھر چونکہ حدیث "الشهر هكذا الخ "یعنی مرة تسعاً وعشرين ومرة ثلاثين اس بابت نص صریح ہے اس لئے تیس کے بعد پہلی تاریخ شمار کریں اور اگر ۲۹ رکی رؤیت ہوجائے تو مسئلہ ظاہر ہے۔ نیز "فأغمي عليكم فأكملوا العدة ثلاثين" سے بھی استدلال ہوسکتا ہے۔

(۵) ج- ریڈیو کے ذریعہ ملنے والی خبر اگر موجب للحکم ہو، یعنی اگر یقین کامل ہوجائے کہ مختلف جگہوں کی رؤیت ہلال کمیٹیوں نے باقاعدہ جانچ پرکھ کر اعلان کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اعلان کرنے والا بھی ذمہ دار اور معتبر شخص ہے تو دیگر مقامات پر بھی اس اعلان کو بنیاد بنا کر اعلان کیا جاسکتا ہے، البتہ اگر کوئی ریڈیو اسٹیشنوں سے اعلان ہوجاتا تو اس پر مزید توثیق ہوجاتی۔ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ کم ازکم تین چار جگہوں سے اعلان ہونا چاہئے اس سلسلہ میں اصولی بات اعتماد کی ہے اگر مکمل اعتماد اور وثوق ایک ہی ریڈیو اسٹیشن سے ہوجاتا ہے اور اس اسٹیشن کا سابقہ ریکارڈ بھی صحت ہی کا رہا ہے تو ٹھیک، ورنہ کئی مقامات سے ریڈیو کا اعلان ضروری قرار دیا جائے گا۔

رؤیت ہلال سے متعلق مسائل

مولانا سید مصلح الدین احمد بڑودوی ☆

رؤیت ہلال کے طُرق موجبہ

شرعی طور پر رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے درج ذیل چار صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ضروری ہے: (۱)شهادة على الرؤية (۲)شهادة على الشهادة بالرؤية (۳)شهادة على القضاء(۴)استفاضه (جو درحقیقت حکم حاکم میں داخل ہے)۔

شهادة على الرؤية: یہ ہے کہ چاند دیکھنے والا عادل (دیندار) یا مستور الحال (جس کا فسق ظاہر نہ ہو) مسلمان بذات خود قاضی، مفتی وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہو کر ان کے سامنے شہادت دے کہ بذات خود میں نے چاند دیکھا ہے۔

شهادة على الشهادة بالرؤية: یہ ہے کہ چاند دیکھنے والا شخص بذات خود قاضی، مفتی وغیرہ کے سامنے حاضر نہ ہو، مگر اپنی جانب سے دوسرے دو شخصوں کو گواہ بنا کر بھیجے یا دوسرے لوگ اس شخص کی طرف سے گواہ بن کر قاضی، مفتی وغیرہ کی مجلس میں حاضر ہو کر اس بات کی گواہی دیں کہ "ہمارے سامنے فلاں دیندار شخص نے بذات خود اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے اور چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے"۔

شهادة على القضاء: یہ ہے کہ دو دیندار قابل وثوق مسلمان کسی جگہ کے قاضی، مفتی

☆ دارالعلوم بڑودہ تاندلجہ، گجرات۔

وغیرہ کے سامنے گواہی دیں کہ فلاں جگہ کے قاضی یا مفتی وغیرہ کے سامنے ہماری موجودگی میں شہادت کے قانون شرعی کے مطابق دو شخصوں کی شہادتیں پیش ہوئیں اور اس قاضی یا مفتی وغیرہ نے ان شہادتوں کی بنیاد پر ہمارے سامنے رؤیت ہلال (چاند نظر آنے) کا حکم اور فیصلہ کیا ہے۔ اصطلاح فقہ میں اس کو "**شهادة على قضاء القاضي** اور **شهادة على حكم الحاكم**" بھی کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: رمضان شریف کے چاند کے سلسلہ میں "**شهادة على الشهادة** اور **شهادة على القضاء**" دونوں میں سے ہر ایک میں صرف ایک عادل (دیندار) مسلمان کی گواہی شرعاً معتبر ہے۔ دو شخصوں کی گواہی لازم اور ضروری نہیں (البحر الرائق ۲/ ۲۶۷، بدائع الصنائع ۲/ ۸۱، امداد الفتاوی ۲/ ۸۸)۔

عید کے چاند اور دیگر احکام میں "**شهادة على الشهادة** اور **شهادة على القضاء**" دونوں میں سے ہر ایک میں عدالت (دینداری اور عدد دونوں ضروری ہیں (ہر ایک شہادت پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہونا ضروری ہے)۔

مسئلہ: عید کے چاند و دیگر احکام میں "**شهادة على الشهادة** اور **شهادة على القضاء**" میں سے ہر ایک میں چار گواہ ہونا لازم اور ضروری نہیں بلکہ اصلی دونوں گواہوں میں سے ہر ایک کی طرف سے یہ دونوں شخص گواہی دے سکتے ہیں (ہدایہ ۳/ ۱۵۴، رد المحتار ۲/ ۹۶، ۴/ ۳۹۳)۔

استفاضہ: یہ ہے کہ قانون شرعی کے مطابق شہادت تو پیش نہیں ہوئی مگر جس جگہ (گاؤں یا شہر میں) چاند ہوا ہے وہاں سے متعدد جماعتیں آ دیں اور ہر ایک جماعت یہ خبر دے کہ "اس گاؤں یا شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے یا چاند دیکھ کر عید کی ہے"۔

الف- استفاضہ اور شہرت کے لئے خبر دینے والوں کا اشخاص و جماعتوں کی شکل میں ہونا ضروری نہیں، بلکہ خطوط، تحریرات، اخبارات، ٹیلیفون، ٹیلیگرام وغیرہ ذرائع ابلاغ سے بھی یہ

بات اچھی طرح واضح ہو جائے بایں طور کہ اس بستی کے پچاس فیصد مسلمانوں میں اس کا چرچا اور شہرت ہو جائے تو یہ شکل بھی استفاضہ ہے۔

ب- وہ خطوط یا اخبارات کہ جن کے ذریعہ خبر رؤیت اچھی طرح واضح و مشتہر ہو جائے، ان کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں بلکہ وہ متعدد اور کثیر ہوں اتنا کافی ہے۔

ج- رمضان شریف اور عید دونوں کے چاند کا حکم یکساں ہے، کیونکہ فقہاء اور علماء کرام کی مذکورہ بالا تحریروں میں کوئی قید نہیں۔ فقہاء کرام کی اصطلاح میں ثبوت چاند کی مذکورہ بالا چاروں صورتیں طُرق موجبہ کہلاتی ہیں، یعنی ان چار طریقوں میں سے کسی بھی ایک طریقہ سے موصول شدہ خبر جس شہر وغیرہ میں پہنچ رہی ہے وہاں کے مسلمانوں پر وہ حجت شرعیہ ہے، اس کو تسلیم کرنا اور اس کے مطابق رؤیت کا فیصلہ کرنا، اس پر عمل کرنا واجب اور لازم ہے۔

عدالت کی تعریف:

گواہوں کے عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ گواہ کبیرہ گناہ سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہ پر اصرار نہ کرتا ہو اور اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں، محدود فی القذف کے سوا کسی شخص سے کوئی گناہ کبیرہ صادر ہو جائے اور وہ شخص اس گناہ کبیرہ سے سچی توبہ کر لے تو توبہ کے بعد اس کی شہادت معتبر و قابل قبول ہوگی۔ اور اس پچھلے گناہ کبیرہ کا کوئی اثر اس کی عدالت پر باقی نہ رہے گا۔

محدود فی القذف سے وہ شخص مراد ہے جو کسی پاک دامن عورت وغیرہ کو زنا کی تہمت لگا کر اس کو چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکنے کی وجہ سے اسلامی حاکم نے سزا کے طور پر اس کو اسّی کوڑے لگائے ہوں، ایسے محدود فی القذف شخص کی گواہی ہمیشہ کے لئے رد کر دی جاتی ہے اور توبہ کرنے کے بعد بھی اس کی شہادت قابل قبول نہیں قرار پاتی۔

اختلاف مطالع معتبر نہیں

جب کسی ایک جگہ (گاؤں یا شہر) رؤیت ہلال ہوگئی اور کتب فقہ میں مذکور شرائط کی رعایت و پابندی کے ساتھ رؤیت کی وہ خبر کسی دوسری جگہ (گاؤں یا شہر) میں پہنچے تو اس دوسرے مقام کے مسلمانوں پر اس رؤیت کا حکم (روزہ یا عید) لازم اور ضروری ہوگا یا نہیں؟

مذہب حنفی کی کتابوں میں وضاحت اور صراحت ہے کہ اس دوسری بستی کے مسلمانوں پر رؤیت کا یہ حکم (روزہ یا عید) ثابت اور لازم ہو جائے گا اور ان کے لئے یہ حکم واجب القبول اور واجب التعمیل ہوگا اگر چہ دونوں جگہوں (خبر موصول ہونے والی جگہ اور جہاں سے خبر حاصل ہورہی ہے) کے درمیان مشرق و مغرب کا بُعد اور فاصلہ ہو، مالکیہ اور حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے، اور بعض فقہاء شوافع کا رجحان و میلان بھی اسی طرف ہے۔ اس مسئلہ کو فقہاء کرام اپنی کتابوں میں "اختلاف مطالع معتبر نہیں" کے عنوان سے بیان کرتے ہیں (معارف السنن ۵/۳۵۱،۲۲۷، درمختار ۲/۹۲ وغیرہ)۔

کسی دوسرے مقام سے بہ شروط معتبرہ موصول ہونے والی خبر کے قابل قبول و عمل ہونے کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ اس خبر یا گواہی کے تسلیم کرنے کے نتیجہ میں مہینہ ۲۸ دن کا نہ ہو جاتا ہو، کیونکہ حدیث شریف کی تصریح کے مطابق اسلامی مہینہ ۲۹ اور ۳۰ کے درمیان دائر رہتا ہے، ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہیں ہوسکتا، مثلاً سعودی عربیہ وغیرہ کی خبر یا شہادت پر عمل ممکن نہیں ورنہ مہینہ اٹھائیس کا دن ہو جائیگا۔

ہندوستان کے معروف و مشہور مفتیان کرام و علماء عظام کی تحقیق و تصریح کے مطابق ہندوستان، پاکستان و بنگلہ دیش کے طول و عرض میں رؤیت ہلال کے سلسلہ میں اختلاف مطالع معتبر نہیں (رؤیت ہلال رمضان و عید کے مسائل و دلائل ر ۱۰۰)۔

لہذا ثبوت رؤیت سے متعلق درج بالا طرق موجبہ میں سے کسی بھی طریقہ سے پورے

ہندوستان میں سے کسی بھی جگہ سے موصول شدہ خبر وشہادت حجت شرعیہ ہے اور اس کو تسلیم کر کے اس کے مطابق عمل کرنا واجب ولازم ہے۔

کسی جگہ بہ طریق شرعی رؤیت ثابت ہو جانے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود جس جگہ چاند نظر نہ آیا ہو اس جگہ پر بھی یہ رؤیت واجب العمل ہوگی:

سوال: اجین شہر میں ۲۹ شعبان کو مطلع بالکل صاف تھا اور پوری کوشش کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تھا، مگر دوسرے مقامات سے وہاں پر رؤیت کی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ ۹ر دسمبر ۱۹۳۶ء ۲۳ر رمضان ۱۳۵۵ء کے الجمعیۃ میں "کھر الہ" کی عینی شہادت پر حضرت مفتی صاحب نے دہلی میں پیر کا پہلا روزہ تسلیم کر کے ایک روزہ کی قضا کا اعلان کیا ہے، اسی طرح اس اعلان کے نیچے امارت شرعیہ پھلواری شریف بہار کا اعلان چھپا ہے۔ مذکور دونوں جگہ آسمان پر بادل ہونے کی تصدیق ہوتی ہے، جس جگہ آسمان بالکل صاف ہو اور ہزاروں لوگوں میں سے کسی ایک شخص کو چاند نظر نہ آیا ہو ایسے حالات میں مذکور اعلانات کی بنا پر ایک روزہ کی قضا کرنا ہوگی؟

الجواب: رؤیت کی شہادت معتبر ہو تو اس کا اعتبار ہوگا، اور جن لوگوں کو چاند نظر نہ آیا ہو چاہے وہ کتنی بڑی تعداد میں ہوں تب بھی ان کو روزہ رکھنا پڑے گا۔ محمد کفایت اللہ دہلی (کفایت المفتی ۴ر ۲۰۸)۔

رمضان شریف میں اپنے ملک سے دوسرے کسی مختلف المطلع ملک میں جانے والے کے لئے شرعی حکم:

جب ملکوں کے درمیان مسافت وفاصلہ اتنا ہے کہ یہاں اور وہاں کے اختلاف مطلع کی بنا پر رؤیت ہلال میں ایک دن کا فرق ہو جاتا ہے، جیسے کہ ہندوستان اور سعودی عربیہ وغیرہ، تو ایسی صورت میں رمضان شریف میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے والے شخص کے لئے

شرعی حکم درج ذیل ہے:

سعودی عربیہ سے وہاں کی رؤیت کے بہ موجب رمضان کا روزہ شروع کرنے عید سے پہلے ہندوستان آنے والے شخص پر یہاں کی رؤیت کے مطابق عمل کرنا واجب اور لازم ہے۔

رمضان شریف میں رخصت سفر کی بنا پر روزہ نہ رکھنے والا شخص جب دن میں مقیم ہو جائے تو روزہ داروں کی مشابہت اور احترام رمضان کے پیش نظر غروب آفتاب تک اس پر امساک یعنی کھانے پینے سے اجتناب واجب ولازم ہے، اسی طرح سعودی عربیہ وغیرہ بلاد بعیدہ سے ہندستان آنے والے شخص کو یہی مذکورہ مشابہت اور احترام رمضان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۳۱واں روزہ رکھ کر مسلمانان ہند کے ساتھ عید منانا واجب اور ضروری ہے، سعودی عربیہ وغیرہ کی رؤیت کی بنیاد پر اپنے تیس روزے پورے ہونے کے بعد روزہ ترک کرنا جائز نہیں (معارف السنن ۵/ ۳۴۳، طحطاوی علی الدر المختار ۱/ ۴۱۵، درمختار ورد المحتار ۲/ ۹۰، مراقی الفلاح/ ۳۵۷)۔

ہندوستان کی رؤیت کے مطابق رمضان شریف کا روزہ شروع کرنے والا شخص عید سے پہلے سعودی عربیہ وغیرہ اثنائے رمضان میں چلا جائے تو وہاں پہنچنے کے بعد ۲۷ یا ۲۸ روزے رکھنے کے بعد وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ عید منائے، کیونکہ وہ دن وہاں عید کا دن ہے اور عید کا روزہ حرام اور ممنوع ہے، البتہ عید کے بعد باقی ماندہ روزے رکھ کر اپنے روزوں کا نصاب مکمل کرے، کیونکہ حدیث شریف کی تصریح کے مطابق اسلامی مہینہ ۲۹ اور ۳۰ کے درمیان دائر رہتا ہے۔ ۲۷ یا ۲۸ دن کا نہیں ہوسکتا۔

قاضی، مفتی، چاند کمیٹی کے صدر وغیرہ پر دوسری جگہ سے موصول شدہ خبر رؤیت کی تحقیق واجب ہے:

۲۹ ویں تاریخ کو اپنے شہر یا بستی میں رمضان یا عید کا چاند نظر نہ آیا ہو تو دوسری جگہ سے موصول شدہ خبر کی تحقیق قاضی، مفتی، چاند کمیٹی کے صدر وغیرہ پر اگرچہ فی نفسہ لازم اور ضروری

نہیں مگر دور حاضر میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلیفون، خطوط، اخبارات وغیرہ ذرائع ابلاغ سے رویت کی خبر پھیل جاتی ہے اور ہر جگہ پہنچ جاتی ہے، اور عام طور پر لوگوں میں اضطراب، انتشار، بے چینی وغیرہ پیدا ہو کر بسا اوقات فتنہ کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔

ایسے حالات میں خارجی قرائن وشواہد سے دوسری جگہ سے موصول شدہ خبر کے صحیح ہونے کا ظن غالب ہو تو انتشار وافتراق اور عوام کی بے چینی اور فتنہ وغیرہ کے امکانات کے پیش نظر مفتی، قاضی، چاند کمیٹی کے صدر وغیرہ پر دوسری جگہ سے موصول شدہ خبر کی تحقیق کر کے صحیح فیصلہ اور حکم سے عوام کو آگاہ کرنا لازم اور ضروری ہے، ان کا تماشائی کی حیثیت سے خاموش بیٹھے رہنا اور اس پر کوئی توجہ نہ دینا غلط اور نامناسب ہے۔

کسی صوبہ کے نامور اہل علم واصحاب فتویٰ کا رویت ہلال سے متعلق فیصلہ پورے صوبہ کے لئے معتبر ہے:

کسی صوبہ میں کسی جگہ مفتیان کرام وعلماء عظام نے شہادت کے شرعی قوانین کی رعایت کے ساتھ رویت کا فیصلہ کر دیا اور اخبارات کے ذریعہ یا اپنے خطوط کے ذریعہ (جوان کے دستخط ومہر زدہ ہوں) یا اشتہارات (ہینڈ بل) وغیرہ سے اپنے اس فیصلہ کا اعلان کیا، اور اعلان کی مذکورہ بالا صورتیں دھوکہ، فریب، تزویر وبناوٹ سے محفوظ ہوں تو اس صورت میں ان کے اس فیصلہ پر پورے صوبہ کے مسلمانوں کو عمل کر کے روزہ رکھنا یا عید منانا جائز ہے۔

ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں شرعی ضابطہ شہادت کی رعایت کے ساتھ کسی صوبہ کے قاضی یا چاند کمیٹی وغیرہ کا فیصلۂ رویت پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل قرار پانے کی ایک شکل

اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی درج ذیل تحریر سے روشنی اور رہنمائی

حاصل ہوسکتی ہے، اس پر غور کر کے کوئی شکل نکالی جائے۔ وہ تحریر یہ ہے:

مذاہب اربعہ اور جمہور علماء کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ علماء اس نتیجہ پر پہنچے کہ اصولی طور پر تو ذیلی ہلال کمیٹی کا فیصلہ مرکزی ہلال کمیٹی کے لئے اسی وقت قابل تنفیذ ہوسکتا ہے جب کہ وہ فیصلہ دوسرے قاضی کے پاس شرعی شہادت کے ساتھ دو گواہ لے کر پہنچیں، صرف ٹیلیفون وغیرہ پر اس کی خبر دیدینا کافی نہیں۔ جمہور فقہاء امت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کا اصلی مذہب یہی ہے۔ ہدایہ، کتاب الام امام شافعی، مغنی ابن قدامہ حنبلی وغیرہ میں اس کی تصریحات درج ہیں، اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ حکومت اس اصول کے مطابق کوئی انتظام کرے، لیکن علماء کے اس اجتماع میں اس پر غور کیا گیا کہ اگر حکومت اس میں دشواریاں محسوس کرے تو کوئی دوسری صورت بھی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ غور وفکر کے بعد متفقہ طور پر اس کا ایک حل یہ نکالا گیا کہ حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے، ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند علماء کو ضرور شامل کیا جائے جو شرعی ضابطہ شہادت کا تجربہ رکھتے ہوں، اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کرنا نہ ہو بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے، یہ ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر کوئی فیصلہ کردیتی ہے تو فیصلہ شہادت کی بنیاد پر ہوچکا، اب صرف اعلان کا کام باقی ہے اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طور پر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دیدے، اور مرکزی کمیٹی اس کو اپنا فیصلہ کہہ کر نہیں بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ بتلا کر اس طرح نشر کرے کہ مرکزی کمیٹی کے سامنے اگرچہ کوئی شہادت نہیں آئی، بلکہ فلاں ذیلی کمیٹی نے جس میں فلاں فلاں علماء شریک ہیں، شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے، ہم اس فیصلہ پر اعتماد کر کے اعلان کر رہے ہیں، اس صورت میں مرکزی کمیٹی کا یہ اعلان ٹیلی فون سے آئی ہوئی اطلاع پر درست ہوسکتا ہے۔

۱۔ بندہ محمد شفیع، ۲۔ ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ ۱۳ر شوال ۱۳۸۶ھ، ۳۔ محمد یوسف بنوری ۱۳ر شوال ۱۳۸۶ھ، ۴۔ رشید احمد عفی عنہ ۱۳ر شوال ۱۳۸۶ھ (جواہر الفقہ ۱ر ۴۰۳)۔

مطلع صاف ہوتو رمضان کے ثبوت کی صورتیں

الف- اتنے مسلمان خود اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ فیصلہ کرنے والوں (مفتی، چاند کمیٹی وغیرہ) کو چاند ہو جانے کا اطمینان ہو جائے۔

ب- ایک قابل اعتماد بالغ مسلمان (مرد یا عورت) شہر کے باہر یا کسی بلند مقام سے آکر شہادت دے جس پر طلوع ہلال کا اطمینان ہو جائے۔

"صحح في الأقضية الاكتفاء بواحد إن جاء من خارج البلد أو مكان مرتفع" (در المختار)۔

ج- کسی دوسری جگہ پر چاند ہونے کی اطلاع وہاں سے اتنے مسلمان آکر دیں کہ استفاضہ کی صورت پیدا ہو جائے اور اطمینان ہو جائے کہ یہ خبر صحیح ہے۔

مطلع صاف نہ ہوتو رمضان کے چاند کے ثبوت کی صورتیں

الف- ایک قابل اعتماد مسلمان (مرد یا عورت) کا بیان کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔

ب- کم از کم دو قابل اعتماد مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو دیندار عورتیں جو کسی دوسرے مقام سے آئے ہوں، شہادت دیں کہ وہاں کی ہلال کمیٹی، مفتی، قاضی وغیرہ نے باقاعدہ شہادت لے کر رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا ہے۔

ج- ایک قابل اعتماد مسلمان شہادت دے کہ فلاں قابل اعتماد شخص نے چاند دیکھا ہے، وہ خود آنے سے معذور ہے، اس نے میرے سامنے شہادت دی ہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور مجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے کہ میں اس کی شہادت کی گواہی دوں۔

د- کل ہند ہلال کمیٹی کا ریڈیو پر اعلان کہ رؤیت عام یا باقاعدہ شہادت وغیرہ کی بنا پر چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔

ھ- خاص ٹیلیفون یا لائٹنگ کال کے ذریعہ کوئی معتبر مسلمان، چاند کمیٹی یا قاضی مفتی وغیرہ فیصلہ کی اطلاع دے، جبکہ اس کی آواز پہچان لی جائے، اور کم از کم ایک ٹیلیفون پر کسی معتبر مسلمان سے اس کی تصدیق بھی کر لی جائے، دیگر قرائن سے اس کے صحیح ہونے کا اطمینان ہو جائے (کشف الظنون عن حکم الخط وٹیلیفون ر ۸۹۷)۔

و- ریڈیو کے ذریعہ کسی مقام پر چاند ہونے کی اطلاع بشرطیکہ ٹیلیفون کے ذریعہ چاند کمیٹی کے صدر یا اس مقام کے کسی معتبر شخص سے اس کی تصدیق کر لی جائے۔

ز- متعدد ریڈیو اسٹیشن متعدد مقامات پر چاند ہونے کی اطلاع نشر کریں، اور چاند کمیٹی یا قاضی، مفتی وغیرہ کو اطمینان ہو جائے (معارف السنن ج ٦)۔

ح- کسی ایک مقام یا متعدد مقامات سے اتنے خطوط یا ٹیلیفون آجائیں کہ استفاضہ کی صورت پیدا ہو جائے جس سے چاند دیکھنے کا ظن غالب ہو جائے (فتاویٰ مولانا عبدالحی ار ۷۷، امداد الفتاوی: کتاب الصوم ر ۱۷۲)۔

ط- وہ معتمد شخص جس کو کسی جگہ فیصلہ کی تحقیق کے لئے بھیجا گیا تھا وہ واپس آ کر چاند ہونے کے فیصلہ کی خبر دے۔

"إذا كان رسول القاضي الذي يسأل عن الشهود واحداً جاز والاثنان أفضل؛ لأنه ليس في معنى الشهادة" (ہدایہ آخرین: کتاب الشہادہ) "وكفى عدل واحد للتزكية وترجمة الشاهد والرسالة" (تنویر الابصار: کتاب الشہادۃ) "كل اشترط العدد إذا لم يرسل الناقل ليكشف خبر رؤية الهلال أما إذا أرسل ليكشف الخبر فلا يشترط العدد في الناقل ويكون سماع الناقل من العدلين بمنزلة سماع المرسلين فيجب الصوم" (ارشاد اہل الملۃ لاثبات الاہلۃ)۔

ی- کسی مقام کی ہلال کمیٹی کے صدر یا مفتی یا قاضی (جس نے فیصلہ کیا ہے) کا خط کسی

جگہ کی کمیٹی کے صدر یا فیصلہ کرنے والے قاضی، مفتی وغیرہ کے نام ہو اور مکتوب الیہ کو یقین ہو جائے۔ ''الفتویٰ علی قولهما إذا تيقن أنه خطه سواء كان في القضاء أو الرواية أو الشهادة على الصک'' (درالمختار ۴/۴۹۱)۔

ماہ شوال وذی الحجہ کے چاند کا فیصلہ مطلع صاف ہونے کی حالت میں:

یہاں پر ثبوت ہلال کی دو صورتیں ہیں:

۱- مقامی طور پر اتنے مسلمانوں کی خبر جن کی تردید نہ کی جائے۔

۲- دوسرے مقام پر چاند نظر آنے کی خبر اتنے مسلمان دیں جن کی تردید نہ کی جا سکے اور استفاضہ کی صورت پیدا ہو جائے۔

مطلع صاف نہ ہونے کی حالت میں شوال وذی الحجہ کے ثبوت چاند کے فیصلہ کی صورتیں:

الف- کم از کم دو بالغ قابل اعتماد مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں جو قابل اعتماد ہوں، لفظ گواہی سے چاند دیکھنے کی شہادت دیں۔

ب- کسی دوسرے مقام سے کم از کم دو قابل اعتماد مسلمان مرد یا ایک قابل اعتماد مسلمان مرد اور دو قابل اعتماد مسلمان عورتیں دو مسلمان مرد یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتوں کے چاند دیکھنے کی شہادت دیں بشرطیکہ چاند دیکھنے والوں نے الگ الگ ان کے سامنے چاند دیکھنے کی شہادت دی ہو اور ان کو اپنی شہادت کا گواہ بنا کر بھیجا ہو۔

یہ ضروری ہے کہ ہر چاند دیکھنے والا دو شخصوں کے سامنے اپنے چاند دیکھنے کی شہادت دے کر ان کو اپنی شہادت بنائے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ دو دوسرے ہوں، مثلاً زید اور بکر جو ایک چاند دیکھنے والے کی شہادت کے گواہ بنے ہیں وہ دوسرے چاند دیکھنے کی شہادت کے گواہ بھی

بن سکتے ہیں، البتہ ان سب کا قابل اعتماد مسلمان ہونا ضروری ہے۔

"فعلي كل شاهد شاهدان سواء كانا هما أو غيرهما" (البحر الرائق)۔

ج- ایک قابل اعتماد مسلمان خود اپنے چاند دیکھنے کی شہادت دے اور دوسرے دو قابل اعتماد مسلمان کسی اور دوسرے قابل اعتماد مسلمان کے چاند دیکھنے کی گواہی دیں تب بھی رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ "لو شهد واحد على شهادة نفسه وآخران على شهادة غيره يصح" (درالمختار)۔

د- رؤیت ہلال کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کا صدر یا قاضی، مفتی از خود اپنے فیصلہ کی تحریری طور پر اطلاع کسی قاضی وغیرہ کو دے تو مکتوب الیہ اس پر بھی چاند کا فیصلہ کر سکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ دو شاہد شہادت دیں کہ یہ تحریر اسی کی ہے، اس تحریر کے لانے والے بھی شاہد بن سکتے ہیں۔

"لا يقبل الكتاب إلا بشهادة رجلين و امرأتين" (ہدایہ اخیرین)۔

ھ- ایک قابل اعتماد مسلمان کو چاند کے فیصلہ کی خبر لانے کے لئے بھیجا، اس نے واپس آکر فیصلہ کی خبر دی اس خبر پر بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

و- کل ہند رؤیت ہلال کمیٹی کا باقاعدہ اعلان کہ رؤیت عام یا باقاعدہ شرعی شہادتوں کی بنا پر چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا ہے اور کل سے یکم شوال ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام)۔

ز- کوئی ذمہ دار معروف و معتمد خاص ٹیلیفون یا لائٹنگ کال کے ذریعہ اپنے یہاں رؤیت ہلال کے فیصلہ یا رؤیت عام کی اطلاع دے اور اسکی آواز پہچان لیجائے اس پر بھی رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، جبکہ کم از کم تین ٹیلیفونوں سے الگ الگ وہاں کے کم از کم پانچ معتمد مسلمانوں سے اس کی تصدیق کر لی جائے جس سے استفاضہ کی صورت پیدا ہو جائے اور ارکان کمیٹی یا مفتی، قاضی پوری طرح مطمئن ہو جائیں۔

ح- متعدد ریڈیو اسٹیشن الگ الگ متعدد مقامات پر چاند ہونے کی اطلاع نشر کریں،

مثلاً دہلی کا ریڈیو اسٹیشن دہلی میں، لکھنؤ کا لکھنؤ میں، پٹنہ کا پٹنہ میں اور کلکتہ کا کلکتہ میں چاند ہونے کی اطلاع نشر کرے، اور ہلال کمیٹی یا قاضی یا مفتی ان کی صحت پر مطمئن ہو جائے۔

"الخبر المسموع مرة واحدة إذا تضاف إليه قرائن أفاد اليقين (شرح موقف ر ۱۲۷، توضیح ر ۳۱۳) وقال الكمال الحق ماروى عن محمد و أبي يوسف أن العبرة لتواتر الخبر و مجيئه من كل جانب انتهى، و في التجنيس عن محمد إن أمر القلة والكثرة مفوض إلى رأى الإمام وهوالصحيح، وفي البرهان (في الأصح) لأن ذلك يختلف باختلاف الأوقات والأماكن وتفاوت الناس صدقا" (طحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصر ر ۳۵۹)۔

ط- رویت کے سلسلہ میں جانے پہچانے حضرات کے خطوط یا ٹیلیفون اس کثرت سے آجائیں کہ انکار کی گنجائش نہ رہے اور چاند ہو جانے کا یقین ہو جائے (فتاوی مولانا عبدالحی ار ۷۷، امداد الفتاوی: کتاب الصوم ر ۱۷۲)۔

شاہدوں کی عدالت کا معیار

شہادت دینے والے ایسے مسلمان ہونے چاہئیں جو دیندار معلوم ہوں ان کی بددینی معلوم وظاہر نہ ہو، اور ایسا شخص جس کی شکل وصورت، وضع قطع شریعت کے مطابق نہ ہو، لیکن وہ سنجیدہ اور باوقار ہو، جھوٹ بولنے کو خود اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہو تو اس کی شہادت بھی تسلیم کی جاسکتی ہے۔

"فإن عدالة الشاهد شرط لوجوبه لا لصحته فلو قضى بشهادة فاسق نفذ" (درمختار: کتاب الشہادۃ) "وفي البدائع لكن الصدق لا يقف على العدالة لا محالة فإن من الفسقة من لا يبالي بارتكابه أنواع من الفسق و يستنكف عن الكذب (بدائع الصنائع ار ۲۷۱)۔

مطلع صاف ہونے کی صورت میں دو شخصوں کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: اس زمانہ میں مطلع بالکل صاف ہونے کے باوجود دو عادل شخصوں کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر نہ ہو تو درمختار ورد المحتار کی درج ذیل عبارتوں کا کیا جواب ہے؟

"وعن الإمام إنه يكتفي بشاهدين واختاره في البحر" (درمختار ۲/۹۲)

حيث قال وينبغي العمل على ظاهر الرواية في زماننا...... فانتفت علة ظاهر الرواية فتعين الإفتاء بالرواية الأخرى" (ردالمحتار ۹۳)۔

جواب: دو شخصوں کی شہادت جب کہ دونوں عادل ہوں اور ان کی شہادت کے ساتھ صدق کے قرائن ہوں تو اسی شہادت کو قبول کرنا نیز اس کے مطابق حکم کرنا بھی جائز ہے، پھر وہ شہادت رمضان سے متعلق ہو یا عید سے متعلق (کفایت المفتی ۴/۹۰۲)۔

سوال: مطلع ابر آلود ہو تو فاسق کی شہادت معتبر ہوگی یا نہیں؟

جواب: "و قبل بلا دعوى...... للصوم مع علة كغيم و غبار خبر عدل أو مستور على ما صححه البخاري على خلاف ظاهر الرواية لا فاسق اتفاقا وهل له أن يشهد مع علمه بفسقه قال البزازي نعم، لأن القاضي ربما قبله – وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد – وهلال الاضحى وبقية الأشهر التسعة كالفطر على المذهب" (درمختار مع ردالمحتار ۲/۹۱، ۹۵)۔

یہ عبارت بتلاتی ہے کہ بادل وغیرہ کی حالت میں رمضان کے چاند کے سلسلہ میں ایک دیندار یا مستور الحال کی گواہی کافی ہے، اور عید الفطر و ذی الحجہ وغیرہ میں دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتیں گواہی دیں۔

پھر اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاسق بھی گواہی دیدے، ممکن ہے کہ قاضی امام طحاویؒ کے قول کے مطابق اس کی شہادت سن لیوے، اس لئے ثابت ہوا کہ اگر اس کے

سامنے فاسق کی گواہی کے صدق کے قرائن وآثار محقق ہوں تو قاضی فاسق کی گواہی بھی قبول کرسکتا ہے اور اس کی بنیاد پر حکم بھی کرسکتا ہے (عزیز الفتاوی، فتاوی دارالعلوم دیوبند ۳، ۴/ ۵۰، ۵۱)۔

رؤیت ہلال میں فلکیاتی حساب وموسمیات سے استعانت:

"ولا عبرة بقول الموقتين ولو عدولا على المذهب قال في الوهبانية وقول أولي التوقيت ليس بموجب" (درمختار) "و تحته في رد المحتار أى في وجوب الصوم على الناس بالإجماع وفي النهر فلا يلزم بقول الموقتين أنه أى الهلال يكون في السماء ليلة كذا، وإن كانوا عدولا في الصحيح إلى قوله قلت ما قاله السبكي، رده متأخروا أهل مذهبه (أى الشافعي) ومنهم ابن حجر والرملي، ثم إلى قوله وما قاله السبكي الشافعي مردود، رده عليه جماعة من المتأخرين منه (أى الشافعي)۔ وليس في العمل بالبينة مخالفة لصلاته ﷺ ووجهه ما قلناه إن الشارع لم يعتمد الحساب، بل ألغاه بالكلية بقوله نحن أمة أمية، ثم إلى قوله: وقال ابن دقيق العيد الحساب: لا يجوز عليه الاعتماد في الصلاة انتهى" (ردالمحتار ۲/ ۱۲۵)۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حساب منجمین اور موقتین کا اعتبار محققین ائمہ احناف اور محققین ائمہ اربعہ کے نزدیک صحیح نہیں، بلکہ طرق موجبہ سے جو ثبوت ہوگا فقط وہی معتبر ہوگا۔

علاوہ ازیں دین اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، یہ عالم، جاہل، متمدن، بدوی، بادشاہ، رعایا، حکماء، فلاسفہ، غرض سب کو یکساں مخاطب کرتا ہے اور اصول فطری وسادہ وضع کرتا ہے اور انہی سادگیوں پر بنیاد رکھتا ہے تاکہ تمام طبقے یکساں عمل کرسکیں، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دین کی بنیاد ہی سادگی اور فطرت پر ہے، جو علوم ہندسیہ ریاضیہ کی کشاکش سے معری ہے، اسی طرح

تکلفات، تدقیقات سائنسیہ سے مبری ومنزہ ہے، لہذا خوردبین سے تلاش ہلال کی ضرورت نہیں اور فضا میں پرواز کی بھی حاجت نہیں، بلکہ اگر نصوص صحیحہ ومتون شرعیہ صریحہ میں غور کیا جائے تو یہ امر بخوبی واضح طور پر نمایاں ہو جاتا ہے کہ تکلفات وتدقیقات غیر مطلوب ہی نہیں، بلکہ غیر مستحسن بھی ہیں، بلکہ بعض اوقات مضر اور غیر معتبر بھی ہوں گی (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ر ۱۸۳)۔

ایک شخص کی خبر پر رمضان کا آغاز اور ۳۰ ر رمضان کو عید کا چاند نظر نہ آنے کا حکم:

۲۹ ر شعبان کو مطلع صاف نہیں تھا اور ایک دیندار مسلمان کی خبر رویت کی بنا پر آغاز رمضان کا فیصلہ واعلان ہوا اور ۳۰ روزے پورے ہونے کے بعد ۳۰ ر رمضان کی شام کو بھی عید کا چاند نظر نہیں آیا تو اب اکتیسویں دن عید منائی جائے یا پھر اکتیسواں روزہ رکھ کر بتیسویں دن عید منائی جائے؟ اس مسئلہ کی کل چار صورتیں ہیں:

۱- ۲۹ ر شعبان کو مطلع صاف نہ ہو اور دیندار مردوں کی خبر کی بنیاد پر رمضان شریف کا ثبوت ہوا ہو پھر تیس روزے پورے ہونے کے بعد رمضان کی شام کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے عید کا چاند نظر نہیں آیا۔

۲- مذکورہ بالا صورت میں تیس روزہ پورے ہونے کے بعد ۳۰ ر رمضان کی شام کو مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا۔

۳- ۲۹ ر شعبان کو مطلع صاف نہ ہونے اور صرف ایک دیندار شخص کی خبر کی بنیاد پر رمضان شریف کا ثبوت ہوا ہو اور پھر تیس روزے ہونے کے بعد ۳۰ ر رمضان کی شام کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے عید کا چاند نظر نہیں آیا۔

مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں تیس روزے پورے ہونے کے بعد اکتیسویں دن عید منائی جائے اور اکتیسویں روزہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مذکورہ بالا تینوں صورتوں کا یہ حکم شیخین

اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک متفق علیہ ہے کسی کا اختلاف نہیں۔

۴- ۲۹ رشعبان کو مطلع صاف نہ تھا اور صرف ایک دیندار کی خبر رؤیت پر رمضان کا ثبوت ہوا ہو اور تیس روزے پورے ہوجانے کے بعد ۳۰ ررمضان کو مطلع صاف ہونے کے باوجود عید کا چاند نظر نہ آیا ہو۔

اس چوتھی صورت میں امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ اکتیسواں روزہ رکھ کر بتیسویں دن عید منائی جائے گی، اکتیسویں دن عید منانا جائز نہیں، کیونکہ اکتیسویں دن عید منانے کی صورت میں عید الفطر کا ثبوت ایک شخص کی خبر وشہادت سے لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں، اس لئے کہ ہلال عید کے ثبوت کے لئے دو دیندار شخصوں کی شہادت لازم اور ضروری ہے۔

اس چوتھی صورت میں بھی امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ تیس روزے پورے ہونے کے بعد اکتیسویں دن عید منائی جائے، اکتیسواں روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ جانبین کے دلائل اور شیخین کی دلیل کے جو جوابات امام محمدؒ نے دئے ہیں اس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ امام محمدؒ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اکابر علماء دین (امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ) کے فتاویٰ کے بہ موجب مذکورہ بالا چوتھی صورت میں بھی اکتیسویں دن عید الفطر منانا جائز ہے (معارف السنن ۵/ ۳۵۳، ۳۵۴، ردالمحتار ۲/ ۱۰۳، فتاوی رشیدیہ/ ۳۶۷، امداد الفتاوی ۲/ ۸۴)۔

چاند کی شہادت دینے کے لئے جانا ضروری ہے:

ثبوت ہلال کا مدار یا تو خود رؤیت پر ہے یا شہادت پر ہے، شہادت میں قاضی شرعی مجلس قضا وغیرہ شرط ہے، اور بسا اوقات اس کا فقدان ہوتا ہے۔

ایسے مواقع میں عادل مسلمان کی خبر مع تفصیلات وشرائط شرعیہ معتبرہ اس طرح پر ہو کہ اس سے ثبوت رؤیت کا ظن غالب ہوجائے تو بھی عمل کے لئے کافی ہے۔

''تنویر الابصار'' میں ہے۔

"لو کانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة وأفطروا لإخبار عدلین للضرورة" (اگر لوگ ایسے شہر میں ہوں جس میں کوئی حاکم شرعی نہ ہو تو لوگ اس میں ایک ثقہ و معتبر آدمی کے قول پر روزہ رکھیں اور ثقہ و عادل دو شخصوں کی خبر پر افطار کریں، یہ حکم ضرورت کے بنا پر ہے)، چنانچہ ''درمختار'' میں ہے:

''اسی کے تحت شامی میں ہے، یہی حکم ہے دیہات کا بھی، سراج میں ہے: اگر کوئی آدمی تنہا کسی ایسے دیہات میں چاند دیکھے جس میں کوئی حاکم نہیں ہے اور وہ شہر تک (قاضی کے پاس) گواہی دینے کے لئے نہ آوے اور وہ ثقہ و معتبر شخص ہو تو لوگ اس کے قول کے مطابق روزہ رکھیں، اور یہ حکم ظاہر اور مسلم ہے کہ دیہات والوں پر شہر کی توپ کی آواز سن کر یا شہر کے میناروں پر روشنی دیکھ کر روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ یہ ایسی ظاہری علامت ہے جس سے رویت کا ظن غالب ہو جاتا ہے اور یہی (ظن غالب) عمل کرنے کے لئے حجت موجبہ ہے'' (درمختار ۲/۱۳۵)۔

"العالم الفقیه کاف ببلدة لا حاکم فیها" (درمختار باب القضاء) "العالم الفقیه فی بلد لاحاکم فیه قائم مقامه" (عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایہ ۱/۳۰۹)۔

ان عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس جگہ پر کوئی حاکم شرعی یا قاضی نہ ہو وہاں پر ایک فقیہ عالم اس کے قائم مقام ہے، لہذا رویت کی شہادتیں اسی کے سامنے پیش کی جائیں۔

فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے: مسلمانوں کو ہر ماہ کی ۲۹ رتاریخ کو چاند دیکھنا چاہئے اور رمضان، شوال، ذی الحجہ کے مہینوں کے لئے خصوصی اہتمام کرنا چاہئے، اور چاند نظر آجائے تو فوراً بلا تاخیر چاند کمیٹی یا قاضی یا مفتی وغیرہ کے پاس حاضر ہو کر شہادت دینی چاہئے، اگر بغیر کسی عذر کے صرف غفلت و سستی کی بنا پر غیر معمولی تاخیر سے حاضر ہوا تو اس کی شہادت قاضی وغیرہ رد کر سکتا ہے اور نا قابل قبول قرار دے سکتا ہے۔

بیرون ملک کا فیصلہ رُویت معتبر نہیں

پاکستان، بنگلہ دیش، ہندوستان ان تینوں ملکوں میں رؤیت کے سلسلہ میں اختلاف مطالع معتبر نہ ہونے کے باوجود پاکستان یا بنگلہ دیش کا فیصلہ رؤیت ہندوستان میں نافذ و جائز العمل نہ ہوگا، کیونکہ حدود مملکت و سلطنت مختلف ہیں۔ "لأن اجتهاد القاضی لا یثبت فی ولایة غیره" (فتح القدیر) "قضاء القاضی محدود فی ولایته" (ہدایہ)۔

ہلال فطر میں شہادت شرط ہے:

ثبوت ہلال فطر میں خبر واحد کافی نہیں، بلکہ شہادت عدلین ضروری ہے۔ "عن عبد الرحمن بن زید بن الخطاب أنه خطب الناس فی الیوم الذی یشک فیه فقال: إلا أنی جالست أصحاب رسول الله ﷺ وسألتهم وإنهم حدثونی أن رسول الله ﷺ قال: صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته وانسکوا لها فإن غم علیکم فأتموا ثلاثین، وإن شهد شاهدان فصوموا وأفطروا" (نسائی شریف)۔

مسلمان حاکم قاضی شرعی کے قائم مقام ہے

اگر مسلمان حاکم شرعی قانون کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ بھی قضاء قاضی کے قائم مقام ہوگا، "وتصح سلطنة متغلب أو من تولی بالقهر والغلبة بلا مبایعة أهل الحل والعقد" (درالمختار) "ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل و الجائر ولو کان کافرا ذکره مسکین وغیره" (درالمختار ۳۴۲) "أقول ولو اعتبر هذا أی عدم أهلیة الفاسق للقضاء لانسد باب القضاء خصوصاً فی زماننا، فلذا کان ماجری علیه المصنف هو الأصح، کما فی الخلاصة وهو أصح الأقاویل، کما فی العمادیة نهر، وفی الفتح: والوجه تنفیذ قضاء کل من ولاه سلطان ذوشوکة

وإن کان جاھلا فاسقا وھو ظاھر المذاھب عندنا وحینئذ فیحکم بفتوی غیرہ"
(درالمختار ۴ر ۳۳۳)۔

شہادت میں شرائط ممکنہ کی رعایت

مسلمان حاکم موجود و میسر نہ ہونے کی صورت میں شہادت کی تمام شرائط ساقط الاعتبار نہ ہوں گی، بلکہ شروط ممکنہ کا اعتبار ضروری ہے، چنانچہ جزئیات ذیل میں عدد کا لزوم مصرح ہے، حالانکہ عدد بھی شروط شہادت میں سے ہے۔ "ولو کانوا فی بلدة لا حاکم فیھا صاموا بقول ثقة وأفطروا بقول عدلین مع العلة للضرورة" (درالمختار و ردالمختار) "فیشترط فیه ما یشترط فی سائر حقوقھم من العدالة والحریة والعدد وعدم الحد فی القذف ولفظ الشھادة والدعوی علی خلاف فیه إن أمکن ذلک وإلا فقد تقدم، إنھم لو کانوا فی بلدة لا قاضی فیھا ولا والی فإن الناس یصومون بقول ثقة ویفطرون بإخبار عدلین" (بحر ۲ر ۲۶۷)، اس جزئیہ میں "إن أمکن" اس پر دلیل ہے کہ شروط ممکنہ کا لحاظ ضروری ہے۔

فاسق کی شہادت پر فیصلہ:

فاسق کے صدق کا اگر ظن غالب ہو تو اس کی شہادت قبول کرنا جائز ہے، چنانچہ اگر کسی جگہ حاکم شرعی یا اس کے نائب (جماعت علماء یا عالم ثقہ فی القریۃ وغیرہ) نے رؤیت ہلال کے سلسلہ میں ظن غالب کے حصول کے بعد شہادت فاسق کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کیا تو نتیجۃً وہ سب کے لئے قابل تسلیم سمجھا جائے گا۔

رؤیت ہلال میں جدید آلات ووسائل سے مدد

مولانا عبدالرحمن قاسمی ☆

۱-(الف): رؤیت ہلال کے سلسلہ میں احناف کا مفتی بہ مذہب یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے، جیسا کہ شرح التنویر میں ہے: ”واختلاف المطالع ورؤيته نهاراً قبل الزوال وبعده غير معتبر على ظاهر المذهب، وعليه أكثر المشايخ، وعليه الفتوى بحر عن الخلاصة“ (شرح تنویر ۲/۹۶)۔

اور صرف احناف ہی کا مفتی بہ مذہب نہیں، بلکہ شوافع کے علاوہ حنابلہ اور مالکیہ کا معتمد علیہ مذہب بھی، یہی ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے، جیسا کہ شامی میں ہے:

”وإنما الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع بمعنى أنه هل يجب على كل قوم اعتبار مطلعهم ولا يلزم أحد العمل بمطلع غيره أم لا يعتبر اختلافها بل يجب العمل بالأسبق رؤية حتى لو رأى في المشرق ليلة الجمعة و في المغرب ليلة السبت وجب على أهل المغرب العمل بمارآه أهل المشرق، فقيل بالأول واعتمده الزيلعي وصاحب الفيض وهو الصحيح عند الشافعية؛ لأن كل قوم مخاطبون عندهم، كما في أوقات الصلوة وأيده في الدرر بما مرّ من عدم وجوب العشاء والوتر على فاقد وقتها وظاهر الرواية الثاني وهوالمعتمد عندنا

☆ جامعہ قاسمیہ، رتن پور (دانتا)۔

وعند المالكية و الحنابلة لتعلق الخطاب عاماً بمطلق الرؤية في حديث صوموا لرؤيته بخلاف أوقات الصلوة'' (شامی ۲/۹۶)۔

جبکہ احناف کے یہاں مطلع کے اختلاف کا اعتبار ہی نہیں ہے تو (ب) اور (ج) کے جواب کی ضرورت ہی نہیں۔

د- اگر ایک حصہ کی ثبوت ہلال کی خبر دوسرے خطہ میں طرق موجبہ کے ذریعہ حاصل ہو جائے تو وہاں کے قاضی اور رؤیت ہلال کمیٹی کو اور اگر وہاں قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نہ ہو تو مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ اس پر عمل کریں، جیسا کہ ''شرح التنویر'' میں ہے: ''فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب'' (شرح تنویر ۲/۹۶)۔

ھ- ریڈیو اور ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ سے ثبوت رؤیت ہلال کے سلسلہ میں مختلف کتابوں کی مراجعت کے بعد بندہ کو جس تحقیق پر شرح صدر ہے وہ وہی تحقیق ہے جو حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب نے زمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے اور عوام کو انتشار سے بچانے کے لئے ''نظام الفتاوی'' میں تحریر فرمائی ہے۔

ریڈیو کے متعلق

مسئلہ ۱: جہاں حکومت کی جانب سے قاعدہ شرعی کے مطابق رؤیت ہلال کا ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا قانون وانتظام ہو اور اس پر عمل رائج ومشہور ہو وہاں پر مقامی طور سے پورے حدود مملکت کے اندر عمل کرنے کے لئے یہ مطلق اعلان بھی مثل اعلان قاضی ومثل طبل قاضی وصوت مدافع وغیرہ معتبر ہوگا، خواہ حکومت مسلمہ ہو یا کافرہ، اس اعلان ونشریہ پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

"لحصول غلبة الظن بهذ الطريق في هذه الصورة" (یہ حکم اس لئے ہے کہ اس صورت میں اس طریقہ سے غلبہ ظن حاصل ہو جاتا ہے)۔

اور اس صورت میں حدود مملکت سے باہر بھی اس اعلان ونشریہ پر عمل کرنا ضروری ہوگا بشرطیکہ مہینہ بجائے ۲۹ و ۳۰ دن کا ہونے کے ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہ ہورہا ہو۔

مسئلہ ۲: جہاں پر حکومت کی جانب سے ایسا انتظام نہ ہو وہاں ایسا مسلمان حاکم جس کو حکومت کی جانب سے شرعی ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا اختیار ہو اور وہ اعلان کرے یا ہلال کمیٹی جس کے تمام افراد مسلمان باشرع ہوں اور اس کی پوری کارروائی میں کوئی مستند وتجربہ کار مفتی شریک ہو یا مستند مفتی شہر یا عالم مقتداء ومتدین، یہ لوگ اعلان کریں کہ شرعی ثبوت حاصل کرنے کے بعد یہ اعلان کیا جاتا ہے، اور قرائن شرعیہ سے صحت کا ظن غالب ہو تو مقامی طور پر یہ اعلان بھی معتبر ہوگا اور اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

مسئلہ ۳: جہاں پر حکومت کی جانب سے کوئی شرعی انتظام نہ ہو اور نہ کوئی مسلمان حاکم من جانب حکومت حسب قاعدہ شرعی ثبوت لے کر اعلان کا اختیار رکھتا ہو اور نہ کوئی شرعی ہلال کمیٹی وغیرہ ہو، جیسا کہ ہمارے ملک کی اکثر آبادیوں کا بالخصوص دیہاتوں کا یہی حال ہے، حالانکہ وہاں بھی مسلمان آباد ہیں اور بکثرت ہیں اور ان کو بھی روزے رکھنا اور شوال کی پہلی تاریخ متعین ومعلوم کرنا ضروری ہے، کیونکہ یکم شوال کو روزہ رکھنا حرام ہے، اور چاند ہر جگہ یا ہمیشہ نظر آنا ضروری نہیں، اور ریڈیو قریب قریب ہر گاؤں میں بکثرت رائج ہو چکا ہے، اگر ریڈیو سے خبر آجائے اور آہی جاتی ہے ایسے موقع پر کس طرح عمل کیا جاوے تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ خبر اگرچہ اپنے ملک کے کسی حصہ سے آئے، لیکن بایں الفاظ آئے کہ یہاں چاند ہوا ہے یا فلاں شخص نے دیکھا ہے یا بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے تو یہ بالکل معتبر نہیں، خواہ کتنی ہی تعداد میں ایسی خبریں کیوں نہ آئیں۔

"لأنها حكاية محض لا خبر معتبر كما هو ظاهر" اس لئے کہ یہ حکایت

محض ہے وہ خبر نہیں جو شریعت میں معتبر ہے، اور ہمارے ملک میں آج کل ریڈیو کی خبریں اکثر ایسی ہی ہوتی ہیں، اور عوام بھی اکثر بلالحاظ شرائط وقیود اس کو معتبر اور قابل عمل قرار دیکر عمل کر بیٹھتے ہیں، اور ان ہی وجوہ کی بنا پر بعض حضرات علماء نے ریڈیو وغیرہ کی خبروں کو مطلقاً غیر معتبر و ناقل عمل قرار دیا ہے، ورنہ راجح و محقق یہ ہے کہ اگر بایں الفاظ اعلان یا نشر خبر ہو کہ میرے سامنے فلاں حاکم شرعی نے یا فلاں ہلال کمیٹی نے جس کے تمام افراد باشرع ہیں یا فلاں مفتی شہر نے یا فلاں عالم مقتدیٰ و متدین نے یا فلاں مسلمان حاکم یا مسلمان وزیر نے (جس کو حکومت وقت کی جانب سے بااختیار بنایا گیا ہو) ثبوت شرعی حاصل کر کے ثبوت رؤیت کا حکم یا فیصلہ دیدیا ہے، اور ان الفاظ کا نشر کرنے والا شخص بھی معلوم و معتبر ہو تو اس نشریہ پر بھی عمل کرنا درست اور صحیح ہوگا۔

"لأن البلدة لا تخلوا عن حاكم شرعي عادة ينفذ أحكامه فيستند هذا الخبر إلى موجب شرعي صحيح وأقله أن يحصل به غلبة الظن الموجب للعمل كما يحصل بسماع أصوات المدافع و برؤية القناديل من المصر"۔

اس لئے کہ کوئی شہر ایسے حاکم شرع سے عادۃً خالی نہیں رہتا جس کے احکام اس شہر میں نافذ ہوتے ہیں، پس یہ خبر اس حالت میں صحیح شرعی جانب سے منسوب و مستند ہوگی اور اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اس سے ایسا غلبۂ ظن حاصل ہو جائے گا جو عمل کرنے کی وجہ سے ہو سکے گا۔

اسی طرح بایں الفاظ خبر یا اعلان نشر ہو کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے یا مجھ سے فلاں فلاں (کم از کم دو معتبر عادل) شخصوں نے خود اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے، اور ان الفاظ کا نشر کرنے والا شخص معلوم اور معتبر ہے اور قرائن شرعیہ سے صحت کا ظن غالب ہے تو مقامی طور پر یہ خبریں بھی طرق موجبہ کے مطابق ہونے کیوجہ سے معتبر ہوں گی اور قابل عمل ہوں گی۔

جیسا کہ علامہ تھانویؒ نے اپنے رسالہ "زوال السنة عن أعمال السنة" میں اور "امداد الفتاویٰ" (۲/۲۷) میں اس کی تحقیق کی ہے۔

مسئلہ ۴: جو دیہات یا آبادی ایسی ہو کہ اس کے آس پاس آبادی میں ویسا متدین اور ذی علم شخص موجود نہ ہو جو اس قسم کے مسائل سے بخوبی واقف ہو اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرتا ہو، یا موجود ہو، مگر وہاں تک ریڈیو سے خبر سننے والوں کا جانا آنا دشوار ہو اور ان عالم کا آنا بھی دشوار ہو تو مندرجہ ذیل طریقوں کو اختیار کرنا درست ہوگا، البتہ دوسروں سے الجھنا یا زبردستی کرنا یا دوسروں کو ماننے پر مجبور کرنا ہرگز درست نہ ہوگا، وہ طریقے یہ ہیں:

الف- اگر مطلع صاف ہونے کی صورت میں اس معتبر مضمون کا نشریہ آجائے جو مسئلہ نمبر ۳ میں راجح اور محقق کہہ کے لکھا گیا ہے یعنی یہ کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے (اور یہ شخص معلوم ومعتبر ہو)، یا یہ مضمون ہو کہ مجھ سے فلاں (معلوم ومعتبر) شخص نے خود اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے، یا فلاں شرعی ہلال کمیٹی یا فلاں بااختیار مسلمان حاکم نے یا فلاں قاضی شرع نے یا فلاں مفتی شہر نے (اور یہ سب لوگ معتبر ومعلوم ہوں) شرعی ثبوت لے کر رویت کا حکم دیا ہے، اور یہ اعلان یا خبر اتنی تعداد میں آجائے کہ عادۃً ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا متعذر ہو تو عمل کر لینا جائز ہوگا، صرف ایک یا دو نشریہ اس صورت میں عمل کے لئے کافی نہ ہوں گے، خواہ ہلال عید کے موقع پر ہو یا ہلال رمضان کے۔

ب- اگر مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال رمضان کے ثبوت کا ہو اور مضمون وہی ہو جو ابھی (الف) میں محقق اور راجح کہہ کے لکھا گیا ہے تو ایک نشریہ بھی عمل کے لئے کافی ہوگا۔

ج- اگر مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال عید کے ثبوت کا ہو یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کا ہو مثلاً شعبان یا بقرعید وغیرہ کا ہو تو ایسے معتبر مضمون کا نشریہ جس کو راجح اور محقق کہہ کے ابھی لکھا گیا ہے کم از کم دو کی تعداد میں آنا ضروری ہے جو مختلف مقامات سے کیف ما اتفق آرہے ہوں، اور اس نشریہ کے صادق ہونے کا اور نشر کرنے والوں کے عادل ہونے کا ظن غالب ہو (نظام الفتاوی ر ۲۳، ۲۸)۔

ٹیلیفون کے متعلق

اگر من جانب حکومت ثبوت رؤیت کا کوئی شرعی انتظام نہ ہو اور نہ کوئی مسلمان حاکم منجانب حکومت شرعی قاعدہ کے مطابق بذریعہ ریڈیو وغیرہ اعلان نشر کرتا ہو اور نہ کوئی شرعی ہلال کمیٹی حسب ضابطہ شرع اس خدمت کو انجام دیتی ہو اور نہ وہ آبادی ایسی ہو کہ اس میں یا اس کے آس پاس کی آبادی میں کوئی ایسا متدین اور ذی علم ہو جو اس قسم کے مسائل سے بخوبی واقف ہو اور اس کے مقتضی پر عمل کراتا ہو، یا موجود ہو، مگر وہاں تک ریڈیو سے خبر یا اعلان سننے والوں کا جانا آنا دشوار ہو اور ان عالم کا آنا بھی دشوار ہو تو ان حالات میں ہلال رمضان کے ثبوت کے لئے ٹیلیفون کے اعتبار کر لینے کی بھی گنجائش ہو سکتی ہے۔

ٹیلی فون سے آنے والی اطلاع اگرچہ شرعی شہادت نہیں ہوگی، کیونکہ باب شہادت میں شاہد کا مجلس شہادت میں حاضر ہونا ضروری ہے، اور وہ یہاں مفقود ہے، اور پس پردہ کی شہادت شرعاً معتبر نہیں، لیکن چونکہ اس پر دین کے ایک بہت بڑے مسئلہ کی بنیاد واقع ہو رہی ہے، اس لئے اس کو مؤثق کرنے کے لئے حتی الامکان ان قیود کا اعتبار کرنا ضروری ہے جو شہادت میں ملحوظ ہوتی ہیں۔

اس لئے ٹیلی فون کا مضمون وہی ہو جو مسئلہ نمبر ۳ میں محقق و راجح کہہ کر لکھا گیا ہے، یعنی یہ کہ ٹیلیفون سے بولنے والا یہ اطلاع ان الفاظ میں دے رہا ہو کہ میں نے خود چاند دیکھا ہے، یا فلاں معتبر شخص نے جس کو میں خوب جانتا ہوں اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے، یا میرے سامنے فلاں ہلال شرعی کمیٹی نے جس کو میں خوب جانتا ہوں اور اس کے تمام ارکان ذی علم اور متدین ہیں، شرعی ثبوت لے کر رؤیت ہلال کا حکم و فیصلہ دیا ہے، یا ٹیلیفون پر کہنے والا یہ کہہ رہا ہو میرے سامنے فلاں مسلمان حاکم جو اس قسم کے معاملات میں اعلان کرنے کا اختیار رکھتا ہے اس نے یا فلاں قاضی شرعی نے یا فلاں مفتی شہر نے شرعی ثبوت لے کر رؤیت کا حکم و فیصلہ دیا ہے اور اس مسلمان حاکم اور قاضی شہر یا مفتی شہر کو میں خوب جانتا ہوں اور یہ لوگ معتبر و متدین ہیں، اور پھر یہ شخص

جو ٹیلیفون پر بول رہا ہے یہ بھی خوب جانا پہچانا اور معتبر ومتدین شخص ہو اور اس کی آواز بھی خوب پہچانی جارہی ہو، اور پھر ان الفاظ میں ان قیود کے ساتھ آنے والے ٹیلیفون کے معتبر ہونے کے بعد اس پر عمل کرنے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

الف۔ مطلع صاف ہو تو محض دو ایک ٹیلیفون کافی نہیں، خواہ کمیٹی ہی ثقہ اور معتبر لوگوں کی ہو بلکہ ملک کے مختلف گوشوں سے ان ہی مذکورہ بالا الفاظ میں اتنی تعداد میں آجانا ضروری ہے کہ عادۃً ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا متصور نہ ہو یا متعذر رہو۔

ب۔ مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال رمضان کے ثبوت کا ہو تو صرف ایک ٹیلیفون بھی اپنے عمل کے لئے کافی ہوگا۔

ج۔ مطلع صاف نہ ہو اور موقع ہلال عید کے ثبوت کا ہو یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینہ کا ہو مثلاً شعبان یا بقرعید کا ہو تو کم از کم ان مذکورہ معتبر الفاظ میں دو ٹیلیفون کا آنا ضروری ہے جو مختلف مقامات سے کیف ما اتفق آرہے ہوں اور ان کے صادق اور معتبر ہونے کا ظن غالب حاصل ہو رہا ہو (مستفاد از ''زوال السنۃ من أعمال السنۃ''، امداد الفتاوی)۔

ٹیلیون اور ریڈیو کی خبر و اعلان پر عمل کرنے کے لئے اہم شرط یہ ہے کہ ان اعلانات یا خبروں پر عمل کرنے سے مہینہ ۳۰ یا ۲۹ دن کے بجائے ۲۸ دن یا ۳۱ دن کا نہ ہو رہا ہو ورنہ کسی صورت میں بھی عمل کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا (نظام الفتاوی ۲۸/۱، ۳۱)۔

تار کے متعلق

ظاہر ہے کہ تار میں تار دینے والے کے الفاظ یا اس کی بعینہ نقل نہیں آتی، بلکہ ٹیلیگراف مشین (ایک آلہ) کی آواز (کھٹکھناہٹ) کے اصطلاحی اشاروں کی محض ترجمانی آتی ہے اور وہ بھی بالواسطہ یا بالوسائط، اس لئے تار کی اطلاع کو نہ تو اعلان کہہ سکتے ہیں اور نہ خبر شرعی کا درجہ دے سکتے ہیں، اور یہ سب امور ظاہر ہیں، اس لئے محض تار کے ذریعہ ثبوت رؤیت کا حکم نہیں دیا جاسکتا

ہے، البتہ تقویت وتائید یا تصویب وتصدیق کا درجہ دیا جاسکتا ہے (نظام الفتاوی ۱/ ۲۳۰، ۲۳۱)۔

اور بسا اوقات تار کی خبروں میں غلطی کا بھی امکان ہوتا ہے کہ تار دینے والا کچھ اور خبر دینا چاہتا ہے اور مشین میں کچھ اور ٹائپ ہوتا ہے، جیسا کہ اس کا ایک نمونہ فتاوی محمودیہ میں درج ہے: تار کا حال یہ ہے کہ روزانہ اس میں غلطی ہوتی ہے، ڈاکخانہ کے کہنہ مشق کچھ کا کچھ لکھتے ہیں اور کچھ کا کچھ پڑھتے ہیں، چنانچہ ایک تار آیا: ''کتا بے دین''، ڈاکیہ تلاش کرتا پھرتا ہے، اس نام کا کوئی نہیں ملتا اور جس سے پڑھوایا سب نے یہی ''کتا بے دین'' پڑھا، یہ ناس مارا گیا تھا قطب الدین کا، غرض ان آلات وایجادات پر خود ان کے استعمال کرنے والوں کا جس قدر اعتماد ہے وہ سائل کے علم میں ہے (فتاوی محمودیہ ۳/ ۱۳۰)۔

لہذا معلوم ہوا کہ تار کی خبر رویت ہلال کے ثبوت کے سلسلہ میں معتبر نہیں ہے۔

فیکس کے متعلق: بندہ کے پاس اپنے اکابر کی جتنی فتاوی کی کتب موجود ہیں اس میں کہیں بھی فیکس کے متعلق صراحتاً جزئیہ موجود نہیں ہے، اور چونکہ ہمارے اس پالنپور کے علاقہ میں وہ آلہ بھی دستیاب نہیں ہے اور بندہ کو اس آلہ کے سلسلہ میں معلومات بھی نہیں ہے، لہذا بندہ قیاس کر کے اپنی ذاتی رائے بھی نہیں دے سکتا۔

۲- (الف) و (ج): دین اسلام عالمگیر مذہب ہے اور اس کی بنیاد ہی سادگی پر ہے، لہذا رؤیت کے لئے نہ تو فلکیاتی حساب سے مدد لینے کی ضرورت ہے اور نہ تو محکمۂ موسمیات سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اپنی کتاب ''نظام الفتاوی'' میں رقمطراز ہیں کہ دین اسلام عالمگیر مذہب ہے، یہ عالم، جاہل یا متمدن، بدوی، بادشاہ، رعایا، حکماء، فلاسفہ، غرض سب کو ایک سا مخاطب کرتا ہے اور اصول فطری وسادہ وضع کرتا ہے اور ان کی سادگی پر بنیاد رکھتا ہے، تاکہ سب یکساں عمل کر سکیں، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دین کی بنیاد ہی سادگی

اور فطرت پر ہے جو علوم ہندسہ وریاضیہ کی کشاکش سے معریٰ ہے، اسی طرح تکلفات وتدقیقات سائنسیہ سے مبرا ومنزہ ہے، لہٰذا نہ خوردبین سے تلاش ہلال کی ضرورت ہے، نہ فضا میں پرواز کی حاجت ہے، بلکہ اگر نصوص صحیحہ ومتون شرعیہ صحیحہ میں غور کیا جائے تو یہ امر بالکل واضح طور پر نمایاں ہوجاتا ہے کہ تکلفات وتدقیقات غیر مطلوب وغیر مستحسن ہی نہیں، بلکہ بعض اوقات مضر وغیر معتبر بھی ہوں گی، جس طرح اگر بغیر تدقیق وتشقیق اور بغیر اہتمام والتزام کے کوئی حکم ان سے مل جائے تو معتبر اور مقبول ہوگا " **كما حققه الشيخ المفتي محمد شفيع الديوبندي في رسالة** " آلات جدیدہ کے شرعی احکام " ر ۱۸۳ (نظام الفتاوی ۱ر ۲۱)۔

اور دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ دین اسلام دین سادہ اور دین فطرت ہے، اس کے احکام بھی سادہ اور فطری اصول کے مطابق ہوتے ہیں، تاکہ ہر عاقل بالغ انسان، خواہ پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ، خواہ امیر ہو یا غریب اور خواہ کسی خطہ کا رہنے والا ہو آسانی سے عمل کرسکے اور اپنے خالق ومالک ومربی سے اپنا رشتہ عبودیت صحیح طریقہ سے جوڑ سکے، سرکار دوجہاں ﷺ کے زمانہ میں رصدگاہیں ہندو بیرون ہند میں موجود تھیں، اصطرلاب وغیرہ آلات بھی موجود تھے، اور ان آلات ورصدگاہوں کے ذریعہ سے صحیح طریقہ سے معلوم بھی کیا جاتا تھا کہ اس وقت چاند کس مقام کے مطلع میں نمودار ہورہا ہے، کیونکہ چاند تو ہر وقت کسی نہ کسی مقام کے مطلع میں موجود رہتا ہے، نظر آئے یا نہ آئے یہ دوسری بات ہے، اگر ان آلات اور رصدگاہوں کے ذریعہ تلاش ہلال کا حکم دیدیا جاتا تو کچھ مستبعد بات نہ ہوتی، مگر سرکار دوجہاں ﷺ نے ایسا حکم نہیں دیا، صاف صاف فرمادیا گیا کہ جب تم لوگ چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو، اسی طرح روزہ شروع کرنے کے بعد جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ ختم نہ کرو، بلکہ اگر تم پر مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے اور مخفی رہ جائے تو تیس دن کی تعداد مہینہ کی ابتدائے صوم میں بھی اور انتہائے صوم میں بھی، بلکہ ہر مہینہ کی تعداد ایسے حالات میں تیس دن کی پوری کرلو، نیز مدینہ منورہ اور اطراف مدینہ

(منورہ) میں پہاڑیاں بھی موجود تھیں ان پر لوگ چڑھتے بھی تھے اور یہ بھی یقین تھا کہ اوپر کی فضا صاف ہوتی ہے اگر اس پر چڑھ کر چاند تلاش کرنے کا حکم دے دیا جائے تو لوگ عمل بھی کرلیں گے اور یہ بھی اطمینان تھا کہ اگر پہاڑ پر چڑھ کر چاند دیکھنے کا حکم دیدیا جائے تو لوگ پہاڑ سے اوپر اڑکر نہ جاسکیں گے کہ غلو کرنے یا افراط وتفریط کرنے کا اندیشہ یا خطرہ ہو پھر بھی پہاڑ پر چڑھ کر چاند دیکھنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ بالکل سادہ طریقہ پر جیسے عام انسان عام طور سے چاند دیکھتے ہیں چاند دیکھنے کا اور تلاش کرنے کا حکم دینے پر قناعت فرمائی گئی، یہی نہیں، بلکہ علمی وسائنسی موشگافیوں اور حسابی دقیقہ سنجیوں کے احتمال سے بھی اعراض فرمایا گیا اور "نحن أمة أمية لا نكتب و لا نحسب" کا فرمان ناطق فرمادیا گیا (نظام الفتاوی ۱/ ۲۲۸)۔

الغرض ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رؤیت کے لئے نہ تو فلکیاتی حساب سے مدد لینے کی ضرورت ہے اور نہ تو محکمہ موسمیات سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔

ب- سوال ایک میں مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جب ۲۹ تاریخ کو طرق موجبہ کے ذریعہ رؤیت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو اس کو قبول کیا جاوے گا اور اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

اسلام میں فلکیاتی حساب کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہذا ان دونوں مقدموں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی خطہ میں قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت شرعی شہادت سے ہو جاتا ہے تو وہاں والوں کے لئے عمل کرنا لازم ہوگا، اور اگر یہ خبر اور مقامات میں بھی طرق موجبہ سے ملتی ہے تو اس سے بھی قبول کیا جاوے گا، خواہ فلکیاتی حساب سے رؤیت کا امکان نہ ہو اس کو رد نہیں کی جاوے گی۔

د- اگر ۲۹ رشعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بنا پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو اور اس کے بعد رمضان کی تیس تاریخ مکمل ہو چکی ہو اور ۳۰ ررمضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہونے اور چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود بھی عید کا چاند دکھائی نہ

دے تو اگلا دن عید الفطر کا دن قرار نہیں دیا جائے گا اور عید نہیں منائی جائے گی، بلکہ وہ رمضان ہی کا دن شمار ہوگا اور یہ کہا جائے گا کہ رمضان کے چاند کی گواہی دینے والے کو مغالطہ ہوا ہے، بلکہ بعض کتابیں، مثلاً درر میں تو کہا ہے کہ اس کو یعنی رمضان کے چاند کی گواہی دینے والے کو اس کے جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کی وجہ سے تعزیر و سزا دی جائے گی (در مختار علی ھامش رد المحتار ۲ / ۹۴)۔

بطور تائید کے ملاحظہ ہو ''فتاوی محمودیہ'':

''اگر ہلال رمضان کی رؤیت کے وقت مطلع صاف نہیں تھا بلکہ ابر تھا اور قاضی کے پاس دو گواہوں نے اپنی رؤیت بیان کی جس پر قاضی نے ثبوت رمضان کا اعلان کر دیا اور تیس روزے پورے ہونے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود عید کا چاند نظر نہیں آیا حالانکہ یہ اکتیسویں شب ہے تو عید نہ کی جائے، بلکہ روزہ رکھا جائے، اگر ایک شخص کی خبر پر ثبوت رمضان کا اعلان کیا گیا تھا پھر تیس روزے ہو جانے پر مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو اس شخص کو جس کی خبر پر رمضان کا اعلان کیا گیا تھا شرعی سزا دی جائے، کیونکہ اس نے ہلال رمضان کی خبر غلط دی تھی (فتاوی محمودیہ ۳ / ۱۲۰)۔

۳۔ (الف): رمضان وعید کے ثبوت کے لئے، جبکہ مطلع صاف ہو تو اتنے لوگوں کی شہادت کافی ہوگی جس کے ذریعہ غلبہ ظن حاصل ہو اور ان لوگوں کا جھوٹ پر متفق ہونے کو عقل محال گردانے (در مختار علی ہامش رد المحتار ۲ / ۹۲)۔

موجودہ دور میں چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور صوم و صلوۃ کا بھی پابند ہے تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی، جیسا کہ حضرت امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر فاسق ذی وجاہت اور بامروت ہو تو اس کی شہادت بھی مقبول ہو جاتی ہے، اس لئے کہ ایسا آدمی جھوٹ نہیں بولتا، نیز قاضی خاں کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ فسق کسی انسان کو شاہد بننے کی صلاحیت سے نہیں روکتا، بلکہ کذب کی تہمت کی وجہ سے وہ مانع ہے، لہذا معلوم ہوا کہ اصل علت

کاذب ہوتا ہے، اور جب انسان اپنے معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا تو علت مانعہ مرتفع ہوگئی، اور ایسے آدمی کی شہادت قبول کی جاوے گی۔

"الفسق لا يمنع أهلية الشهادة عندنا وإنما يمنع أداء الشهادة لتهمة الكذب...... وعن أبي يوسفؒ إن كان الفاسق وجيهاً ذا مروة جازت شهادته، لأن مثله لا يكذب" (قاضی خاں: کتاب الشہادۃ)۔

اوپر کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جب فاسق ذی وجاہت کی شہادت معتبر ہے تو مستور الحال کی بطریقۂ اعلیٰ معتبر ہوگی، جیسا کہ شامی میں ہے:

"وقبل بلا دعوى بلا لفظ أشهد للصوم مع علة، كغيم خبر عدل أو مستور على ما صححه البزازي" (درمختار ۲/۱۰)۔

ب- جبکہ رؤیت ہلال کا ثبوت موقوف ہو اور کسی طریقہ سے بھی ثبوت اور عدم ثبوت کا یقین نہ ہوا ہو، بلکہ مسئلہ دونوں کے درمیان دائر ہو تو ایسے وقت میں اگر چاند دیکھنے والی پردہ نشین عورت باندی ہے تو بھی اس کے اوپر لازم وضروری ہے کہ وہ قاضی وغیرہ کے پاس بغیر مولیٰ کی اجازت کے جاکر شہادت دے، اور ایسے ہی آزاد عورت پر بھی لازم اور ضروری ہے کہ وہ بھی بغیر شوہر کی اجازت کے نکل کر قاضی کے پاس جاکر شہادت دے۔

لہٰذا اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ اور لوگوں پر تو بطریقۂ اولی واجب ولازم ہے کہ وہ قاضی کے پاس جاکر اور جہاں نظام قضا نہ ہو تو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کے پاس جاکر شہادت دیویں، (دیکھئے: شامی ۲/۹۱)۔

چاند کی رؤیت کی اطلاع شہادت ہے یا خبر

چاند دیکھنے والوں کا بیان شہادت ہے یا خبر؟ اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب نے اپنی "کتاب نظام الفتاوی" میں بالتفصیل مع تحقیق وتدقیق مسئلہ تحریر فرمایا

ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

"ہلال رمضان تو مطلقاً خبر سے متعلق ہے، باقی اور ہلال (عید وغیرہ) اگر حاکم یا والی مسلم یا قاضی شرع یا اس کا قائم مقام، جیسے رؤیت ہلال کمیٹی وغیرہ موجود ہو تو شہادت سے متعلق ہوتا ہے، ورنہ وہ بھی خبر شرعی سے متعلق ہوتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے:

الف- "وقبل بلا دعوى وبلا لفظ أشهد و بلاحكم و مجلس قضاء لأنه خبر لاشهادة"۔

ب- "وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد وعدم الحد فى قذف لتعلق نفع العبد............۔

ج- "ولو كانوا ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بإخبار عدلين مع العلة للضرورة إلى الآخر"۔

اور اس کے تحت شامی (کتاب الصوم ۲/ ۱۲۵) میں ہے: "قوله للضرورة الخ أى ضرورة عدم حاكم يشهد عنده"۔

اس لفظ "للضرورۃ" سے معلوم ہوا کہ اگر حاکم شرع اس کا قائم مقام موجود ہوگا تو اس کو تقدم ہوگا اور فیصلہ کرنے کا استحقاق اسی کو رہے گا۔

شہادت کے متعلق ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ خصومات یا حقوق العباد میں واقع شدہ نزاعات کی طرح ہر اعتبار سے تحت القضاء داخل ہو، بلکہ مفہوم یہ ہے کہ یہ چیز دیانات کے قبیل سے ہے، مگر چونکہ اس کا تعلق عامۃ المؤمنین سے ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں، جیسے رؤیت ہلال فطر میں کہ اس میں نفع عباد کا بھی تعلق ہو جاتا ہے، اس لئے درستگی نظم اور عمدگی امتثال کے لئے قضاء وامارات سے تعلق ہو جاتا ہے اور قضاء وامارات سے متعلق ہونے کے معنی بھی یہ نہیں ہے کہ امیر المومنین وصاحب قوت قہریہ کا موجود ہونا ضروری ہو، بلکہ اگر یہ موجود ہو تو فھو المراد ورنہ ایسا

معتمد وثقہ شخص جو تراضی مسلمین سے اس قسم کے معاملات میں حدود شرع میں رہ کر فیصلہ کرنے کے لئے اور اس میں جو اختلاف رونما ہوں ان کو رد کرنے کے لئے منتخب ونامزد کردیا گیا ہو تو کافی ہے، اور اگر ایسا عند الکل معتمد شخص موجود نہ ہو تو جماعت مسلمین (جیسے رؤیت ہلال کمیٹی جس کے سب ارکان باشرع ہوں) یا خطیب جامع مسجد وعیدگاہ یا وہاں کا معتمد مفتی یا عالم جس کے سامنے اس قسم کے معاملات میں رجوع کیا جاتا ہو قاضی شرع کی قائم مقامی دے کر اس کے سامنے حسب قاعدہ شرع شہادتیں گذار کر ثبوت رؤیت حاصل کرلیا جاوے، اور اگر ایسا بھی نظم موجود نہ ہو تو محض خبر شرعی پر حسب قواعد عمل کرلیا جائے، کیونکہ وجوب صوم وافطار کا مدار محض ثبوت رؤیت پر ہے جو شرعی ضابطہ کے مطابق ہو، جیسا کہ آیت کریمہ "فمن شهد منكم الشهر فليصمه..." کے منطوق اور احادیث صحیحہ کے مدلول ومفہوم سے واضح ہوتا ہے، مثلاً:

الف–"صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته" (چاند دیکھ کر روزہ رکھا کرو اور چاند ہی دیکھ کر افطار کیا کرو) (مسلم ۳۴۷/۱)۔

ب–"لاتصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان أغمي عليكم فاقدروا له (وفي رواية) فاقدروا له ثلاثين (وفي رواية) فعدوا ثلاثين" (مسلم ۳۲۵/۱)۔

(روزہ مت رکھا کرو اور اسی طرح افطار مت کیا کرو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو، اور اگر (مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے) چاند مخفی رہ جائے تو (مہینہ کی) مقدار پوری کرلیا کرو، اور ایک روایت میں ہے کہ تیس دن پورے کرلیا کرو اور ایک روایت میں ہے کہ تیس کا شمار کیا کرو)۔

ج–"لا تقدموا الشهر حتى تروا الهلال أو تكملوا العدة ثم صوموا حتى تروا الهلال أو تكملوا العدة" (ابوداؤد ۳۲۵/۱)۔

(کسی مہینہ کی ابتداء نہ کرو یہاں تک کہ چاند دیکھ لو، یا اگر چاند نظر نہ آوے شمار (تیس

دن کا) پورا کرلیا کرو، پھر (اسی طرح چاند دیکھ کر) روزہ رکھا کرو یا تیس دن کا شمار پورا کرلیا کرو)۔

اور جن شرائط و قیود کا قبول شہادت و خبر میں پیش نظر رکھنا ضروری ہے ان کی تفصیل فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:

۱- اگر موقع ہلال رمضان کا ہو اور مطلع صاف نہ ہو، یعنی کسی غبار وغیرہ کی وجہ سے رؤیت عامہ سے مانع ہو تو محض ایک عادل یا مستور الحال مسلمان کی شہادت سے روزہ رکھنے کا حکم دیدیں گے، خواہ وہ گواہ گواہی دینے کے لفظ میں (میں گواہی دیتا ہوں الخ) کہے یا نہ کہے دونوں صورتیں معتبر ہوں گی (درمختار)۔

۲- اگر موقع ہلال عیدین یا کسی اور مہینہ کا ہو اور مطلع صاف نہ ہو تو دو عادل یا مستور الحال ثقہ مسلمان کی شہادت سے جو گواہی کے الفاظ (مثلاً میں گواہی دیتا ہوں الخ) کے ساتھ ہو (درمختار)۔

۳- اگر موقع ہلال رمضان یا غیر رمضان (عیدین وشعبان وغیرہ) کا ہو، مگر مطلع صاف ہو تو عادل یا مستور الحال ثقہ مسلمانوں کی شہادت (گواہی) کے الفاظ کے ساتھ اتنی تعداد میں ہو کہ رؤیت ہلال کے ثبوت کا ظن غالب ہو جائے۔

نوٹ: یہ تعداد متعدد ہونے کے بعد کسی خاص عدد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ قاضی شرع یا اس کے قائم مقام (ہلال کمیٹی وغیرہ) کی صواب دید پر محمول ہے۔

۴- اگر ایسے مقام میں رؤیت ہلال کے ثبوت کا مسئلہ پیش کیا جائے جہاں قاضی شرع یا اس کے قائم مقام (رؤیت ہلال کمیٹی یا خطیب جامع وغیرہ) کوئی موجود نہ ہو تو وہاں کے لوگوں پر لازم ہوگا کہ وہ لوگ انہیں تفصیلات مذکورہ کے ساتھ جو ابھی تین نمبروں میں مذکور ہوئی ہیں عادل یا مستور الحال مسلمان کے قول وخبر کے مطابق عمل کریں (درمختار) عوام خود رائی ہرگز نہ کریں (نظام الفتاوی ۱/ ۲۱۸، ۲۲۱)۔

ج - چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے تا کہ تمام لوگ فرض روزہ ادا کر سکیں جو کہ فرض عین ہے۔

"قال الحلواني يلزم العدل ولو أمة أومخدرة أن يشهد في ليلته كيلا يصبحوا مفطرين وهي من فروض العين" (شامی ۹۱/۲)۔

اگر چاند دیکھنے کے بعد چاند دیکھنے والوں نے تاخیر سے گواہی دی تو ان کی گواہی کے قبول کرنے اور عدم قبول کے سلسلہ میں تفصیل ہے کہ چاند دیکھنے والے اسی شہر کے رہنے والے ہیں اور محض کاہلی وسستی کی وجہ سے تاخیر ہے تو انکی گواہی رد کی جاوے گی، اور اگر چاند دیکھنے والے باہر سے آکر گواہی دیتے ہیں تو ان کی گواہی قبول کی جاوے گی۔

"وعليه تفرع ما لو شهدوا في آخر رمضان برؤية هلاله قبل صومهم بيوم إن كانوا في المصر ردت لتركهم الحسبة وإن جاء وا من خارج قبلت من الفتح ملخصاً" (شامی ۹۱/۲)۔

اور تائید کے طور پر ملاحظہ ہو فتاوی دار العلوم کا یہ مسئلہ:

سوال (۲۵۰) اگر رؤیت ہلال کی خبر بارہ بجے کے بعد ملے تو روزہ کو افطار کر دیوے یا تمام کرے؟

الجواب: رؤیت ہلال کی خبر جس وقت بھی پختہ طور سے پہنچ جاوے خواہ غروب آفتاب سے تھوڑا ہی پہلے ہو بشرطیکہ شہادت معتبرہ ہو محض تار وغیرہ کی خبر نہ ہو، تو روزہ فوراً افطار کر دینا چاہئے، بصورت روزہ نہ افطار کرنے گنہ گار ہوگا (فتاوی دار العلوم ۴۹۳/۶)۔

۴- (الف): جہاں مسلم حاکم نہ ہو وہاں عالم ثقہ قاضی اور حاکم کے قائم مقام ہوگا۔

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں: "وفي الفتح إذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة

الآن یجب علی المسلمین أن یتفقوا علی واحد منھم" (شامی ۴/ ۳۴۲)۔

ان عبارتوں سے دو امور ثابت ہوتے ہیں: (۱) جن بلاد میں مسلمان حاکم نہ ہو، جیسا کہ ہمارے ہندوستان جیسے ممالک کا حال ہے وہاں مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کسی عالم ثقہ و متدین کو اپنا امام تسلیم کریں اور وہ قاضی و حاکم کے قائم مقام ہوگا۔ (۲) وہ عالم ثقہ حاکم کے قائم مقام اسی بلد کی حدود تک ہوگا، یعنی اس کا فیصلہ اسکی حدود ولایت تک محدود رہے گا اور لوگوں پر اس کے فیصلہ کا عمل کرنا لازم ہوگا۔

لہذا صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں کا قاضی چاند کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

ب- یہ اعلان صرف اس کی حدود ولایت تک اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔

ج- یہ اعلان دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں محض خبر ہے، ان کے حق میں اعلان سلطان کا درجہ نہیں رکھتا۔

د- جس طریقہ پر حاکم کی جانب نسبت کر کے کوئی ادنی سا آدمی بھی اعلان کرے تو اس اعلان کو بھی حاکم ہی کا اعلان گردان کر اس پر عمل کرنا واجب و ضروری ہے خواہ اعلان کرنے والا کافر ہی کیوں نہ ہو، اسی طریقہ پر ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے بشرطیکہ اتنا ظن غالب ہو جاوے کہ اعلان کرنے والا جو قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی جانب نسبت کرتا ہے وہ نسبت صحیح ہے تو یہ اعلان کافی ہو جاوے گا۔

۵- (الف) و (ب): برطانیہ جیسے علاقے جہاں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے وہاں ہمیشہ مہینہ تیس دن کا شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اسی طرح چاند کی رؤیت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول کو حجت بنانا بھی درست نہیں ہے، بلکہ ان ممالک کے لئے تین صورتیں ہیں:

۱- دیگر ممالک کے ریڈیو کی خبر پر عمل کرنا بشرطیکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ ثبوت شرعی کے بعد ہی رؤیت کا اعلان کرتا ہے خواہ یہ معلوم ہونا علم یقین کے درجہ میں ہو یا ظن غالب کے درجہ میں ہو بشرطیکہ مہینہ ۲۸ دن یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو۔

۲- کسی دوسرے علاقہ کے معتبر عالم سے رابطہ قائم کیا جاوے اور ان سے ٹیلیفون پر معلوم کرلیا جاوے بشرطیکہ بولنے والے کی آواز سے معلوم ہو جاوے کہ یہ فلاں عالم صاحب ہی بول رہے ہیں۔

۳- مختلف ممالک سے ثبوت رؤیت کی اطلاع اتنی تعداد میں آجاوے کہ وہ استفاضہ کا درجہ حاصل کرلے تو اس پر عمل کرلیا جاوے ورنہ پھر مہینہ تیس دن ہی کا شمار کیا جاوے، جیسا کہ ''نظام الفتاوی واحسن الفتاوی'' میں ہے۔

مذکورہ حالات بے شک پریشان کن ہیں اور ''المشقة تجلب التيسير'' کا قاعدہ تیسیر کا تقاضا کرتا ہے، اس لئے اس کا حکم مندرجہ ذیل ہوگا:

۱- جب کسی ریڈیو کے بارے میں یہ علم و یقین حاصل ہو جائے کہ وہ ثبوت شرعی کے بعد ہی رؤیت کا اعلان کرتا ہے تو اس اعلان پر عمل کرلینا درست رہے گا بشرطیکہ اس پر عمل کرنے سے مہینہ اٹھائیس دن یا اکتیس دن کا نہ ہوتا ہو جیسا کہ دہلی میں کل ہند رؤیت ہلال کمیٹی قائم ہے، اور کمیٹی جو فیصلہ شرعی اصول کے مطابق کرتی ہے اس فیصلہ کو اس کمیٹی کے الفاظ میں آل انڈیا ریڈیو اپنی خاص خبروں میں نشر کرتا ہے۔

۲- اور اگر ایسا علم و یقین حاصل نہ ہو، لیکن ظن غالب حاصل ہو جائے کہ رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کرنے کے بعد ہی یہ اعلان ہوا ہے تو اس پر بھی عمل کرلینا درست ہوگا، خواہ دنیا کے کسی خطہ میں آئے، بشرطیکہ اس پر عمل کرلینے سے مہینہ اٹھائیس یا اکتیس دن کا نہ ہو رہا ہو۔

۳- اور اگر صحت کا یہ ظن غالب بھی نہ ہوتا ہو، لیکن مختلف اطراف و ممالک سے ثبوت

رؤیت کی اطلاع اتنی تعداد میں آجائے کہ اتنی تعداد میں عادۃ کذب پر اتفاق نہیں ہوتا تو استفاضہ کی صورت بن کر اس کے مطابق بھی عمل کرلینا درست ہے (نظام الفتاوی ۱ر ۲۳۴،۲۳۵)۔

سوال: برطانیہ میں ہر وقت ابر رہنے کی وجہ سے رؤیت ہلال ممکن نہیں تو رمضان وعیدین کا ثبوت کیسے ہوگا۔

ہلال رمضان کے لئے کسی ایسے ملک کے ریڈیو پر اعتماد کیا جائے جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہاں ضوابط شرعیہ کے مطابق رؤیت ہلال کا فیصلہ ہوتا ہے، خواہ یہ ملک کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے علاقہ کے کسی معتبر عالم سے بذریعہ ٹیلیفون معلوم کرکے اس کے مطابق عمل کیا جائے بشرطیکہ آواز کی پہچان یا دوسرے ذرائع سے یہ معلوم ہو جائے کہ ٹیلیفون پر کون بول رہا ہے، بندہ نے مسئلہ اختلاف مطالع پر انفراداً واجتماعاً بارہا غور کیا ہر مرتبہ یہی نتیجہ نکلا کہ عندالاحناف بلاد بعیدہ میں بھی اختلاف مطالع غیر معتبر ہے، اور یہی قول مفتی بہ ہے، ضرورت کے پیش نظر بلاد بعیدہ وقریبہ میں فرق کے قائلین کو بھی وسعت سے کام لینا چاہئے۔

ہلال عیدین سے متعلق خبر مستفیض موصول ہو تو اس پر عمل کیا جائے ورنہ تکمیل ثلاثین لازم ہے (احسن الفتاوی ۴ر ۴۲۵،۴۲۶)۔

ج- اس کا جواب سوال نمبر ۱ کے (ر) میں بالتفصیل تحریر کیا گیا ہے کہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں کتنے نشریہ کی ضرورت ہے، اور مطلع کے صاف نہ ہونے کی صورت میں موقع ہلال رمضان میں کتنے نشریہ کی اور موقع ہلال رمضان کے علاوہ میں کتنے نشریہ کی ضرورت ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

شریعت میں اختلاف مطالع کا اعتبار

مولانا ابوسفیان مفتاحی ☆

۱- الف: علماء حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حضرات اختلاف مطالع کے قائل نہیں ہیں، بلکہ قائل ہیں اور مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات روزہ کے باب میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے۔

ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام احمد اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے پر متفق ہیں، صرف تنہا امام شافعیؒ نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، لہذا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر کہیں بھی رؤیت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو تمام مسلمانوں پر روزہ رکھنا واجب ہوگا (اوجز المسالک ۳/۷)۔

اور علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کے کسی مطلع میں رؤیت کا ثبوت ہو جائے تو تمام اطراف دنیا میں مسلمانوں کو روزہ رکھنا لازم ہوگا جب کہ ثبوت رؤیت بطریق موجب ہو جائے (طحطاوی علی المراقی/۳۵۹)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں کہ نفس اختلاف مطالع کے وقوع سے تو بے شک کسی کو انکار نہیں اور نہ ہوسکتا ہے، البتہ جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف اس میں ہے کہ رؤیت ہلال کا شرعی حکم ثابت ہونے میں اختلاف مطالع کا دخل ہے یا نہیں؟

☆ جامعہ عربیہ مفتاح العلوم مئو۔

ظاہر الروایت میں اور جمہور امت کے علماء محققین کے نزدیک، خواہ کسی مجتہد کے مکتب خیال سے متعلق ہوں اس ثبوت رؤیت کا مدار اختلاف مطالع پر نہیں ہے، بلکہ حسب قاعدہ شرع براہ راست رؤیت پر یا رؤیت کی شہادت پر اور حسب ضابطہ اس کے اعلان واخبار میں ہے۔

لہذا اس وقت گفتگو اسی منہج سے مبنی بر ظاہر الروایت پر ہونی چاہئے۔ اور اگر ثبوت رؤیت ہلال کا مدار ظاہر الروایت سے ہٹ کر اختلاف مطالع پر رکھ دیا جائے تو مسئلہ کی پیچیدگیاں ختم نہ ہوں گی، بلکہ اور بڑھ جائیں گی، اور عمل میں سہل کاری کے بجائے طرح طرح کی افراتفری اور دشواریاں پیدا ہو جائیں گی اور خرابیاں سامنے آجائیں گی۔

پہلی خرابی: اختلاف مطالع کی حد مثلاً پانچ سو میل کے اندر اندر ہوگا، اسی طرح کلکتہ وڈھاکہ وپٹنہ اور اس کے اطراف میں بھی تمام پانچ سو میل کے اندر اندر عید و رمضان ہوگا، اور صرف درمیان میں کچھ دور عید نہ ہوگی نہ رمضان۔ تو ذرا خود خیال فرمایئے کہ اس علاقہ کے عوام کے اندر اس سلسلہ میں کیا کیا اور کتنا کچھ خلفشار و ہنگامہ ہونے کا خطرہ یا ظن غالب ہے۔

دوسری خرابی: اختلاف مطالع کی یہ تحدید ظاہر ہے کہ منصوص تو نہیں ہے مبنی بر حساب وقیاس ہے تو پھر اس پر عبادات جیسے فریضہ کے وجوب وسقوط کا مدار کیسے رکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کلکتہ سے ہلال رمضان کے ثبوت کا شرعی اعلان ہوا، اس کے مطابق پانچ سو میل تک کے لوگوں کو روزہ رکھنا فرض ہوگا اور اس کے بعد والوں کو ناجائز ہوگا، یا مثلاً عید کے ثبوت کا یہی شرعی اعلان کلکتہ سے ہوا تو پانچ سو میل تک مثلاً لکھنؤ تک کے لوگوں پر روزہ رکھنا حرام اور عید منانا فرض ہو جائے گا، اور اس کے مطابق، جیسے شاہجہاں پور وغیرہ کے لوگوں پر روزہ رکھنا فرض اور عید منانا حرام کیا جائے گا، یہ فرض وحرام کا حکم کسی نص کے ذریعہ سے ہوگا؟ جبکہ یہ تحدید محض قیاسی وحسابی ہے۔

اگر کہا جائے کہ "لكل أهل بلد رؤيتهم" اس کا مستند ہوگا تو اول یہ نص شارع نہیں

ہے، نہ حقیقتاً نہ حکماً، بلکہ فہم راوی ہے، حتی کہ فہم ابن عباسؓ بھی ہونا اس کا ضروری نہیں ہے، پھر ایسے حکم کی بنیاد اسی چیز پر کسی دلیل شرعی سے ہو سکے گی۔ اور اس قول "لكل أهل بلد رؤيتهم" فہم شارع علیہ السلام سے بھی تسلیم کر لیں، جب بھی اہل کلکتہ اور اس کے توابع تو اس کا مصداق ہو سکیں گے، لیکن لکھنؤ کے تمام شہر جو کلکتہ سے سیکڑوں میل دور دراز ہوں گے اور قطعاً کسی نوع سے توابع کلکتہ نہ ہوں گے وہ اس نص کے مصداق کس طرح ہو گئے۔

اگر کہا جائے کہ اعلان کی وجہ سے یہ سیکڑوں بلاد اس نص کے مصداق ہو گئے کہ یہ اعلان ان تک پہنچ رہا ہے تو بعینہ یہی سوال اور یہی جواب اعلان سننے کا لکھنؤ والوں سے بعد والوں کے لئے بھی ہوگا، تو اب ذرا ہونے والے خلفشار کا اندازہ کیجئے بالخصوص جب کلکتہ اور دہلی دونوں جانب سے یہ اعلانات یکساں ہو رہے ہیں۔

تیسری خرابی: اس سے مثلاً پانچ سو میل تحدید کا کیا مفہوم ہے، آیا مقام رؤیت سے ہر طرف پانچ پانچ سو یا ہر طرف سے صرف ڈھائی سو میل یا محض پانچ سو میل مربع لیا جائے تو قطر ڈیڑھ سو پونے دو سو میل سے زائد نہ ہوگا، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ صرف ایک سو پچاس ایک سو پچھتر میل پر ہی مطلع بدل جائے، حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں، اور اگر ڈھائی سو ہر طرف لیا جائے تو بھی لازم آئے گا کہ دو سو پچاس میل کے بعد ہی مطلع بدل جائے، حالانکہ کوئی اس کا بھی قائل نہیں، اور اگر ہر طرف پانچ سو میل لیا جائے، جیسا کے ظاہر و متبادر ہے تو اس صورت میں مثلاً لکھنؤ سے رؤیت ہلال کے شرعی ثبوت کا اعلان ہوا تو یہ اعلان لکھنؤ سے پانچ سو میل پچھم دہلی تک اور پانچ سو میل پورب کلکتہ تک تمام مقامات کو یکساں شامل اور تمام مقامات کے لئے ثبوت رؤیت کا یکساں موجب ہوگا، اور اس تقدیر پر کلکتہ سے دہلی تک کا ایک مطلع ہونا لازم آجائے گا جو اپنے مفروض کے خلاف ہوگا۔

چوتھی خرابی: یہ ہے کہ مثلاً جب دہلی سے رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت تسلیم ہو جائے گا تو

اس سے پورب سمت میں پانچ سو میل کے بعد بھی جتنے مقامات ہوں گے سب کے مطلع میں چاند کا ہونا لازمی ہوگا، پورب سمت کے کسی مقام میں اختلاف مطلع کا سوال ہی نہ ہوگا کہ ان میں رؤیت کا حکم نہ دیا جائے، پھر کس دلیل شرعی سے اس پورب سمت میں بھی پانچ سو کے بعد عدم رؤیت اور عدم صوم یا فطر کا حکم دیا جائے گا۔

اس لئے کسی مقدار پانچ سو میل یا آٹھ سو میل وغیرہ کی تحدید سے پہلے ان احتمالات ثلاثہ کی تعیین وتشریح اس طرح ضروری ہے کہ یہ عائد شدہ اشکالات مرتفع رہیں، ورنہ پھر خلفشار امت میں رونما ہوگا اس کی خرابی احاطہ بیان سے باہر ہے۔

پانچویں خرابی: ظاہر ہے کہ مطلع کا اختلاف آفتاب کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے اور اسی کے تابع رہتا ہے، جس نوع کی حرکت آفتاب کی ہوگی اسی نوع کا اختلاف مطلع ہوگا، پس جب حرکت آفتاب مسلسل اور تدریجی اور ہر آن متجدد ہوتی رہتی ہے تو اختلاف مطالع بھی مسلسل اور تدریجی ہوتا رہے گا، بلکہ حقیقت میں ہر آن متجدد ہوتا رہے گا، اور پانچ سو میل مقدار کی تحدید محض انتظامی اور تخمینی ہوگی، جو محض میدانی علاقوں میں تو کچھ کام دے سکے گی، مگر پہاڑی مقامات میں یا ان مقامات میں جہاں ٹیلے اور گڈھے بکثرت ہوں جیسے حواشی سمندر کے اکثر علاقے ہوتے ہیں کام نہ دے سکے گی، اور قاعدہ کلی اور عام قرار دینے کی اس میں قطعی صلاحیت نہ ہوگی۔

چھٹی خرابی: اختلاف مطالع کی بنیاد پر پانچ سو میل کی تحدید یا کسی مقدار کی بھی تحدید پیچیدگیوں کو ختم کرنے والی نہ ہوگی، ٹیلے اور گڈھوں سے محفوظ میدانی علاقوں میں بھی بہت سی الجھنوں کا باعث ہوگی، پانچ سو میل کی تحدید سے کلکتہ کا مطلع پانچ سو میل پر ختم ہو جائے گا اور جو مقام کلکتہ سے، مثلاً سو میل جانب مغرب میں واقع ہے اس کا مطلع کلکتہ کے مطلع کی انتہاء سے سو میل بعد ختم ہوگا، اسی طرح دو سو میل بعد یا تین سو میل بعد کے مقام کا مطلع دو سو میل یا تین سو میل بعد ختم ہو جائے گا۔ اس مقدمہ کو ذہن میں رکھنے کے بعد اب غور فرمایئے کہ اگر کلکتہ سے سو میل

پچھم کسی مقام پر رؤیت ہلال ہوئی اور وہاں ریڈیو اسٹیشن نہیں ہے اس لئے اس کا اعلان کلکتہ ریڈیو اسٹیشن سے ہو تو سننے والا اس اعلان کا حکم کلکتہ سے ٹھیک پانچ سو میل پر سمجھے گا، حالانکہ اس رؤیت کا حقیقت کے اعتبار سے یہ حکم شرعی مزید سو میل یا دو سو میل بعد تک جانا چاہئے، اسی طرح اگر کلکتہ سے سو میل یا دو سو میل پورب میں رؤیت ہلال ثابت ہو اور اعلان کلکتہ ریڈیو سے ہو تو کلکتہ سے پانچ سو میل یا سو میل یا دو سو میل یا تین سو میل سے قبل ہی مطلع کی انتہا ہونا چاہئے، حالانکہ اس اعلان سے لوگ پورے پانچ سو میل تک سمجھیں گے اور عمل کریں گے اور یہ غلط ہوگا، اب اگر اعلان میں یہ سب تفصیلات ظاہر نہ ہوں تو یہ اعلان کی طرح قابل عمل بھی نہ رہے گا، چہ جائیکہ واجب العمل قرار پانے کا تصور کیا جائے، اور اگر یہ سب تفصیلات اعلان میں ظاہر کی جائیں تو خیال فرمایئے کہ عوام کی الجھنوں کا کیا ہوگا اور کس طرح یہ اعلان قابل بنایا جاسکے گا۔

ساتویں خرابی: اختلاف مطالع کی یہ تحدید مقام اعلان سے ہر چہار جانب پانچ پانچ سو میل ہو یا اس کا نصف نصف ہو یا صرف پانچ سو میل مربع ہو ہر تقدیر پر یہ ضابطہ اور تحدید طول البلد کے اعتبار سے اگر نافذ ہو تو عرض البلد کے اعتبار سے نافذ ہونا ضروری نہیں، اور اگر دونوں کا لحاظ کیا جائے تو ہر سمت کے اعتبار سے پانچ سو میل یا آٹھ سو میل یا ڈھائی سو میل وغیرہ ہونا صحیح نہ ہوگا بلکہ ہر جگہ اور ہر علاقہ کے اعتبار سے مختلف مقدار ہوگی پھر یہ تحدید محض ایک کھلونا ہی نہیں، بلکہ دین میں تماشہ بنانے کے مترادف فعل ہو جائے گا۔

غرض ثبوت رؤیت ہلال کی مقدار محض اختلاف مطالع پر رکھتے ہیں تو بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی جن کی اصلاح قابو سے باہر ہوگی، اور غالباً ایسی ہی وجوہ ہوں گی جن کی بنا پر ہر طبقہ خیال کے جمہور علماء نے اختلاف مطالع پر ثبوت رؤیت کی بناء رکھنے کو منع فرمایا ہے، بخلاف اس کے کہ اگر مدار ثبوت رؤیت کے بجائے اختلاف مطالع کے ظاہر روایت پر ہی رکھا جائے اور یہ کہا جائے کہ کوئی شرعی ہلال کمیٹی جس کے سب ارکان باشرع ہوں اور اس میں کم از کم ایک معتمد

وتجربہ کار مفتی شریک کار رہو اور وہ رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کر کے بایں الفاظ ریڈیو پر خود اعلان کرے یا اپنے کسی نائب یا وکیل کے ذریعہ سے کرائے کہ ہم رؤیت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کر کے اعلان کر رہے ہیں کہ کل صبح یوم فلاں یکم رمضان ہے، روزے رکھے جائیں، یا یکم شوال ہے نماز عید الفطر پڑھی جائے، تو یہ اعلان چونکہ طبل قاضی یا قندیل منارہ یا توپ وغیرہ کی طرح محض علامت ہی نہیں ہے بلکہ اس سے قوی تر اور واضح شئی اعلان ہے، یہ بدرجۂ اولی غلبہ ظن حاصل ہونے کا سبب اور موجب ہوگا، اس لئے یہ اعلان ان تمام لوگوں کیلئے شرعاً حجت اور موجب عمل ہوگا جن کو یہ اعلان ۲۹ رشعبان یا ۲۹ ررمضان کو سنائی دے اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے ان کا مہینہ ۲۸ ردن کا یا ۳۱ ردن کا نہ ہو رہا ہو۔

اگر وہ لوگ اس اعلان کو صحیح اور قاعدہ شرع کے مطابق جانتے اور سمجھتے ہیں تو ان پر اس کے مطابق عمل کرنا دیانۃً واجب اور ضروری ہو جائے گا، البتہ اس اعلان مذکورہ پر عمل کرنے کی وجہ سے جن لوگوں کا مہینہ ۲۸ ردن کا یا ۳۱ ردن کا ہونا لازم آیا تو ان کو اس اعلان پر عمل کرنا جائز نہ رہے گا، پس اگر عوام وخواص کے سامنے معیار عمل ومعیار ثبوت صرف یہی اعلان رکھ دیا جائے تو امید ہے کہ کوئی الجھن سمجھنے اور عمل کرنے میں نہ ہوگی، اور نہ پانچ سو میل یا آٹھ سو میل یا کسی بھی مسافت کی تحدید وغیرہ کی بحث پیدا ہوگی، بلکہ اندرون مملکت و بیرون مملکت کی تحدید کی بحث بھی پیدا نہ ہوگی، بلکہ ظاہری مذہب کے مطابق اس عبارت:

”واختلاف المطالع غير معتبر على ظاهر المذهب، فيلزم أهل المشرق برؤية أهل المغرب إذا ثبت عندهم بطريق موجب“ (درمختار علی ہامش الشامی ۹۶/۲)۔

کے تحت دنیا کے کسی گوشہ سے یہ اعلان ۲۹ رتاریخ کو مذکورہ بالا شرائط وقیود کے مطابق آئے اور مہینہ ۲۸ ردن کا یا ۳۱ ردن کا نہ ہو رہا ہو تو شرعاً حجت ہو جائے گا، البتہ اس پر عمل کے نفاذ

کا اختیار انتظاماً عوام کو نہ ہوگا، بلکہ مقامی شرعی ہلال کمیٹی کو ہوگا یا مقامی یا قریبی معتمد مفتی یا عالم کو ہوگا جو مسائل متعلقہ ضروریہ سے اچھی طرح واقف ہو (نظام الفتاوی ۲ / ۵۹ - ۶۵)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ روزہ کے باب میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، لہذا اگر کہیں بھی بطریق موجب رؤیت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو تمام مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہوگا۔

ہندوستان و پاکستان و بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع

ج- حضرت مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان کا مطلع ایک ہی ہے جیسا کہ مرادآباد کے اجلاس میں اکابر تصریح فرما چکے ہیں (نظام الفتاوی ۲ / ۳۶۲)۔

اسی کے ساتھ بنگلہ دیش اور نیپال کو بھی شامل کر کے ان چاروں ملکوں کا مطلع ایک ہی کہنا چاہئے۔

خلاصۂ کلام ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش کا مطلع ایک ہے۔ واللہ اعلم۔

د- ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال کا مطلع ایک ہی ہے تو ان ملکوں کے کسی حصہ میں رؤیت ہلال کا ثبوت ہو جائے اور اس کا اعلان بھی کر دیا جائے تو ملک کے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس اعلان کے مطابق عمل کریں، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ اہل مشرق کی رؤیت اہل مغرب کے لئے لازم ہے جب کہ رؤیت بطریق موجب ہو، اور جس شہر میں نظام قضا نہ ہو تو وہاں کے لوگ کسی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کر کے اس کے مطابق عمل کریں۔ دوسرے خطہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس جب رؤیت کی شرعی شہادت پہنچ جائے تو وہ اس اعلان کی پابند ہے تاکہ روزہ اور عید میں کسی طرح کا خلل نہ واقع ہو۔

غرض یہ کہ چونکہ ہندوپاک اور بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع ایک ہے اس لئے ان ملکوں کے کسی خطہ میں رؤیت کا ثبوت مل جائے تو اس کے اعلان پر دوسرے خطہ کے مسلمانون کو لازم ہے کہ روزہ یا عید کیلئے عمل کریں۔

ھ- اگر ایک خطہ میں رؤیت ہو جائے تو دوسرے خطہ تک اس کی خبر بذریعہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام یا ریڈیو سے ملتی ہے تو اس خبر پر عمل کرنے کی تفصیل و شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

فون وتار: محض تار اور ٹیلیفون کی خبر شرعاً حجت نہیں ہے، البتہ اگر اس کے ساتھ دیگر قرائن اور خبریں بھی موجود ہوں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے (فتاوی دار العلوم دیوبند ۶/ ۳۸۲)۔

متعدد تار کے ذریعہ خبر سے مفتی کو ظن غالب چاند ہونے کا ہو جائے تو اس پر حکم کرنا جائز ہے (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۶/ ۳۸۱)۔

تنہا تار یا خط کی خبر پوری معتبر نہیں ہے، لیکن اگر خبریں بہت سی ہو کر مفید علم ظنی ہو جائیں تو ان پر عمل کرنا جائز ہے (فتاوی دار العلوم دیوبند ۶/ ۳۸۱)۔

جب کہ خبر رؤیت مستفیض ہو جائے، یعنی ہر طرف سے ایسی خبریں آویں کہ چاند ہو گیا اور ظن غالب اس کے صدق کا ہو جائے تو اس پر عمل کرنا سب کو لازم ہوتا ہے (فتاوی دار العلوم دیوبند ۶/ ۳۸۰)۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے: ''صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته'' چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ مدار رؤیت ہلال پر ہے اور عدم رؤیت کی صورت میں نصاب شہادت کو رؤیت کا حکم دیا گیا ہے ہلال رمضان میں مطلع صاف نہ ہو تو ایک دیندار شخص کی رؤیت کی خبر کافی ہے اور ہلال عید کا ثبوت شرعی گواہوں کی شہادت سے ہوگا اور اگر مطلع صاف ہے تو جم غفیر کی شہادت ضروری ہے، جبکہ مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ایک دیندار مسلمان کی خبر رؤیت، ہلال رمضان میں معتبر ہے تو اگر کسی دیندار مسلمان کے خط یا فون سے جب کہ وہ اپنا چاند

دیکھنا بیان کرے یا یہ کہ فلاں معتبر اور دیندار شخص نے مجھ سے اپنا چاند دیکھنا بیان کیا ہے یا میرے سامنے قاضی صاحب نے یا مفتی صاحب نے یا کمیٹی کے صدر نے شرعی طور پر چاند ہونے کا فیصلہ دیا ہے یا اس سے یقین یا غلبۂ ظن حاصل ہو جائے کہ یہ فلاں شخص کا خط یا اس کی آواز ہے تو اس پر خود عمل کر سکتا ہے اور اگر دوسرے متعدد خطوط یا فون سے اس خبر کی تصدیق ہو جائے تو قاضی یا مفتی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا معتمد علیہ شخصیت کو اعلان کرنے کا حق حاصل ہو جائے گا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے اس میں ٹیلیفون کا واسطہ غیر معتبر ہے اور جن میں حجاب مانع نہیں ان میں اگر قرائن قویہ سے مشکل کی تعیین ہو جائے کہ فلاں شخص ہی بول رہا ہے تو معتبر ہے (امداد الفتاوی ۲/۸۷)۔

ہاں جب متعدد جگہوں سے یا کسی ایک شہر سے کہ جہاں نامور علماء اور مفتیانِ کرام ہوں مختلف ثقہ لوگوں کے یہ بیانات موصول ہوں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا مفتی یا معتمد علیہ شخصیت نے شہادت سن کر چاند ہونے کا فیصلہ دیا ہے اور جب ایسا بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہو جائے کہ عقلاً ان کے جھوٹ ہونے کا کوئی احتمال باقی نہ رہے اور خبر مستفیض کے درجہ میں آجائے اور ان خبروں کے صحیح ہونے کا یقین یا غلبۂ ظن مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا معتمد علیہ شخصیت کو حاصل ہو جائے تو ان کو عید کے چاند کا اعلان کرنے کا بھی حق حاصل ہو جائے گا ایک دو فون کافی نہ ہوں گے (فتاوی رحیمہ ۵/۱۸۷-۱۸۸)۔

ٹیلیگرام اور وائرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والے کی شناخت نہیں ہو سکتی اس لئے محض ایسی خبروں سے رؤیت ہلال ثابت نہیں ہوگا، البتہ ٹیلیفون، ٹیلی ویژن، ریڈیو پر آواز کی شناخت ہو جاتی ہے اور یہ پہچانا جا سکتا ہے تو جب یہ معلوم ہو کہ خبر دینے والا کوئی ثقہ مسلمان عاقل بالغ اور بینا ہے اور خود اپنے چاند دیکھنے کی خبر دے رہا ہے تو رمضان کا اعلان کرایا

جا سکتا ہے اور خبر دینے والے پر مکمل اعتماد نہ ہو تو رمضان کا اعلان کرانا بھی درست نہیں اور ثبوت رمضان کے لئے حکم حاکم، فیصلۂ قاضی بھی شرط نہیں، عام آدمی جب کسی معتمد ثقہ مسلمان عاقل بالغ بینا سے یہ خبر سنیں کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے، خواہ کوئی قاضی یا عالم یا ہلال کمیٹی فیصلہ دے یا نہ دے (عالمگیری ۱/۱۷۷، آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱/۱۷۷-۱۷۸)۔

ریڈیو: شرعی قاضی یا مستند علماء کرام کی مجلس یا چاند کمیٹی کا صدر یا ان کا معتمد نمائندہ بذریعہ ریڈیو نشر کرے اور دوسری جگہ کے علماء کرام اسے منظور رکھیں تو اس پر عمل کرنا درست ہے عوام کی منظوری کافی نہیں، بلکہ ان کی دخل اندازی اور اہل علم سے الجھنا روا نہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں:۔ غرض آج کل ہر شخص مفسر و مترجم ہے اور ہر ایک شریعت میں رائے دیتا ہے گویا شریعت کا سمجھنا تمام فنون سے آسان ہے، حالانکہ یہ تو قانون الٰہی ہے، جب دینوی سلاطین کے قوانین کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، بلکہ خاص وکلاء اور بیرسٹر اور ہائی کوٹ کے جج ہی اس کو سمجھتے ہیں تو خدائی قانون کو ایسا کیا آسان سمجھ لیا ہے (وعظ الباب/۱۸)۔

ریڈیو کی خبر کے متعلق ہندوستان کے مستند علماء کا فیصلہ

ریڈیو کی خبر ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اعلان اگر رؤیت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کی جانب سے ہو جو چاند ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا فیصلہ کرتی ہے کیا کسی ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کو وہاں کے مسلمانوں نے قاضی یا امیر شریعت کی حیثیت سے مان رکھا ہے اور وہ باضابطہ شہادت لے کر فیصلہ کیا کرتا ہے اور اعلان کرنے والا خود قاضی یا امیر شریعت یا رؤیت ہلال کمیٹی کا صدر یا کمیٹی کا معتمد مسلم نمائندہ ہے تو مقامی کمیٹی یا قاضی یا امیر شریعت کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اس پر اعتماد کر کے رؤیت ہلال کا فیصلہ کرے (فتاوی رحیمیہ ۱۸۵/-۱۸۶)۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: ''جس شہر میں با قاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات اور دیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے، صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کے نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے کہ جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کیا جائے جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لئے درست نہیں۔

اور جس طرح ایک شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ اس شہر اور اس کے مضافات کے لئے واجب العمل ہے اسی طرح اگر کوئی قاضی یا مسلم مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا صوبہ یا پورے ملک کے لئے ہو تو اس کا فیصلہ اپنے اپنے حدود روٴیت میں واجب العمل ہوگا، اس لئے جو فیصلہ پاکستان میں صدر مملکت کی طرف سے ریڈیو پر نشر کیا جائے اور اس میں مذکور الصدر احتیاط سے کام لیا گیا ہو وہ پورے ملک کے لئے نافذ العمل ہو سکتا ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۷۷)۔

خلاصۂ کلام: ٹیلیفون، ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر آواز کی شناخت ہو جاتی ہے اور پہچانا جا سکتا ہے تو جب یہ معلوم ہو کہ خبر دینے والا ثقہ مسلمان عاقل و بالغ اور بینا ہے اور وہ خود اپنے چاند دیکھنے کی خبر دے رہا ہے تو رمضان کا اعلان کرایا جا سکتا ہے، رمضان کے چاند میں چونکہ شہادت یا استفاضۂ خبر دونوں شرط نہیں ہیں، ایک ثقہ مسلمان کی خبر کافی ہے، اس لئے خط اور آلات جدیدہ کی خبروں پر اس شرط کے ساتھ عمل کرنا درست ہے کہ خبر دینے والے کا خط یا آواز پہچانی جائے اور وہ بچشم خود چاند دیکھنا بیان کرے اور جس کے ساتھ یہ خبر بیان کی جا رہی ہے وہ اس کو پہچانتا ہو اور اس کی شہادت کو قابل اعتماد سمجھتا ہو۔

اور ریڈیو کا اعلان بشرط مذکورہ ہو تو وہ پورے ملک کیلئے نافذ العمل ہوسکتا ہے۔

اور اگر مطلع صاف ہو تو تمام صورتیں ثبوت ہلال کیلئے ناکافی ہوں گی تا آنکہ شرعی شہادت یا خبر استفاضہ کی صورت نہ ہو جائے عید کے چاند کے ثبوت کیلئے چونکہ شہادت ضروری ہے اور شہادت کیلئے شاہد کی حاضری ضروری ہے، اس لئے اس میں فون یا خط کی خبر کافی نہیں سمجھی جائے گی اگر چہ آواز پہچان لی جائے اور بولنے والا ثقہ اور قابل شہادت ہو۔

اور ریڈیو کے ذریعہ اعلان میں یہ شرط ہے کہ وہ صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کے نشر کرنے میں پورے احتیاط سے کام لے کہ جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں۔

ٹیلی گرام اور وائرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والے کی شناخت نہیں ہوسکتی اسلئے محض ایسی خبروں سے ہلال ثابت نہیں ہوگا۔

فلکیاتی حساب

۲-الف- اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ" (بقرہ:.....)۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر وتوضیح اور تفصیل احادیث رسول ﷺ اور آثار صحابہؓ میں مذکور ہے، ان سب کا حاصل یہ ہے کہ دین اسلام سیدھی سادی فطرت سلیمہ پر دائر ہے تا کہ ہر طبقہ کا انسان، خواہ کسی خطہ کا ہو کسی طبقہ کا ہو جاہل وان پڑھ ہو اور غیر متمدن ہو یا پڑھا لکھا اور متمدن ہو۔ غرض کوئی ہو صرف ایک قید ہے کہ عاقل ہو بالغ ہو ہر ایک یکساں طور پر اپنے معبود برحق سے رابطہ عبودیت قائم کر کے آسانی سے کامیاب وفائز المرام ہوسکے۔

اسلامی احکام کا مدار فلسفیانہ موشگافیوں یا علم الافلاک یا علم ریاضی و ہندسہ کی حسابی دقائق اور نکتوں پر دائر نہیں ہے، لہذا ہلال کی رؤیت اور عدم کا حکم بھی ان حسابی یا نجومی دقائق وحساب پر دائر نہیں ہوگا بلکہ صاف ارشاد فرمایا گیا: "قال ﷺ: **إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا وهكذا الحديث**" (متفق علیہ)۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امت اسلام کے احکام کا مدار حساب و کتاب پر نہیں بالخصوص صوم رمضان کا بلکہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا، پس انتیس شعبان کو چاند نظر آجائے تو روزہ رکھنا شروع کر دو اور اگر انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزے رکھنا شروع کر دو، چاند نظر آئے یا نہ آئے چونکہ کوئی مہینہ تیس دن سے زائد کا نہیں ہوتا۔

اسی طرح ہلال عید کا حکم بھی بنا دیا گیا کہ انتیس رمضان کو چاند نظر آجائے تو عید مناؤ اور انتیس رمضان کو چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے پورے کر کے عید مناؤ چاند نظر آئے یا نہ آئے۔

مذاہب اربعہ میں فلکیات کا عدم اعتبار

۱- علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: احناف کے متون و دیگر کتب اس پر متفق ہیں کہ رمضان کا ثبوت یا تو چاند دیکھنے سے ہوتا ہے یا یہ کہ شعبان کے تیس دن پورے ہو جائیں، لہذا مؤقتین کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کہ چاند فلاں رات کو ہوگا، اگر چہ وہ عادل و معتبر کیوں نہ ہو، احناف کا قول صحیح یہی ہے اور اسی پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب واتباع متفق ہیں (رسائل ابن عابدین ۱/۲۲۵)۔

۲- امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو مجتہد حساب وفلکیات پر اعتماد کرتا ہو اس کی اقتداء واتباع نہ کی جائے اور علامہ قرافی نے ذکر کیا ہے کہ جو امام ایسا ہو اس کی اتباع نہ کی

جائے گی اس لئے کہ سلف کا اجماع اس کے خلاف پر ہے، نیز علامہ ابن عربی وغیرہ سب سے انکار مروی ہے اور علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ فلکیین کے کہنے کی وجہ سے مہینہ کی ابتداء نہیں مانی جائے گی اور نفی تو بدرجہ اولیٰ درست نہیں ہے (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۲۵)۔

۳- علامہ علی شافعی فرماتے ہیں: رؤیت کے مسائل میں معمول بہ تو وہی چیز ہے جو کہ شرعی شہادت سے ثابت ہو، اس لئے کہ شارع نے شہادت، کو یقین کی حیثیت دی ہے اور علامہ سبکی کا قول فلکیات کا علم قطعی ہے، لہٰذا شہادت کے مقابلہ میں اس پر عمل واجب ہے' مردود ہے اس کو متاخرین نے رد کیا ہے' ہمارے اس قول کی وجہ یہ ہے کہ شارع نے حساب کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے۔ فقہ شافعی کی کتاب ''الانوار'' میں ہے کہ چاند کے منازل وحساب کے واقفیت کی وجہ سے روزہ وغیرہ فرض نہیں ہوتا، نہ تو جاننے والے پر اور نہ ہی نہ جاننے والے پر، حافظ ابن حجر کی شرح ''منہاج'' میں مجموع سے نقل کیا ہے کہ اگر فن والے اپنے علم پر اعتماد وعمل کرتے ہوئے روزہ رکھ لیں تو یہ روزہ رمضان کے روزے کی طرح سے کفایت نہیں کرے گا (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۲۵-۲۲۷)۔

۴- ابن مفلح حنبلی نے اپنی کتاب الفروع میں ذکر کیا ہے کہ جو آدمی نجوم وحساب کی بنیاد پر روزہ رکھے گا اس کا روزہ نہیں ہوگا اگر چہ اس کا فیصلہ صحیح ہو اور حساب ونجوم کی بنیاد پر چاند کے ثبوت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا اگر چہ اس کے فیصلے کثرت سے صحیح ہوتے ہوں (مجلۃ البحوث ج ۱۰۸)۔

اور حنابلہ کی ایک دوسری کتاب ''العنایہ'' اور اس کی شرح میں ہے کہ سورج گرہن وغیرہ کسی چیز میں منجمین وفلکیین کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ اس پر عمل کرنا جائز ہے (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۲۷)۔

۵- حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اس بابت علماء فلکیات سے رجوع اور ان کے قول پر عمل کے قائل ہیں۔ یہ رائے روافض کی ہے، اگر چہ بعض فقہاء رحمہم اللہ بھی اس کی طرف مائل ہیں، علامہ باجی کا کہنا ہے کہ سلف صالح کا اجماع ایسے لوگوں پر حجت ہے اور ابن بزیزہ

فرماتے ہیں کہ یہ مذہب باطل ہے (فتح الباری ۴؍۱۲۷)۔

۶- علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض قاضی عادل گواہوں کی شہادت کو فلکیات کے عالم کے کہنے کی وجہ سے، حالانکہ وہ جاہل و کاذب ہوتا ہے رد کردیتے ہیں ایسے لوگ ان کا مصداق ہیں جن کے لئے فرمایا گیا ہے کہ حق کے سامنے آنے پر وہ حق کو ٹھکرادیتے ہیں اور اس کو جھٹلا دیتے ہیں۔

علماء دیوبند کے فتاوی

ا- حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں (روزہ وغیرہ کیلئے) اگر دوسری جگہ سے خبر آجاوے تو اس کے معتبر ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ طریق موجب سے پہنچے اور طریق موجب یہ ہیں: ایک شہادت بالرویت دوسرے شہادت علی الشہادۃ بالرویت تیسرے شہادت علی حکم الحاکم، چوتھے استفاضہ جو حکم حاکم میں ہے اور جب ان ذرائع سے خبر آئے گی تو اس پر عمل واجب ہے اور ظاہر ہے کہ ترک واجب معصیت ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ اول تو ان مقدمات ریاضیہ میں بعض مخدوش ہیں دوسرے قطع نظر اس سے شریعت میں ان کا بالکل اعتبار نہیں کیا گیا۔

حدیث: "نحن أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا وهكذا" (امداد الفتاوی ۲؍۱۰۲،۱۱۸)۔

ب- اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹؍تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہیں ہے، لیکن اگر اس کے باوجود اس خطہ سے رویت ہلال کی شرعی شہادت مل جائے تو اسے قبول کر کے اسی کے مطابق ثبوت رمضان یا عید کا اعلان کرادیا جائے گا۔

ج- چاند کی رویت کے سلسلہ میں جہاں تک محکمۂ موسمیات سے مدد لینے کی بات ہے

تو مدد لینے میں چنداں مضائقہ نہیں ہے، لیکن چاند کے ثبوت کیلئے محکمۂ موسمیات پر مدار رکھنا درست نہیں بلکہ شرعی شہادت پر عمل کرنا واجب ہے۔

د- ۲۹ ؍شعبان کو مطلع ابر آلود ہو تو ایک عادل شخص کی رویت کی شہادت سے رمضان ثابت ہو جائے گا اور قاضی اس کی شہادت سے ثبوت رمضان کا اعلان کرا سکتا ہے تو اس صورت میں تیس رمضان کی گنتی پوری ہونے پر عید الفطر منانا حلال اور واجب ہے بالاجماع (مراقی الفلاح ؍ ۳۵۹)۔

گرچہ تیس رمضان کو عید الفطر کا چاند نظر نہ آئے اور جبکہ رمضان شریف کا روزہ دو عادل شخص کی شہادت پر رکھا گیا ہو اور رمضان کی تیس تاریخ کو مطلع ابر آلود ہے تو رمضان کی گنتی تیس پوری ہو جانیکے بعد افطار کرنا اور عید الفطر منانا واجب ہے (شامی ۲ ؍ ۱۲۹، مراقی الفلاح ؍ ۲۵۹)۔

خلاصۂ کلام

ایک عادل یا دو عادل کی شہادت سے روزہ رکھا گیا ہے تو تیس روزہ پورا ہو جانے کے بعد عید الفطر منانا واجب ہے غلط بیانی سے کام لینے کا سوء ظن نہ رکھا جائے۔

۳- الف- رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جب کہ مطلع صاف ہو جماعت کثیرہ کی شہادت شرط ہے (ہدایہ ۱ ؍ ۹۵-۱۹۶)۔

چاند دیکھنے والوں کے لئے عدل کا وہی معیار ضروری ہے جو فقہاء کرام نے لکھا ہے، چنانچہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند (۶ ؍ ۳۵۰) میں ہے عدل کی وہی تفسیر اب بھی ہے جو فقہاء نے لکھی ہے (شامی ۲ ؍ ۱۲۳-۱۲۴)۔

بہرحال مطلع صاف ہونے کی صورت میں مجمع کثیر کی شہادت رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے شرط ہے، موجودہ دور میں عدل کیلئے وہی معیار ضروری ہے جو فقہاء نے لکھا ہے اور مستور کی گواہی معتبر ہے۔

ب- چاند دیکھنے والوں کے لئے لازم ہے کہ قاضی، مفتی، معتمد علیہ شخصیت اور ہلال کمیٹی کے صدر کے پاس جا کر رویت کی شہادت دیں (کذا فی فتاوی رحیمیہ ۵/۱۹۰)۔

چاند دیکھنے والوں کا یہ بیان اصولی طور پر خبر ہے ان کے لئے لازم ہے کہ جہاں نامور علماء اور مفتیان کرام یا ہلال کمیٹی ہو اپنے بیانات دیں کہ ہم لوگوں نے خود چاند دیکھا ہے اور یہ لوگ ثقہ و معتبر ہوں تو جب ان کی خبر کے صحیح ہونے کا یقین یا غلبۂ ظن ہو جائے تو مفتی یا قاضی یا ہلال کمیٹی کو چاند کے ثبوت کا اعلان کرانے کا حق حاصل ہو جائیگا۔

خلاصہ یہ کہ

چاند دیکھنے والوں کے لئے لازم ہے کہ قاضی وغیرہ کے پاس جا کر رویت کی شہادت دیں اور ان کا بیان اصولی طور پر خبر ہے۔

ج- چاند دیکھنے والوں کے لئے بلا تاخیر فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے، لیکن اگر سواری وغیرہ کی مجبوری کی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو یہ عذر تاخیر قبول کیا جا سکتا ہے۔

اگر چاند دیکھنے کے چند گھنٹوں کے بعد رات میں شہادت پہنچائی گئی تو قاضی یا مفتی کو فوری طور پر تصدیق کے بعد اعلان کرا دینا ضروری ہوگا تا کہ صبح عید کی نماز ادا ہو یا رمضان کا روزہ شروع کیا جائے۔

اور اگر چاند دیکھنے کے بعد دن بھر کی تاخیر ہو گئی تو اگر چاند دیکھنے والے ثقہ و معتبر ہیں تو تصدیق کر کے فوراً اعلان کرا دیا جائے گا اگر عیدین کا چاند ہے تو نماز عیدین کل ہو کر ادا کر لی جائے گی چونکہ یہ تاخیر بعذر ہے اور فقہاء نے اس کی گنجائش رکھی ہے اور اگر رمضان کا چاند ہے تو ایک روزہ کے قضا کا اعلان کرا دینا واجب ہوگا (کذا فی الشامی ۱/۶۱۸)۔

۴- الف- ملک کے جس حصہ میں جہاں نظام قضا موجود ہے اور وہاں کے قاضی نے تصدیق کرنے کے بعد چاند ہونے کے ثبوت کا اعلان کر دیا تو اس حلقہ کے تمام مسلمانوں پر اس

اعلان پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ (کذا فی کتب الفقہ)۔

ب- اگر کوئی قاضی یا مسلم مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا صوبہ یا پورے ملک کیلئے ہوتو اس کا فیصلہ اپنے اپنے حدود ولایت میں واجب العمل ہوگا، اس لئے جو فیصلہ پاکستان میں صدر مملکت کی طرف سے ریڈیو پر نشر کیا جائے اس شرط سے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس کو قاضی یا ہلال کمیٹی نے دیا ہے اور اس کے نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں تو یہ اعلان پورے ملک کے لئے نافذ العمل ہوسکتا ہے (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ر ۱۷۷)۔

ج- ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوں چاند کے ثبوت کا اعلان کردیا تو وہ اعلان سلطان کا درجہ رکھتے ہوئے پورے ملک کے لئے نافذ العمل ہوسکتا ہے۔

د- ریڈیو کی خبر ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے یہ اعلان اگر رؤیت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کی جانب سے ہو جو چاند ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا فیصلہ کرتی ہے، یا کسی ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کو وہاں کے مسلمانوں نے قاضی یا امیر شریعت کی حیثیت سے مان رکھا ہے اور وہ باضابطہ شہادت لے کر فیصلہ کیا کرتا ہے اور اعلان کرنے والا خود قاضی یا امیر شریعت یا رؤیت ہلال کمیٹی کا صدر یا کمیٹی کا مفتی مسلم نمائندہ ہو تو مقامی کمیٹی یا قاضی یا امیر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اس پر اعتماد کر کے رؤیت ہلال کا فیصلہ کردے (رؤیت ہلال ر ۹۶ از مولانا محمد میاں صاحب)۔

۵- الف- جن بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے جس کی بناء پر چاند کی رؤیت ۲۹ رتاریخ کو بہت کم ممکن ہوتی ہے مثلاً برطانیہ تو ایسے علاقوں میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک: ”صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين“ پر عمل کرتے ہوئے مہینہ تیس دن کا شمار کر کے رمضان وعیدین کا فیصلہ کیا جائے گا۔

ب-اگر ان علاقوں میں مہینہ ۳۰ ر دن کا شمار کئے جانے میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے چار سال میں جو ایک ماہ کا فرق پڑ جانے کا خطرہ ہو تو ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنے اعتبار سے مہینہ ۳۰ ر دن کا شمار کر کے رمضان وعیدین کے لئے عمل کریں یہی حدیث کا تقاضا ہے۔

ج-حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: ''جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو، اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے۔ صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں جس ریڈیو پر ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کیلئے درست نہیں'' (آلات جدیدہ کے شرعی احکام ر ۱۷۷)۔

اس اعلان کے لئے تین جگہوں کے اعلان کی کوئی خبر شرط نہیں ہونی چاہئے۔

البتہ اعلان کرنے والے کا مسلمان ہونا ضروری ہے کیونکہ کافر کی بات کا اس سلسلہ میں قطعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری (۵ ر ۳۴۲) میں ہے:

''لا يقبل قول الكافر في الديانات'' یعنی غیر مسلم کی بات کا دینی معاملات میں کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ لیکن بدرجۂ مجبوری غیر مسلم ملازم کا اعلان جب کہ وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کے فیصلہ کو بتصریح نام اعلان کرے تو قابل تسلیم ہوگا۔

ریڈیو کی خبر کے سلسلہ میں آج سے بہت پہلے اکابر جمعیت علماء ہند کا بیان اور ابھی حال میں مجلس تحقیقات شرعیہ کا جو فیصلہ آیا ہے اس سے مسئلہ واضح ہو کر سامنے آگیا ہے جس کا خلاصہ یہ

ہے کہ ریڈیو سے رؤیت ہلال کا اعلان خبر ہے اصطلاحی شہادت نہیں ہے ریڈیو کا اجمالی اعلان کہ فلاں شہر میں چاند دیکھا گیا ہے یا کل عید منائی جائے گی قابل قبول نہیں ہے اور نہ اس طرح کے اعلان پر صوم یا افطار صوم درست ہے اسی طرح ایک ہی جگہ کے ریڈیو کے حوالے سے مختلف شہروں کے ریڈیو کی خبر بھی قابل توجہ نہیں ہے۔

ریڈیو کے جس اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ تفصیلی ہو اور ذمہ دار علماء کی طرف سے ہو یا کم از کم ان کی ذمہ داری کے حوالے سے ہو کہ انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہونے کا فیصلہ کیا ہے، مثلاً ریڈیو اسٹیشن سے اس طرح کے واضح اعلان پر صوم و افطار درست ہے ریڈیو پر اعلان کرنے والا کوئی متدین مسلمان نہ ہو، بلکہ ریڈیو کا غیر مسلم ملازم ہو اور وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا جماعت علماء یا قاضی شریعت کے فیصلہ کا بتصریح نام اعلان بھی قابل تسلیم ہوگا۔

پاکستان اور دیگر قریبی ممالک کے ریڈیو کا اعتبار بھی اسی وقت ہوگا جب ان کی اطلاع اصول و احکام مذکورہ کے مطابق ہوگی (فتاوی دار العلوم ۶/ ۳۹-۴۰)۔

خلاصۂ کلام

رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہو جانے پر ریڈیو کے ذریعہ اعلان پر دوسرے علاقوں کے ذمہ داران اعتماد کرتے ہوئے اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں اور اس کے مطابق رمضان و عیدین کے لئے عمل کر سکتے ہیں اور ریڈیو کے غیر مسلم ملازم کا اعلان بھی قابل تسلیم ہوگا جب کہ وہ کسی ذمہ دار ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کے فیصلہ کو بتصریح نام اعلام کرے۔

رؤیت ہلال سے متعلق مسائل کا شرعی حل

مولانا مجیب الغفار اسعد اعظمی ☆

۱- الف- رؤیت ہلال کے سلسلے میں شرائط معتبرہ عند الفقہاء کا مطالع کے اختلاف میں اعتبار ہوگا، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، اور اس پر علماء کا اجماع ہے، اس کے برخلاف فقہاء کے جو اقوال ہیں وہ مؤول اور مصروف عن الظاہر ہیں، ہم حدود اختلاف مطالع سے قطع نظر صرف اعتبار اختلاف مطالع کے سلسلے میں اختصار کے ساتھ علماء کے اقوال پیش کر رہے ہیں۔

مولانا عبد الحیؒ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:

''علماء حنفیہ اس امر میں مختلف ہیں، بعض کے نزدیک اختلاف مطالع مطلقاً غیر معتبر ہے اور بعض کے نزدیک معتبر ہے، اور تیسرا مذہب معتمد یہ ہے کہ جن دو مقاموں میں ایک مہینہ کی مسافت ہو ایسے مقاموں میں ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ لازم نہ ہوگی اور اس سے کم میں حکم ایک مقام کا دوسرے مقام پر لازم ہوگا'' (۱/ ۳۵۲)۔

ایک اور موقع پر لکھتے ہیں:

''اور محققین کے نزدیک یہ ہے کہ جو بلاد قواعد ہیئات کے اعتبار سے اختلاف مطالع رکھتے ہیں ان میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا، اور ایک شہر کی رؤیت سے دوسرے شہر میں رؤیت کا حکم نہ دیا جائے گا، اور جو شہر اختلاف مطالع نہیں رکھتے ان میں رؤیت کا حکم دیا

☆ مدرس جامعۃ مظہر العلوم، بنارس۔

جائے گا'' (۱/ ۳۴۵)۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: اور محققین حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جن شہروں میں ایک مہینہ کی مسافت ہو ان میں اختلاف مطالع معتبر ہے اور جن میں اس سے کم فاصلہ ہو ان میں اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے'' (۱/ ۳۵۳)۔

اور فرماتے ہیں کہ یہی مذہب محدثین حنفیہ کا ہے، اور ابن عباسؓ کی ایک حدیث کے موافق ہے جو مسلم اور ترمذی میں مروی ہے (۱/ ۳۴۸)۔

مولانا نے اس کے لئے ''مراقی الفلاح، تاتارخانیہ، مختارات النوازل، تبیین الحقائق، شرح کنز الدقائق اور حواشی مراقی الفلاح'' وغیرہ کتب معتبرہ کے حوالے پیش کئے ہیں۔

مولانا یوسف بنوریؒ ''معارف السنن'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ بھی زیلعی شارح ''کنز الدقائق'' کی رائے کی تصویب فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ ابن رشد نے ''قواعد ابن رشد'' میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

''قال الشیخ: وکنت قطعت القول بما قاله الزیلعی، ثم رأیت فی ''قواعد ابن رشد'' نقل الإجماع علی اعتبار الاختلاف فی البلاد البعیدة أیضا''

(۵/ ۳۳۷، الاختیار ۱/ ۱۲۸)۔

(شیخ علامہ انور شاہ نے فرمایا کہ میں نے زیلعی کے قول پر جزم کرلیا تھا پھر میں نے ''قواعد ابن رشد'' میں دیکھا کہ انہوں نے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے پر اجماع بھی نقل فرمایا ہے)۔

علامہ بنوریؒ فرماتے ہیں کہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کی بات ''الاختیار شرح المختار'' میں ''فتاوی الحسامیہ'' کے حوالے سے مذکور ہے۔

اور اس پر ابن عباسؓ کی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے جو مسلم، نسائی، ابوداؤد، اور ''ترمذی'' میں موجود ہیں (معارف السنن ۵/۳۳۸)۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری (۴/۱۰۵) میں علامہ ابن عبد البر مالکی کے حوالے سے اجماع نقل کیا ہے، لکھتے ہیں:

''اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور کئی ایک مذہب ہیں، ایک مذہب یہ ہے کہ ہر بلاد والے کے لئے ان کی رؤیت ہے، صحیح مسلم میں ابن عباس کی حدیث اس مذہب پر شاہد ہے، اور ابن المنذر نے یہی مذہب حضرت عکرمۃ، قاسم، سالم، اور اسحاق بن راہویہ کا نقل کیا ہے، اور ترمذی نے اس کو اہل علم سے نقل کیا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور بات ذکر نہیں کی ہے۔ ماوردی نے اسی کو شافعیہ کے یہاں ایک صورت قرار دی ہے۔

دوسرا مذہب اس کے بالمقابل ہے، وہ یہ کہ جب ایک بلد میں رؤیت ہوگئی تو وہی تمام بلاد کے لئے لازم ہے، مالکیہ کے یہاں مذہب مشہور یہی ہے، لیکن علامہ ابن عبد البر مالکی نے اس کے برخلاف اجماع نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ بلاد بعیدہ جیسے خراسان واندلس ان میں سے ایک کی رؤیت کا دوسرے کے حق میں لحاظ نہیں کیا جائے گا، یہ بات علماء کے تئیں متفق اور مجمع علیہ ہے''۔

مولانا یوسف بنوری فرماتے ہیں کہ یہ صرف مالکی علماء کا اجماع نہیں ہے بلکہ تمام علماء مذاہب کا اجماع ہے کما ھو المتبادر، لہذا معلوم ہوا کہ ائمہ کا عدم اعتبار اختلاف مطالع کا مجمل قول ان بلاد قریبہ کے ساتھ مخصوص ہے جن کے افق میں اختلاف فاحش نہیں ہے۔

اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے والے ائمہ کا قول اپنے عموم پر نہیں۔

مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بظاہر تو ایسا ہی ہے کہ ائمہ سے صرف عدم اعتبار اختلاف مطالع ہی کی بات منقول ہے۔ اور اس میں کسی تفصیل اور قرب وبعد مسافت کا فرق ملحوظ نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان

سے جو کچھ بھی منقول ہے وہ ایک مجمل اور غیر مفصل بات ہے جس کا منشا اور وجہ یہ ہے کہ اس دور کے نظام مواصلات کے پیش نظر ایک ماہ میں اتنی طویل مسافت کو قطع کر لینا ممکن ہی نہیں تھا جس سے مطلع ہلال بدل جائے، اور اس کی کوئی صورت ہی نہیں تھی کہ آدمی کسی جگہ چاند دیکھے اور پھر اسی مہینہ میں ایسی جگہ پہنچ جائے جس کا مطلع مختلف ہو، اس لئے ایک شہر کے لوگوں کا چاند دیکھنا تمام لوگوں پر لازم ہو جاتا تھا اور اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوتا تھا، لہذا ان کے عدم اعتبار اختلاف مطالع کو اسی تناظر میں سمجھنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ ان ائمہ حکماء امت پر مشرق ومغرب کے درمیان واقع اور نفس الامر کے اعتبار سے مطالع کا اختلاف مخفی نہ رہا ہوگا، لیکن بعد کے لوگوں نے ان کی منشا اور مقصد کے برخلاف ان کے اقوال میں غیر معمولی توسع سے کام لیتے ہوئے اسے ہر مطلع کے لئے عام سمجھنے لگے جو بالکل غیر مناسب بات ہے، لوگوں پر لازم تھا کہ ان ائمہ کے اقوال کو سمجھنے کے لئے اس دور کے احوال وظروف کو پیش نظر رکھتے، اس لئے کہ اس طرح کے مسائل میں ظاہر پر جمود شان تفقہ کے مناسب نہیں۔

پھر حضرت کریب مولی ابن عباسؓ کا قصہ جو مدینہ والوں سے پہلے اہل شام کی رؤیت کے سلسلے میں ہے، اور ابن عباسؓ کا اسے قبول نہ کرنا اگر بہت سی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے جن کو فقہاء نے بیان بھی کیا ہے جیسا کہ فتح اور بحر میں ہے، لیکن اس میں دو رائے نہیں کہ اس واقعہ سے قدیم ترین عہد سلف میں اختلاف مطالع کے اعتبار کا سراغ ملتا ہے، بلکہ اگر اس مسئلہ میں اس کو حجت اور سند کہہ دیا جائے تو کچھ بعید نہیں'' (معارف السنن ۵/۳۳۸)۔

''أقل ما يختلف به المطالع مسيرة شهر كما في بحر الجواهر، أقل ما يختلف به المطالع شهر'' (جامع الرموز، مجموعہ فتاوی ۱/۳۴۸-۳۵۲)۔

علامہ شامی نے بھی اسی تحدید کو اختیار کیا ہے:

''ذكر ابن عابدين قدر البعد الذي يخلتف فيه المطالع مسيرة شهر

فأكثر نقلاً عن الجواهر" (معارف السنن ۵/۳۴۱)۔

علامہ شاہ انور کشمیریؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کی کوئی متعین حد نہیں، اس کا معاملہ مبتلی بہ کی رائے پر ہے۔ "وحد البعد مفوض إلى رأى المبتلي به وليس له حد معين" (معارف السنن ۵/۳۴۲)۔

مولانا یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں میلان، استواء کے اعتبار سے اختلاف، نیز اختلاف عروض اور سطحوں کی بلندی وپستی میں تفاوت کے سبب اس کی حد بندی دشوار ہے، اس لئے کہ اختلاف میں کئی ایک باتوں کا دخل ہے، ان سب کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ بنانا مشکل ہے (معارف السنن ۵/۳۴۱)۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ جب دوشہروں میں ایک دن یا اس سے زیادہ کا فرق ہوتو اختلاف کا اعتبار ہوگا:

"نعم ينبغي أن يعتبر اختلافها إن لزم منه التفاوت بين البلدتين بأكثر من يوم واحد لأن النصوص مصرحة يكون الشهر تسعة وعشرين أو ثلاثين، فلا تقبل الشهادة ولا يعمل وبها فيما دون أقل العدد لا في أزيد من أكثره" (فتح الملہم شرح مسلم ۳/۱۱۳)۔

(اختلاف مطالع کا اعتبار وہاں کیا جائے گا جہاں اس کی وجہ سے (تاریخوں میں) ایک دن یا اس سے زیادہ کا فرق پڑ جائے، اس لئے کہ اس بات کی صراحت آئی ہے کہ مہینہ یا انتیس دن کا ہوگا یا تیس دن کا، اس لئے انتیس دن سے کم کی صورت میں (جب کہ اٹھائیس دن کا مہینہ لازم آتا ہو) یا تیس سے زیادہ کی صورت میں (جب کہ اکتیس دن کا مہینہ ہو جائے) نہ شہادت قبول ہوگی نہ اس پر عمل ہوگا۔

الجواب: د- اس اعلان کے مطابق عمل کرنے میں جلدی نہ کی جائے، اپنے قاضی اور

جہاں نظام قضاء ہو وہاں کسی ہلال کمیٹی کے فیصلے اور اعلان کا انتظار کیا جائے۔

"إذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالأمور مؤکلة إلی العلماء ویلزم الأمة الرجوع إلیهم"۔

(جب شرعی ضرورت کا پورا کرنے والا کوئی با اختیار حاکم نہ رہے تو تمام معاملات کی ذمہ داری علماء پر عائد ہو جاتی ہے، اور امت مسلمہ پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ علماء ہی کی طرف رجوع کریں (الحدیقہ الندیہ بحوالہ رؤیت ہلال کا مسئلہ از مولانا برہان الدین سنبھلی)۔

پھر شرعی ضابطوں کی تکمیل کے بعد ان کی طرف سے اعلان ہو تب عمل کیا جائے۔

ایک قاضی کی قضا دوسرے قاضی کے شہر میں نافذ نہیں ہوتی، اس لئے دوسرے خطے کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی اس اعلان کی پابند نہ ہوگی کما لا یخفی، اگر کتاب القاضی الی القاضی ہو تو وہ شرعاً حجت ہے۔

ھ- آلات (فون، فیکس، ٹیلی گرام، ریڈیو) کے ذریعہ جو خبر حاصل ہو وہ علی الاطلاق رؤیت ہلال کے مسئلے میں خبر وشہادت کے مقام میں شرعاً حجت نہیں اس لئے کہ یہ آلات فی نفسہا قضاء قاضی، شہادت شرعیہ، خبر مستفیض وغیرہ کے درجے میں نہیں آتے۔

ثبوت رؤیت ہلال کا مدار جن صورتوں پر ہے وہ سب تدلیس وتزویر سے پاک ہیں، برخلاف آلات مذکورہ کے کہ ان میں کم وبیش ہر ایک میں تزویر وتدلیس کا احتمال ہے، ہاں بشرائط معتبرہ عند العلماء یہ آلات رؤیت ہلال کے مسئلہ میں مفید ہو سکتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مفید ریڈیو کے ذریعے خصوصی انتظام کے تحت شرائط معتبرہ کے ساتھ شرعی اعلان ہے جسے ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

اس کے بعد ٹیلی فون بھی غنیمت ہے، بشرطیکہ قرائن قویہ سے متکلم کی تعیین ہو جائے کہ فلاں شخص بول رہا ہے تو معتبر ہے، اگر خصوصی انتظام کے تحت شرعاً ثبوت رؤیت کے بعد اس آلہ

سے اطلاع و اعلان کا کام کیا جائے تو یہ بہتر صورت ہوگی۔

تار و خط اور ٹیلی فون کی خبر کے سلسلے میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کا فیصلہ احتیاط فی الدین کے پیش نظر وقیع ہے، اس میں فیکس کا حکم مذکور نہیں، لیکن چونکہ خط اور فیکس دونوں کا حکم ایک ہی ہے اس لئے مجلس کا فیصلہ فیکس کو بھی شامل ہوگا، فیصلہ کا متن یہ ہے: ''تار، خط، ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں ہے، ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے فون اور خط آئیں اور علماء کہیں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا (رؤیت ہلال کا مسئلہ ر ۱۱۷)۔

۲- الف- ''سداً للذریعة'' یہ بہتر ہے کہ فلکیاتی حساب سے مدد نہ لی جائے

ب- شہادت قبول کی جائے گی۔

ج- ''سداً للذریعة'' یہ بہتر ہے کہ محکمۂ موسمیات سے مدد نہ لی جائے۔

د- امام حسن نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت کی ہے کہ احتیاطاً روزہ نہ چھوڑے، اور امام محمد سے یہ روایت ہے کہ روزہ توڑ دیں، یہ تبیین میں لکھا ہے کہ غایة البیان میں ہے کہ قول امام محمد کا اصح ہے، یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ یہ اختلاف اس وقت ہے کہ چاند نہ دیکھیں اور آسمان صاف ہو، اور اگر آسمان پر ابر ہو تو بلا خلاف روزہ توڑ دیں، یہ ذخیرہ میں لکھا ہے (فتاوی ہندیہ)۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر ابر و غبار کی وجہ سے چاند نہیں دکھائی دیا تو امام محمد کے نزدیک افطار کیا جائے، اور امام یوسفؒ کے نزدیک اکتیسواں روزہ بھی رکھا جائے۔

حموی شارح ''اشباہ'' لکھتے ہیں:

''وفي الذخيرة الواحد إذا شهد على هلال عند القاضي قبل شهادته وأمر الناس بالصوم فلما أتموا ثلاثين يوماً غم هلال شوال قال أبوحنيفة وأبويوسف: يصومون من الغد وإن كان يوم الحادى و الثلاثين يعنى لكونه

خروجاً عن العبادة فيحتاط فيه وقال محمدؒ: يفطرون، قال شمس الأئمة الحلوائی: هذا الاختلاف فيما إذا لم يروا هلال شوال والسماء مصحية، فأما إذا كانت متغيمة، فإنهم يفطرون بلاخلاف"(مجموعہ فتاوی عبدالحی ۱/ ۳۵۷)۔

(ذخیرہ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے رمضان کے چاند کی گواہی قاضی کے سامنے دی اور قاضی اس کی شہادت کو مان کر لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دے دے پھر تیسویں رمضان کو عید کا چاند نہ دکھائی دے تو لوگوں کو دوسرے دن روزہ رکھنا چاہئے گو اکتیسویں تاریخ ہو، کیونکہ اپنے ذمہ سے ایک عبادت کو ادا کرنا ہے اس لئے احتیاط کرنا چاہئے، یہ امام ابوحنفیہ اور ابویوسف کا قول ہے، اور امام محمد کے نزدیک افطار کر لینا چاہئے۔ شمس الائمہ حلوانی کہتے ہیں کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب آسمان صاف ہو اور پھر بھی شوال کا چاند نہ دکھائی دے، لیکن اگر ابر ہو تو بالاتفاق افطار کر لینا چاہئے)۔

۳- الف- ایسی جماعت کثیر کی گواہی قبول ہوگی جن کے خبر دینے سے یقین حاصل ہو جائے، اور وہ امام کی رائے پر موقوف ہے، کچھ مقدار مقرر نہیں ہے، یہی صحیح ہے، یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے۔ رمضان، شوال اور ذی الحجہ کا چاند اس حکم میں برابر ہے، ''بہشتی زیور'' میں ہے: اگر آسمان بالکل صاف ہو تو دو چار آدمیوں کے کہنے اور گواہی دینے سے بھی چاند ثابت نہ ہوگا، چاہے رمضان کا چاند ہو چاہے عید کا، البتہ اگر اتنی کثرت سے لوگ اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ دل گواہی دینے لگے کہ یہ سب کے سب بات بنا کر نہیں آئے ہیں، اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا کسی طرح نہیں ہوسکتا تب چاند ثابت ہوگا۔

"فإن لم يكن في السماء علة لم تقبل الشهادة حتى يراه جمع كثير يقع العلم بخبرهم"(قدوری)۔

سوال کے دوسرے جز سے متعلق عرض ہے کہ مستور الحال کی خبر بلا دعوی اور بلا الفاظ

شہادت کے رمضان کے بارے میں مقبول ہے، اسی طرح شہادت دینے والا صاحب مروت ہو کہ بظن غالب سچا ہوگا تو اس کا قول مان لیا جائے گا۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے فتاوی میں اس کا ذکر ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

سوال: شاہد ہلال رمضان کا عادل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ظاہر الروایۃ میں عدالت شرط ہے اور امام حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے جو روایت کی ہے اس کے اعتبار سے عدالت شرط نہیں ہے، بلکہ مستور الحال کی شہادت بھی قابل قبول ہے، اور یہی طحاوی اور شمس الائمہ حلوانی کا مذہب ہے، اور متأخرین نے بھی اسی کو صحیح لکھا ہے۔

''درمختار میں ہے کہ عادل یا مستور الحال کی خبر بلا دعوی اور بلا الفاظ شہادت کے رمضان کے بارے میں مقبول ہے جب کہ ابر یا غبار وغیرہ ہو، جس کی تصحیح بزازی نے کی ہے، ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہے، اور فاسق کی خبر بالاتفاق نہیں مانی جائے گی، انتہی ملخصاً۔ اور حمادیہ میں ہے کہ اگر مخبر مستور الحال ہو پس ظاہر تو یہ ہے کہ اس کی خبر قبول نہ کی جائے لیکن امام حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اس کی شہادت مقبول ہے اور یہی صحیح ہے (انتہی)، اور ابوالمکارم شرح نقایہ میں کہتے ہیں کہ طحاوی نے عدالت کی شرط نہیں لگائی ہے، بعضوں نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ عدالت حقیقیہ شرط نہیں ہے، بلکہ عدالت ظاہریہ کافی ہے، نوادر میں ہے کہ شہادت مستور اس معاملہ میں مقبول ہے، اور اسی سے حلوانی نے اخذ کیا ہے۔ انتہی''۔

اور بحر العلوم رسائل الارکان میں لکھتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ شرط عدالت اس قسم کے معاملات میں ہمارے زمانے میں بکثرت خلل انداز ہوتی ہے خصوصاً رمضان کے معاملے میں۔ پس بہتر یہ ہے کہ امام ابویوسفؒ کے قول پر فتوی دیا جائے کہ اگر شہادت دینے والا صاحب مروت ہو کہ بظن غالب سچا ہوگا تو اس کا قول مان لیا جائے کہ روزے کا معاملہ بگڑ نہ پائے)(مجموعہ فتاوی ۱/۳۵۶)۔

رؤیت ہلال اور ثبوت احکام کے حدود

نامعلوم

۱-الف- ایک جگہ چاند نظر آ جانے کے بعد اس جگہ سے کتنی مسافت تک ثبوت شرعی ہم پہنچ جانے کی بناء پر رؤیت کا حکم نافذ ہو جاتا ہے یہ بحث قبل زمانہ سے علماء کرتے چلے آئے ہیں اگر چہ ایک خیال یہ تھا جس کو عام حنفی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے شوافع کے مشہور ترجمان علامہ نوویؒ نے اپنے بعض اصحاب کا قول بتایا ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت سے تمام روئے زمین کے لوگوں پر اس کے مطابق عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ شرعی ثبوت فراہم ہو جائے، مسلک احناف کی ہر کتاب میں یہ مسئلہ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ساتھ موجود ہے اور نوویؒ نے اپنے اصحاب یعنی شوافع میں کچھ علماء کا بھی یہی مسلک بتایا ہے: "**قال أصحابنا: تعم الرؤية في موضع جميع أهل الأرض**" لیکن اب کوئی بھی عملی طور پر اس بات کا ماننے والا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت تمام دنیا کے رہنے والوں کے لئے موجب حکم ہوگی۔ علامہ محی الدین نووی شارح مسلم شوافع کا صحیح قول یہی بتاتے ہیں کہ:

"**والصحيح عند أصحابنا أن الرؤية لا تعم الناس بل تختص بمن قرب على مسافة لا تقتصر فيها الصلوة و قيل: إن اتفق المطلع لزمهم**"۔

گویا اب تمام مذاہب فقہ اس پر متفق ہیں کہ کسی جگہ کی رؤیت اس مقام سے دور دراز علاقہ والوں کے لئے موجب حکم نہیں ہوگی، یہاں ہندوستان میں ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ

بلکہ اب تو آنے جانے والے دین دار افراد کے ذریعہ بھی یقینی خبریں ملتی ہیں کہ حجاز، شام، مصر اور دیگر عرب ممالک میں فلاں دن عید یا رمضان کی پہلی تاریخ ہوگی مگر یہاں اس کے مطابق عید یا رمضان کا فیصلہ کرنے کی جرأت تو درکنار اس کی تحریک بھی پیدا نہیں ہوتی گویا عملاً اسی کا اتفاق ہے کہ اتنی دور کی رؤیت یہاں معتبر نہیں ہوگی اس بارے میں صحابی رسول حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا اسم گرامی سرفہرست ہے (بخاری شریف کے علاوہ) حدیث کی تمام معتبر و متداول کتابوں میں جزوی فرق کے ساتھ ان کا یہ مشہور واقعہ مذکور ہے (اسی طرح بعض فقہ کی کتابوں میں بھی) کہ انہوں نے حضرت کریبؒ کی شہادت رؤیت اور شام (جن میں حضرت امیر معاویہؓ بھی ہیں) کے مدینہ سے ایک روز قبل روزہ رکھنے کے واقعہ کو حجت ماننے اور اس پر فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا (بدائع الصنائع ۲/ ۸۳)۔

ان تفصیلی عبارتوں پر غور کرنے سے اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے والوں کی بات میں وزن محسوس ہوتا ہے، تب ہی تو آج سب لوگ گویا اسی راہ کو عملاً اختیار کیے ہوئے ہیں، اب کچھ معتبر کتابوں سے وہ تفصیل پیش کی جارہی ہے، جس سے استدلال کی مزید وضاحت ہوتی ہے:

''درر میں کہا ہے کہ اس میں مسلک اعتبار اختلاف کی تائید اس حکم سے بھی ہوتی ہے جو کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے کہ جو لوگ ایسے مقامات پر رہتے ہیں کہ جہاں عشاء کا وقت ہی آتا، ان پر عشاء اور وتر ضروری نہیں اور ''فتاویٰ حسامیہ'' میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر چاند دیکھ کر کسی شہر میں تیس روزے رکھے گئے اور دوسری جگہ انتیس روزے تو اگر یہ دونوں مقام قریب ہیں کہ مطلع نہ بدلے تب قضاء واجب ہوگی، ورنہ نہیں'' (مجمع الانہر ۱/ ۲۳۹)۔

۱- فقہ کی مشہور و معروف کتاب ''مراقی الفلاح (شرح نور الایضاح)'' میں اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے کی بابت لکھا ہے: ''اختاره صاحب التحرير كما إذا رأى الشمس

عند قوم و غربت عند عیدھم فالظھر علی الأولین" (مراقی الفلاح ۱۰۹)۔

۲- شمس الائمہ حلوائیؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں: "إنه الصحيح من مذهب أصحابنا" مولانا عبدالحیؒ نے ان صراحتوں کے علاوہ اور بھی چند نام ایسے علماء اور ان کتابوں کا ذکر کئے ہیں جن کے بیانات سے اس مسلک کی تائید ہوتی ہے، طوالت سے بچنے کے لئے یہاں علماء اور کتابوں کا نام ذکر کئے جاتے ہیں:

۳- مفتی ابوالسعود والطحطاوی شارح مراقی الفلاح

۴- النہر الفائق

۵- الجواہر

۶- تاتارخانیہ

۷- الظہیریہ عن ابن عباسؓ

۸- مختارات النوازل

۹- قدوری، ان قدیم علماء کے علاوہ عصر حاضر کے علماء نے بھی فی الجملہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے۔

ب- جس کا کچھ اندازہ گزشتہ صفحات سے ہو گیا ہوگا اور عملاً تو سب ہی اس پر متفق ہیں جب یہ چلن عملی طور پر ایک طرح سے مسلم ہے کہ مقام رؤیت سے دور دراز کے شہروں میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا قریب کے مقامات میں نہیں تو اب یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ کتنے فاصلے کو بعید قرار دیا جائے کہ اس کی وجہ سے دوسری جگہ رؤیت نافذ نہ ہو سکے اور کس فاصلے کو قریب کیا جائے کہ وہاں رؤیت کا اثر لازم ہو جائے اس بارے میں بھی قدیم زمانے سے اختلاف چلا آرہا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں پانچ مذاہب بیان کرتے ہیں۔

مسافت بعیدہ کی میعاد

۱-علم ہیئت کے اعتبار سے جتنی مسافت پر مطلع بدل جاتا ہو وہ بعید ہے (یہ قول فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ میں بھی ذکر کیا گیا ہے) اور نوی نے بھی اپنے کچھ اصحاب کا مسلک بناتا ہے اور اسی طرح سے نوویؒ نے مذہب کے بارے میں لکھا ہے۔

۲- مسافت قصر بعید ہے (اسی قول کو شاہ ولی اللہؒ نے المصفی ص ۲۲۷ شرح موطا (مطبع فاروقی دہلی میں) اختیار کیا ہے اور شارح مسلم نوویؒ نے بھی اسے راجح بتایا ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا۔

۳- مقام رؤیت سے اتنا فاصلہ کہ جہاں عادۃً چاند نظر آنا چاہئے اگر کوئی مانع نہ ہو قریب ہے اس سے زیادہ بعید ہے۔

۴- سلطان کے نزدیک اگر رؤیت ثابت ہو جائے تو وہ اپنے حدود مملکت میں (چاہے وہ جتنے وسیع ہوں) تمام لوگوں پر اس کا حکم کو نافذ کرسکتا ہے گویا ایک ملک کا ہر حصہ قریب ہے اور بیرون ملک کا بعید ہے۔

۵- ایک اقلیم کے تمام حصے قریب ہے اور دوسری اقلیم میں واقع حصے بعید ہے (ساری) دنیا کو ہفت اقلیم مانا گیا تھا (فتح الباری ۴/۸۷)۔

علامہ شوکانی سے ان تمام مذاہبی کونسل کرنے کیساتھ ایک مذہب اور بیان کیا ہے اور چھ مذاہب ہو جائے۔

۶- مقام رؤیت سے جو جگہ (طبعی اور جغرافیائی اعتبار سے) مختلف و بعید ہے اس کے علاوہ قریب، مثلاً بلند مقام پر چاند نظر آیا تو اس رؤیت کو نشیبی علاقے کے لئے نہیں سمجھا جائے گا اسی طرح اس کے برعکس (فتح الباری ۴/۸۷) ان چھ افعال کے علاوہ چند مذاہب کتب فقہ اور ملتے ہیں۔

۷-ایک مہینہ مسافت بعید ہے اوراس سے کم مسافت قریب ہے (نیل الاوطار ۴ر۲۰۶)

اور اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحیؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

۸-حضرت علامہ عثمانیؒ اپنی مایۂ ناز "تالیف فتح الملہم" میں تحریر فرماتے ہیں:

"ينبغي أن تعتبر اختلافها إن لزم التفاوت بين البلدتين بأكثر من يوم واحد؛ لأن النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة و عشرين أو ثلاثين فلا تقبل الشهادة و لا فيهادون العدد و لا أزيد من أكثر ه" (فتح الملہم شرح مسلم ۳ر۱۱۳)۔

(مناسب یہ ہے کہ ایسے مقامات کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے جہاں تاریخوں میں ایک دن سے زیادہ کا فرق عادۃً ہوتا ہے، کیونکہ نصوص میں تصریح ہے کہ مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے (کہ نہ زیادہ) تو ایسی جگہ کی شہادت پر عمل نہیں کیا جائے گا جہاں کی شہادت پر عمل کرنے سے ۲۹ سے کم یا ۳۰ سے زیادہ کا مہینہ بن جاتا ہو اپنی کسی جگہ کی رؤیت کی بناء پر دوسری اسی جگہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا جس سے مہینہ کی دنوں کی منصوص ومقرر تعداد ۲۹-۳۰ دن)۔

ب- فرق آجائے، کیونکہ اس صورت میں نصوص صریحہ صحیحہ کے خلاف ورزی لازم آئیگی گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حجاز، مصر، شام اور دیگر مشرق وسطیٰ کے ممالک میں رؤیت ہوجانے سے یہاں فیصلہ نہیں کیا جائیگا (چاہے ثبوت شرعی مل جائے)، کیونکہ وہاں اور یہاں کی قمری تاریخ میں کم سے کم ایک دن کا فرق تو اکثر ہوتا ہے اور کبھی کبھی دودن کا بھی ہوجاتا ہے، لیکن ہندوستان وپاکستان کے کسی حصہ میں ایسا ہونا لازمی نہیں ہے، اس لئے ان دونوں ملکوں کے مابین اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، یہی بات حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے استدلال سے مترشح ہوتی ہے، علامہ کشمیریؒ زیلعی کے قول (اختلاف مطالع کا اعتبار (کیا جائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں:

ریڈیو کی خبر کا حکم

ریڈیو کے ذریعہ رؤیت ہلال کی خبر نشر ہونے کی دو صورتیں ہوسکتی ہے، پہلی تو وہی ہے جس کا ہندوستان میں عام رواج ہے کہ ریڈیو خبر کی طور پر یہ بات بیان کردے کہ فلاں جگہ چاند ہوگیا یا نظر آیا، یا دیکھا گیا خواہ ایک جگہ کی رؤیت کے بارے میں اطلاع دی جارہی ہو یا کئی جگہ کی (درآں حالیکہ ریڈیو کی یہ اطلاع اس کے اپنے ذرائع پر مبنی ہو اس صورت میں ریڈیو کی خبر کا اعتبار کرکے اس کی بنیاد پر کسی دوسری جگہ پر رؤیت کا فیصلہ نہیں ہوسکتا، چاہے اس خبر کو نشر کرنے والے کوئی معتبر مسلمان ہی ہو، کیونکہ فقہاء کرام نے اس نوعیت کی خبر جس میں یہ بات بیان کیا جائے کہ فلاں جگہ لوگوں نے چاند دیکھا۔ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ اگر اک جماعت بھی بیان کرے تب بھی اس پر اعتماد کرکے کسی رؤیت کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کتب فقہ میں ہے۔

"ایک جماعت اگر کسی جگہ چاند دیکھے جانے کی بابت گواہی دے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن قبل چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے اور وہ آج ان کے حساب سے ۳۰ تاریخ ہے حالانکہ ان گواہی دینے والوں نے خود چاند نہیں دیکھا، تو بلدۂ رؤیت کے علاوہ دوسرے کے لوگوں کا اگلے ن عید منانا جائز ہے، اور نہ آج کی رات میں تراویح ترک کرنا درست ہے، کیونکہ اس جماعت نے نہ تو خود چاند دیکھا، اور نہ چاند دیکھنے والوں کی شہادت پر شہادت دی ہے، اس لئے اعتبار نہیں ہے" (فتح القدیر ۱/ ۳۴۲، عالمگیری ۱/ ۲۱۱، شامی ۲/ ۹۴، مجمع الانہر ۱/ ۲۳۹ بحوالہ۔ رؤیت ہلال حضرت مولانا سنبھلی صاحب)۔

مذکورہ جزئیہ سے معلوم ہوا کہ اگر ایک جماعت بھی (ظاہر ہے مسلمانوں کی جماعت مراد ہے) کسی جگہ رؤیت ہوجانے کی شہادت دے جب کہ ان میں سے کسی نے خود چاند نہیں دیکھا اور نہ کسی چاند دیکھنے والے کی گواہی پر شہادت دی تو بھی اس کا اعتبار نہیں (حالانکہ شریعت میں جماعت کا بڑا وزن ہے اور اکثر معاملات میں اس کی خبر وشہادت حجت ہے، تو ریڈیو جس کی

صداقت و حجیت کے متعلق بہت سے احتمالات ہیں، اور مجال سخن موجود ہے اس کی خبر کو کس طرح فیصلہ کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے، یہاں یہ بات بھی صاف ہوگئی ہے کہ اس طرح کی خبریں متعدد مقامات کے ریڈیو اسٹیشن نشر کریں تب بھی یہی حکم ہے۔ جب تک ان خبروں میں استفاضہ کی شان پیدا نہ ہو کیونکہ اگر ایک جگہ ریڈیو اسٹیشن کی خبریں زیادہ سے زیادہ ایک جماعت کی خبر کے درجہ میں آئے گی اور جماعت کی خبر کے بارے میں حکم معلوم ہو چکا ہے کہ محض اس پر رؤیت کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ سوائے اس کے کہ وہ استفاضہ خبر کے، درجہ تک پہنچ جائے یہاں اس بات کا بھی ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا۔ کہ محکمۂ ریڈیو کی طرف سے کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ مقامی جامع مسجد کے امام یا شہر کے کسی بڑے عالم سے معلوم کر کے ریڈیو تک نشر کرتا ہے (شامی ۲ / ۹۴)۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ کسی جگہ علماء پر مشتمل ہلال کمیٹی یا کسی مستند ثقہ عالم نے باقاعدہ شرعی بنیادوں پر رؤیت کا فیصلہ کیا اور اناؤنسر اس فیصلہ کو پوری تفصیل وتصریح کے ساتھ ہلال کمیٹی یا عالم کی جانب سے منسوب کر کے بحیثیت نمائندہ ریڈیو سے اعلان کے طور پر نشر کرتا ہے تو اس طرح کے اعلان کو حجت سمجھا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن اعلان سننے والوں کی دو قسمیں ہوں گی۔

اور دونوں کے احکام الگ الگ ہوں گے۔ قسم اول۔ اسی شہر یا اس کی مضافات میں رہنے والے لوگ (جہاں ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان نشر ہوا ہے) ان کے لئے یہ اعلان حجت ہوگا، اس لئے یہ اگر رمضان کا چاند ہے تو ان پر روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ اور اگر عید کا ہے تو افطار کرنا۔ حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینا کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند بنایا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبر پر نشر

نہ کرے۔صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے جن الفاظ کا فیصلہ کیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کئے جائیں جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کے لئے درست نہیں (بحوالہ آلات جدیدہ کے شرعی احکام ر ۱۸۸)۔

رؤیت ہلال کا حکم فون کے ذریعہ

ٹیلی فون پر آنے والی چاند کی خبر کا حکم خط جیسا ہے جب تک اس فون کی خبر کے متعلق یہ اطمینان ہو جائے کہ جس کی طرف سے فون کیا جانا سمجھا جا رہا ہے وہ واقعتاً وہی شخص ہے کوئی دوسرا آواز کی نقل نہیں کر رہا ہے اور دیندار ہے جسے یہ فون سننے والا شخص خوب پہچانتا ہے۔اور پھر اس مقام کے دیگر افراد سے تصدیق کی جائے، پوری اطمینان ہو جانے کے بعد اس اطلاع کو ایک خبر کی حیثیت حاصل ہوگی، چنانچہ جس حکم کے لئے ایک خبر کافی ہوتی ہے، اس کے بارے میں فون کی خبر سے فیصلہ کیا جانا اب ممکن ہوگا۔لیکن جن احکام میں ایک خبر کافی نہیں ہوتی ہے بلکہ شہادت کی ضرورت پڑتی ہے ان کے سلسلے میں فون کی خبر کسی طرح فیصلہ کی بنیاد نہیں بن سکتی، کیونکہ فون پر شہادت نہیں ہوسکتی، اس لئے شہادت میں شاہد کا سامع کے سامنے موجود ہونا ضروری ہے ہاں اگر اتنے زیادہ فون آگئے کہ دن میں تواتر واستفاضہ کی شان پیدا ہوگئی ایسی حالت میں کہ اس کا انکار کرنا ناممکن، انکار نا ممکن ہو جائے اور فیصلہ کرنیوالی اتھارتی کو پورا یقین ہو گیا تب اس کی بنیاد پر بھی فیصلہ کیا جانا ممکن ہوگا، اور اس فیصلہ کا اثر کمیٹی کے دائرہ کار تک رہے گا محض عام شہرت یا اس بات کی اطلاع کہ فلاں شہر میں چاند ہو گیا بالکل نا قابل اعتبار ہے فون سننے والے اسی طرح جس شہر سے فون پر چاند دیکھنے کی خبر آئی ہے اس شہر کی تصدیق کرنیوالے افراد کم سے کم دو ہو۔لیکن اگر فون سننے والا شخص قاضی ہے یا قاضی کا قائم مقام ہے تو ایک فرد بھی کافی ہوتا ہے۔

تار وائرلیس: چاند کی رؤیت کی اطلاع کے ایک دو تار آئیں یا وائرلیس، ان کا تو قطعا

اعتبار نہیں ہاں اگر سے تار آئیں اور دو سے زیادہ سے بھی اس کی تائید ہوگئی ہو تو یہ چیز جس مستفیض کے تحقیق میں معین ہو سکتی ہے اس لئے محض تار کی جس پر روزہ رکھنا یا توڑنا درست نہ ہوگا۔

توڑنے کی صورت میں قضا ضروری ہوگی (الا یہ کہ بعد میں یہاں بھی یہی فیصلہ ہو جائے کہ رؤیت ہوگی)

تار و ائرلیس: ان دونوں کے بارے میں موجودہ دور کے تمام قابل ذکر وضاحب نظر علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ ان کا تنہا قطعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ تار کسی کی طرف سے کوئی بھی شخص دے سکتا ہے، اس لئے یہ پتہ چلنا ہی دشوار ہے کہ یہ تار کسی شخص نے دیا ہے، جب تار دینے والے کا تعین ہی نہیں ہوا تو اس کے معتبر ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اب علماء کے اقوال سنئے! حضرت اقدس اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں، اس باب میں تار کی خبر اصلاً قابل اعتبار لائق علم نہیں ہوگی (فتاویٰ اشرفیہ حصہ ۳ ص ۱۲ و بوادر النوادر ص ۲۳۱)۔

یہی بات مولانا عبدالحیؒ فرماتے ہیں کسب ضوابط فقہیہ تار کا اعتبار نہیں کیا جائے گا (فتاوی مولانا عبدالحی ۱/ ۳۴۸)۔

فتویٰ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا ہے قواعد شرعیہ کے مطابق تار کا اعتبار اور اس پر اعتبار کر کے روزہ اور عید جائز نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۴۱) مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تار وائرلیس، دونوں کے بارے میں فرماتے ہیں، وائرلیس یعنی لاسلکی پیغام اور ٹیلی گراف (تار) کا ثبوت ہلال وغیرہ امور دینیہ امور میں کسی حال میں کوئی اعتبار نہیں نہ شہادت کے درجے میں آسکتے نہ خبر شرعی کے اور نہ ہلال رمضان ان سے ثابت ہو سکتا ہے نہ ہلال عید کے، ہاں اگر بہت سے خطوط آئے اور وہ دیگر مختلف ذرائع سے رؤیت کی خبر ملی اور اس میں کچھ تار بھی ہوں کثرت پیدا کرنے کی بناء کر استفاضہ کی تحقیق کئی تار بھی کام آسکتے ہیں جیسا کہ مولانا عبدالحیؒ فرماتے ہیں:

''باقی شہادت خطوط تار بحسب اس پر عام حکم بھی دیا جا سکتا ہے (بحوالہ رؤیت ہلال مولانا محمد برہان الدین سنبھلی فتاویٰ عبد الحی ۱/ ۳۸۰)۔

۲- ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''الشهر تسع وعشرون ليلة فلا تصوموا حتى تروه، فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين'' (صحیح بخاری ۱/ ۲۵۶)۔

(یعنی انتیس راتوں کا ہے اس لئے روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک رمضان کا چاند نہ دیکھ لو پھر اگر تم پر چاند ہو جائے تو (شعبان) کی تعداد تیس دن پورے کر کے رمضان سمجھو)۔

''لاتصوموا حتى تروه، فإن غم عليكم فاقدروا له'' (جب تک چاند نہ دیکھ لو اور عید کے لئے افطار اس وقت تک نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو حساب لگا لو (یعنی حساب سے تیس دن پورا کرو))، یہ دونوں حدیثیں حدیث کی دوسری مستند کتابوں میں بھی موجود ہیں جن پر کسی محدث نے کلام نہیں کیا اور دونوں میں عین روزہ رکھنے اور عید کرنے کا مدار چاند کی رؤیت پر رکھا ہے، لفظ رؤیت عربی زبان کا مشہور لفظ ہے جس کے معنی کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے کا ہے اس کے سوا اگر کسی دوسرے معنی میں لیا جائے تو وہ حقیقت نہیں مجاز ہے، اس لئے حاصل اس ارشاد نبوی کا یہ ہوا کہ تمام احکام شرعیہ جو چاند کے ہونے یا نہ ہونے سے متعلق ہیں ان میں چاند کا ہونا یہ ہے کہ عام آنکھوں سے نظر آئے، معلوم ہوا کہ عدد اداحکام چاند کا افق پر وجود نہیں ہے، بلکہ رؤیت ہے اگر چاند افق پر موجود ہو مگر کسی وجہ سے قابل رؤیت نہ ہو تو احکام شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہیں کیا جائے گا حدیث کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کر دیا جس میں یہ ارشاد ہے کہ اگر چاند تم سے مستعد اور چھپا ہوا ہو یعنی تمہاری آنکھیں اس کو دیکھ نہ سکیں تو پھر تم اس کے مکلّف نہیں کہ ریاضی کے حسابات سے چاند کا وجود اور پیدائش معلوم کرو اور اس پر عمل کرو یا آلات عدلیہ اور دوربینوں کے ذریعہ اس کا وجود دیکھو، بلکہ فرمایا: ''فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين'' یعنی اگر تم سے مستند ہو جائے تو

• ۳۰ دن پورے کر کے مہینہ ختم سمجھو اس میں لفظ غم خاص طور پر قابل نظر ہے اس لفظ کا لغوی معنی عربی میں محاورہ کے اعتبار سے بحوالہ قاموس وشرح قاموس یہ ہے۔ ''غم الهلال على الناس إذا حال دون الهلال غيم'' سے بحوالہ اوغیرہ فلم پر تاج العروس شرح قاموس۔

لفظ غم الھلال علی الناس اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ ہلال کے درمیان کوئی بادل یا دوسری چیز حائل ہو جائے اور چاند نہ دیکھا جا سکے جس سے معلوم ہوا کہ چاند کا وجود خود حضور ﷺ نے تسلیم کر کے یہ حکم دیا ہے، کیونکہ مستور ہو جانے کے لئے موجود ہو لازمی ہے۔ جو چیز موجود ہی نہیں اس کو معدوم کیا جا سکتا ہے۔

محاورات میں اس کو مستعار نہیں کیے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چاند مستور ہو جائے کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں ان میں سے کوئی بھی سبب آوے بہر حال جب چاند نگاہوں سے مستور ہو گیا اور دیکھا نہ جا سکا تو حکم شرعی یہ ہے کہ روزہ وعید وغیرہ میں اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا صحیح مسلم کی ایک حدیث سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ صحابہ کرامؓ کے لئے راستے میں چاند پر نظر پڑی تو چاند کا سائز اور روشنی دیکھ کر آپس میں گفتگو ہوئی بعض نے کہا کہ یہ دو رات کا چاند ہے بعض نے کہا کہ تین رات کا چاند ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم نے اس کو کس رات میں دیکھا بتلایا گیا کہ فلاں شب میں رؤیت ہوئی تھی ابن عباس نے فرمایا: ''إن رسول الله ﷺ أمر للرؤية فهو لليلة رأيتموه'' یعنی رسول اللہ ﷺ نے اس کو رؤیت کی طرف منسوب فرمایا ہے اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ یہاں مسئلہ چاند کے وجود کا نہیں، بلکہ اس کے عام نگاہوں کے لئے قابل رؤیت ہونے کا ہے اور دوربین کا ذریعہ کسی شعاعوں نے مستور چاند کو دیکھ لینا یا بذریعہ ہوائی جہاز پرواز کر کے بالوں سے اوپر جا کر چاند کو دیکھ لینا عام رؤیت کہلانے کا مستحق نہیں اور کسی چیز کو قابل ہونا یا دیکھا جانا یہ مسئلہ نہ سائنس کا ہے نہ محکمۂ موسمیات وفلکیات سے اس کا کوئی علاقہ ہے یہ عام واقعاتی معاملہ ہے اگر کوئی شخص

ایک معین وقت یا معین جگہ میں کسی واقعہ کے دیکھنے کا مدع ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت وہاں موجود تھے تم نے یہ واقعہ نہیں دیکھا تو اس کا فیصلہ نہ محکمۂ موسمیات کے پاس جانے کی چیز ہے نہ محکمۂ فلکیات ور جامنیات سے اس کا کوئی تعلق ہے اس کا فیصلہ اسلامی عدالتوں میں قاضی شرعی اور عام حکمتوں میں کوئی جج ہی کرسکتا ہے جو شاہدوں کے حالات اور بیانات کو پرکھ کر معتبر شہادت کو پہچانے گا، ہاں اگر مسئلہ چاند کے وجود کا ہوتا تو بے شک وہ قاضی شرعی یا جج کے دیکھنے کی کوئی چیز نہیں، وہ ماہر فلکیات ہی بتا سکتا ہے کوئی قاضی یا جج بھی فیصلہ کرتا تو ماہرین فلکیات کے بیان سے کرتا (بحوالہ رؤیت ہلال مفتی محمد شفیع صاحب ر ۱۵-۱۶)۔

الف- چاند کی رؤیت کے لئے محکمۂ موسمیات سے مدد نہیں لی جاسکتی، جیسا کہ جواب ۶ میں تفصیل سے معلوم ہوا۔

ب-صورت مذکورہ عین رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اسے قبل کیا جائے گا اور فلکیات حساب سے چاند بصری رؤیت کا امکان نہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

د- اگر ۲۹ شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو اس کے بعد رمضان کی ۳۰ ر تاریخ مکمل ہو چکی ہو۔ ۳۰ رمضان کی شام موموہم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ دی تو امام مالکؒ اس مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ وہ گواہ جھوٹا ہے اور امام خلیلؒ نے اپنے کتاب مختص میں لکھا ہے کہ باوجود منحو کے ۳۰ کو چاند نظر نہ آئے تو ان گواہوں کو جھوٹا قرار دیا جائے گا (بحوالہ اسلامی ماہ اور رؤیت ہلال ر ۲۸)۔

الف- اگر مطع صاف ہو یعنی ایسا گرد و غبار دھواں یا بادل وغیرہ افق پر چھایا ہوا نہیں ہے چاند کی رؤیت میں حائل ہو سکے اور اس کے باوجود کسی بستی یا شہر کے عام لوگوں کو چاند نظر نہیں آیا تو ایسی صورت میں ہلال عیدین کے لئے صرف دو چار گواہوں کے اس بیان کا کارآمد

ہوگا کہ ہم نے اس بستی یا شہر میں چاند دیکھا ہے، بلکہ اس صورت میں ایک جم غفیر بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہوگی جو مختلف اطراف سے آتے ہوں اور اپنی جگہ چاند دیکھا کریں کسی سازش کا احتمال نہ ہو اور جماعت کی کثرت کے سبب عقلاً یہ باور نہ کیا ہے کہ اتنی بڑی جماعت جھوٹ بول سکتی ہے اس جماعت کے تعداد شرعاً نہیں جتنی تعداد سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ سب ما کر جھوٹ نہیں بول سکتے فداد کافی ہے، البتہ رمضان وعیدین کے علاوہ نو مہینہ کے چاند میں ہر ہو یا مطلع صاف دو مرد یا ایک مرد دو عوتوں کی شہادت کافی ہے (شامی ۲/ ۱۵۲)۔

اگر ابر اور گرد غبار آسمان پر کچھ نہ ہو تو جمع عظیم کی شہادت ضروری ہے جس سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے۔

اگر مطلع صاف ہو تو رمضان اور عید الفطر کے لئے بڑی جماعت کی شہادت درکار ہے جو کہ متفقہ طور پر جھوٹ بولنا عقل تسلیم نہ کرے۔

"وإن لم يكن بالسماء علة لم تقبل الاشهاد جماعة يقع العلم بخبرهم" (ہدایہ ۱/ ۱۹۶)۔

"الجم الغفير يقع به العلم في الهلال الصوم و افطروا لأضحى" (رسائل الارکان ۲۰۷)۔

اور مالا بدمنہ میں۔ اگر مطلع باشد در رمضان وشوال جمات عظیم می جاید/ ۹۳۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **"وإن يكن بالسماء علة لم تقبل إلا شهادة جمع عظيم يقع العلم بحبرهم"** (۱/ ۱۹۸)۔

ب- چاند دیکھنے والوں کے لئے قاضی کے پاس جاکر یا جہاں نظام قضاء نہ ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ھلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس جاکر شہادت دینا ضروری ہے، چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے اور اس کے لئے شہادت اور مجلس قضاء اور شہادت

کی دیگر تمام شرائط پایا جانا ضروری ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ صاحب کی کتاب رؤیت ہلال ص ۵۹ پر (۸) شرط مجلس قضاء ہے یعنی شاہد کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کی مجلس میں خود حاضر ہو کر شہادت دے۔

الف-صوبۂ بہار اور اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے اگر وہاں کے قاضی چاند ہونے کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس حلقۂ قضا کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان ضروری ہوگا دیکھئے حضرت مولانا سنبھلیؒ کی کتاب ''رؤیت ہلال'' ۱۴؎ پر حضرت موصوف فرماتے ہیں قسم اول اسی شہر یا اس کے مقامات میں رہنے والے لوت (جہاں ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان نشر ہوا ہے) اس کے لئے یہ اعلان حجت ہوگا، اس لئے اگر رمضان کا چاند ہے تو ان پر روزہ رکھنا واجب ہوگا۔ اگر عید کا ہے تو افطار کرنا۔

الف، ب- قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان اعلانِ سلطان نہ ہوگا۔ فتح القدیر میں ہے:

''لا يقبل إخباره (القاضي) قاضيا آخر في غير عمله أو غير عملهما ولو كان على قضائه لأنه بالنسبة إلى العمل الآخر كواحد من الرعايا غير أن الكتاب حض من ذلك بالإجماع'' (فتح القدیر ۶/ ۳۸۹)۔

ایک قاضی دوسرے قاضی کو اس کے حدودِ قضا یا دونوں کے دائرہ عمل کے باہر کسی شہر میں اطلاع دے تو اس کی خبر کو قبول نہ کرے اگر چہ وہ قضاء کے منصب پر فائز ہو، کیونکہ دوسرے قاضی کے عمل گاہ میں اس کی حیثیت عام آدمی سے زیادہ نہیں وہاں خط کا قبول کرنا سو وہ تو باجماع اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

ج- ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت ہلال کا اعلان کیا تو اس اعلان کے مطابق اسی مقام اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والوں پر عمل کرنا ضروری ہوگا، یعنی یہ اعلان اگر رمضان کے چاند کا ہے تو ان

پر روزہ رکھنا واجب ہے اور عید کا ہے تو افطار کرنا اور عید منانا۔قرب و جوار سے مراد دائرہ اثر ہے جو اس عالم یا کمیٹی کے لئے مقرر شدہ ہے (بحوالہ: مولانا برہان الدین سنبھلی کی کتاب رؤیت ہلال ر ۱۰۳)۔

د- ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے،جیسا کہ عالمگیری میں ہے:"لا يقبل قول الكافر الديانات"(عالمگیری ۵ ر ۳۴۲)۔

اور یہ مسلم اصول ہے جو قرآن مجید کی آیت سے ماخوذ بتایا جاتا ہے:"ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا"(سورہ نساء)۔

۵- الف- بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے اور بہت کم چاند کی رؤیت ۲۹ ر تاریخ کو ممکن ہوتی ہے جیسے برطانیہ۔

صورۃ مذکورہ میں دیگر ممالک میں رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے گا لیجئے برطانیہ میں رمضان وعیدین مراکش کی خبر پر کرنے کے بارے میں ایک تحریری استفتاء حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری کی خدمت میں پیش کیا تھا،مولانا موصوف کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیا امابعد ضابطۂ شرعی یہ ہے کہ متحد المطلع ملک سے آئی ہوئی چاند کی شرعی شہادت یا مقامی رؤیت ہلال کمیٹی منظور کرے تو معتبر ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ جس ملک سے خبر آئی ہو وہاں رؤیت کا باقاعدہ نظام ہو،اور شرعی اصول کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہو اس اصول سے اگر مراکش میں باقاعدہ ریت کا نظار ہے تو وہ وہاں سے آئی شہادت یا خبر جب مقامی رؤیت کمیٹی قبول کرے تو برطانیہ میں واجب العمل ہوگی۔

دوسرا فتوی: مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ کا بلا تعین کسی بھی اسلامی یا غیر اسلامی ملک کے شرعی رؤیت ہلال کمیٹی کی اطلاع اگر چہ شرعی ضابطہ کے مطابق شرعی الفاظ ہی میں کیوں نہ ہو۔آئے اس پر عمل کا جواز مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس اطلاع پر عمل کرنے سے مہینہ ۲۸ ر دن کا یا ۳۱ ہو لازم نہ آتا ہو اور یہ چیز اس وقت متحقق ہوگی جب اپنے یہاں کی

۲۹ر تاریخ قمری متعین ہو۔

اور جب برطانیہ میں پورے سال کسی مقام پر بھی صحیح رؤیت ہلال ہوئی ہو تو ۲۹ر تاریخ قمری کا متعین نہ ہو سکے گا پس ایسی صورت میں ان اعلانات پر عمل کرنا متفق رہے گا اور لازم ہوگا کہ کسی بھی مسلم ملک میں جہاں مطلع عام طور سے صاف رہتا ہو تو وہاں شرعی ضابطہ سے ثبوت رؤیت ہونے کے بعد شرعی ضابطہ کے مطابق شرعی الفاظ میں اعلان ہوتا ہو اس اعلان کے مطابق عمل کرنا شرعاً لازم ہو جائے گا (اسلامی ماہ اور رؤیت ہلال ر ۱۹۸)۔

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے رؤیت ہلال کمیٹی الخ مختلف ریڈیو اسٹیشنوں کے اگر متعدد مقامات پر رؤیت ہو جانے کی خبر یا اعلان نشر ہو اور رؤیت اس کی خبروں پر فیصلہ کرنے والی اتھارٹی کو یہ اطمینان ہو جائے کہ واقعی رؤیت ہو چکی ہے اور اتنی خبریں غلط نہیں ہو سکتی تو اس کی بنیاد پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے (کیونکہ اس تعداد کثرت سے استفاضہ کی شان پیدا ہو جاتی ہے)

اور یہ کمیٹی فیصلہ کرتی ہے تو وہ تمام عمل ملک کے لئے ہوگا اور اگر کوئی علاقائی کمیٹی کرتی ہے تو صرف علاقے کے لئے جس کی یہ نمائندہ ہے رہی یہ بات کہ کتنی جگہ کی خبروں یا کتنے ریڈیو اسٹیشنوں سے دی جانیوالی اطلاعات پر اطمینان حاصل ہوگا سو اس بارے میں کسی تعداد کو متعین نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ خبروں کی نوعیت خبر دینے کی حیثیت اور حالات کے اعتبار سے یہ تعداد کم و بیش ہو سکتی ہے البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ دو تین سے کم مقامت کی اطلاع جو تین ریڈیو اسٹیشنوں سے نہ دی گئی ہو کوئی فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا، یعنی جب دو تین مقامات پر چاند ہو جانے کی اطلاع کم سے کم تین ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر کی جائے تب اسے فیصلہ کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے اس سے ادنیٰ شکل نا قابل اعتبار ہوگی تقریبی اور اجتماعی طور پر پانچ چھ کی تعداد کو اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے۔

رؤیت ہلال کے ثبوت میں خبر مستفیض کی اہمیت

مفتی محمد معز الدین قاسمی ☆

۱- خبر مستفیض کا حکم اور اس کی تعریف

علامہ رحمتی نے خبر مستفیض کی یہ تعریف بیان کی ہے:

''اس دوسرے شہر سے چند جماعتیں آئیں اور ہر ایک جماعت خبر دے کہ اس شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے، خبر پھیلانے والے کو جانے بغیر صرف خبر کے پھیل جانے کی بنیاد پر نہیں)''۔

علامہ رحمتی کے ''کل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة الخ'' کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ خبر دینے والے ثبوت رؤیت کی نوعیت اور اس کی بنیاد کی بھی وضاحت کریں، تا کہ افواہ اور خبر مستفیض کے درمیان فرق کیا جاسکے، لوگوں کا محض یہ کہہ دینا کافی نہ ہوگا کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا یا فلاں جگہ روزہ رکھا گیا، ان شرائط کے ساتھ اگر خبر مستفیض پہنچے تو وہ موقع یقین ہے، بلکہ بعض فقہاء نے اس کو تواتر کے ہم معنی قرار دیا ہے، جیسے علامہ رشد نے ''بدایۃ المجتہد'' میں ذکر کیا ہے، نیز استفاضہ خبر کے لئے کوئی خاص تعداد بھی مقرر نہیں ہے، بلکہ خبروں کی اس طرح آمد ہو کہ اس سے خبر کی تحقیق ہو جائے اور کسی قسم کا تردد باقی نہ رہے، اس مسئلہ کو قاضی یا ہلال کمیٹی کی صواب دید پر چھوڑ دیا جائے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ خبر بیان کرنے والے دو سے زائد ہی ہوں،

☆ دار العلوم، اورنگ آباد (مہاراشٹر)۔

اس سے کم نہ ہوں، ورنہ وہ خبر کسی اعتبار سے بھی خبر مستفیض نہ ہوگی۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو شرح نخبۃ الفکر میں ذکر کیا ہے:

۲- خبر مستفیض پر کب فیصلہ کیا جائے

اتنی بات تو معلوم ہوئی کہ خبر مستفیض (ریڈیو اسٹیشن جس شہر میں ہے)، اس کے اور اس کے مضافات کے باہر ایک خبر کی حیثیت رکھے، جس پر عمل کرنا اور اس کو بنیاد بنا کر فیصلہ کرنا درست نہیں ہوگا، ہاں اگر کئی جگہ کے ریڈیو اسٹیشنوں سے متعدد مقامات کی رویت کی خبر نشر ہوئی ہو اور اس خبر سے قاضی یا ہلال کمیٹی کو پورا اطمینان ہو جائے تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جا سکتا ہے، البتہ چند ریڈیو اسٹیشنوں سے ایک مقام کی رویت کی خبر نشر ہوئی ہو تو اس کے اعتماد پر فیصلہ کرنے سے قبل اس کا بھی اطمینان کر لینا ضروری ہے، اور اگر ایک ہی ہو تو اس پر فیصلہ نہیں ہو سکے گا، یہ سب احکامات حضرت مولانا سید میاں صاحبؒ نے اپنے رسالے میں ذکر کئے ہیں۔

دوسری چیز جس سے ریڈیو کی خبر ملک گیر صورت اختیار کر سکتی ہے وہ سلطان ہے، یعنی سلطان یا والی (امام اعظم) اپنے اختیار سے شرعی بنیادوں پر کئے گئے فیصلہ کو نافذ کرا دے تو اہل ملک پر چاہے وہ کتنے ہی فاصلے پر رہتے ہوں اس پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے، لیکن یہ صورت وہاں تو ممکن ہے جہاں والی سلطنت، یعنی سربراہ مملکت مسلم ہو، جیسے سعودی عرب وغیرہ، لیکن ایسے ممالک جہاں سربراہ مملکت مسلمان نہیں ہیں وہاں اس صورت کا پایا جانا اس شکل میں نہ صرف مستبعد ہے، بلکہ ایک امر محال ہے، البتہ اس کا بدل ہو سکتا ہے جس کی تفصیلات ہم دوسرے مقالہ میں بالتفصیل ذکر کریں گے (ان شاء اللہ)۔

۳- ریڈیو کی خبر کا حکم

ریڈیو سے حاصل ہونے والی خبریں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ریڈیو سے یہ خبر نشر

ہو کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا (یا نظر آیا، یا دیکھا گیا)۔ اب چاہے یہ خبر کسی ایک ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہو رہی ہو یا متعدد ریڈیو اسٹیشن اسے نقل کر رہے ہوں، نیز اس خبر کو نشر کرنے والا چاہے معتمد مسلم شخص ہی کیوں نہ ہو، اس خبر کی بنیاد پر کسی دوسری جگہ رؤیت کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے، اس کی وضاحت (شامی وغیرہ) میں موجود ہے۔

اس جگہ اس بات کی وضاحت کر دی جائے کہ بعض جگہوں پر یہ شکل ہوتی ہے کہ ریڈیو اسٹیشن کے ذمہ دار یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں خبر فلاں جگہ کے امام جامع مسجد یا شہر کے کسی بڑے عالم سے معلوم کر کے ریڈیو پر نشر کی تو اس کے بارے میں بھی علامہ شامی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''ردالمحتار'' میں ذکر کر دیا ہے کہ یہ خبر بھی کسی دوسری جگہ رؤیت ہلال کے فیصلے کی بنیاد نہیں بن سکتی ہے اور اس خبر کا بھی وہی حکم ہوگا جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

دوسری شکل ریڈیو کی خبر کی یہ ہے کہ کسی جگہ کے علماء پر مشتمل ہلال کمیٹی یا کسی مستند ثقہ عالم نے باقاعدہ شرعی بنیادوں پر رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا ہو، اور اناؤنسر اس فیصلے کی پوری تفصیلات ہلال کمیٹی کی تصریحات کے ساتھ اسی کے حوالے سے اور اس کی طرف منسوب کر کے بحیثیت نمائندہ اس فیصلے کو نشر کرتا ہے تو اس خبر یعنی اعلان کو صحت سمجھا جائے گا اور اس پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

۴- پاکستان کے ریڈیو کی خبر کا حکم

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ رؤیت ہلال کے مسئلے کو علماء کے عدم اعتناء اور جہلاء کی قیادت و سیادت نے سنگین مسئلہ بنایا، نیز اس مسئلہ کو پیچیدہ بنانے میں ریڈیو پاکستان کی خبروں کو بھی دخل ہے، عام طور سے لوگ پاکستان کی خبر کو نہ صرف کافی سمجھتے ہیں، بلکہ اس کے ماننے کو ایک شرعی مسئلہ بنا دیتے ہیں اور نہ ماننے والے پر لعن وطعن کرتے ہیں، اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے ریڈیو کی خبر کے بارے میں صراحت کر دی جائے، لیکن اس مسئلے کی وضاحت اختلاف مطالع کی وضاحت پر موقوف ہے۔

۵- اختلاف مطالع ایک نظر میں

اختلاف مطالع کا مسئلہ ہمیشہ سے فقہاء امت کے درمیان اختلافی رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ کی کتب مطولہ میں فقہاء کی بڑی طویل بحثیں ملیں گی، ان بحثوں کے ذکر کرنے کا نہ یہ مقام ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت، البتہ اس کا لب لباب اور ماحصل یہ نکلتا ہے کہ ہر اس مقام کی رؤیت کا حکم مثبت ہوگا جس کے مان لینے سے شرعی مہینہ میں خلل واقع نہ ہو، یعنی اس کے تسلیم کرنے میں نہ تو ۲۸ دن کا مہینہ ہو اور نہ ہی ۳۱ دن کا، چنانچہ مذکورہ تعریف کی وجہ سے پاکستان و ہندوستان کا ایک ہی مطلع ہوتا ہے، اور ایک جگہ کی رؤیت اگر ضابطۂ شرعی کے مطابق دوسری جگہ پہنچ جائے تو وہ مثبت حکم ہوگی۔

اب پاکستان سے نشر ہونے والی خبر شرعی بنیادوں پر کئے گئے فیصلے کا اعلان نہیں، بلکہ محض ایک خبر ہے، جیسا کہ اناؤنسر کے انداز بیان سے پتہ چلتا ہے، اور اس قسم کی خبریں مثبت حکم نہیں ہوں گی، ہاں ایک صورت ممکن ہے جو نہ صرف تمام اہل پاکستان، بلکہ ہندوستان کے لوگوں کے لئے بھی قابل عمل اور لائق توجہ ہوگی، وہ یہ ہے کہ وہاں کے ایسے مقیم علماء کہ جن کی دیانت وتقوی یہاں کے لوگ بھی عموماً تسلیم کرتے ہوں، ان کی کمیٹی باقاعدہ شرعی فیصلہ کرکے ریڈیو پر اعلان کردے اور وہ تمام شرائط کے ساتھ بحیثیت اعلان نشر ہو نہ کہ بحیثیت خبر، تو یہاں کے لوگوں کے لئے بھی اس کے مطابق فیصلہ کرکے اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

۶- ٹیلی فون کی خبر

ٹیلی فون خبر رسانی کا ایک جدید آلہ ہے۔ اس کے حکم کی صراحت نصوص شرعیہ وکتب فقہیہ میں ملنے سے رہی، البتہ مستند علماء کرام نے اس کو خط کے مشابہ قرار دیا ہے، اور جس طرح خط قانونی اور عرفی اعتبار سے معتبر مانا جاتا ہے اسی طرح ٹیلی فون بھی، جبکہ اطمینان ہو جائے کہ یہ

پیغام جس شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہے واقعی اسی کا ہے، اور وہ شخص دیندار مسلمان ہے تو اس کی خبر کو معتبر مان کر بدرجہ خبر اس پر عمل درست ہوگا۔

۷- حصول اطمینان کے طریقے

حصول اطمینان کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں۔ بطور مثال چند طریقے درج کئے جا رہے ہیں:

۱- فون کرنیوالے شخص سے اس کے فون کا نمبر (جہاں سے وہ فون کر رہا ہے) معلوم کر لیا جائے۔ پھر دوبارہ اپنی طرف سے اسی نمبر پر فون کیا جائے۔
اور اگر وہاں ایسے اشخاص موجود ہوں جو اس کو جانتے ہوں تو ان کو بھی ان کی آواز سنائی جائے تا کہ وہ آواز پہچان لیں۔
۲- جس شہر سے فون آیا وہاں کے دوسرے جاننے والے اشخاص سے بھی اس کی تصدیق کر لی جائے۔
۳- متعدد شہروں سے ایک مضمون کے مختلف لوگوں کے فون حاصل ہو جائیں۔

۸- ٹیلی فون کی خبر کی شرعی حیثیت

ٹیلی فون کی خبر پر اطمینان مذکورہ طریقوں سے جب حاصل ہو جائے تو اس خبر کو ایک خبر ہی کی حیثیت حاصل ہوگی۔ جس سے ہلال رمضان المبارک کا ثبوت ہو سکتا ہے، ہاں اگر اتنے مقامات سے یا ایک ہی مقام سے اتنی کثرت سے فون موصول ہوئے ہوں کہ ان کا غلط ہونا عقلاً و عرفاً مستبعد معلوم ہوتا ہو تو ان خبروں کو بنیاد بنا کر ہلال عید کا بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے، اور یہ خبر کے مستفیض ہونے کی صورت ہے، اب رہی تعداد کی بحث کہ کم از کم کتنی تعداد فون آنے پر خبر مستفیض

ہونے کا حکم ہوگا تو اس سلسلے میں کوئی تحدید نہیں ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ دو سے زیادہ ہوں، اور ان سے قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کو اطمینان ہو جائے کہ یہ خبر معتبر ہے۔

نوٹ: ۱- فون کو سن کر اور اس کی تصدیق کر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کو اطلاع دینے والے افراد بھی دو ہونا چاہئے، ہاں اگر خود قاضی یا ہلال کمیٹی کا ذمہ دار ہو یا قاضی کا نمائندہ ہو تو ایک فرد بھی کافی ہے۔

۲- کسی شہر میں یا شہر سے قریب کی بستی میں اگر فون ہو اور وہاں کے باشندے شہر سے فون کر کے معلوم کرلیں تو اس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

جس طرح ریڈیو کی خبر کے بارے میں گزر چکا ہے۔

۹- تار اور وائرلیس کی خبر کا حکم

موجودہ دور میں خبر رسائی کے جدید ذرائع میں سے تار اور وائرلیس بھی ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رؤیت ہلال کے بارے میں ان کا بھی مختصراً شرعی حکم ذکر کر دیا جائے، موجودہ دور کے تمام قابل ذکر و صاحب نظر علماء کا فتوی یہ ہے کہ ان کا تنہا قطعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ تار کسی کی بھی طرف سے کوئی بھی شخص کر سکتا ہے، اس لئے یہ پتہ چلنا ہی دشوار ہے کہ کس لئے تار دیا، جب تار دینے والے کا تعین نہیں کیا جا سکتا تو پھر اس کے معتبر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہی علت وائرلیس کے غیر معتبر ہونے میں پائی جاتی ہے، اسی لئے مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ اور حضرت مولانا مفتی شفیعؒ جیسے حضرات نے ان دونوں خبروں کے بارے میں عدم اعتبار (اعتبار نہ کرنے) کے فتوے دیئے ہیں، چنانچہ ان خبروں کو نہ شہادت کا درجہ دے سکتے ہیں اور نہ خبر شرعی کا، ان سے نہ ہلال رمضان ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ہلال عیدین، ہاں اگر کثرت سے تار آئیں، یا وائرلیس کے ذریعہ خبریں

موصول ہوں، اور دوسرے ذرائع (جیسے فون خطوط وغیرہ) سے بھی ان کی تائید ہوگئی ہو تو یہ تار یا وائرلیس کی خبریں خبر مستفیض کے تحقق میں معین بن سکتی ہیں، اس لئے محض تار یا وائرلیس کی خبر پر روزہ رکھنا یا توڑنا درست نہیں ہے، توڑنے کی صورت میں قضا ضروری ہوگی۔

ایک ضروری نوٹ

مذکورہ مقالے میں جہاں بھی ہم نے خبر کا تذکرہ کیا ہے اور اس کو تسلیم کرنے یا معتبر ماننے کی مختلف شکلیں تحریر کی ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بنیاد بنا کر ہر جگہ کی ہلال کمیٹی فیصلہ دے اور اس فیصلہ پر نہ کہ خبر پر تمام عوام عمل پیرا ہوں، بغیر مقامی طور پر فیصلہ کئے عوام کو از خود اس اعلان یا خبر پر عمل کرنے کا اختیار ہونا چاہئے، ورنہ انتشار پیدا ہو جانے کے علاوہ اس بات کا پورا پورا خطرہ رہے گا کہ عوام ''ریڈیو کی خبر'' اور فیصلہ کے اعلان کے درمیان فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے غلط نتیجہ اخذ کر کے عمل کر لیں گے اور گناہ مول لیں گے، کیونکہ محض ریڈیو کی خبر کی بنا پر صوم یا افطار درست نہ ہوگا۔

۱۰- ہلال کمیٹی کے اعلان کا دائرہ کار

البتہ مذکورہ رؤیت ہلال کمیٹی کا فیصلہ جو قابل حجت ہے اس کا دائرہ کار محدود ہوگا، جس مقام کی ہلال کمیٹی یا (ثقہ معتبر عالم) نے یہ فیصلہ دیا ہے، اس شہر اور اس کے مضافات کی جتنی آبادیاں ہیں جو اس ہلال کمیٹی یا ثقہ معتبر عالم کی حدود اثر میں داخل ہیں، صرف اس حد تک نافذ ہوگا، اس کو ملک گیر پیمانے پر نافذ نہیں مانا جا سکتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس حکم کو ہم نے اخذ کیا کتب فقہ کی ان جزئیات سے جن میں شہر کے مضافات کے لئے توپ کی آواز، ڈھنڈورچی کے اعلان اور قندیلوں کی روشنیوں کو ثبوت کے لئے کافی سمجھا گیا ہے، لہذا جب مقیس علیہ

میں تخصیص ہو تو مقیس میں بدرجہ اولی تخصیص ہوگی۔ اس میں تعمیم نہیں ہوسکتی، حاصل اس کا یہ ہوا کہ ریڈیو کی اس خبر کو منادی کے اعلان کا درجہ حاصل ہے، اور اس کی تائید حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب کی اس تحقیق سے بھی ہوتی ہے، (آلات جدیدہ کے شرعی احکام/۱۵۸) پر مفتی صاحب فرماتے ہیں: ''جس شہر میں باقاعدہ قاضی یا ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمینان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کردیا، اس اعلان کو اگر ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے بھی فیصلہ کیا اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہے۔ شرط یہ ہے کہ ریڈیو کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے''۔ صرف وہ فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے، اور اس کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے، جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے وہ الفاظ بعینہ نشر کیے جائیں، جس ریڈیو میں ایسی احتیاط کی پابندی نہ ہو اس کے اعلان پر عید وغیرہ کرنا کسی کیلئے درست نہیں۔

۱۱- ریڈیو سے خبریں نشر کرنے والا مسلم ہو

ایک بات یہاں یہ رہ جاتی ہے کہ ہم نے ریڈیو کے اس اعلان کو جب توپوں کی آواز، ڈھنڈورچی کے اعلان اور قندیلوں کی روشنیوں کے مشابہ مانا ہے تو جس طرح توپ کے داغنے والے کا عادل وثقہ ہونا ضروری نہیں تو اس طرح ریڈیو سے خبریں نشر کرنے والے کا عادل وثقہ ہونا ضروری نہیں اور یہ شرط لگانا بھی قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا ہے، البتہ اس اعلان کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہے، چونکہ دینی معاملات میں کسی غیر مسلم کا قول معتبر نہیں۔ ''لا یقبل قول الکافر فی الدیانات'' (عالمگیری/۳۴۲)۔

۱۲- ثبوت رؤیت کے طریقے

اب رہا ریڈیو کی اس خبر کو اور اعلان کو ملک گیر بنانے کا طریقہ تو اس بارے میں فقہائے

کرام نے شرعی طور پر ثبوت رؤیت کے چار طریقے بیان کئے ہیں: ایک شہادت، دوسرے کتاب القاضی الی القاضی، تیسرے استفاضہ اور چوتھے امیر وسلطان۔ ان مذکورہ چار طریقوں میں سے پہلے دو طریقے ریڈیو کی اس خبر سے اس طرح خارج ہو جاتے ہیں کہ شہادت کی حقیقت میں حضور اور موجودگی کا مفہوم پایا جاتا ہے، اور ریڈیو کی اس خبر میں حضور و موجودگی کو کوئی شکل موجود نہیں، اور کتاب القاضی الی القاضی میں کتاب کا تذکرہ ہے، جبکہ یہاں مطلق خبر ہے، لہذا اخبر کے دو طریقے اس جگہ روبہ کار لائے جاسکتے ہیں جس کی وضاحت خبر مستفیض کے ذیل میں اس سے قبل آچکی ہے۔

۱۳-رؤیت ہلال کمیٹیوں کے بارے میں چند وضاحتیں

علاقہ کے ہر ضلع پر رؤیت ہلال کمیٹی کی ضلع کمیٹی ہوگی۔ اس ضلع کے تمام تعلقہ جات و بڑے بڑے قصبوں میں حسب ذیل کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی اور پورے علاقہ کے مرکزی مقام پر ایک مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی ہوگی۔

۱۴-مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی

۱-مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا صدر علاقہ کی مشہور و معروف عالم شخصیت ہوگی۔

۲-ممبروں کی تعداد و تعین کے مسئلے کو مقام کے اعتبار سے حل کیا جائے گا۔

۳-ممبران میں اکثریت یا دو تہائی ممبر علماء کا ہونا ضروری ہوگا۔

۴-ہلال کمیٹی کے تمام فیصلے شرعی حدود میں ہوا کریں گے۔

۵-ضلعی یا ذیلی کمیٹیوں کے فیصلے کے اختلاف کی صورت میں مرکزی ہلال کمیٹی کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا۔

۱۵-ضلعی کمیٹیوں کی ذمہ داریاں

۱-علاقہ کے جتنے اضلاع ہیں اتنی کمیٹیوں کی تشکیل مرکزی کمیٹی کے ذمہ ہوگی۔

۲-ہر ضلع کی کمیٹی اپنے اپنے تعلقہ جات و بڑے بڑے قصبوں میں کمیٹیاں خود تشکیل دے گی۔

۳-ضلع پر رؤیت یا رؤیت کی شہادت موصول ہونے کی صورت میں ضلع کمیٹی خود فیصلہ کردے۔اور اپنے اس فیصلے سے مرکزی ہلال کمیٹی کو بھی مطلع کردے،تاکہ اس فیصلے کو بنیاد بنا کر پورے علاقہ میں رمضان یا عید کا ثبوت ہوسکے۔

۴-ضلع کمیٹی کے ہر افراد میں سے اکثریت علماء کی ہو۔اور اگر کسی وجہ سے اکثریت نہ ہوسکے تو کم از کم ایک عالم کا ہونا ضروری ہے۔

۵-ضلع کمیٹی کا ایک معینہ دفتر ہو جس میں ایک فون ہو،جس کا نمبر مرکزی کمیٹی کو ارسال کرنا بھی ضروری ہے۔

۶-ضلع کمیٹی کے تمام فیصلے شرعی حدود میں ہونا چاہئے۔

۷-ضلع کمیٹی کے افراد کے مابین جب بھی رؤیت ہلال کے بارے میں کسی قسم کا بھی اختلاف ہو تو وہ مرکزی کمیٹی سے اس بارے میں رہنمائی حاصل کریں۔

۸-ضلعی کمیٹیاں اپنے اپنے علاقہ میں ذیلی کمیٹیوں کے صدر وممبروں کے اسماء اپنے پاس رجسٹر میں رکھیں تاکہ بوقت ضرورت ان سے رابطہ قائم کیا جاسکے۔

۶-مرکزی ہلال کمیٹی ہر ماہ کی رؤیت اور اس کے فیصلے کی پابند ہوگی۔

۷-اس کے ذمہ ہوگا کہ وہ اپنے فیصلے کو فوری مقامی کسی ایسے اخبار کو دے جو علاقہ بھر میں پہنچتا ہو،یا اس کے علاوہ تشہیر کی جو بھی صورت ہو اس کو اختیار کرے۔

۸-مرکزی ہلال کمیٹی کی نشست ہر ماہ کی انتیس تاریخ بعد نماز مغرب دفتر ہلال کمیٹی

میں ہوا کرے گی، جس میں تمام مقامی ممبروں کا بغیر کسی اطلاع کے حاضر ہونا اخلاقی دینی فریضہ ہوگا۔

۹-مرکزی ہلال کمیٹی کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا، مگر خود صدر ہلال کمیٹی اور جو ممبران اس فیصلہ میں شریک تھے، کسی دینی مصلحت کی وجہ سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے تبدیل کریں۔

۱۰-مرکزی ہلال کمیٹی فیصلہ کرنے میں ہرگز تاخیر نہ کرے۔ وقت مقررہ پر فیصلہ ہونے کی صورت میں مرکزی ہلال کمیٹی بذریعہ اخبارات وریڈیو اس فیصلے کی تشہیر کی ذمہ دار ہوگی۔

۱۱-ہر ذیلی ضلعی کمیٹیوں کو اطلاع کروانا اس کے ذمہ نہیں ہوگا، بلکہ ہر ضلعی کمیٹی کے ذمہ دار کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اپنی مرکزی ہلال کمیٹی سے رابطہ قائم کرکے مرکزی کمیٹی کے فیصلے کو معلوم کریں اور اس کو بنیاد بنا کر اپنے ضلع میں رؤیت ہلال کو ثابت کریں۔

۹-ضلعی کمیٹی کے ذمہ لازم ہوگا کہ ہر ماہ کی انتیس تاریخ کو اور خاص طور پر عید رمضان اور بقرعید کے موقع پر تمام ممبران چاند دیکھنے کا اہتمام کریں۔

۱۰-ضلع کمیٹی کے اکثر ممبران اسی ضلع کے ہوں گے اور تعلقہ جات سے ایسے افراد کو جو ضلع میں آمد ورفت رکھتے ہوں اور اس معاملہ میں کافی دلچسپی لیتے ہوں، ان کو بھی لیا جا سکتا ہے۔

۱۶-ذیلی کمیٹیوں کی ذمہ داریاں

۱-ہر تعلقہ اور بڑے قصبہ میں ذیلی کمیٹی تشکیل دی جائے گی، جن کے ممبران کا تعین ضلع کمیٹی مقامی حضرات کے مشورے سے کرے گی۔

۲-اس کا متعینہ دفتر ہوگا جہاں حسب موقع اس کی میٹنگ ہوا کرے گی اور ضلع کمیٹی یا مرکزی کمیٹی کی خط وکتابت بھی اس پتہ پر کی جا سکے گی۔

۳- ذیلی کمیٹیوں کے ممبر قابل اعتماد، امانت دار اور دینی مزاج رکھنے والے عادل حضرات ہوں گے، اور بہتر یہ ہے کہ اس میں علم دین سے واقف کار حضرات کو ترجیح دی جائے۔

۴- جب ان کے پاس کسی موقع پر رویت یا شہادت رویت حاصل ہو جائے تو وہ شرعی احکامات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس پر فیصلہ کر سکیں۔

۵- ہر ماہ کی انتیس تاریخ کو بعد نماز مغرب کمیٹی کی میٹنگ ہونی چاہئے۔ اور کمیٹی کے تمام ممبران رمضان، عید، بقرعید، شعبان کے موقعوں پر رویت ہلال کا اہتمام کریں اور ضلعی کمیٹی جو بھی فیصلہ کرے اس کی تشہیر کریں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔

اسلامی مہینہ، رؤیت سے یا حساب سے؟

مولانا محمد عبداللہ سلیم صاحب ☆

ہلال کے سلسلہ میں متعدد روایتیں صحیح بخاری مسلم اور جامع ترمذی وغیرہ حدیث کی تمام معتبر و مستند کتابوں میں موجود ہیں جن میں یہ روایت نہایت مشہور اور تمام فقہاء کے پیش نظر ہے:

"عن ابن عمر رضی اللہ عنهما أن رسول الله ﷺ ذكر رمضان، فقال: لا تصوموا حتى ترو الهلال ولا تفطروا حتى تروه، فإن غم عليكم فاقدرو له وفي رواية له أن رسول الله ﷺ وعشرون ليللة فلا تصوموا حتى تروه، فإن غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين" (بخاری)۔

(ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے رمضان کا ذکر کیا پھر مایا کہ روزہ مت رکھنا شروع کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور نہ ہی روزہ بند کرو جب تک تم ہلال کو دیکھ نہ لو پھر اگر چاند دکھائی نہ دے تو اس کے لئے اندازہ کرلو اور ابن عمر ہی کی روایت میں یہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے تب تم روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اگر چاند چھپ جائے تو مہینے کے ۳۰ دن پورے کرلو (پھر روزہ شروع کرو)۔

فقہاء و محدثین کی رائے

فقہاء و محدثین نے اس لفظ کے اس حدیث میں کیا معنی سمجھے ہیں، اس سلسلہ میں حافظ

☆ شکاگو، امریکہ۔

ابن حجر جیسے جلیل القدر عالم ومحدث کا قول بطور حجت کے کافی ہے ان کا بیان یہ ہے۔

لفظ "فإن غم علیکم فاقدرا له" جس کو متعدد سندوں سے روایت کیا گیا ہے یہ مخالف کو شبہ میں ڈالنے والا ہے کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ اس لفظ سے صاف مطلع اور ابر آلود دو مختلف حالتوں کے حکموں میں فرق بتلانا مقصود ہو، یعنی رؤیت پر مدار صاف مطلع ہونے کی حالت میں ہو اور بادل ہونے کی صورت میں دوسرا حکم ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ حکموں کا فرق اس لفظ سے نہیں نکل رہا ہے، بلکہ "أکملوا العدة" تیس دن پورے کرلو والا حکم لفظ "فاقدروا له" کی وضاحت کررہا ہے پہلے احتمال کی طرف اکثر حنابلہ گئے ہیں (........)۔

اور دوسرے احتمال کی طرف جمہور فقہاء گئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس لفظ "فاقدروا له" کے معنی یہ ہیں کہ شروع شعبان سے حساب لگا کر تیس دن پورے کرلو اور اس تاویل کی ترجیح اس بنا پر ہے کہ دوسری روایتوں میں "فاکملوا العدة ثلثین" (تیس دن پورے کرلو) کی ہدایت آئی ہے اور اصولاً بہتر یہ ہے کہ حدیث سے تفسیر ہوجائے۔

(پھر ایک صفحہ کے بعد حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں) کچھ دوسرے حضرات تیسری تاویل کی طرف گئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ چاند کے منزلوں کے حساب سے اندازہ کرلیا جائے یہی اس لفظ "فاقدروا له" کی معنی ہیں اس بات کے کہنے والے شوافع میں سے ابوالعباس بن شریح اور تابعین میں سے مطرف بن عبداللہ اور محدثین میں سے ابن قتیبہ ہیں۔

ابن عبدالبرؒ اس پر کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مطرف بن عبداللہ کی نسبت سے یہ بات ثابت نہیں ہے جہاں تک ابی قتیبہ کا تعلق ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ ان پر ایسے مسائل میں جا چڑھا جائے۔

ابن صلاح نے فرمایا کہ منازل قمر کے علم سے مراد چاند کی رفتار سے واقف ہونا ہے (جس سے چاند کا گھٹنا بڑھنا ہوتا ہے) حساب کا علم تو ایک دقیق چیز ہے ان کا کہنا ہے کہ منازل قمر

کا علم (یعنی چاند کی رفتار اور گھٹنا بڑھنا) حسی چیز ہے اس کا اندازہ ایسے لوگوں کو بخوبی ہوتا ہے جو چاند ستارے اکثر توجہ سے دیکھتے ہیں اور یہی مراد اس تشریح کی ہے انہوں نے اندازہ کرنے کی بات خصوصیت سے ایسے ہی شخص کے تعلق سے کہی ہے (فتح الباری ۴/۹۷-۹۸، تنویر الحوالک للسیوطی/۲۶۹)۔

مسلک جمہور کی معقولیت

میں سمجھتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی کا فرمان اور جس بات کو جمہور فقہاء نے اختیار کیا ہے وہ برحق اور نہایت معقول ہے اس لئے کہ:

اول: دونوں مذکورہ حدیثیں (جن میں سے ایک میں فاقدروا له ہے اور دوسری میں "فأكملو العدة ثلاثين" ہے یہ دونوں ایک ہی صحابی یعنی حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہیں اگر ان کے نزدیک ان دونوں حدیثوں کے لفظی فرق کا معنی ومراد حکم پر پڑتا تھا تو وہ ضرور اس کی وضاحت کرتے اور بتاتے کہ کوئی حدیث کونسی حالت سے یا کس قسم کے افراد سے متعلق ہے۔

دوم: "فاقدروا له" والی روایت کے راوی صرف ابن عمر ہیں، جبکہ "أكملوا العدة ثلاثين" کے الفاظ کے راوی متعدد صحابہ ہیں مثلاً خود ابن عمر اور ابو ہریرہ ابن عباس، قیس بن طلق عن ابیہ، رارع بن خدیج ربعی بن حراش عن رجل من اصحاب النبی ﷺ جابر بن عبداللہ اور ابو بکرہؓ ان تمام صحابہ کرام کی روایتیں مختلف حدیثوں کی کتابوں میں ہیں جن کو دارقطنی اور بیہقی نے جمع کیا ہے اب اگر "فاقدراو له" کے معنی "أكملوا العدة ثلاثين" کی مراد ومفہوم سے مختلف ہوتے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ معنی ان تمام صحابہ سے مخفی رہتے۔

سوم: "فاقدروا له" کے الفاظ روایت کرنے والے راوی حضرت ابن عمرؓ کا خود اپنا عمل صحیح حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ ۲۹ شعبان کو بوجہ ابر چاند نظر نہ آنے کی صورت میں تیس

شعبان کو احتیاطاً روزہ رکھ لیا کرتے تھے اور ابر نہ ہونے کی صورت میں روزہ نہ رکھتے تھے، بلکہ شعبان کی تیس دن پورے کر کے رمضان شروع کرتے آپ کا عمل یہ تو تھا، مگر یہ نہیں تھا کہ وہ حساب فلکی وغیرہ کی طرف جاتے تو راوی کا عمل اس کی روایت کی بہترین تفسیر ہے، جیسا کہ فقہاء ومحدثین بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں۔

چہارم: خود نبی کریم ﷺ کا اپنا عمل آپ سے روایت کروہ ارشاد "فاقدروا له" کی سب سے بہترین اور مستند تشریح ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کے چاند کی بڑی نگہداشت فرماتے تھے ایسی اور مہینوں کی نہ ہوتی تھی پھر آپ چاند دیکھ کر رمضان کا روزہ شروع فرما دیتے اور اگر بادل ہوتے تو تیس دن کا شمار پورا کرتے پھر روزہ شروع کر دیتے (ابوداؤد، دارقطنی)۔

پنجم: امام بیہقیؒ ایک حدیث لائے ہیں جس میں ان دونوں لفظوں کو جمع کیا گیا ہے روایت اس طرح ہے نافع ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کو مواقیت (جنتری کیلنڈر) بنایا ہے، لہذا جب تم نیا چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور پھر جب تم نیا چاند دیکھو تو روزہ رکھنا چھوڑ دو اور اگر بادل ہو جائے (چاند نہ نظر آئے) تو اندازہ کرلو اور مہینہ کے تیس دن پورے کو لو (السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۲۰۵ المطبوعہ فی ملتان پاکستان)۔

اس روایت نے بخوبی واضح کر دیا ہے کہ "فاقدروا له" (اندازہ کرلو) کا مطلب أتموه ثلاثين (تیس دن پورے کرلو) ہے نہ کہ کچھ اور۔

مراد حدیث

لہذا حدیث کے واضح معنی یہ ہوئے کہ رمضان کے روزے آنکھوں سے چاند دیکھے بغیر نہ شروع کرو اور اگر بادل وغیرہ کوئی رکاوٹ آنکھوں سے چاند کے نظر آنے میں حائل ہو

اگر چہ چاند آسمان میں موجود ہی کیوں نہ ہو مطلع صاف ہوتا تو نظر آ جاتا تب روزہ نہ رکھو۔

اس ہدایت وممانعت کی شدت امام بخاری کے قائم کردہ باب کے الفاظ سے بخوبی ہو جاتی ہے امام بخاری نے مذکور ہے حدیثوں پر جو باب قائم کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"باب قول النبی ﷺ إذا رأیتم الهلال صوموا وإذا رأیتموہ فأفطروا وقال: صلة عن عمار من صام یوم الشک فقد عصی أبا القاسم ﷺ"۔

(باب نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے بارے میں کہ جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب پھر اس کو دیکھو تو روزہ چھوڑ دو صلہ نے عمار سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس نے یوم شک کو روزہ رکھا اسنے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی)۔

اور یہ متعین ہے کہ یوم شک شعبان کا تیسواں دن ہے جبکہ ۲۹ شعبان کو چاند نظر آنا ممکن تھا مگر بادل وغیرہ کی وجہ سے نظر نہیں آیا۔

خلاصۂ کلام ڈاکٹر قرضاوی

حدیث کے حقیقی اور ظاہر معنی کی وضاحت کے بعد اب ہم ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی رائے اور شیخ احمد شاکر کی کتاب "اوائل الشھور العربیہ" سے ان کے استدلال کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔

ان کے کلام کا خلاصہ جو ہم نے اخذ کیا ہے وہ اسی طرح ہے۔

الف- شارع کا مقصود کسی بھی ممکن اور میسر ذریعہ سے مہینہ کا تعین ہے۔

ب- رؤیت بصری (آنکھ سے چاند کا دیکھنا) نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کے عہد میں واحد ذریعہ تھا فلکی حساب اس وقت میسر نہیں تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب" ہم ایک امی امت ہیں ہم نہ لکھتے ہیں اور

نہ حساب کرتے ہیں۔

لہذا عرب حساب سے ناواقف تھے اور ان کے لئے حساب اور اہل حساب سب سے استفادہ ممکن نہیں تھا۔

ج- فقہاء نے فلکی حساب والوں کا اعتبار نہیں کیا ان کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے علم غیب کا دعویٰ کرنے والوں، یعنی نجومیوں کو تقویت ملے گی، اس لئے کہ اکثر فلکی حساب داں نجومی تھے۔

د- اس زمانے میں رؤیت بصری کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط اور قابل اعتماد ذریعہ چاند کے سلسلہ میں فلکی حساب کا ہے، لہذا امنشاء شارع، یعنی کسی بھی ممکن اور میسر ذریعہ سے مہینہ کا تعین ہو اس کی بناء پر ہم کو چاہئے کہ فلکی حساب کو اس سلسلہ میں اختیار کریں اور قدیم ذریعہ، یعنی رؤیت بصری پر جمود نہ رکھیں، کیونکہ وہ مقصود نہیں ہے۔

ھ- عالم اسلام کا اتحاد و اجتماع رمضان کے شروع اور ختم کرنے میں اور عیدین کے ایک دن منانے میں جو شرعا مطلوب ہے فلکی حساب کے ذریعے ہی ممکن ہے، نہ کہ رؤیت کے ذریعے۔

ان باتوں کے سلسلے میں بتوفیق خداوندی ہماری گذارشات یہ ہیں کہ

مدار رؤیت کی وجہ

اولا ذہنوں میں یہ بات رہنی ضروری ہے کہ زمانہ قدیم سے مہینوں اور سالوں کے حساب کے سلسلہ میں دو طریقے رائج ہیں ایک طریقہ شمسی حساب کا ہے دوسرا قمری حساب کا جیسا کہ قرآن حکیم میں بھی اس کا ذکر ہے۔

"الشمس والقمر بحسبان" (الرحمٰن) چاند اور سورج ایک حساب کے ساتھ

ہیں۔

جہاں تک شمسی حساب کا تعلق ہے اس کا مدار رؤیت پر نہیں، بلکہ خالصۃ حساب پر ہے اس کے برعکس قمری حساب کا مدار رؤیت پر رہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ آخر شارع نے شمسی حساب کو چھوڑ کر قمری حساب کو کس لئے اختیار کیا ہے اور یہ نہ صرف رمضان کے روزوں اور عیدین کیلئے بلکہ عدت وفات اور عدت طلاق (جس کو حیض نہ آتا ہو) اور نذر و کفارہ کے روزوں کیلئے بھی قمری حساب ہی کو لیا گیا جب کہ فقہاء نے تصریح کی ہے۔

اس کا جواب اس کے سوا اور کیا ہے کہ دراصل اسلام اور اس کے احکام ہر فرد کیلئے ہیں خواہ وہ شہری ہو یا دیہاتی اور صحرائی تب اگر مواقیت احکام کا مدار آفتابی کیلنڈر پر رکھدیا جاتا تو دیہاتی اور صحرائی باشندوں کیلئے ان پر عمل درآمد دشوار ہو جاتا، کیونکہ اس حساب کا تعلق رؤیت سے ہے نہیں کہ ہر شخص دیکھ کر تاریخ اور مہینے کا تعلق کرلے، اس لئے شارع نے قمری حساب کو اختیار کرلیا جو رؤیت پر موقوف ہے کیونکہ وہی ہر ایک کیلئے باعث سہولت ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل شہری ہو صحرائی۔

اب اگر ہم قمری حساب کو رؤیت سے ہٹا کر فلکی حساب پر موقوف کردیں جو خالص عقلی چیز ہے تو یہ کہا جائیگا کہ ہم نے شارع کی حکمت کو ضائع کردیا اور اس کے خلاف صورت اختیار کرلی۔

نظام رؤیت کی آسانی

قمری حساب کے رؤیت پر موقوف ہونے اور اس وجہ کے باعث سہولت ہونے کا اعتراف اہل تحقیق نے کیا ہے، خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں، جیسا کہ ''انسائیکلوپیڈیا امریکانا'' کی درج ذیل عبارت سے اس کی تصدیق ہو جائیگی۔

سب سے زیادہ پرانا اور باقاعدگی کیساتھ سب سے زیادہ استعمال ہونے والا کیلنڈر قمری کیلنڈر ہے سول (قانونی) مہینہ مقدار کے لحاظ سے تقریبا چاند کے حقیقی کے برابر ہوتا ہے قانونی مہینہ کا پہلا دن تقریبا وہی دن ہوتا ہے جس میں چاند ظاہر ہوتا ہے، ایک دو شخص جو جنتری نہیں پڑھ سکتا وہ بھی چاند کو دیکھکر بالکل درست اور واقعی طور پر دن (تاریخ) بتلا سکتا ہے۔

قمری کیلنڈر میں کوئی فرضی یا مجازی سال نہیں ہوتا (انسائیکلو پیڈیا امریکا نا ۱۹۸۸ء ۱۸۵/۵ میں ہے:

The oldest kind of calendar, and formerly the most widely used,is the lunar calendar.In this calendar the civil month is approximately the same length as the actual lunar month,and the first day of each civil month is approximately the day on which the new moon occurs. A person who is unable to read a calendar can still tell the day of the month fairly accurately by observing the the phase of the moon. there is no tropical year in lunar calendar (Encyclopaedia Americana 1988 Vol.5 Page 185).

(قدیم ترین اور زمانہ قبل میں باقاعدگی سے استعمال ہونے والا کلینڈر قمری کلینڈر ہے، اس کلینڈر کے مطابق قانونی مہینہ عرصہ کے لحاظ سے حقیقی قمری کلینڈر کے مطابق ہی ہوتا ہے، ماہ کا پہلا دن تقریباً وہی ہوتا ہے جب چاند ظاہر ہوتا ہے، اس کلینڈر میں چاند کی مختلف شکلوں کی ڈرائنگ کے ذریعہ تاریخ ظاہر کی گئی ہے، وہ شخص جو کلینڈر کی تاریخ پڑھ نہیں سکتا وہ بھی چاند کی شکلیں دیکھ کر دن کا درست اندازہ لگا سکتا ہے، قمری کلینڈر میں کوئی ٹراپیکل سال (جس میں ۳۶۵ دن ہوتے ہوں) نہیں ہوتا ہے (انسائیکلو پیڈیا امریکا نا ۱۹۸۸ ج ۱۸۵/۵)۔

جواب: الف وب — دونوں عالموں کا یہ فرمانا کہ شارع کا منشا کسی بھی قابل اعتماد اور میسر ذریعہ سے مہینہ کی ابتداء اور انتہا کا تعین ہے یہ محض ان کا قیاس ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور ایسا خیال کرنے میں ان سے ایسی ہی خطا ہوتی ہے، جیسا کہ یہ اطلاع دینے میں غلطی ہے

کہ عرب کے لوگ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں فلکی حساب سے نا آشنا تھے اس سلسلہ میں ان کا حدیث "لا نکتب ولا نحسب" کو دلیل بنانا صحیح نہیں ہے، اس لئے ارشاد رسول ﷺ "لا نحسب" کے اگر معنی یہ ہیں کہ اس عہد میں کوئی شخص بھی فلکی حساب کا جاننے والا نہیں تھا، جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کرام کی اچھی خاصی تعداد کتابت (لکھائی) کی جاننے والی تھی، اگر چہ صحابہ کی مجموعی تعداد کے مقابلہ میں وہ تھوڑے ہی تھے۔

فلکی حساب کی قدامت

دوسرے یہود پرانے زمانے سے قمری مہینوں کے حساب کے روح میں فلکی حساب کو استعمال کر رہے تھے، "انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا" اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ بابلی کیلنڈر رؤیت ہلال پر موقوف تھا، آٹھویں صدی قبل مسیح میں یہود نے اس سے یہ کیلنڈر اور طریقہ لیا، چوتھی صدی قبل مسیح میں رصدی حساب کافی ترقی کر گیا تھا، مستحکم صورت اس نے اختیار کر لی تھی بابلیوں نے ان کے زمانہ میں اپنے کیلنڈر کے نظام میں تبدیلی کر کے فلکی حساب پر اس کو موقوف کر دیا تھا ۵ ۷ ء میں یہودیوں نے بھی ایسا ہی کر لیا اور اس غرض سے کہ ان کے (passover) (جشن نجات) یہودی کلینڈر کے ساتویں مہینے کی ۱۵ ویں تاریخ کو یہودی یہ تہوار مصر میں غلامی سے نجات کی خوشی میں ہر سال منایا کرتے تھے، یہ تہوار سات یا آٹھ دن تک منایا جاتا تھا، موسم سرما کے آخر میں ہوا کریں، انہوں نے یہ صورت اختیار کی کہ ہر تیسرے چھٹے، آٹھویں، گیارہویں، چودھویں، سترہویں اور انیسویں سال ایک ایک مہینہ کم کر دیا کرتے تھے (تا کہ شمسی اور قمری حساب یکساں ہو جائے، اس لئے اس طریقہ کو کہا ہی جاتا ہے (luni solar) (نیم قمری نیم شمسی) کیلنڈر۔

یہود کی غلط کاری

اس طرح مشرکین عرب کی طرح یہود بھی "نسئ" کے مرتکب تھے جس کو قرآن حکیم

نے کفر قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا:"إنما النسئی زیادة فی الکفر"(توبہ) مہینوں اوران کے مقام میں تغیر کفر میں زیادتی کی صورت ہے۔

"انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

بابلونین مہینے کے آخر تک حقیقتاً قمری مہینے رہے چاند کی اولین رؤیت پر ان کی ابتداء ہوا کرتی اور غروب آفتاب سے تاریخ شروع ہوا کرتی تھی، مہینوں کی ابتداء نئے چاند کی پہلی رؤیت سے ہوا کرتی تھی، آٹھویں صدی قبل مسیح میں رصدی ماہرین کی جماعت اس اہم مشاہدہ کی اطلاع اشوری بادشاہ کو دیا کرتے تھے۔

رصدی علم میں ترقی نے بالآخر مہینوں کے اندر ترمیم واضافہ کی باقاعدہ شکل کو ممکن بنادیا اور شاہان فارس کے تحت (۳۸۰ قبل مسیح) بابلونین کیلنڈر کے حساب دان صحیح اندازہ کر کے لونی سولار کے ۱۹ ربرسوں کے چکر کے مطابق اور یہ تیسرے، چھٹے، آٹھویں گیارھویں، چودھویں سترھویں اور انیسویں سال میں اضافہ کے برابر حساب لگا لینے میں کامیاب ہو چکے تھے..........

یہود کے اندر بابلونین کیلنڈر کے نظام کو قبول کرنے کی ابتداء چھٹی صدی قبل مسیح میں بابلی جلاوطنی سے ہوتی ہے۔

Babylonian months to the end remaind truly lunar and began when the New Moon was first visible in the evening. The day began at sunset-----------------------------

The months began at the first visibility of the New Moon.and in the 8th century BC court astronomers still reported this important observation to the Asyrian Kings.-----------------------------

Improvents in astronomical knowledge eventualy made possible the regularizatioin of intercalatioin:and, under the persian kings (c.380 BC). Babylonian calendar calculators succeed in coimputing an almost perfect equivalence in a lunesolar cycle of 19

years and 235 months with inrcalations in the years 3 . 6. 11.14. 17. and 19 of the cycle.-----------------The jewish adoption of Babylonian calendar customs dates from the period of the Babylonian Exile in the 6th century BC.------------------------

(بابلی مہینے آخر تک (جب تک بابل کی تہذیب قائم رہی) مکمل طور پر قمری ہی رہی جن کی ابتداء رؤیت ہلال پر ہوتی تھی اور نئی تاریخ کا آغاز غروب آفتاب کے وقت ہوتا تھا۔

آٹھویں صدی قبل مسیح میں درباری ماہرین فلکیات اس اہم مشاہدہ کی اطلاع اسیرین (Asyrian) بادشاہوں کو دیا کرتے تھے۔

علم فلکیات میں نئی دریافتوں کے بعد یہ ممکن ہوا کہ قمری سال کو نسبتاً مستقل شکل دینے کے لئے اس میں ہر سال ایک اضافی ماہ جوڑ دیا جائے تاکہ یہ شمسی سال سے قریب تر ہو جائے۔ شاہان فارس کے دور اقتدار میں کلینڈر کی تیاری کرنے والے ماہرین نے ۱۹ ربرس اور ۲۳۵ مہینوں کا ایک دورانیہ تیار کیا تھا جس میں تیسرے، چھٹے، گیارہویں، چودھویں، سترہویں اور انیسویں سال میں اضافی ماہ وروز جوڑ دیے جاتے تھے۔

یہود کے درمیان بابلی کلینڈر کے نظام کا رواج چھٹی صدی مسیح میں بابلی جلاوطنی سے ہوا)۔

مذہبی قمری جنتری اور اختراعی سال کے درمیان عام مطابقت پیدا کرنے والی ابتدائی کوششوں کا اہم حصہ میٹونک دور ہے اس کی اولین ایجاد ۴۳۲ قبل مسیح کے قریب یونان کے ہیئت دان میٹن کے ذریعے ہوئی میٹن نے اس سلسلے میں یونان کے دیگر ہیئت دانوں کے ساتھ مل کر کام کیا تھا۔

مذہبی کیلنڈر میں مہینہ کی ابتداء کا تعین ہلال، یعنی نئے چاند کے مشاہدے سے ہوا کرتا تھا اور جشن نجات کی تاریخ "جو" کی کھیتیاں پک جانے سے مربوط تھی، نئے چاند کی حقیقی شہادت

اور یہود یہ ریاست میں کھڑی فصلوں کا مشاہدہ کیلنڈر کی تشکیل کیلئے ضروری سمجھا جاتا تھا اجنبی علاقوں کے یہودی جو اپنے ملکوں میں عام طور پر شمسی کیلنڈر استعمال کیا کرتے تھے ان کو فلسطین کے پیغامبروں کے ذریعے آنے والے تہواروں کے بارے میں باخبر کر دیا جایا کرتا تھا۔

اس طریق کار کی ۱۴۳ قبل مسیح کیلئے توثیق ہو چکی ہے ۷۰ عیسوی میں "بیت المقدس" کی مسماری کے بعد یہودی مذہبی لیڈروں نے مذہبی کیلنڈر بنانے کا کام پادریوں سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔

چاند کی عینی رؤیت ایک اضافی درجہ میں رہ گئی تھی ۲۰۰ء تک خاص رصدی حساب نے اس کی جگہ لے لی تھی

لیکن اجنبی علاقوں کے (یہودی) باشندے بیت المقدس میں کیلنڈر مسافروں کے خود مختارانہ فیصلوں کے انتظار کی مزاحمت کرتے تھے۔

اسی طرح شامی مخالفت گروہ کے اندر ۳۴۲، ۳۲۸ء کے دوران پاس اور (روزہ) ہمیشہ موسم بہار کے مہینہ مارچ میں منایا جاتا تھا قطع نظر اس سے کہ فلسطین کے حکم کا لحاظ کیا جائے۔

پھر اسرائیل میں اتحاد کی برقراری کی خاطر پطریرک ھلیل دوم نے ۳۵۹-۳۵۹ء میں کیلنڈر سازی کے اسرار کو شائع کر دیا جو بعض ان بنیادی ترمیمات کے ساتھ جو دسویں صدی کے لگ بھگ عرصہ میں بحث و مباحثہ کا سامان ہو گئیں جو بابلیوں کے ۱۹ سالہ چکر پر مشتمل تھا۔

Th most significant of all the early attempts tolprovide some commcnsurability between areligious lunar calendar and the tropical year was the Metonic cycly.This was first devised about 432 BC by the astronomer Meton of Athens.Meton worked withanother Athenian astronomers.----------------------In the religious calendar, the commencement of the month was determined by the observetion of the crescent New Moon. and the date of the passover was tied in

with the tipcning of barley.The actual witnessing of the New Moon and observing of the stand of crops in judaea were required for the functioning of the religious caalendar. The jews fo the Diaspora .of Dispersion,who generally used the civil calendar of their respective coumtries.were informed by messengers from palestine about the comimng festivals.This practice is already attested for 143 BC After the destruction of the Temple in AD 70. rabinic leaders took over from the priests the fixing of the religious calendar. Visual observation of the New Moom was supplemented and foward AD 200.in fact.supplanted by secret astromomical calculation. But the people of the Diaspoa wrer ofgen reluctent fo wait for the arbitary decision of the calendar makers in the Holy land .Thus. in Syrian Antioch in AD 328-342, the pasover was always celebreted in (julian)March.th month of the spring equinox. without regard to the palestinian rules and rulings.To preserve the unity of lasrael.the patriarch Hillel 11. in348/ 359 published the "secret"of calendar making .which esentially consisted oif the use of the Babylonian 91-year eyely with some modifvation of these principles occasioned comtroversies

(مذہبی قمری کلینڈر اور شمسی (۳۶۵ دن والا) کلینڈر کے درمیان مطابقت پیدا کرنے والی ابتدائی کوششوں میں ایک اہم کوشش "دورہ میٹونک" کی تنظیم وترتیب ہے، اس کو ابتداء ۴۳۲ برس قبل مسیح میں ایتھنس کے ماہر فلکیات میٹن (Meton) نے دیگر ماہرین فلکیات کے تعاون ومشورے کی مدد سے ترتیب دیا تھا۔

مذہبی کلینڈر میں مہینے کا نقطۂ آغاز رؤیت ہلال مانا جاتا تھا، اور جشن نجات جو کی کھیتی پک جانے سے مربوط تھا، نئے چاند کی رؤیت اور یہودی سرزمین میں کھڑی فصلوں کا مشاہدہ

کلینڈر کی ترتیب وتنظیم کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا، بلاد غیر کے یہودی باشندے جو کہ ان ملکوں میں علاقائی یا ملکی کلینڈر کے تحت اپنے کام انجام دیتے تھے، انہیں فلسطین سے پیام بر بھیج کر یہودی تہواروں کی حتمی تاریخوں کے بارے میں مطلع کیا جاتا تھا۔ اس امر کے ثبوت ۱۴۳ برس قبل مسیح تک ملتے ہیں۔ ۷۰ء تک خاص اور پوشیدہ فلکیاتی حساب کی اہمیت اہم تر ہوتی چلی گئی۔ بلاد غیر کے یہودی اب ارض یہود سے جاری کلینڈر کا انتظار نہیں کرتے تھے بلکہ علاقائی کلینڈروں کو ترجیح دینے لگے تھے، لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ ۳۲۸ء اور ۳۴۲ء کے درمیان شام کے مخالف گروہ جشن نجات مارچ میں مناتے تھے جب موسم بہار ہوتا تھا اور فلسطین سے جاری تاریخ اور ہدایات کا لحاظ نہیں کرتے تھے، یہودیوں کے درمیان اتحاد اور اسرائیل کی سالمیت کی خاطر ۳۴۸ء/ ۳۵۹ء میں رہنمائے اعظم ہلیل یازدہم نے کلینڈر کی ترتیب کے اسرار کو شائع کردیا جو کہ بابلیوں کے ۱۹ سالہ کلینڈر کو بنیاد بنا کر تیار کیا گیا تھا۔ یہ معلومات کافی عرصے تک بحث ومباحثہ کا سامان بن گئیں)۔

آٹھویں صدی عیسوی کا وہ فرقہ جو تورات کی اخبار تشریف کے بجائے لفظی معنی کا قائل تھا مسلمانوں کے طریقہ کار کی پیروی کرتے ہوئے اس طریقہ کی لوٹ گیا جس میں نئے چاند کو دیکھ کر اور یہودیہ ریاست میں کھڑی فصل کے مشاہدہ کی بنیاد پر کیلنڈر بنتا تھا، لیکن کچھ صدیوں کے بعد ان کو بھی پھر پہلے سے بنے کیلنڈر کو اختیار کرنا پڑا۔

سامریوں نے بھی حسابی قسم کا کیلنڈر استعمال کیا ہے......

کلیسائی مہینہ اقتران شمس وقمر کا درمیانی وقفہ ہے جس میں کہ دونوں کرے ممکنہ حد تک آسمان میں ایک دوسرے سے قریب ہو جاتے ہیں اور اس مہینہ کی مقدار ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ۳ سکینڈ ہوتی ہے اس افتراق کو مَوَلّد کہا جاتا ہے ٹھیک یہی بابلونین رواج بھی ہے (انسائیکلو پیڈیا برٹنیکا ۱۹۹۲ء ج ۱۵ بعنوان کیلنڈر)۔

ایک اور کتاب کے اقتباسات بھی درج ذیل ہیں:۔

یہودی کیلنڈر رلونی سولار (شمسی قمری) ہے یہ ہمارے دستوری کیلنڈر کے مقابلہ میں ہے جو کہ خالص شمسی ہے اور جس میں چاند سے ربط کلیۃً مفقود ہے، لیکن یہ محمڈن کیلنڈر سے بھی اچھا خاصا مختلف ہے جو خالصاً قمری نظام ہے..........

سینہڈرین (یروشلم کی عدالت عالیہ) کی ایک اسپشل کمیٹی نے اپنے پریزیڈنٹ کے ساتھ جس کی حیثیت اس کمیٹی کے چیر مین کی ہوتی، بلکہ اس بات کی نمائندگی کی کہ شمسی نظام کو قمری سالوں کے ساتھ منصبط و متوازن بنائے۔

اس کیلنڈر کونسل نے موسموں کی ابتداء (تکوفوتھ) کا شمار رصدی اعداد کی بنیاد پر رکھا جو قدیم روایت کی حیثیت سے متروک ہو چکا تھا۔

کبھی بھی دو سال تین سال کے بعد سالانہ گیارہ دن کی زیادتی کو ''نسان''(NISAN) میں اس طرح جمع کر دیا جاتا تھا جس سے کہ نسان ہمیشہ موسم بہار میں آئے اور وہ لوٹ کر سردی کی طرف نہ چلا جائے..........

روایت ہلال اور تداخل ایام کا بہ ضابطہ ۵۱۶ قبل مسیح کے

As late as the 10th century AD. In the 8th century. the Daraites following Muslim practice. trturned to the actual observation of the crescent New Moon and of the stand of barley in Judaea. But some centuries later they also had to use aprecalculated calendar.The Samaritans, likewise used a computed calendar.---------------

The synodic month is the average interval between two mean comjunctions of the Sun and Moon. when these bodies are as near as possible in the sky, which is reckoned at 29 days 12 hours 44 minutes 3 secomds: a conjunction is called a molad. This is also

aBabylonian value.(Encyclopedea Britanica 1992 vol. 15. Calendar)

Thus, the jewish calendar is LUNI-SOLAR.It is in contrst to our purely solar and in which the months have copletely lost their relation to the moon But it is also quite different from the Mohammeden calendarm, an absolutely junar system.--------------------

A special committee of the Sanhedrin, with its president an chairman, had the mandate to regulate and balance the solar eith the lunar years. This socalled Calendar Council (Sod Haibbur) calculated the beginning of the seasons (Tekufoth)on the basis of astronomical figures which had been handed down as a tradition of old, Whenever after two or three years, the annual ex cess of 11 days had accumulated to Nisan in order to assure that Nisan and passover would occur in Spring and not retrogress toward winter.-------------------- This method of observation and intercalation was in use throughout

(آٹھویں صدی سے ۱۵ ویں صدی عیسوی کے درمیان یہودیوں کا فرقہ مسلمانوں کے طریقۂ کار کی پیروی کرتے ہوئے نئے سال کا نقطۂ آغاز رؤیت ہلال اور ارض یہود میں جو کی پکی فصل کو ماننے لگے، لیکن چند صدیوں کے بعد انہوں نے پھر سے حسابی کلینڈر کی طرف رجوع کرلیا۔ سامریوں میں بھی اسی طرح حسابی کلینڈر کا رواج تھا۔

قمری مہینہ اقتران شمس وقمر کا درمیانی وقفہ ہے جس میں دونوں اجرام فلکی ممکنہ حد تک آسمان میں ایک دوسرے سے قریب ہوجاتے ہیں اور اس ماہ کا عرصہ ۲۹ر دن ۱۲ گھنٹے، ۴۴ر منٹ اور ۳ر سیکنڈ پر محیط ہوتا ہے، اس افتراق کو مولد (Molad) کہتے ہیں بعینہ یہی بابل میں بھی مروج تھا (انسائیکلو برٹینکا ۱۹۹۲ء جلد ۱۴ بعنوان کلینڈر)۔

یہودی کلینڈر نیم شمسی و نیم قمری ہے، جبکہ ہمارا مروجہ کلینڈر خالصتاً شمسی ہے اور جس میں چاند سے ربط کلیۃً مفقود ہے، لیکن خالصتاً شمسی ہے اور جس میں چاند سے ربط کلیۃً مفقود ہے، لیکن یہ اسلامی ہجری (قمری) کلینڈر سے کافی مختلف ہے جو کہ خالصتاً قمری ہے۔

اسرائیلیوں کی عدالت عالیہ (سینہیڈرین) کی ایک خصوصی کمیٹی نے جس کو کلینڈر کی تیاری کے لئے رہنما اصول وضع کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اس امر کو یقینی بنانے کی کوشش کی کہ کلینڈر سازی کے شمسی نظام کو قمری اصولوں سے مربوط کر کے توازن قائم کیا جائے، اس کلینڈر کمیٹی نے جس کو سود ہائبر کہا جاتا تھا موسموں کا آغاز اصول فلکیات کی ان بنیادوں پر رکھا جو کہ صدیوں سے سینہ بہ سینہ ان کے درمیان منتقل ہوتی چلی آرہی تھیں، برسوں کے بعد سال کے گیارہ اضافی دنوں کو یہودی نسان مہینے میں اس طرح جمع کر دیا جاتا تھا کہ جشن نجات موسم بہار میں ہی آئے اور جاڑوں کی طرف نہ پلٹ پڑے۔

رؤیت ہلال اور تداخل ایام کا یہ ضابطہ ۵۱۶ء سے تین صدیوں تک بیت المقدس کی دوبارہ مسماری تک مروج رہا جب تک کہ ان کے درمیان آزاد عدالت عالیہ موجود رہی، لیکن جب جبر واستبداد کا رواج بڑھ گیا اور حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ آزاد عدالت عالیہ کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہلیل یازدہم نے اسرائیل کی سالمیت کے لئے ایک غیر معمولی قدم اٹھاتے ہوئے کلینڈر بنانے کے اسرار و رموز کو عام کر دیا جو کہ اب تک سینوں میں دفن راز ہی تھا۔

اس نئی حکمت عملی کے مطابق ہلیل یازدہم نے آئندہ کے لئے تمام مہینوں کو پیشگی ہی تجویز کر دیا اور آنے والے سال کبیسہ اور دیگر سالوں میں (وہ سال جس میں فروری میں ۲۹ دن ہوتے ہیں) میں دنوں اور مہینوں کا اضافہ کر دیا یہاں تک کہ اسرائیل میں نئے سرے سے آزاد عدالت عالیہ دوبارہ قائم ہو جائے۔ آج تک یہی کلینڈر یہود استعمال کرتے ہیں جس کے مطابق نئے چاند اور تہواروں کا تعین کیا جاتا ہے۔

لہذا سال کے مہینوں، دنوں اور تہواروں کا حساب کرنے کے لئے اور نئے چاند اور موسموں کے آغاز کا تعین کرنے کے لئے یہ کلینڈر استعمال ہوتا ہے، نئے دن کا آغاز یروشلم میں شام کے چھ بجے سے ہوتا ہے (دی کمپرے ہنیو کلینڈر ۲۰-۲۲ صدی-مرتبہ آرتھر اسپائر صفحہ ۱، ۲، ۱۳)۔

سیکنڈ ٹمپل (بیت المسجد کی دوبارہ مسماری) سے تین صدی بعد تک کے دوران جاری رہا جس میں کہ آزاد عدالت عالیہ رہی چوتھی صدی میں جب ظلم واذیت نے عدالت عالیہ کے وجود کی برقراری کو خطرہ میں ڈال دیا اس وقت پطریرک ھلیل دوم نے اسرائیل کے اتحاد کی خاطر غیر معمولی قدم اٹھایا۔

روئے زمین میں بکھرے ہوئے یہودیوں کے نئے چاند تقریبات اور تعطیلات کے اختلافات کو ختم کرنے کی غرض سے ھلیل دوم نے کیلنڈر کے حساب کو عوامی بنادیا جو اس وقت تک ایک محفوظ راز کی صورت میں تھا۔

اس طریق کار کے مطابق ھلیل دوم نے آئندہ کیلئے تمام مہینوں کو پیشگی ہی تجویز کر دیا تھا اور آنے والے خالی سالوں میں (حسب قاعدہ مذکورہ) دنوں اور مہینوں کا اضافہ کر دیا یہاں تک کہ اسرائیل میں نئے سرے نئی عدالت عالیہ دوبارہ قائم ہوگئی۔

اب یہی مستقل کیلنڈر ہے جس کے مطابق تمام دنیا کے یہودیوں میں نیومون اور دیگر تقریبات منائے جاتے ہیں۔

بہر صورت کیلنڈر کے حساب خاص طور پر مولد، یعنی نیومون کے وقت اور تکوفوتھ (موسموں کے آغاز) کو شمار کرنے کیلئے دن کا شروع اور ختم یروشلم کی شام ۶ بجے کے وقت کو قرار دیا جاتا ہے۔

دی کمپر ہنسو جرو کلینڈر ۲۰ ویں ۲۲ ویں صدی مرتبہ از اسپائر ص ۱، ۲، ۱۳

theperiod of the second temple (516B.C.E--70C.E.), and about three centuries after its destruction, as long as there was an

independent Sanhedrin.In the fourth century, However, when oppression and persecution theraternd the continued ex istence of the Sanhedrin, the patriarcg Hillel 11 took an extraordinary step to preserve the unity of Israel.In order to provent the jews scattered all over the surface of the earth from celebtating their New Moons festivals and holidays at different times, he made public up to then had been a closely guarded secret.--------------------

In accordance with this system, Hillel 11 formally sanctified all months in advance, and intercalated allfuture leap years until such times as a new recoignized Sanhedrin would be established in Israed.This is the permanent calendar according to which the New Moon and festivals are calculated and celebrated today by the jews all over the world.--------------------

However, for calendar caculations, especially for the computation of the Moladoth (the times of the New Moon)and the Tedufoth(beginnings of the seasons) the day begins and ends at 6 o' clock in the evening, jerusalem time, (THE COMPREHENSIVE HEBEW CALENDAR 20th to 22 nd century, by Arthur Spier, page 1,2, 13)

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ کیسے کہنا ممکن ہے کہ قمری مہینے کے تعین کیلئے فلکی حساب کو عرب میں کوئی نہیں جانتا تھا یقین سے تو نہیں کہا جا سکتا، لیکن اس بات کا امکان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہود کے اس حسابی طریقہ کار کو دیکھتے ہوئے فرمایا ہو۔

"أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا" ہم ایک امی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں مہینہ اس طرح اور اس طرح ہے (ہاتھ کے سامنے سے ۲۹ اور ۳۰ دن) گویا ہمارے مہینوں کا حساب یہود کے حساب کے جیسا نہیں ہے۔

دین یسر

دوسری وجہ اسلامی طریقہ تقویم کی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دین کے بارے میں فرمایا کہ دین آسان اور سہل ہے، یعنی احکام میں آسانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ چاند کے دیکھے جانے پر حساب کو موقوف کرنے میں ہر فرد کیلئے آسانی ہے نہ کہ فنی، عقلی، فلکی حساب پر موقوف کرنے میں۔

عہد صحابہ اور فلکیات

ورنہ اگر مہینوں کے نظام کو رویت ہلال پر موقوف کرنے کی واحد وجہ علم ہیئت سے ناواقفیت تھی تو اس بات میں کیا چیز مانع تھی کہ آں حضرت ﷺ صحابہ کرام کو اس علم کے سیکھنے کی ہدایت فرماتے آخر آپ نے دوسری زبانوں کے سیکھنے کی ہدایت بعض صحابہ کو دی ہی تھی۔

پھر حضرات خلفاء راشدین کے عہد میں شام ومصر وغیرہ فتح ہو چکے تھے اور وہاں چاند ستاروں کی رفتاروں کی تحقیق کیلئے رصدگاہیں موجود تھیں خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے لئے ان رصدگاہوں سے استفادہ کرنے میں امر مانع تھا۔ خاص طور سے حضرت عمر ابن الخطاب ؓ جنہوں نے نماز تراویح باجماعت امام کے پیچھے پڑھنے کو جاری کر دیا، کیونکہ ان کے نزدیک یہی بات منشاء شارع کے مطابق تھی یہاں بھی منشاء شارع تھا تو وہ ضرور اس کے لئے راستہ نکالتے۔

پھر اس عہد کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ دوسرے ملکوں اور دوسری زبانوں سے مختلف اور ہمہ اقسام علوم عربی میں منتقل کئے جانے لگے اور یہ سب کام مسلمانوں کے ہاتھوں ہو رہا تھا پھر آخر مسلمانوں نے کیوں نہ فلکی حساب کو اس مقصد کے لئے لیا۔

امی امت کے معنی اور فلکی حساب کے عدم اعتبار پر اجماع

الفاظ حدیث إنا أمة أمية کے صاف اور سیدھے معنی یہ ہیں کہ یہ امت عمومی اور

مجموعی لحاظ سے امی ہے، اگرچہ بعض افراد اس سے مستثنی ہو جائیں، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمیشہ حتی کہ اب بھی حالات یہی ہیں کہ اقلیت تعلیم یافتہ ہوتی ہے نہ کہ اکثریت، سو اگر شارع نے عوام الناس کی حالت کی رعایت فرمائی اس نہج کو ہرگز نہیں چھوڑا جس کو نبی کریم ﷺ نے ترکہ میں چھوڑا ہے۔

اسی وجہ سے بعض فقہاء ومحدثین نے رؤیت ہلال کے طریقہ پر اور فلکی حساب کے اختیار نہ کئے جانے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے (دیکھئے: فتح الباری ۴/ ۹۸-۱۰۲)۔

اصل مصیبت

تو شرعی اور قومی مصیبت دراصل شہر کے مسلمانوں کا متحد ہو کر مجلس ہلال کے فیصلہ پر عمل نہ کرنا ہے۔ ہر مسلمان اور ہر مسجد کے لوگ جو دل چاہتا ہے وہ کرتے ہیں اور اختلاف کا الزام ایک دوسرے پر ڈال دیتے ہیں۔

اس لئے ضروری کام یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی تربیت کریں اور ائمہ مساجد اور ذمہ داروں کو اس بات کا پابند بنائیں کہ وہ سب تمام اداروں کی نمائندہ مجلس ہلال کے فیصلے اور اعلان کے مطابق عمل کریں، اس لئے ایسی مجلس ہلال اس معاملہ میں قاضی کے قائم مقام ہے اگر ایسا نہ کیا گیا تو جو بھی طریق کار تجویز کیا جائیگا وہ کھیل ہی بن کر رہے گا کیونکہ ہم عالمی اتحاد کی باتیں کرتے ہیں مگر اپنے شہروں میں اتحاد نہیں کرتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امت کا رمضان وعیدین کے تعلق سے ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ہم شریعت کے مقرر کردہ رؤیت ہلال کے نظام کو جو چودہ صدیوں سے متواتر چلا آرہا ہے خیر باد کہہ دیں۔

فلکی حساب سے بھی اتحاد نہیں ہوسکا

دوسرے اگر حساب کے نظام کو اختیار کرتے ہوئے محاق اور مولد (NEWMOON) کو مہینہ کا نقطہ آغاز بنالیں تب بھی عالمی اتحاد قائم نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ مثلاً اگر ہم مکہ مکرمہ کے وقت کے لحاظ سے غروب آفتاب سے پہلے ہونے والے محاق کو مہینہ کی ابتدا مان لیں تو دنیا کے اس دوسرے حصے کے بارے میں کیا کرنا ہوگا جہاں مکہ مکرمہ میں غروب آفتاب کے وقت صبح صادق ہورہی ہوتو اگر وہاں کے لوگ دوسرے دن عید کریں گے تو وہ مکہ کے لحاظ سے تیسرا دن ہوگا اس صورت میں دن کا اتحاد کہاں رہا؟

ڈاکٹر قرضاوی بھی رؤیت کو ترجیح دیتے ہیں

ہمارے نزدیک سب سے آسان صورت وہی ہے جس کو ہم نے گذشتہ کئی سالوں سے اختیار کر رکھا ہے اور وہ یہ کہ شمالی امریکہ کو پورا ایک مطلع مانتے ہوئے جس شہر سے بھی کہ وہاں رؤیت ممکن تھی رؤیت کی شہادت مانا جائے اس کو قبول کرتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ کردیا جائے، اس صورت میں مدار فیصلہ شہادت رہے گی اور شہادت کی صداقت کو جانچنے کے لئے حساب سے مدد لی جائے گی اور ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسی کو ڈاکٹر قرضاوی صاحب نے ترجیح بھی دی ہے جیسا کہ ان کے مضمون کے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ پر عبارت ہے۔

Shaikh yusuf Al Qardawi Adds Here That His Own Preference, Al Murajjah Is That The Crescent Shuuld Be Visible To The Naked Eye This Rather Than Conjunction,Would Seem To Be Closer To The Letter and Sprit of the Texte of the Quran And the Sunnah on the Subject.

(شیخ یوسف قرضاوی اس سلسلہ میں مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کے مطابق ترجیح اس امر کو دینا چاہئے کہ چاند کو ننگی آنکھ سے (بغیر کسی آلے کی مدد کے) دیکھا جا سکے۔ فلکی اعتبار سے ان کا زمین کی سیدھ میں ہونا اہم نہیں اور یہی بات قرآن وسنت کے الفاظ ومفہوم سے قریب تر ہے)۔

رؤیت ہلال کے احکام

مولانا محمد محی الدین بڑودوی القاسمی ☆

اختلاف مطالع کا مسئلہ اور منقح ہے، اختلاف مطالع کا تحقق بدیہی ہے۔

اختلاف اس میں ہے کہ الگ الگ مطلع کا حکم بھی جدا ہے یا ایک ہی حکم جملہ مطالع سے متعلق ہے؟ ایک مطلع پر چاند کی رؤیت واقع ہوگئی تو جملہ مطالع پر رؤیت کا حکم ثابت ہوجائے گا؟ یا جملہ مطالع میں ہر ایک مطلع کا حکم جدا ہوگا اور ہر اہل مطلع اپنے اپنے مطلع کے پابند ہوں گے ؟ تو حضرات شوافع اس بات کے قائل ہیں کہ ہر مطلع کا حکم جدا اور ہر اہل مطلع پر اپنے مطلع کا اعتبار کر کے عمل واجب العمل ہوگا، حضرات احناف متقدمین اس بات کے قائل ہیں کہ ہر اہل مطلع کے حق میں صرف ان کے مطلع پر ہی عمل واج نہیں، بلکہ دوسرے مطلع کا حکم بھی ان پر لاگو ہوسکتا ہے اور اس کے مطابق عمل واجب ہوگا، لیکن کس حد تک احناف کے یہاں اختلاف مطلع کا اعتبار نہیں ہوگا اور ایک مطلع کا حکم سب پر نافذ ہوگا؟ اس میں اختلاف ہے۔

چنانچہ حضرات علامہ زیلعیؒ، علامہ ابو مسعود کاسائیؒ اور دیگر متاخرین کا مسلک یہ ہے کہ بلدان نائیہ جن کے مابین مسافت ہو اس میں اختلاف مطالع معتبر ہوگا، کیونکہ امام اعظمؒ کے زمانہ میں مسافت والے ممالک سے دس پندرہ روز بلکہ پورے مہینہ کے گذر جانے کے بعد شہادت رؤیت کا مہیا ہوجانا متعذر و مشکل تھا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ مقصد ہی نہیں تھا کہ ایسے بلدان

☆ خادم دارالافتاء دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت۔

نائیہ بعیدہ سے شہادت میسر ہو جائے، اس لئے ان کا کلام ان کے زمانہ کی مشرق ومغرب جہاں سے شہادت میسر ہونے کا امکان تھا مراد تھی، اس لئے جن روایات ظاہرہ میں اہل مغرب کی رؤیت پر اہل مشرق پر صوم کو لازم کہا گیا اس سے حدود ممکنہ وصول الشہادۃ کی مشرق ومغرب مراد ہے، نہ کہ پورے عالم کی مشرق ومغرب، اس لئے جہاں درحقیقت مطلع بدلتا ہو اس کا حکم جدا ہوگا، یہ احناف متاخرین کا مسلک ہے، چنانچہ علامہ کاسانیؒ اپنی کتاب ''بدائع الصنائع'' میں لکھتے ہیں:

''اگر ایک شہر والوں نے تیس روزے پورے رکھ لئے اور دوسرے شہر والوں کے اس روز انتیس روزے ہی ہو رہے ہیں تو اگر تیس روزے والوں کے تیس روزے قاضی کے یہاں رؤیت ہلال کے ثبوت کی بنیاد پر ہوئے تھے یا شعبان کے تیس دن پورا ہونے کے بعد ہوئے تو انتیس والوں پر ایک روزے کی قضاء لازم ہوگی، اس لئے کہ انہوں نے رمضان کے ایک دن کا روزہ نہیں رکھا تیس والوں کی رؤیت سے رمضان ہو جانے کے ثبوت کی وجہ سے اور انتیس والوں کا چاند نہ دیکھنا تیس والوں کی رؤیت میں قادح ومعارض نہیں بن سکتا، کیونکہ وجود کا معارض نہیں ہے اور اگر تیس والوں کے روزے بلا رؤیت یا قاضی کے یہاں ثبوت یا شعبان کے تیس یوم کے بغیر ہی پورے ہونگے تو تیس والوں کی غلطی ہے انہوں نے برا کیا ایک روز پہلے روزہ رکھ کر رمضان کو مقدم کر لیا اور اس صورت میں انتیس والوں پر ایک روزہ کی قضاء لازم نہیں ہے، کیونکہ ہم لکھ چکے کہ مہینہ کبھی تیس دن کا اور کبھی انتیس کا ہوتا ہے (بدائع الصنائع)۔

یعنی مذکورہ دو شہروں میں ایک کی رؤیت دوسرے کو مستلزم ہو کر انتیس والوں کو ایک روزہ کی قضاء کا حکم اس وقت ہے جب کہ ان دونوں شہروں کے بیچ کی مسافت قریب ہو جس میں مطلع بدلتا نہ ہو، لیکن اگر مسافت بعیدہ ہو تو ایک شہر کا حکم دوسرے شہر پر لازم نہ ہوگا اور ابو عبداللہ ابن ابی موسی الضریر سے منقول ہے کہ اہل اسکندریہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا گیا کہ سورج وہاں غروب ہو جاتا ہے اور جو لوگ وہاں منارہ پر ہوتے ہیں ان کو اس کے بعد بہت دیر تک

سورج نظر آتا رہتا ہے؟ تو فرمایا اہل شہر کے لئے افطار جائز ہے اور اہل منارہ کے لئے، جبکہ وہ سورج کو غروب ہوتا دیکھ رہے ہوں تو جائز نہیں ہے، اس لئے کہ مغرب شمس بھی الگ الگ ہے جیسے کہ مطلع شمس الگ ہوتا ہے پس ہر مقام پر اس کی مغرب کا اعتبار ہوگا۔ (یعنی حکم ہوگا)

بالکل واضح ہے کوئی شک نہیں کہ صاحب بدائع حکم بیان فرمارہے ہیں کہ تحقق اختلاف مطالع ہو جائے تو اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا اور حکم بھی الگ ہوگا اور ابوعبداللہ الضریر سے اس کی تائید لے رہے ہیں کہ ایک ہی شہر میں جب مغرب جدا ہوں تو افطار کا حکم بدل جاتا ہے منارہ والوں کے لئے افطار جائز نہیں ہے اور شہر والوں کے لئے جائز ہے تو اسی طرح دو شہروں کا مطلع جدا ہو تو ایک کے باشندوں کے لئے صوم واجب ہوگا اور دوسرے کے لئے وجوب ضروری نہیں۔ اگر رؤیت نہ ہوئی تو واجب بھی نہ ہوگا، بلکہ صحیح بھی نہ ہوگا کیونکہ انکے لئے رمضانیت ثابت ہی نہیں ہوئی ہے جس طرح منارہ والوں کے لئے غروب ثابت نہ ہوا تو افطار بھی صحیح نہ ہوا۔

صاحب ''البدائع'' کی اس عبارت سے ظاہر ہورہا ہے کہ ایک ملک کے دو بڑے شہر جن میں مسافت فاحشہ ہو تو وہ ایک دوسرے کے مطلع کے پابند نہ ہوں گے۔

ب- اختلاف مطالع کے حدود کے بارے میں حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ دو قول نقل فرماتے ہیں۔

۱- ایک ماہ کی مسافت (یعنی اونٹ کی رفتار سے) مگر اس قول کو قابل اعتبار قرار نہیں دیا ہے۔

۲- جو شیخ تاج تبریزیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے: اختلاف مطالع چوبیس فرسخ سے کم میں واقع نہیں ہوتا، یعنی چوبیس فرسخ اور اس سے زیادہ کی مسافت میں اختلاف مطالع ممکن ہے (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۳۲)۔

تو اب جن متاخرین حنفیہ نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے ان سے اس کی تحدید

منقول نہیں اس کی بنیاد ماہرین ہیئت کی تحقیق رہے کہ کس مقام کا طول بلد عرض بلد استواء سے اس کی جہت اور بعد کتنا ہے، اس پر موقوف رہے گی۔

اس سلسلہ میں ہمارے اسلاف کرامؒ میں مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیعؒ صاحب اور حضرت علامہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ کا یہ مسلک رہا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار تو ہوگا، مگر ان مقامات میں جن میں اس قدر مسافت ہو کہ ایک کے مطلع کا اعتبار کرنے سے دوسرے اہل مطلع کا مہینہ ۲۸ دن رہ جاتا ہو یا ۳۱ر دن ہو جاتا ہو تو ایسے دو مقامات میں اختلاف مطلع کا اعتبار کر کے جدا حکم دیا جائے گا (جواہر الفقہ، رویت ہلال)۔

ان اسلاف کرامؒ کا مطمح نظر یہ نہیں ہے کہ مطلقاً اختلاف مطالع کا اعتبار کر کے مسلک احناف سے بالکلیہ انحراف کیا جائے اور مثلاً ایک ہی ملک کے دو شہروں میں جن میں اختلاف مطلع کا تحقق ہو اختلاف مطلع کا اعتبار کر ہی لیا جائے، بلکہ جب تک تفاوت واضح دو مقامات میں نہ ہو وہاں تک مسلک احناف کا لحاظ رکھ لیا جائے۔

غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے اوپر معلوم ہوا، ۲۴ فرسخ کے بعد اختلاف مطلع متحقق ہو سکتا ہے۔ چوبیس فرسخ کے تقریباً بہتر میل ہوتے ہیں اور بہتر میل کے کم وبیش ڈیڑھ سو کلومیٹر ہوتے ہیں تو دو شہر جن میں دو سو سے پانچ کلومیٹر کا فاصلہ ہو تو اگر چہ اختلاف مطلع کا تحقق تو ہو سکتا ہے، مگر ایسے قلیل اختلاف کا اعتبار اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس سے طلوع وغروب میں تفاوت کم ہوتا ہے، یہ مان بھی لیا جائے کہ دو شہر جو ایک خط پر واقع ہیں اور ایک ہزار میل کا دونوں میں فاصلہ ہے تو طلوع وغروب میں ایک گھنٹہ تک فصل متوقع ہے، لیکن جس شہر میں ایک گھنٹے قبل غروب ہوا اور ہلال نظر آ گیا تو دوسرا شہر جہاں ایک گھنٹہ بعد غروب آفتاب ہوا ہے وہاں اگر چہ رویت ہلال نہیں ہوئی، مگر ہلال کی افق مطلع پر موجودگی بہت ممکن ہے، کیونکہ جس طرح آفتاب اس دور کے شہر میں ایک گھنٹہ بعد غروب ہوا ہے تو چاند بھی اسی نسبت سے آفتاب کے پیچھے جا رہا ہے تو اس

دوسرے شہر میں آفتاب کی شعاعوں کی تیزی یا اور کسی وجہ سے رؤیت نہ ہوسکی، لیکن اسی درجہ میں ہلال کی مطلع پر موجودگی بہر حال ثابت ہوجاتی ہے جس سے رؤیت حکمی ثابت ہو جاتی ہے، اور "صوموا لرؤية وأفطروا لرؤيته" کا مصداق ہونے کی وجہ سے رؤیت حقیقی نہ ہونے کے باوجود رؤیت حکمی سے ہلال کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ علی ھذا القیاس پانچ چھ ہزار میل کے فاصلہ پر بھی اسی طرح رؤیت کا لحاظ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ ترجیح بلا مرجح کی کوئی وجہ نہیں ہے، ہاں اگر اس قدر فاصلہ دو مقامات میں ہو کہ پہلے مقام پر غروب آفتاب اور رؤیت ہلال ہو رہی ہو تو اگلے مقام پر ابھی صبح صادق ہو رہی ہو تو ظاہر بات ہے کہ پچھلے مقام کی رؤیت کا اعتبار اگلے مقام پر نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس ہلال کو اس دوسرے اگلے مقام کا گذشتہ رات کا ہلال قرار دیا جائے اور مہینہ کے ختم کا حکم دیا جائے، جبکہ اس شہر کے گذشتہ مہینہ میں ثبوت ہلال کے لحاظ سے آج وہاں اٹھائیسواں روز ہو تو مہینہ اٹھائیس رہ جائے گا اور اس ہلال کو اگلی رات کا چاند مانیں اور اس شہر کے ثبوت ہلال کے لحاظ سے تیسواں روز ہو تو اکتیس کا مہینہ ہو جائے گا، اگر دو شہروں میں بارہ گھنٹہ یا دس گھنٹہ غروب میں فرق ہوگا تو ضرور یہ صورت پیش آئے گی، اس سے کم چھ سات گھنٹہ کے فرق میں بھی اس صورت کا پیش آنا ممکن ہے۔

اس لئے اکابر کا یہ معتدل مسلک ہی اقرب الی القبول ہے، ویسے حضرت علامہ شامیؒ اور ان کے اتباع میں بعض علماء کا یہ مسلک ہے کہ ظاہر الروایۃ حنفیہ کی اعتبار نہ کرنے کی ہے تو بالکل اختلاف مطالع معتبر نہ ہوگا، مگر اس زمانہ میں خرابی لازم آئے گی، کیونکہ تین چار گھنٹہ میں مسافت بعیدہ تک شہادت کا پہنچنا ممکن ہوگیا ہے۔

حج وغیرہ دوسرے مسائل میں اختلاف مطلع کا اعتبار کیا گیا ہے حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں، صرف روزہ کے بارے میں، کیونکہ نص ہے: "صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيتة" رؤیت پر مدار ہے، لہذا کہیں بھی رؤیت ہوگئی تو رمضانیت کا اور ہلال کا ثبوت ہو جائے گا، اگرچہ

جواب دینے والوں نے جواب دیا ہے کہ خطاب ہر موقعہ کے لوگوں کے اپنے اپنے مطلع کے لحاظ سے ہوگا، ظاہر بات ہے کہ خطاب ان ہی کو ہوگا جن کے لئے رویت حقیقی یا حکمی کا تحقق ہو سکے، جس کے لئے ان کے مطلع پر رویت حکمی کا تحقق بھی نہیں ہوسکتا خطاب ان سے متعلق نہیں ہوگا (رد المختار ۲/ ۳۹۴)۔

چنانچہ حضرت علامہ یوسف صاحب بنوریؒ نے پشاور اور ڈھاکہ میں اختلاف مطلع کے امکان اور اعتبار کا خیال ظاہر فرمایا ہے، جبکہ پاکستان کے چالیس علماء کرام نے بالکلیہ اختلاف مطلع کے غیر معتبر ہونے پر اتفاق کا فیصلہ فرمایا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی خلجان کا اظہار فرمایا ہے یہاں تک کہ انھوں نے اپنے رسالہ رویت ہلال اور ''جواہر الفقہ'' میں یہ بھی فرمایا کہ ایک ہی ملک میں ایک ہی روز عید منانے کی سعی اور اس کی شرعی لحاظ سے اہتمام کی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں نظیر نہیں ملتی، شرعی لحاظ سے یہ اہم اور ضروری چیز نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد صاحب بنوریؒ نے مطلع کے متحد ہوتے ہوئے بھی ایک ساتھ عید منانے کو ایک مشکل امر قرار دیا ہے (معارف السنن ۶/ ۱۸)۔

رہی یہ بات کہ صاحب احسن الفتاوی مطبوعہ پاکستان نے لکھا ہے:

مندرجہ بالا (متفقہ فیصلہ) تحریر کے بعد ۱۳ شوال ۱۳۶۸ھ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور بندہ کی رائے سے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دے کر ملک میں تنفید حکم کے لئے چند تجاویز حکومت کو بھیجی گئی تھی۔ الخ

تو بظاہر اس سے ایک ملک میں اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دینے پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا اتفاق ممکن ہے، لیکن اس سے بالکلیہ مسافت فاحشہ کے باوجود اختلاف مطالع کے غیر معتبر ہونے پر ان دونوں اکابر کے اتفاق کی کوئی دلیل

نہیں۔ اس لئے اگر مہینہ اٹھائیس ہو جانے کا اندیشہ ہو جس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہے تو بہر حال اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا، چنانچہ اس مسلک کی تائید میں حضرت علامہ بنوریؒ کی معارف السنن میں اس تحریر سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن رشدؒ لکھتے ہیں:

"أما الفطر فهو أن البلاد إذا لم يختلف مطلعها كل الاختلاف فيجب أن يحمل بعضها على بعض؛ لأنها في قياس الأفق الواحد، وأما إذا اختلف اختلافا كثيراً فليس يجب أن يحمل بعضها على بعض الخ" (معارف السنن ۶/۱۲)۔

نیز حضرت علامہ بنوریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث کریب مولی ابن عباسؓ میں اہل شام کی رؤیت کو اہل مدینہ کے لئے قبول نہ کرنے کی مختلف وجوہات ہیں جس کو "فتح القدیر" اور "البحر الرائق" میں ذکر کیا گیا ہے، مگر حدیث کریب سے اختلاف مطلع کے معتبر ہونے کی تائید کسی درجہ میں عہد سلف میں ہوتی ہے، بلکہ حدیث کریب اختلاف مطلع کے اعتبار میں بطور حجت پیش ہونے کے قریب ہے۔

"غير أن ذلك القدر الليستانسى به للقول بالعبرة للاختلاف في أقدم عهد السلف لا يكاد يحتج به"(معارف السنن ۶/۱۷)۔

اس لئے بالکلیہ کسی بھی مسافت کے لحاظ کے بغیر اعتبار کا انکار کچھ مشکلات کو مستلزم ہے اور نص سے بھی معارض ہے کہ مہینہ ۲۹ یا تیس کا ہوتا ہے، اٹھائیس اور اکتیس کا نہیں ہوتا۔

اور ظاہر بات ہے کہ کس ملک میں اس وقت غروب شمس ہو رہا ہے اور مسافت بعیدہ میں کس ملک میں طلوع شمس یا صبح صادق ہو رہا ہے؟ اس کو معلوم کرنے میں نہ کوئی پیچیدگی ہے نہ اختلاف مطالع قمر کے علم کے ماہرین کو سپرد کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی خط اختلاف کا محل وقوع معلوم کرنے کی ضرورت رہے گی۔

کیونکہ عالمی جنتریوں سے پوری دنیا کا طلوع و غروب معلوم ہے۔

''اور کہا جاتا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف بعیدہ کا اعتبار ہوگا، زیلعی''' شارح الکنز''
فرماتے ہیں: یہی قول اشبہ ہے اور تجرید میں قدوری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور جرجانی بھی
اسی کے قائل ہیں، شیخ فرماتے ہیں: (علامہ انور شاہؒ) یہی فقط صواب ہے (ھذا ھوالصواب)
فرماتے ہیں: زیلعیؒ کے قول کو تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ عید کا ۲۷/ ۲۸ یا ۳۱/ ۳۲ کو واقع ہونا
لازم آئے گا، جبکہ دو ملکوں میں مسافت بعیدہ ہو جیسے ہند اور قسطنطنیہ میں طلوع ہلال دو روز پہلے
ہو جاتا ہے، پس جبکہ بلاد الھند میں رؤیت ہلال قسطنطنیہ کے دو روز بعد ہوئی اور قسطنطنیہ کی رؤیت
ہم تک (بطریق شرعی پہنچی تو عید کا تقدم لازم آئے گا، ایک شخص نے قسطنطنیہ میں چاند دیکھا اور
عید سے قبل ہمارے پاس آ گیا تو وہ ہماری رؤیت پر عمل کرے گا یا خود کی رؤیت پر عمل کرے گا؟
الخ''

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ہند، بنگلہ دیش اور نیپال کا مطلع جدا ہوسکتا ہے۔

د- جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی کہ مطلع ایک ہونے کی صورت میں اور اسی طرح اختلاف مطلع قلیل ہونے کی صوت میں سب جگہوں کا ایک ہی حکم ہے تو اگر کسی جگہ رؤیت شرعی طور پر ثابت ہوگئی اور شرعی طور پر اس کا ثبوت دوسرے شہر یا قاضی کو یا رؤیت ہلال کمیٹی کو پہنچ گیا تو قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہوگا، اگر کسی جگہ شرعی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی شرعی نہج پر قائم نہ ہو یا کمیٹی نہ ہو تو دوسرے شہر کی رؤیت کا علم بطریق استفاضہ یا شہادت شرعیہ عوام تک پہنچ جائے، مثلاً عالم یا مفتی دوسرے شہر کی رؤیت کو معتبر قرار دیدیں تو عوام پر لازم ہوگا کہ وہ اسکے مطابق عمل کریں۔

چنانچہ عالمگیری فتاوی ہندیہ میں ہے کہ شہروں وغیرہ میں جہاں قاضی یا نائبین قاضی موجود ہوتے ہیں وہاں شہادت کے لئے قاضی کا فیصلہ ضروری ہے، لیکن دیہات میں جہاں ایسا کوئی نظم نہ ہو وہاں کوئی شخص رمضان کا چاند دیکھ کر گاؤں کی مسجد میں لوگوں کے سامنے گواہی

دیدے تو لوگوں پر اس کے قول کے مطابق روزہ رکھنا لازم ہوجائے گا جب کہ وہ شخص عادل ہو اور کوئی حاکم موجود نہ ہو جس کے پاس شہادت دی جائے (فتاوی ہندیہ ۱/۱۹۷)۔

اور فتاوی قاضی خان میں ہے:

"ومن رأى هلال رمضان في الرستاج وليس هناك وال ولا قاض، فإن كان الرجل ثقة يصوم الناس بقوله وفي الفطر أن أخبر عدلان برؤية الهلال لابأس بأن يفطروا" (قاضی خان علی ہامش ہندیہ ۱/۱۹۷)۔

قضاء یا رؤیت ہلال کمیٹی وغیرہ پر فیصلہ کو موقوف رکھنا صرف نظم کو برقرار رکھنے کے لئے ہے، اس لئے ہند جیسے ممالک میں خاص طور پر ان خطوں میں جہاں کوئی نظام قضاء شرعی طور پر موجود نہیں ہے وہاں شہرہ یا دیہادت ہو رؤیت کے ثابت ہوجانے پر صوم واضحیہ لازم ہوجائے گی، چنانچہ وہ شخص جس نے بذات خود چاند دیکھا ہے اگر اس کی شہادت کسی وجہ سے قاضی نے رد کردی تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہوگا اگر یہ شخص روزہ نہ رکھے تو اس پر قضاء واجب ہے۔

اس لئے اگر قاضی شرعی موجود نہ ہو اور عوام کے سامنے ثبوت رؤیت استفاضہ کے طور پر یا شہادت علی الشہادت کے طور پر ہوجائے تو عوام کے لئے اس کے مطابق عمل لازم ہوگا، بلکہ مذکورہ بالا مسئلہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی ہلال کمیٹی دھاندلی کرکے صحیح طور پر آنے والی شہادت یا استفاضہ کو رد کردے تو عوام پر لازم ہوگا کہ وہ شہادت یا استفاضہ پر عمل کریں۔

چنانچہ پاکستان کے بیالیس مفتیان کرام کا فیصلہ ہے جس میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ بھی متفق ہیں کہ "جہاں مسلم حاکم موجود نہ ہو یا وہ فیصلہ شرعی نہ کرتا ہو وہاں اگر چہ جمیع معاملات میں تو عالم ثقہ قاضی کے قائم مقام نہیں ہوسکتا البتہ رؤیت وغیرہ بعض جزئیات میں اسکا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام ہوجائے گا (ردالمحتار ۴/۳۴۳، ۱/۱۳۰۹، احسن الفتاوی ج ۴)۔

ھ- ریڈیو ٹیلیفون تار برقی خط اور اخبار میں فرق ہے کہ تار برقی اور اخبار سوائے صورت استفاضہ کے ہرگز معتبر نہیں، البتہ خط "بشرطِ معرفة الكاتب وعدالته" اور ریڈیو ٹیلیفون "بشرط معرفت صاحب الصوت وعدالته" درجہ اخبار میں معتبر ہوں گے شہادت میں نہیں متفقہ فیصلہ (احسن الفتاوی)۔

فیکس بھی ایک خبر ہے، لیکن اس میں معرفت کاتب وعدالتہ پر غلبہ ظن نہیں ہے، اس لئے اس کا حکم تار برقی یا مطلق خبر کا ہوگا، اس لئے استفاضہ کا محتاج ہوگا۔

الجواب ۲ الف- مدد لینے میں مضائقہ نہیں ہے تا کہ غلبۂ ظن یا رؤیت میں سہولت ہو جائے مدار رؤیت پر رہے گا حساب کی بنیاد پر کوئی فیصلہ جائز نہیں۔

ب- رؤیت کی شہادت کو رد نہیں کیا جا سکتا، شہادت کو شارع نے یقین کے درجہ میں مانا ہے۔

حضرت علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: "وفي النهر فلا يلزم بقول المؤقتين أنه رأى الهلال في السماء ليلة كذا وإن كانوا في الصحيح كما في الإيضاح"۔

اور حضرت علامہ سبکیؒ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (کیونکہ علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں: "لأن الحساب قطعي والشهادة ظنية"، علامہ سبکیؒ کے قول کو خود متاخرین شافعیہ ابن حجر اور رملی نے اپنی اپنی شرح منہاج میں رد کر دیا ہے اور شہاب رملی کبیر جو شافعی ہیں ان کی طرف سے علامہ سبکی نے جواب لکھا ہے، شیخ رملی کبیرؒ نے کہا کہ شہادت کو شارع نے بمنزلہ یقین رکھا ہے اور سبکیؒ نے جو کچھ کہا وہ مردود ہے۔ جس کو متاخرین کی ایک جماعت نے رد کر دیا ہے۔ علامہ سبکیؒ نے یہ جو کہا ہے انتیسویں کو طلوع شمس قبل دن میں چاند نظر آئے (یعنی صبح میں) اور بینہ شہادت پیش کرے تیسویں کی رات میں چاند دیکھنے (یعنی انتیسویں کی شام کو) کی تو شہادت کو حساب کے مقابلہ میں رد کر دیا جائے گا، کیونکہ حساب کے لحاظ سے مہینہ اگر انتیس کا ہوتا ہے تو

چاند ایک رات غائب رہتا ہے انتیسویں کی فجر میں نظر نہ آنا چاہئے اور مہینہ تیس کا ہوتا ہے تو چاند دورات غائب رہتا ہے، ایسے ہی اگر ہلال تیسری رات میں وقت عشاء سے قبل ہی غروب ہو جائے تو بھی بینہ کورد کیا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ تیسری شب میں ہلال کے غروب کے ساتھ ہی عشاء کی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

تو علامہ رملیؒ نے فرمایا کہ یہ بھی درست نہیں بلکہ بینہ پر عمل کی صورت میں نبی کریم ﷺ کی نماز کی مخالفت لازم نہیں آتی، کیونکہ شارع نے حساب کو معتمد قرار نہیں دیا ہے بلکہ بالکل لغو قرار دیا ہے، اپنے ارشاد میں: "**نحن أمة أمية لا نكتب ولانحسب الشهر هكذا وهكذا، قال ابن دقيق العيد الحساب لايجوز الاعتماد عليه في الصلاة**" (شامی ۲؍۳۸۷انتہی)۔

ج- ہاں زیادہ سہولت یا تائید کے لئے محاسبین کا قول کا سہارا لینا جائز ہے۔

د- اگر شعبان کی ۲۹ رکو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بنیاد پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کیا ہو مگر تیس روزے ہونے کے باوجود اور مطلع صاف ہونے کے باجود ہلال نظر نہ آئے تو اگلے روز کو عید الفطر نہیں قرار دیا جائے گا، بلکہ شاہد کو غلطی پر تصور کیا جائے گا، بلکہ شاہد پر تعزیر جاری ہوگی اس کے کذب کے ظہور کی وجہ سے، لیکن حضرت امام محمدؒ کے قول کے مطابق اگلے روز کو عید الفطر قرار دیا جائے گا، غایۃ البیان میں فرمایا کہ امام محمدؒ کا قول اصح ہے اس لئے کہ فطر کا ثبوت نہیں ہو سکتی اور حضرت امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا قاضی کے فیصلہ کی بنیاد پر فطر کا ثبوت ہو رہا ہے ایک شخص کے قول پر نہیں ہو رہا ہے۔

یعنی قاضی نے ہلال رمضان کا فیصلہ قول واحد پر کیا ہے تو اس فیصلہ کی بنیاد پر تیس روزے پورے ہونے کی وجہ سے فطر ثابت ہوا، شمس الائمہؒ نے شرح الکافی میں فرمایا ہے یہ مسئلہ شہادت قابلہ کی نسب کے بارے میں تطہیر ہے کہ نسب کے بارے میں دایہ کی شہادت مقبول ہے

پھر اس کے نتیجہ میں میراث کا استحقاق بھی ہو جاتا ہے، حالانکہ میراث ابتداء دایہ کے قول سے ثابت نہیں ہوتی، مگر علماء پاکستان کا فیصلہ اس کے خلاف ہے ظاہر ہے کہ شیخین کے قول کو ترجیح ہے (ردالمحتار ۲/۳۹۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب ۳ الف- رمضان وعید کے ثبوت کیلئے جب کہ مطلع صاف ہو جم غفیر کی ضرورت ہے، جس طرح سے ظن غالب ہو جائے، لیکن ہلال رمضان میں بستی سے باہر سے آئے ہوئے یا موضع مرتفع سے دیکھنے والے ایک عادل شخص کی یا بستی کے دو عادل کی شہادت سے بھی اطمینان ہو جائے تو اس پر حکم دیا جا سکتا ہے۔

اگر کسی جگہ حاکم یا اسکے نائب (جماعت علماء یا عالم ثقہ فی القریہ) نے رؤیت ہلال کے باب میں فاسق کی شہادت کا غلبۂ ظن کے بعد اعتبار کرتے ہوئے حکم دیدیا تو نتیجۃً وہ سب کے لئے قابل تسلیم سمجھا جائے گا، لیکن اس کو ایسا نہ کرنا چاہئے تھا (متفقہ فیصلہ پاکستان)۔

اس پر حضرت مفتی محمد شفیعؒ نے لکھا ہے "لیکن ایسا نہ کرنا چاہئے" محل تأمل ہے، کیونکہ جب شرعاً غلبۂ ظن کی صورت میں قاضی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ فاسق کی شہادت قبول کرے تو پھر یہ کہنا کہ اسے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا فی نفسہ بھی محل نظر ہے اور موجودہ زمانہ کے اعتبار سے تو یہ حکم شاید نا قابل عمل ہو جائے کیونکہ معاملات کے لئے قابل قبول شہادت ہزار میں ایک بھی میسر آنا مشکل ہو جائے گا، ہاں یہ ظاہر ہے کہ قاضی کے لئے غلبۂ ظن بصدق مخبر ضروری ہے، جو فاسق اس درجہ میں نہ ہو اس کی شہادت رد کی جائے گی، ورنہ قبول کر لینا چاہئے تا کہ حقوق ضائع نہ ہو جائیں۔

"معین الحکام باب الثانی والعشرین" میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کر کے اس کو ترجیح دی ہے (احسن الفتاوی ۴/۴۷۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت غلبۂ ظن حاصل ہو جائے اور آدمی ایسا ہو کہ جھوٹ نہیں

بولے گا تو اگر چہ مستور الحال یا فاسق ہو اس کی شہادت معتبر ہوگی۔

ب- اگر چاند دیکھا ہے اور ان کے علاوہ دیگر شاہد نے نہیں اور ان کو اپنے حال کے لحاظ سے غلبہ ظن ہے کہ ان کی شہادت رد نہ کی جائے گی تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ شہادت دیں، کیونکہ پہلے گذرا کہ خود ان کو روزہ رکھنا واجب ہے اگر چہ قاضی ان کی شہادت رد کرے، ان کی شہادت اصولی طور پر شہادت ہے، لیکن مجلس قضاء اور شہادت کے سب شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے، جیسے کہ گزرا کہ جہاں نظام قضاء نہیں ہے یا دیہات ہیں تو ہلال کمیٹی، جماعت علماء یا ایک عالم ثقہ بھی کافی ہے۔

ج- شہادت اگر چہ تاخیر سے آئے اس کو قبول کرنا ضروری ہے، جبکہ شرعی شہادت کاملہ ہو، اگر زوال کے بعد آئی ہے تو نماز دوسرے روز پڑھے۔ عید الاضحیٰ میں تیسرے روز تک کی اجازت ہے، ہاں اگر اس قدر تاخیر کی جس سے خود شاہدوں کے بارے میں یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ انھوں نے قصداً تاخیر کی ہے اپنے فرض میں کوتاہی کی ہے اور حق ادا نہیں کیا تو اب قبول نہ کی جائے گی جب کہ تاخیر بھی بہت زیادہ ہو، لیکن زیادہ تاخیر کی کوئی معقول وجہ ہے تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی، البتہ رمضان پر چند ایام کی تاخیر یا عید الفطر میں چند گھنٹوں کی تاخیر یا چاند دوسری جگہ ثابت ہو چکا ہے اس کی شہادت علی الشہادت پہنچنے سے تاخیر ہوئی ہو تو اگر چہ کافی تاخیر ہو، مثلاً عید الاضحیٰ میں آٹھ نو دن کی تاخیر ہو جائے تب بھی حرج نہیں ہے، عوام کا انتشار لائق اعتبار نہیں ہے ان کو مسئلہ سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ علامہ ابن قاضی خان تحریر فرماتے ہیں: ''إذا شهد الشهود على هلال رمضان فى اليوم التاسع والعشرين إنهم رأوا هلال رمضان قبل صومهم بيوم إن كانوا فى هذا المصر ينبغي أن لا تقبل شهادتهم لأنهم تركوا الحسبة وإن جاؤا من بعيد جازت شهاتهم لانتفاء التهمة'' (قاضی خان علی ہامش الهنديه ۱/ ۱۹۸)۔

جب گواہوں نے ۲۹ رمضان میں یہ گواہی دی کہ انھوں نے شعبان کی انتیسویں کو چاند دیکھا تھا تو اگر وہ اسی شہر کے ہوں تو اگر ان کی گواہی اس لئے قبول نہ ہوگی کہ انھوں نے اپنا فرض اور اخلاص کو ترک کیا ہے اور اگر وہ دور جگہ سے آئے ہوں تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی کیونکہ کوتاہی اور عدم اخلاص کا شبہ نہیں ہے۔

بلکہ انتشار وغیرہ کے خوف سے قبول نہ کرنے میں عیدالفطر کی نماز قضاء ہو جائے گی اور قربانی وغیرہ احکام پر اثر پڑے گا اس لئے قبول کرنا ضروری ہوگا۔

قاضی خان فرماتے ہیں: "فإن كانت صلوٰة الفطرفي اليوم الاول بعذريصلى في اليوم الثاني وان فاتت بغير عذر لا يصلى في اليوم الثاني" (بہامش ہندیہ ۱/۱۸۵)۔

اگر کسی عذر کی بناء پر پہلے روز نماز عیدالفطر نہ ہوئی تو دوسرے روز پڑھے اور بلا عذر کے چھوٹ گئی تو دوسرے روز نہیں پڑھی جائے گی۔ اور حضرت علامہ حصکفیؒ درمختار میں لکھتے ہیں: "وتؤخر بعذر كمطر إلى الزوال من الغد فقط فوقتها من الثاني كالأول وتكون قضاء لا أداء" (درمختار)۔

عیدالفطر کی نماز کسی عذر کی وجہ سے بارش یا امام کے حاضر نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے روز تک ہی مؤخر ہوسکتی ہے، دوسرے روز اس کا وقت پہلے دن کی طرح ہے اور یہ دوسرے روز نماز پڑھنا قضاء ہوگا، ادا نہیں ہوگا۔

۴-الف-ضروری ہوگا

ب-فیصلہ شرعی بشرائط نشر کیا جائے تو اس کا حکم اعلان سلطان کا ہوگا۔

ج- اگر کوئی قاضی شریعت عام مقرر ہے تو ان تمام لوگوں کے لئے جن پر اس کی ولایت ہے عمل کرنا لازم ہوگا۔ اگر امیر شریعت عام نہیں، بلکہ امیر شریعت صوبہ ہے تو صرف اس

صوبہ کی حد تک اس کے اعلان کو اعلان سلطان کا حکم دیا جائے گا، بقیہ صوبہ کے لئے خبر کی حیثیت ہوگی۔

د۔ مسلم عادل ہونا ضروری ہے اور کمیٹی کی طرف سے نمائندہ ہونا ضروری ہے، ہاں اگر کمیٹی نے کسی غیر مسلم یا فاسق کو مقرر کر دیا ہے اور لوگوں سے کہا ہے کہ فلاں آدمی اعلان کرے گا اور اس کی صورت یا صوت ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں پہچانی جا سکتی ہے تو اعتبار کی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب ۵ الف۔ نہیں۔

ب۔ دیگر ممالک کے رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے۔

ج۔ اگر استفاضہ کی حد تک متعدد ریڈیو اسٹیشنوں سے بشرائط فیصلہ رؤیت نشر کیا جائے اور غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو دوسرے صوبے کے ذمہ داران بھی رؤیت کا ثبوت مان کر اعلان کر سکتے ہیں، استفاضہ کے لئے تین صوبوں کا اعلان غلبۂ ظن کے لئے مفید ہو سکتا ہے، اگر ذیلی کمیٹیاں ہوں اور تین صوبوں سے ذیلی کمیٹیوں کا فیصلہ بھی صحیح طور پر پہنچ جائے اور ذمہ داران کو گمان غالب ہو جائے تو اعلان کر سکتے ہیں۔

رؤیت ہلال کا مسئلہ اور اختلاف مطالع کے حدود

مولانا محمد شعیب اللہ مفتاحی ☆

۱-الف-اختلاف مطالع

رؤیت ہلال کے سلسلے میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں زمانہ قدیم سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

ایک جماعت: اختلاف مطالع کا مطلقا اعتبار کرتی ہے بلاد قریبہ میں بھی اور بلاد بعیدہ میں بھی ابن حجر عسقلانیؒ نے بحوالہ ابن المنذر راس قول کو عکرمہ، قاسم، سالم و اسحاق کی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا کہ امام ترمذی نے اہل علم سے صرف اسی قول کو نقل کیا ہے اور ماوردی نے شافعیہ کا ایک قول یہی بیان کیا ہے (فتح الباری ۴/ ۱۲۳)۔

دوسرا قول: اس کے بالمقابل یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے نہ بلاد قریبہ میں نہ بلاد بعیدہ میں، لہذا ایک شہر میں رؤیت ہو جائے تو بطریق موجب جس شہر علاقے میں بھی یہ خبر پہنچے، وہاں کے لوگوں پر رؤیت کا اعتبار کرنا لازم ہو جائے ہوگا، ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہؒ احمدؒ و مالکؒ کی طرف یہ قول منسوب ہے (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/ ۵۵۰)۔

تیسرا قول: اس سلسلے میں یہ ہے کہ بلاد قریبہ میں اختلاف مطالع معتبر نہیں اور بلاد بعیدہ میں معتبر ہے، لہذا ایک جگہ کی رؤیت اس جگہ سے قریب علاقوں میں مانی جائے گی اور اس سے

☆ بنگلور۔

بعید علاقوں میں نہیں مانی جائے گی۔ شافعیہ میں سے اکثر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (الفقہ علی المذاہب ۱/۵۵۰، فتح الباری ۴/۱۲۳)۔

ہمارے علماء احناف میں سے بھی بہت سے حضرات نے اسی تیسرے قول کو راجح قرار دیا ہے، جیسا کہ علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے علامہ طحاوی، قدوری، صاحب ''فتاوی تاتارخانیہ''، علامہ عالم بن علاء، صاحب ''ہدایہ''، علامہ زیلعی اور دیگر فقہاء کی عبارات سے واضح کیا ہے اور خود علامہ عبدالحیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

واضح المذاہب عقلا ونقلا ہمیں است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتے باشد کہ دراں اختلاف مطالع میشود وتقدیرش مسافت یک ماہ دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ ببلدہ دیگر نخواہد شد، ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کہ از یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدہ ببلدہ دیگر خواہد شد (مجموعہ فتاوی عبدالحی ۲/۱۳۴-۱۳۵)۔

نیز زمانہ قریب کے علماء میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری بھی اسی کے قائل تھے کما حکاہ العلامہ البنوریؒ فی معارف السنن اور خود مولانا بنوری بھی اسی کے قائل تھے اسی طرح علامہ شبیر احمد عثمانی نے ''فتح الملہم'' میں اسی کو اختیار کیا ہے اور مولانا مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ بھی اسی کو راجح قرار دیتے ہیں (رؤیت ہلال/۴۸)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنے رسالہ ''رؤیت ہلال'' میں فرماتے ہیں:

آج تو ہوائی جہاز نے ساری دنیا کے مشرق ومغرب کو ایک کرڈالا ہے ایک جگہ کی شہادت دوسری جگہ پہنچنا قضیہ نہیں، بلکہ روزمرہ کا واقعہ بن گیا ہے اور اس کے نتیجے میں اگر مشرق کی شہادت مغرب میں اور مغرب کی شہادت مشرق میں حجت مانی جائے تو کسی جگہ مہینہ اٹھائیس دن کا اور کسی جگہ اکتیس دن کا ہونا لازم آجائے گا، اس لئے ایسے بلاد بعیدہ میں جہاں مہینہ کے دنوں میں کمی دنوں میں کمی بیشی کا امکان ہو اختلاف مطالع کا اعتبار کرنا ہی ناگزیر اور مسلک حنفیہ کے عین مطابق ہوگا (رؤیت ہلال/۴۸)۔

ایک سوال کا جواب

یہاں یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ مطالع کا اختلاف ایک واقعاتی شئی ہے فقہاء نے اس کا اعتبار کیوں نہیں کیا، کیا ان کی نظر سے یہ امر مخفی رہا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بلا شبہ مطالع کا اختلاف ایک واقعاتی چیز ہے اور حضرات فقہاء بھی اس سے بے خبر نہیں ہیں، اور فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں جو اختلاف ہے وہ اس واقعاتی شئی کے بارے میں نہیں، بلکہ اس میں اختلاف ہے کہ اس اختلاف مطالع کا اعتبار بھی ہے یا نہیں، چنانچہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے:

"اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى أنه قد يكون بين البلدتين بعد بحيث يطلع الهلال ليلة كذا في البلدتين دون الأخرى إلى أن قال أو إنما الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع الخ" (الدر المختار للشامی ۲/ ۳۹۳)۔

اب رہی یہ بات کہ پھر اس امر واقعی کا اعتبار بعض فقہاء نے جیسے ائمہ ثلاثہ نے کیوں نہیں کیا؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ بعض احادیث جیسے "صوموا لرؤيته و أفطروا لرؤيته" کے عموم سے ان حضرات نے استدلال کر کے یہ حکم دیا ہے جس کی تفصیل کتب حدیث وفقہ میں موجود ہے، مگر اس سے قطع نظر ایک اہم نکتہ اس سلسلہ میں مولانا یوسف بنوری نے پیش کیا ہے جس کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے وہ یہ کہ:

"ائمہ کرام کے زمانہ میں جو نظام مواصلات تھا اس کے اعتبار سے یہ ممکن نہ تھا کہ ایک ماہ کے اندر اندر کوئی شخص اتنا طویل مسافت طے کر لے جس میں مطلع ہلال مختلف ہو جائے، پس کوئی شخص ایک جگہ چاند دیکھ کر کسی دوسری ایسی جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا جہاں کا مطلع پہلی جگہ سے مختلف ہو جائے، اس لحاظ سے ائمہ نے فرمایا کہ ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ بھی معتبر ہے اور مطالع کے اختلاف کا اعتبار نہیں (معارف السنن ۵/ ۳۳۸-۳۳۹)۔

حاصل یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی اگر نظام مواصلات میں ترقی کرلی ہوتی جواب ہے تو وہ فقہاء بھی یہی کہتے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، لہذا اسی پر اعتماد ہونا چاہیئے۔

ب-مطالع کے حدود

دوسرا مسئلہ یہاں یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کئے جانے کی صورت میں اس کے حدود کیا ہوں گے؟ حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلہ میں علماء کے پانچ اقوال نقل کئے ہیں[۱]

مگر سب سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ جن علاقوں میں اتنی دوری واقع ہو کہ ان میں عادۃً ایک دن کا فرق رؤیت میں ہو جاتا ہو وہ علاقے آپس میں بعید شمار ہوں گے اور ان میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور جن علاقوں میں عام طور پر رؤیت میں کوئی فرق نہیں ہوتا ان کو بلاد قریبہ قرار دیا جائے گا اور ان میں اختلاف غیر معتبر ہوگا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے علامہ شبیر احمد عثمانی کے حوالہ سے یہی قول نقل کیا ہے: وہ فرماتے ہیں: جن بلاد میں اتنا فاصلہ ہو کہ ایک جگہ کی رؤیت کا دوسری جگہ اعتبار کرنے سے مہینہ کے دن اٹھائیس رہ جائیں یا اکتیس ہو جائیں، وہاں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا اور جہاں اتنا فاصلہ نہ ہو وہاں نظر انداز کردیا جائے گا (رؤیت ہلال/ ۴۸)۔

اور مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اجلاس منعقد ۳/ ۴/ مئی ۱۹۶۷ء کی تجویز میں بھی یہی اختیار کیا گیا ہے۔

ج- ہندو پاک کا مطلع ایک ہے:

اسی سے یہ مسئلہ بھی صاف ہوگیا کہ ہندو پاک اور اسی طرح بعض قریبی ممالک جیسے نیپال کا مطلع چونکہ ایک ہے، بایں معنی کہ ان میں رؤیت میں ایک دن کا عام طور پر فرق نہیں ہوتا، اس لئے ہندو پاک، بنگلہ دیش و نیپال کے کسی بھی حصہ میں رؤیت ہو تو وہ دوسرے علاقوں کے

لئے معتبر مانی جائے گی۔ مجلس تحقیقات شرعیہ نے اپنی تجویز میں کہا ہے:

"ہندوستان، پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں، مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہندوپاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے، اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

د- قاضی اور کمیٹی:

رہا یہ کہ اگر ان علاقوں میں سے کسی جگہ ۲۹ رتاریخ کو رؤیت ہو جائے اور وہاں اس کا اعلان بھی کر دیا جائے تو دوسرے علاقوں کے لوگ اس کے مطابق عمل کر سکتے ہیں یا اپنے قاضی یا جہاں نہ ہو وہاں رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کریں؟ اور یہ کہ کیا دوسرے علاقوں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی اس اعلان کی پابندی ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں:

ا- رمضان کا چاند ۲۹ رتاریخ کو دیکھا جائے اور اس کا اعلان کیا جائے، تو اس صورت میں دوسرے علاقے کے اہل اسلام تک اس کی خبر بطریق موجب پہنچے تو ان کے لئے درست ہے کہ اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے وہ روزہ رکھیں، کیونکہ رمضان کے چاند کے لئے حساب تصریحات فقہاء قابل اعتماد خبر کافی ہے۔

۲- عید کا چاند ۲۹ رتاریخ کو دیکھ کر اس کا اعلان کیا گیا ہو تو اس صورت میں دوسرے علاقوں کے مسلمان محض خبر پر اعتماد نہیں کر سکتے، بلکہ فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہے کہ اس میں باقاعدہ شہادت شرعیہ کا ہونا ضروری ہے لہذا مقامی قاضی اور قاضی نہ ہونے کی صورت میں کوئی عالم ثقہ، یا معتمد کمیٹی کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ شہادت حاصل کر کے فیصلہ کرے اور مسلمانوں کے ذمہ ہوگا کہ اس کا انتظار کریں (البحر الرائق ۲؍۲۶۶-۲۶۷، الدر المختار مع الشامی ۲؍۳۸۵-۳۸۶)۔

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند کی صورت میں خبر صادق کے پہنچنے پر اس کے مطابق عمل جائز ہے، مگر عید کے لئے شہادت کے ضروری ہونے کی وجہ سے صرف کسی خبر پر افطار درست نہیں، لہذا قاضی کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے۔

جہاں قاضی ہوں وہاں کا حکم تو صاف ہے کہ فیصلہ قضاء کا انتظار ضروری ہے، البتہ جہاں قاضی نہ ہوں جیسے ہندوستان کے اکثر شہروں کا حال ہے تو اس سلسلہ میں صاحب بحر ودرمختار دونوں نے تصریح کی ہے کہ ایسے علاقوں میں ضرورت کی وجہ سے شہادت شرعیہ ساقط ہوجائے گی اور صرف دوثقہ ومعتبر آدمیوں کی خبر پر افطار کیا جاسکتا ہے۔

”ولو كان ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بإخبار عدلين مع العلة للضرورة قوله لا حاكم فيها أي لا قاضي ولا والي كما في الفتح قوله للضرورة أي ضرورة عدم وجود حاكم يشهد عنده“ (درمختار مع الشامی ۲/۳۸۶)۔

اور علامہ بنوریؒ نے اسی پر یہ فرمایا ہے کہ جہاں شرعی قاضی نہیں ہیں وہاں شہادت شرعیہ گذارنا نہیں چاہئے، بلکہ عید میں صرف دو عادل آدمیوں کی خبر پر عید کرنا چاہئے (معارف السنن ۵/۳۴۵)۔

مگر حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے:

”والعالم الثقة في بلدة لا حاكم فيها قائم مقامه“ (عمدۃ الرعایہ/۲۴۶)۔

اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

”جن ملکوں میں اسلامی حکومت نہیں ہے یا ہے، مگر باقاعدہ شرعی قاضی مقرر نہیں ہیں وہاں شہر کے عام دیندار مسلمان جس عالم یا جماعت پر مسائل دینیہ میں اعتماد کرتے ہوں اس شخص یا جماعت کو قاضی کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور رؤیت ہلال میں اس کا فیصلہ واجب التعمیل ہوگا (رؤیت ہلال/۳۹)۔

موجودہ حالات زمانے کے لحاظ سے بھی بہتر یہی ہے کہ جہاں قاضی نہ ہوں وہاں کسی عالم یا جماعت و کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کیا جائے، تاکہ انتشار وافتراق سے بچا جا سکے۔

۵- رؤیت ہلال اور آلات جدیدہ

ایک علاقے کی رؤیت کی خبر کسی دوسرے علاقے میں جدید آلات جیسے ریڈیو، فیکس، ٹیلی گرام یا فون کے ذریعہ موصول ہو تو اس پر عمل کرنا لازم صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور یہ کہ ان کے اعتبار کے لئے کچھ شرائط ہیں یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں تفصیل ہے، جو حسب ذیل ہے:

ریڈیو اور ٹیلی ویژن

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبر سلسلہ رؤیت ہلال معتبر ہونے کی تفصیل یہ ہے:

۱- رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے ان کی خبر اس وقت معتبر ہو سکتی ہے جب کہ ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن اس بات کے پابند ہوں کہ بغیر علماء کے فیصلہ کے کوئی خبر ہلال کے بارے میں شائع نہ کریں، بلکہ علماء کے فیصلہ کے مطابق ثقہ لوگوں کے انتظام سے نشر کریں، اگر ثقہ لوگوں کے انتظام سے علماء کے فیصلہ کو نشر کیا جائے تو اس پر رمضان کے ثبوت مانا جا سکتا ہے ورنہ نہیں کیونکہ رمضان کے چاند کے لئے شہادت شرط نہیں ہے، بلکہ ثقہ و معتبر آدمی کی خبر کافی ہے (کما مرّ عن البحر والدر)۔

۲- عید کے چاند کے لئے چونکہ آسمان کے غبار آلود ہونے کی صورت میں شہادت شرعیہ شرط ہے، لہذا ریڈیو اور ٹی وی کا اعلان ہلال عید کے لئے کافی نہ ہوگا، کیونکہ یہ زیادہ سے زیادہ خبر صادق کا درجہ پائیں گے، نہ کہ شہادت کا، شہادت کے لئے گواہ کا مجلس حاکم یا قاضی میں

حاضر ہوکر گواہی دینا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے، لہذا ہلال عید کے سلسلہ میں ان پر نشر ہونے والے اعلان پر عمل درآمد نہیں کیا جاسکتا۔

۳- البتہ اگر مختلف طریقوں سے اتنی خبریں آجائیں کہ احتمال کذب وخطاء ختم ہوجائے تو اس پر رمضان وعید دونوں کا ثبوت ہوسکتا ہے اس کو خبر مستفیض کہتے ہیں (شامی ۳۹۰/۲)۔

استفاضہ کی صورت میں شہادت شرط نہیں ہے:

"قال الشامي على قول الدر المختار: نعم لو استفاض من الخبر في البلدة الأخرى لزمهم على الصحيح (قال الشامي)

" قلت وجه الاستدراک أن هذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض ولا على شهادة لكن لما كانت بمنزلة الخبر المتواتر وقد ثبت بها إن أهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها"(شامی ۳۹۰/۲)۔

خلاصہ یہ کہ ریڈیو کے مختلف اسٹیشن اگر کسی شہر کے بارے میں خبر دیں کہ فلاں شہر میں چاند دیکھا گیا اور علماء یا کمیٹی یا قاضی نے بعد شہادت چاند ہونے کا فیصلہ کردیا ہے تو پھر اس خبر کو خبر مستفیض کہا جائے گا، لہذا اس پر مقامی قاضی یا کمیٹی فیصلہ کردے گا تو درست ہوگا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اگر عام رویت ہلال کمیٹی یا کسی قاضی ومفتی کے سامنے شہادت گزرنے اور اس کے فیصلہ کی اطلاع مختلف شہروں اور مختلف اطراف کی دس بیس نشر گاہوں سے آجائے تو اصطلاح فقہاء میں یہ خبر مستفیض ہوجائے گی جس میں شرائط شہادت ساقط ہوجاتی ہیں ایسی صورت میں ہلال رمضان وہلال عیدین دونوں میں ریڈیو کی خبر پر عمل درست ہوگا بشرطیکہ شہر کے قاضی مفتی اس خبر کو خبر مستفیض تسلیم کرلیں، عوام خود اس کا فیصلہ نہ کریں (امداد المفتین ۴۷۸/ ۴۷۹-۴)۔

ظاہر ہے کہ ریڈیو اور ٹی وی کا اس سلسلہ میں ایک ہی حکم ہے، (وھو ظاھر جدا)

ٹیلیفون کی خبر

جن صورتوں میں محض خبر ثقہ ثبوت کے لئے کافی ہے ان میں ٹیلی فون، اسی طرح وائرلس کے خبر پر اعتماد کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ خبر دینے والا ثقہ آدمی ہو اور اس کی آواز اس طرح پہچان لی جائے کہ ظن غالب حاصل ہو جائے کہ یہ فلاں آدمی ہے۔

۲- جن صورتوں میں شہادت ضروری ہے، ظاہر ہے کہ ان میں محض ٹیلیفون یا وائرلس کی خبر کافی نہ ہوگی اگر چہ خبر دینے والا معتبر ہو اور پہچان لیا جائے، کیونکہ شہادت میں گواہی دینے والے کا روبرو حاضر ہونا ضروری ہے۔

۳- ہاں اگر متعدد لوگوں کی طرف سے اتنے فون ملیں کہ یقین حاصل ہو جائے اور استفاضہ کی صورت پیدا ہو جائے تو اس پر عید و رمضان دونوں میں اعتماع کرنا درست ہے۔

ٹیلی گرام اور فیکس

تار اور فیکس میں چونکہ خبر دہندہ کی نہ تحریر ہوتی ہے اور نہ دستخط ہوتا ہے، پھر غیر مسلم لوگوں کا دخل بھی ہوتا ہے، اس لئے علماء نے اس کے بارے میں زیادہ احتیاط برتی ہے۔ بعض نے اس کو مطلق غیر معتبر قرار دیا ہے اور بعض نے بشرائط بعض صورتوں میں اس کو معتبر مانا ہے علامہ عبدالحی لکھنوی نے مطلقا ان کی خبر کو غیر معتبر قرار دیا ہے (مجموعہ فتاوی ۱/ ۴۰۸)۔

حضرت تھانویؒ نے بعض شرائط کے ساتھ تار کی خبر کو معتبر مانا ہے (امداد الفتاوی ۲/ ۸۸، ۲/ ۹۳)، اسی طرح مفتی عزیز رحمانؒ وغیرہ حضرات علماء نے بھی بعض صورتوں میں اس کا اعتبار کیا ہے (عزیز الفتاوی ر ۳۷۳، فتاوی دار العلوم)۔

۱- رمضان کے چاند کی خبر بذریعہ تار اس وقت معتبر ہوسکتی ہے جب کہ خبر دہندہ شناسا ہو اور معتبر ہو اور حالت صحو میں خبر آئے اور ان خبروں سے کم از کم ظن غالب حاصل ہو جائے مثلاً دو

تین لوگوں کے تار پہنچیں۔

۲-ظاہر ہے کہ تار کی خبر شہادت نہیں ہوسکتی، لہذا ان صورتوں میں اس کا اعتبار نہ ہوگا جن میں شہادت شرط ہے۔

۳-مختلف لوگوں کے اتنے تار کسی علاقے کے متعلق چاند ہونے اور وہاں اس پر فیصلہ ہونے کے پہنچ جائیں گے یقین حاصل ہوجائے تو یہ بھی خبر مستفیض ہوگی اس پر رمضان و عید دونوں میں اعتبار کیا جاسکتا ہے)(رؤیت ہلال ر ۴۲-۴۳)۔

ٹیلیکس کا حکم تمام احکام میں تار ہی کا حکم ہے۔

فیکس(FAX)

فیکس کا حکم خط کا ہے، لہذا افقہاء نے جن مواقع پر جن شرائط کے ساتھ خط کا اعتبار کیا ہے وہاں فیکس بھی معتبر ہوگا اور جہاں خط کا اعتبار نہیں وہاں اس کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔(واللہ اعلم)

۲-الف-فلکیاتی حساب سے مدد

۲۹ ر تاریخ کو رؤیت بصری کا فنی اصولوں کے تحت امکان ہے یا نہیں؟ اس کو معلوم کرنے کے لئے جدید فلکیاتی تحقیقات سے مدد لینا درست ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے چونکہ آج فلکیاتی تحقیقات نے کافی ترقی حاصل کرلی ہے اور اس سلسلہ میں بعض جدید نقشہ جات بھی بنانے والوں نے بنائے ہیں، اس لئے اگر اس حد تک ان سے مدد لی جائے کہ افق پر ۲۹ تاریخ کو رویت بصری ممکن ہے یا نہیں معلوم ہوجائے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی۔

البتہ اس سے صرف اتنا ہی کام لینا چاہئے جتنا کہ اس کا دائرہ ہے مثلاً قواعد وحساب

نے کسی جگہ ۲۹ر تاریخ کو رؤیت کا امکان ظاہر کیا مگر چاند کی رؤیت نہ ہوتی تو ظاہر ہے کہ رؤیت کا فیصلہ نہ ہوگا۔

ب-اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ر تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو مثلاً نئے چاند کے پیدا ہونے کے بعد اس پر ابھی کم سے کم ۸ گھنٹے نے گزرے ہوں تو چونکہ اس صورت میں چاند کی بصری رؤیت حد امکان سے باہر ہوتی ہے ایسے خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملے تو کیا کرنا چاہئے رد کرنا چاہئے یا قبول کر لینا چاہئے؟

راقم کا خیال ہے ہ ایسی شہادت رد کی جاسکتی ہے جب کہ فلکیاتی حسابات قطعی ہوں اور کبھی خطا نہ کرتی ہوں مگر واقعات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان حسابات میں قطعیت نہیں نظر آتی ایسا ہوتا ہے کہ محکمہ موسمیات کے ماہرین کسی تاریخ کو رؤیت بصری کا امکان ظاہر کرتے ہیں اور دوسرے ماہرین فلکیات اس کا انکار کرتے اور عدم امکان کا فیصلہ سناتے ہیں، مفتی محمد شفیعؒ نے رمضان ۱۳۸۰ھ کا واقعہ اپنی کتاب رؤیت ہلال میں پیش کیا ہے کہ کراچی میں محکمہ موسمیات ایک ہفتہ پہلے یہ اعلان کر رہا تھا کہ انتیس رمضان جمعہ کے دن غروب آفتاب کے بعد چاند تقریباً اکیس منٹ افق پر رہے گا اور دیکھا جاسکے گا جو تمام کراچی کے اخبارات میں شائع ہوا مگر پنجاب یونیورسٹی کے رصد گاہ کے حکام نے اس کی تردید کی اور اخبار ''ایوننگ اسٹار'' میں ان کا بیان شائع ہوا کہ یہ پیش گوئی غلط ہے، جمعہ کے روز ہلال عید نظر آنے کے غالباً بہت کم امکانات ہیں (رؤیت ہلال ر۲۲)۔

اس واقعہ کو پیش کر کے مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اتنی بات اس اختلاف میں سب کے لئے واضح ہوگئی کہ ان قواعد و آلات سے حاصل ہونے والے نتائج کو قطعی و یقینی کہنا محض خوش گمانی ہے، صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی غلطیاں ہوسکتی ہیں (ایضا)۔

ظاہر ہے کہ جب ایک جماعت رؤیت کا عدم امکان ظاہر کر رہی ہے اور دوسری امکان

کا اظہار کر رہی ہے تو فیصلہ کن چیز یہ حساب نہ ہوا، لہذا شہادت شرعیہ کا محض ان حسابات کی بناء پر رد کرنا صحیح نہیں ہے (شامی ۲/ ۳۸۷)۔

ج- محکمہ موسمیات سے اس طرح کی مدد لینا درست ہے مگر فیصلہ تو رؤیت ہی پر ہوگا (کما مر)۔

۲۹ شعبان کو مطلع ابرآلود تھا تو ایک شخص کی گواہی پر قاضی نے رمضان کا فیصلہ کر دیا پھر رمضان کے تیس دن ہو گئے مگر مطلع صاف ہونے کے باوجود رؤیت نہ ہوئی، جبکہ لوگوں نے رؤیت کا اہتمام بھی کیا تو اب تیس دن کے بعد والے دن کو عید الفطر کہا جائے یا یہ سمجھا جائے کہ رمضان کے چاند کی گواہی دینے والے نے دھوکہ کھایا ہے یا غلط بیانی کی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ احناف میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عید نہیں کی جائے گی اور رمضان میں رؤیت ہلال کی گواہی دینے والے کو خاطی سمجھا جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اس صورت میں عید منائی جائے گی امام زیلعی نے امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول کو اشبہ قرار دیا ہے (دیکھئے: درمختار مع حاشیہ شامی ۲/ ۳۹۱)۔

لہذا شیخین کے قول کے مطابق مذکورہ بالا صورت میں عید وافطار کے بجائے مزید ایک روزہ رکھنا چاہئے اور پہلے شاہد کو خاطی شمار کرنا چاہئے (واللہ اعلم)۔

۳- الف- مطلع صاف ہونے کی صورت میں رمضان وعیدین دونوں کے چاند کے ثبوت کے لئے اتنے آدمیوں کی خبر ضروری ہے جن کی خبر سے ظن غالب حاصل ہو جائے (دیکھئے: ہدایہ، درمع الرد ۲/ ۳۸۷-۳۸۸)۔

علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا:

"وإن لم یکن بالسماء علة فیها یشترط أن یکون الشهود جمعا کثیرا یقع العلم بخبرهم أی علم غالب الظن لا الیقین" (البحر الرائق ۲/ ۲۶۸)۔

جمع عظیم کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ پچاس آدمی مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ اہل محلہ میں سے اکثر مراد ہیں اور بعض نے فرمایا کہ ہر شہر سے ایک دو آدمی ہوں تو جمع عظیم ہے خلف بن ایوب نے فرمایا کہ بلخ میں پانچ سو آدمی بھی قلیل ہیں (تو اس سے زیادہ ہونے چاہئے) مگر ظاہر الروایۃ میں کوئی عدد مذکور نہیں ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ لوگوں کی تعداد جس پر جمع عظیم کا اطلاق ہوسکتا ہے امام المسلمین کی رائے پر منحصر ہے (البحر الرائق ۲/ ۲۶۸، شامی ۲/ ۳۸۸)۔

یہی آخری قول اکثر علماء احناف نے اختیار کیا ہے رمضان عید کے ہلال کے بارے میں بصورت عدم علت ایک قول یہ ہے جو ابھی گزرا اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس موقعہ پر بھی دو شاہدوں کی گواہی کافی ہے اس قول کو امام حسن نے امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے اور صاحب ''البحر'' اور علامہ شامی نے اس قول کو اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے قابل عمل قرار دے کر راجح کیا ہے، علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

''وینبغی العمل علیها في زماننا؛ لأن الناس تکاسلت عن ترائی الأهلة فانتفی قولهم توجههم طالبین لما توجه هو إلیه فکان التفرد غیر ظاهر في الغلط'' (البحر الرائق ۲/ ۲۶۸)۔

علامہ شامی نے ''ردالمحتار'' و ''منحۃ الخالق'' میں ابن نجیم کے خیال کی بھرپور تائید کی ہے (منحۃ الخالق علی البحر الرائق وشامی ۲/ ۳۸۸)، وجہ یہ ہے کہ لوگ چاند دیکھنے کا اہتمام نہیں کرتے، لہذا اگر جمع عظیم کی قید لگائی جائے، جیسا کہ ظاہر الروایۃ میں ہے تو چاند کا ثبوت مشکل ہو جائے گا پھر لوگ رمضان کے چاند کے ثبوت پر خوش بھی نہیں ہوتے، بلکہ شاہدوں کو ایذا بھی دیتے پائے گئے ہیں تو یہ فسق کا زمانہ ہے، اس لئے امام شامی و امام ابن نجیمؒ کی رائے ہے کہ بصورت عدم غیم وعلت بھی صرف دو شاہدوں کی گواہی کو معتبر قرار دینا چاہئے۔

راقم کہتا ہے کہ حضرات مفتیان کرام کو چاہئے کہ حالات کا جائزہ لے کر فیصلہ کریں کہ کیا چاند کے سلسلہ میں تکاسل کی وہی صورتِ حال آج پائی جاتی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اسی قول پر فتوی دینا چاہئے جہاں تک احقر کی رائے ہے وہ یہ ہے کہ صورت حال آج ایسی نہیں ہے۔

عدل کا معیار

جمع عظیم کی صورت میں عدالت شرط نہیں ہے، جیسا کہ شامی میں ہے: "قال ولا يشترط فيهم الإسلام ولا العدالة" (شامی ۲/ ۳۸۸)۔

ایک دو آدمیوں کی خبر کی صورت میں عدالت شرط ہے اور عدالت کی تعریف یہ کی گئی ہے "والعدالة ملكة تحمل على ملازمة التقوى والمروة" اور مراد یہاں ادنی مرتبہ ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے: "والشرط أدناها وهو ترك الكبائر والإصرار على الصغائر وما يخل بالمروة" (شامی ۲/ ۳۸۵)۔

اسی طرح ابن نجیمؒ مصری نے بھی ادنی مرتبۂ عدالت کو یہاں شرط قرار دیکر اس کی یہی تعریف کی ہے کہ کبائر سے اجتناب ہو اور صغائر پر اصرار نہ ہو اور مروت کے خلاف کوئی حرکت نہ کی جائے (البحر ۲/ ۲۶۶)۔

ظاہر ہے کہ عدالت کی مذکورہ تعریف کے مطابق "رؤیت ہلال" کے سلسلہ میں عمل در آمد کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ایسے افراد جو تقوی و مروت کے اس ادنی معیار پر پورے اتریں معاشرہ میں کم نہیں ہیں اگر چہ پہلے ادوار کی بہ نسبت اس سلسلہ میں کمی ہو سکتی ہے، مگر فی نفسہ ایسے افراد کم نہیں ہیں، لہذا عدالت کی تعریف میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں۔

ہاں البتہ ضرورت کے موقعہ پر غیر عدل کی گواہی بھی قبول کی جا سکتی ہے اور ایسے مواقع میں صرف اتنا کافی ہے کہ گواہی دینے والا معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے

''معین الاحکام'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ'' علامہ قرافی نے'' باب السیاست'' میں بیان کیا ہے کہ علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب کسی جگہ شاہد عادل نہ ملیں تو ہم غیر عادل لوگوں میں سے جو دین کے اعتبار سے بہتر اور فسق میں کم ہو اس کو شہادت کے لئے قائم کریں گے اور ایسا کرنا اس زمانے کے قاضیوں کے لئے لازم ہے تاکہ لوگوں کے حقوق اور مصالح ضائع نہ ہو جائیں پھر فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی عالم وفقیہ اس بات سے اختلاف کرے گا (رؤیت ہلال ۳۸ بحوالہ معین الاحکام ۴۵)۔

خلاصہ یہ کہ ضرورت کے موقعہ پر فاسق کی شہادت بھی مقبول ہے، جبکہ وہ جھوٹا نہ ہو اور معاشرہ میں سچا سمجھا جاتا ہو، اگرچہ اصطلاحِ شریعت میں وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

مستور الحال کی خبر

غیر ظاہر الروایۃ میں امام حسن نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ مستور الحال کی خبر رمضان کے چاند میں مقبول ہے امام بزارزی نے اس کی تصحیح کی ہے (البحر الرائق ۲/ ۲۶۶، شامی مع الرد ۲/ ۳۸۵)۔

اور شامی نے اس رؤیت کو بھی ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور حاکم الشہید کی'' کافی'' سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں مسلم ومسلمہ کی شہادت کو معتبر قرار دیتے ہوئے تصریح کی گئی ہے کہ عدل ہو یا غیر عدل، اور عدل سے مراد مستور ہونا بیان کیا ہے (شامی ۲/ ۳۸۵)۔

ب-شہادت، مجلس قضا:

جہاں نظام قضاء موجود ہے وہاں قاضی کے پاس جا کر شہادت قائم کرنا ضروری ہے، فقہاء کی عام عبارات میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ رمضان کے چاند کی صورت میں ایک عادل کی خبر

قبول کی جائے گی الخ: ان میں ظاہر یہی ہے کہ قاضی و حاکم قبول کرے گا، نیز استفاضہ کی صورت پر بحث کرتے ہوئے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ کسی شہر کے بارے میں خبر متواتر پہنچے تو چونکہ وہاں حاکم کے فیصلہ کے بعد یہی اس کا ثبوت ہوا ہوگا، لہذا اس پر عمل درست ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

"وقد ثبت بها أن أهل تلك البلدة صاموا يوم كذا لزم العمل بها؛ لأن البلدة لا تخلو عن حاكم شرعي عادة فلا بد من أن يكون صومهم مبنيا على حكم حاكمهم الشرعي الخ" (شامی ۲/ ۳۹۰)، ہدایہ میں عبارت ہے: "وقبل الإمام شهادة الواحد العدل الخ" (۱/ ۱۹۵)، معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند کا مسئلہ بھی امام کے سامنے ہونا چاہئے)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی بلاد میں دستور یہی تھا کہ حاکم و قاضی ہی رمضان کا فیصلہ کرتا تھا، لہذا ضروری ہے کہ نظام کو برقرار رکھنے کے واسطے چاند دیکھنے والے قاضی کے پاس جا کر گواہی دیں اور جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں، جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے، عالم ثقہ یا کمیٹی اس کی قائم مقام ہوگی۔ (وقد مر ماخذہ)

رہا یہ مسئلہ کہ چاند دیکھنے والوں کا بیان شہادت ہے یا خبر؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رمضان کے چاند کی صورت میں اس کی حیثیت محض خبر کی ہے اور عید کے چاند کی صورت میں شہادت کی ہے۔

"درمختار" میں ہے:

"وقبل بلا دعوىٰ وبلا لفظ أشهد وبلا حكم و مجلس قضاء؛ لأنه خبر لا شهادة للصوم الخ" (مع شامی ۲/ ۳۸۵-۳۸۶)۔

"وشرط للفطر مع العلة العدالة نصاب الشهادة ولفظ أشهد الخ" (ایضا)۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عید کے چاند میں جب شہادت ضروری ہے تو اس کے باقی شروط مثل مجلس قضاء وغیرہ بھی ضروری ہوں گے جہاں قاضی نہیں ہیں ان علاقوں کے بارے میں علامہ عبدالحیؒ کی رائے گزری کہ عالم ثقہ اس کے قائم مقام ہے اور علامہ بنوری کی روائے گزری کہ وہاں صرف خبر پر معاملہ ہوگا شہادت کی ضرورت نہیں، درمختار میں بھی اسی طرح لکھا گیا ہے صاحب بحر نے بھی اسی کو لیا ہے۔ یہ مسئلہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔

ج- شہادت دینے میں تاخیر کرنا بعض صورتوں میں فسق کا موجب ہے جس سے شہادت مردود ہو جاتی ہے۔

''الاشباہ'' میں ہے:

''شاهد الحسبة إذا أخر شهادته لغيره عذر لا يقبل نفسه'' (الاشباہ والنظائر ۲/ ۳۲۴)۔

مگر علامہ رافعی نے حاشیہ ابوالسعود سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

''يشترط نفسه بالتاخير بعد العلم بالحرمة من غير عذر ظاهر تعنيه لأداء الشهادة'' (تقریرات الرافعی علی الرد المختار ر ۲۰۶)۔

اس سے معلوم ہوا کہ تاخیر سے شہادت اس وقت مردود ہوتی ہے جب کہ

(۱) بلا عذر ہو (۲) تاخیر کی حرمت کا علم ہو (۳) دوسرا کوئی اور اداء شہادت کے لئے نہ ہو۔

پھر یہاں علماء میں اختلاف یہ بھی ہے کہ شہادت میں تاخیر سے اس کا غیر مقبول ہونا ہر قسم کی شہادت کے بارے میں ہے یا خاص حرمت فروج کے سلسلہ میں علامہ حمویؒ نے ''حاشیہ اشباہ'' میں اس پر کلام کیا ہے اور ہر قسم کی شہاددت میں تاخیر کو موجب فسق قرار دیئے جانے کی تائید کی ہے (الاشباہ والنظائر مع الحموی ۲/ ۳۲۴)۔

پس اگر بلا عذر شہادت دینے میں تاخیر کریں تو مذکورہ شرائط کے پائے جانے کی صورت میں چاند کے معاملہ میں بھی شہادت کا رد کردینا مناسب اور قرین قیاس ہے، کیونکہ جب معاملہ رمضان وعید کا ہوتا ہے تو اس کی اہمیت سب کو معلوم ہوتی ہے پھر بھی شہادت میں تاخیر ضرور موجب فسق ہونا چاہئے۔

رہا یہ مسئلہ کہ کتنی تاخیر موجب رد ہوگی حمویؒ نے ''قنیہ'' کے حوالہ سے اس میں اختلاف کا ذکر کیا ہے پھر بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ مدار اس پر ہے کہ قاضی کے پاس حاضر ہوکر شہادت دینے پر قدرت ہو، یعنی اتنی تاخیر کرنا کہ قاضی کے پاس حاضر ہونے کے لئے درکار ہے وہ موجب فسق نہ ہوگی اس سے زائد تاخیر موجب فسق ورد ہوگی (حموی علی الاشباہ ۲/ ۳۲۴)۔

۴- الف- جہاں نظام قضاء موجود وہاں کے قاضی کا فیصلہ اسکے حدود قضاء کے مسلمانوں کے لئے لازم ہے۔

ب- قاضی کا اعلان ریڈیو ٹی وی کے ذریعہ نشر کیا جائے تو یہ اعلان اس کے حدود قضاء کے لئے اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔

ج- صرف اپنے صوبہ کے لئے اعلان سلطان کا درجہ رکھے گا ''قال ابن الماجشون لا يلزمهم بالشهادة إلا لأهل البلد الذى تثبت فيه الشهادة إلا أن يثبت عند الإمام الأعظم فلزم الناس كلهم؛ لأن البلاد فى حقه كالبلد الواحد إذا حكمه نافذ فى الجميع'' (فتح الباری ۴/ ۱۲۳)۔

لہذا دوسرے علاقوں کے مسلمانوں پر اس کی تعمیل واجب نہ ہوگی، بلکہ وہ محض ایک خبر ہے جس پر کوئی اعتماد کرے تو عمل کرتا ہے ورنہ نہیں۔

د- ریڈیو کو اگر اس کا پابند کیا جائے اور وہ اس کی پابندی کرے کہ علماء کی طرح سے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے بلا ردوبدل اس کو نشر کرے تو پھر کسی غیر مسلم کے اس اعلان پر اعتماد کرنا

دال ہے جیسے تار و خط وغیرہ پر اعتماد کیا جاتا ہے، جبکہ ان کے لئے بھی غیر مسلم کا واسطہ ہوتا ہے۔

۵- الف و ب- ایسے علاقوں میں ان کو قریب کے علاقوں کی رؤیت کا اعتبار کرنا چاہئے، جبکہ مطلع دونوں کا ایک ہو ہمیشہ تیس دن کا اعتبار کرنا اور اسکے قرب و جوار کے متحد المطلع علاقوں کی رؤیت کا اعتبار نہ کرنا صحیح نہیں اور محض ماہرین فلکیات کا قول اس بارے میں معتبر نہ ہوگا۔

ج- اس کے لئے حضرت مفتی محمد شفیعؒ و دیگر علماء نے جو تجویز کی ہے وہ بہتر ہے آپ نے "جواہر الفقہ" میں لکھا ہے:

"حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند علماء کو ضرور لیا جائے جو شرعی ضابطہ شہادت کا تجربہ رکھتے ہیں اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کرنا نہ ہو، بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے یہ ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر کوئی فیصلہ کر دیتی ہے تو فیصلہ تو شہادت کی بنیاد پر ہو چکا اب صرف اعلان کا کام باقی ہے اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طور پر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دے دے اور مرکزی کمیٹی اس صورت میں اس کو اپنا فیصلہ کہہ کر نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا فیصلہ بتلا کر اس طرح نشر کرے کہ مرکزی کمیٹی کے سامنے اگر کوئی شہادت نہیں آئی بلکہ فلاں ذیلی کمیٹی نے جس میں فلاں فلاں علماء شریک ہیں شہادت کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا ہے ہم اس فیصلہ پر اعتماد کر کے اعلان کر رہے ہیں"

(جواہر الفقہ ۱/ ۴۰۲-۴۰۳)۔

اس تجویز میں حکومت کا ذکر ہے، لیکن اگر اسلامی حکومت نہ ہو جیسے ہندوستان کو وہاں علماء بھی ہر شہر میں کمیٹیاں قائم کر کے ایک کو مرکز بنا سکتے ہیں اور کسی بھی ذیلی کمیٹی کے فیصلہ کا وہ اعلان ملک بھی کے لئے کر سکتی ہے، مگر صرف ریڈیو اسٹیشن کے اعلان پر جب کہ ایسی منظم صورت

نہ ہو دوسری جگہوں کی کمیٹیاں فیصلہ نہ کریں، بلکہ اور ذرائع ابلاغ سے تحقیق کر کے فیصلہ کریں جس کی صورت اوپر لکھی گئی ہے ہاں، البتہ مختلف ریڈیو اسٹیشن کی جگہ کے بارے میں چاند ہو جانے کی خبر دیں اور استفاضہ کی صورت ہو جائے تو اس پر اعتماد کرنا درست ہے اور اس پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ کتنی جگہوں کا اعلان درکار ہوگا اس سلسلہ میں صحیح یہ ہے کہ کمیٹی کو اطمینان ویقین ہو جائے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے:

بعض فقہاء نے پچاس اور بعض نے کم وبیش کا عدد متعین کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ تعداد کوئی متعین نہیں قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعتماد پر مدار ہے بعض اوقات سو آدمیوں کی خبر کم ہے اور بعض اوقات دس بیس کی خبر سے ایسا یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے (رؤیت ہلال ر ۴۳)۔

رؤیت ہلال اور مطالع کی تحدید

مفتی نسیم احمد قاسمی ☆

الف، ب- رؤیت ہلال کے سلسلے میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کی دو آراء ہیں:

۱- بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ اگر کسی ایک جگہ رؤیت شرعی طریقہ پر ثابت ہو جائے تو پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل کرنا لازم ہو جائے گا۔ فقہائے احناف کا قول ظاہر اور امام نوویؒ کی صراحت کے مطابق بعض شوافع کی یہی رائے ہے (حاشیہ مسلم شریف ۱/۳۴۸)۔

۲- دوسری رائے زیادہ مناسب اور قابل عمل ہے وہ یہ کہ قریبی ممالک میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور دور دراز کے ممالک میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔ اب رہا سوال کہ قریبی اور دور دراز ممالک کی مسافت کیا ہوگی۔ تو اس سلسلہ میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر ایک شہر کی رؤیت تسلیم کر لینے کے نتیجہ میں دوسرے شہر میں مہینہ ۲۹/دن سے کم یا ۳۰/دن سے زائد ہو جائے تو ایسے دو شہروں کا مطلع مختلف قرار دیا جائے گا اور ایسے دو شہروں میں سے ایک شہر میں رؤیت کا ثبوت دوسرے شہر میں واجب التسلیم نہیں ہوگا، مثلاً ہندوستان میں رمضان کا مہینہ ۲۹/شعبان کی مقامی رؤیت کی باضابطہ شہادت کے بعد شروع ہوا اور اس حساب سے جس دن

☆ سابق نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ۔

ہندوستان میں ۲۸ر رمضان ہوا اسی دن سعودیہ سے عید الفطر کے چاند دیکھنے کا اعلان ہوا اب سعودی عرب کے اس اعلان کو ہندوستان میں بھی تسلیم کرلیا جائے تو مہینہ ۲۸ر دن کا رہ جائے گا۔

لہذا ہندوستان اور سعودی عرب کا مطلع مختلف قرار پائے گا اور ایک ملک کی رؤیت دوسرے ملک کے لئے معتبر نہیں ہوگی۔ اس کے برخلاف اگر کسی شہر میں رؤیت تسلیم کرنے کی صورت میں مہینہ ۲۸ر دن یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو تو ایسے دو شہروں کا مطلع ایک سمجھا جائے گا، اس سلسلہ میں حضرت کریبؓ کی حدیث بنیادی حیثیت رکھتی ہے، انہوں نے ملک شام میں اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا یہ جمعہ کی شب تھی، حضرت امیر معاویہ نے بھی چاند دیکھا تھا اور اس حساب سے انہوں نے روزہ رکھنا شروع کیا پھر رمضان کے اخیر میں مدینہ طیبہ آگئے۔ جب انہوں نے ابن عباس سے شام میں چاند دیکھنے کا تذکرہ کیا تو ابن عباس نے ان کی خبر کو مسترد کردیا (مسلم شریف ۱/۳۴۸، ترمذی ۱/۱۰۷)۔

مدینہ میں ہفتہ کے دن چاند نظر آیا تھا اور ملک شام میں جمعہ کے دن ملک شام میں دو صحابی حضرت کریبؓ اور امیر معاویہ نے چاند دیکھا اور اسی حساب سے روزہ رکھنا شروع کردیا مگر ابن عباس نے اختلاف مطالع کا لحاظ کرتے ہوئے اہل مدینہ کے لئے ملک شام کے ثبوت رؤیت کو واجب التسلیم قرار نہیں دیا۔

مشہور فقیہ علامہ ابن رشد مالکی نے اپنی مشہور تصنیف بدایۃ المجتہد میں اس مسئلہ پر علماء کا اتفاق اور اجماع بیان کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: "**أجمعوا على أنه لا يراعى ذلك في البلدان النائية كالاندلس والحمائر**" (بدایۃ المجتہد ۱/۲۷۸)، شمس العلماء علامہ کاسانیؒ نے بھی بلدان نائیہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے (بدائع الصنائع ۲/۸۳)۔

مطالع کی تحدید

ج- جس مقام پر رؤیت کا ثبوت ہوا ہے اس سے اتنے دور مقام پر کہ جہاں کی

تاریخوں میں ایک دن یا اس سے زیادہ کا فرق عادۃً نہ ہوتا ہو وہاں شرعی طریقہ کے مطابق رؤیت کے ثبوت کے بعد حکم رؤیت دونوں مقامات کے لوگوں کے لئے لازم ہوسکتا ہے، چونکہ ہندوپاک، بنگلہ دیش اور نیپال کے اکثر حصوں کے درمیان عام طور پر چاند کی تاریخوں میں ایک دن کا بھی فرق نہیں ہوتا ہے، اس لئے ان قریبی ممالک یا ان کے شہروں میں کسی جگہ شرعی طریقہ کے مطابق ثبوت رؤیت فراہم ہوجانے کے بعد ان ملکوں کے دوسرے تمام علاقوں کے لئے رؤیت ہلال کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، امارت شرعیہ بہار اڑیسہ کا اس سلسلہ میں یہ فیصلہ ہے:

"عام طور پر غیر منقسم ہندوستان کا مطلع ایک ہے، البتہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ہندوستان یا پاکستان کے بعض آخری کناروں کے شہر ایسے ہوں جو وسطی اور مرکزی ہندوستان کے بجائے دیگر ممالک سے اس قدر قریب ہوں کہ عادۃ وہاں کی رؤیت ان دوسرے ممالک کے مطابق ہوتی ہو۔ مثلاً کیرلا کے ساحلی علاقوں کی دوسرے قریبی علاقوں کے ساتھ قربت یا پاکستان کے بعض سرحدی علاقوں کی ایران یا افغانستان سے قربت ایسی صورت میں دور دراز کے صرف ایسے شہروں میں رؤیت ہو اور اندرون ملک کہیں بھی رؤیت نہیں ہوتی ہو تو قاضی اور دیگر ذمہ دار علماء کو احتیاط اور تیقظ کے ساتھ فیصلہ کرنا ہوگا" (تجاویز رؤیت ہلال منعقدہ مجلس ۱۹۹۳ء)۔

قاضی کا فیصلہ اپنے دائرہ اثر تک محدود رہے گا:

ب- اتحاد مطلع کی صورت میں کسی بھی علاقہ یا ملک میں اس علاقہ کے قاضی اور جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں مقامی مستند علماء یا ذمہ دار رؤیت ہلال کمیٹی یا اس ملک کے ارباب حل وعقد کے ذریعہ کئے گئے فیصلہ کا نفاذ اسی علاقہ یا ملک تک محدود ہوگا، اس کا نفاذ دوسرے علاقوں یا ممالک کے لئے نہیں ہوگا، لہذا جب کسی مقام سے قاضی یا مقامی رؤیت ہلال کمیٹی کے ذریعہ رؤیت ہلال کے ثبوت کا فیصلہ ہوگا تو اس کا نفاذ اس خطہ تک محدود رہے گا دوسرے خطہ کے قاضی یا رؤیت ہلال

کمیٹی پر اس اعلان کی پابندی نہیں ہوگی "لأن اجتهاد القاضی لا یثبت فی ولایة غیره" (فتح القدیر)۔

ہدایہ میں ہے: "قضاء القاضی محدود فی ولایته"

علامہ ابن ماجشون نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ

مقررہ حدود اور دائرہ اختیار کے باہر قاضی کی حیثیت ایک عام آدمی جیسی ہوتی ہے اس لئے مقررہ حدود ہی تک اس کے فیصلہ کا نفاذ ہوگا اور باہر کے لوگوں کے حق میں اس کا فیصلہ لازم اور نافذ نہیں قرار پائیگا۔

اسی طرح مفتی اعظم ہندوپاک مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

اگر مفتی صاحب خود بھی آکر دوسرے شہر کے قاضی یا مفتی کے پاس اپنا فتویٰ بر بنائے شہادت بیان کریں جب بھی ان کے قول پر افطار کا حکم دینا اور افطار کرنا کسی کے لئے جائز نہیں (قدیم فتاوی دار العلوم دیوبند ۳/ ۶۴)۔ ان فقہی عبارات اور فقہا کے اقوال کی روشنی میں پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال یا کسی بھی ملک میں وہاں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذریعہ کیا ہوا فیصلہ یا اعلان صرف اسی ملک یا علاقہ کے لئے ہوگا، ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے جائز نہ ہوگا کہ وہ شمول پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، دوسرے ملک کا اعلان سن کر اس کے مطابق عمل شروع کردیں، جب تک خود ان کے صوبے کے قاضی یا جہاں نظام قضاء قائم نہ ہو وہاں علاقہ کے ذمہ دار معتمد علماء یا نمائندہ رؤیت ہلال کمیٹی اصول شرع کے مطابق ثبوت و تحقیق کے بعد اپنے فیصلہ کا اعلان نہیں کردیں۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبر کا حکم

۱- ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ خبر نشر ہونے کی دو صورت ہوسکتی ہے:

الف-ریڈیو ٹیلی ویژن کے ذریعہ رؤیت ہلال کی خبر اس طرح نشر ہو کہ ۲۹ رشعبان کو فلاں جگہ رمضان کا چاند نظر آیا یا چاند دیکھا گیا تو چاہے خبر نشر کرنے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو اس خبر پر عمل کرنا اور اسے معتبر تسلیم کرنا درست نہیں ہوگا اور ریڈیو کی اسطرح کی خبر کا اعتبار کرکے اس کی بنیاد پر کسی دوسرے جگہ رؤیت کا فیصلہ کرنا درست نہیں ہوگا۔

ب-ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر رؤیت ہلال کی خبر نشر ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی صوبہ کے قاضی یا مقامی نمائندہ رؤیت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار علماء نے شرعی اصول کے مطابق شہادت اور تحقیق و تفتیش کے بعد رؤیت کا فیصلہ کیا اور اب محکمۂ ریڈیو کی طرف سے اناؤنسر اس فیصلہ کو متعینہ الفاظ کے ساتھ اس قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی یا علماء کی طرف منسوب کرکے بحیثیت نمائندہ ریڈیو پر نشر کرتا ہے تو اس طرح کا اعلان درست اور قابل عمل قرار پائے گا۔

واضح رہے کہ ریڈیو کا اس طرح کا اعلان بھی صرف انہیں لوگوں کے لئے قابل عمل قرار پائے گا جو اسی شہر یا اس کے قرب و جوار کے رہنے والے ہیں جہاں کے قاضی یا نمائندہ رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف منسوب کرکے وہاں کے ریڈیو اسٹیشن سے یہ اعلان نشر ہوا ہے ان لوگوں کے لئے اس اعلان کے مطابق رمضان کے چاند کی صورت میں روزہ رکھنا اور عید کے چاند کی صورت میں افطار واجب ہوگا۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں قاضی کا اعلان، اعلان سلطان کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ ظن غالب حاصل ہونے کے لئے ریڈیو کی خبر توپ داغنے اور قندیلوں کو روشن کرنے سے زیادہ مفید ہے اور ریڈیو ٹیلی ویژن کی اطلاع واعلان پر اطمینان توپ کی آواز قنادیل کی روشنی سے حاصل شدہ اطمینان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قوی ہوتا ہے، نیز تجربات سے یہ بات ثابت ہے کہ ریڈیو اسٹیشن سے فیصلہ انہیں الفاظ اور متعینہ جملوں میں نشر ہوتا ہے جو اس کے حوالہ کیا جاتا ہے اس طرح ریڈیو کے ذریعہ غلبہ ظن ضرور حاصل ہوجاتا ہے اور رؤیت کے باب

میں حصول غلبہ ظن ہی کافی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے: "غلبة الظن حجة موجبة للعمل" (رد المحتار ۲/۹۰۹)۔ البتہ ریڈیو ٹیلی ویژن کی خبر سن کر دوسرے خطہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے لئے اس کے مطابق فیصلہ کرنا دوست نہیں ہوگا، بلکہ قاضی اور رؤیت ہلال کے لئے ضروری ہوگا کہ بذریعہ فون یا کسی اور معتمد ذریعہ سے جہاں سے رؤیت کے ثبوت کا اعلان ہوا ہے وہاں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں سے تحقیق کرے اور اس کی بنیاد پر فیصلہ کرے۔

ٹیلی فون کا حکم

ٹیلی فون، خط کے مشابہ ہے اور خطوط کے بارے میں اگر یہ اطمینان حاصل ہو جائے کہ وہ اصلی ہیں جعلی اور غلط نہیں ہیں تو ان کے مقتضاء پر عمل کر کے فیصلہ کرنا درست ہوگا، اسی طرح جب ٹیلی فون کے بارے میں یہ اطمینان ہو جائے کہ یہ پیغام جس شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ واقعی اسی کا ہے اور فون پر خبر سننے والا اس شخص کی آواز کو پہلے سے پہچانتا بھی ہے اور جس شخص طرف سے اسے رؤیت کے فیصلہ کی مصدقہ خبر موصول ہوئی ہے وہ دیندار مسلمان ہے تو اس کی خبر کو معتبر مان کر بدرجہ خبر اس پر عمل درست ہوگا۔

میرے نزدیک ٹیلی فون کے ذریعہ موصولہ فیصلہ کی مصدقہ خبر کے مطابق دوسری جگہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے لئے فیصلہ کرنا درست ہوگا۔

تنہا تار ٹیلی گرام اور وائرلیس کی خبر حجت اور قابل اعتبار نہیں ہے اور محض ان چیزوں کے ذریعہ ملی خبر کے مطابق فیصلہ کرنا ہرگز درست ہوگا۔ مفتی محمد شفیعؒ صاحب نے لکھا ہے کہ۔

وائرلیس یعنی لاسلکی پیغام اور ٹیلیگراف (تار) کی خبروں کا ثبوت ہلال وغیرہ امور دینیہ میں کسی حال میں اعتبار نہیں نہ شہادت کے درجہ میں آسکتے ہیں اور نہ خبر شرعی کے اور نہ ہلال رمضان ان سے ثابت ہوسکتا ہے اور نہ ہلال عیدین (فتاویٰ دار العلوم دیوبند قدیم ۳/۶۰-۶۱)۔

روزہ و افطار کے لئے بصری رؤیت کا اعتبار ہے

اسلام کے احکام و مسائل کے مخاطب ہر عام و خاص، عالم و جاہل، ماہر فلکیات اور علم فلکیات سے نابلد اشخاص ہیں، اس لئے شریعت اسلامی نے احکام کا مدار ایسے امور پر نہیں رکھا ہے جن تک ہر شخص کی رسائی ممکن نہ ہو۔ ثبوت رمضان و عیدین کو بصری رؤیت سے متعلق کیا گیا ہے کہ ہر شخص چاند دیکھ سکتا ہے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں رہتا ہو اور چاہے جاہل ہو یا عالم اس کا مدار فلکیاتی حساب آلات اور فنی چیزوں پر نہیں رکھا گیا ہے، کیونکہ ہر شخص ماہر فلکیات نہیں ہوتا ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا مرة تسعاً وعشرين ومرة ثلاثين" (بخاری شریف ۱/۲۵۶)۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ حساب و کتاب سے ناواقف ہیں مہینہ کبھی ۲۹ر دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ر دن کا ہوتا ہے۔

اور رمضان المبارک کا روزہ رکھنے اور عید الفطر کے لئے بصری رؤیت کو کافی قرار دیتے ہوئے فرمایا: "صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن أغمي عليكم فاقدروا له ثلاثين" (مسلم شریف ۱/۳۴۷)، اسی طرح ترمذی کی ایک روایت میں جناب نبی کریم ﷺ نے ثبوت ہلال رمضان سے پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا اور ہلال رمضان کی رؤیت پر روزہ رکھنے اور ہلال عید کی رؤیت پر افطار کرنے کا حکم دیا۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"قال رسول الله ﷺ: لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن حالت دونه غيابة فأكملوا ثلاثين يوماً" (ترمذی ۱/۱۰۷)۔

ان احادیث کا ماحصل یہ ہے کہ رمضان وعیدین کا مدار شریعت نے بصری رؤیت پر رکھا ہے لہذا ثبوت ہلال رمضان وعیدین کے لئے فلکی آلات اور دیگر چیزوں کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا ہے، اس کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے بس اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ رتاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اسے اصول شرعی کی روشنی میں قبول کیا جائے گا اور شرعی طور پر چاند کی شہادت فراہم ہوجانے کے بعد یہ کہہ کر کہ چاند دیکھنے والے کو غلط فہمی ہوئی ہے شہادت رد کرنا درست نہیں ہوگا، فلکیاتی حساب سے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا ہے، بلکہ محض علم ظنی حاصل ہوتا ہے۔ یہ انسان کا بنیا ہوا نظام ہے جس میں خطاوصواب کا احتمال ہے، لہذا اسے بنیاد بنا کر شریعت کے اصول کو نظر انداز کرنا ہرگز درست نہیں ہوگا۔

رمضان کی رؤیت کا ایک شخص کی شہادت پر فیصلہ کرنا

اس صورت میں جبکہ ۲۹ رشعبان کو مطلع ابر آلود ہوا ور ایک شخص کی شہادت کی بنا پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو، اس کے بعد رمضان کی تیس تاریخ مکمل ہوچکی ہو اور ۳۰ رشام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا، تو کیا اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی یا یہ سمجھا جائے گا کہ جب فرد واحد نے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ رتاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا اختلاف ہے شیخین امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ رتاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ جب فرد واحد نے رمضان کی رؤیت کی شہادت دی تھی اسے

مغالطہ ہوا یا کہ اس نے غلط بیانی سے کام لیا، مگر امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دیکر عید منائی جائے گی۔

البتہ اگر رمضان کے آغاز کا اعلان قاضی نے ۲۹ / شعبان کو مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں دو شخصوں کی شہادت کی بناء پر کیا تھا تو اس صورت میں بالاتفاق ۳۰ / رمضان کی شام کو چاند نظر نہ آنے کے باوجود اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی (فتاویٰ تاتارخانیہ ۱/ ۳۵۴)۔

۳- الف- ثبوت رمضان کے لئے جب کہ مطلع صاف نہ ہو۔ غبار آلود یا ابر آلود ہو تو ایک عادل مسلمان مرد یا عورت آزاد یا غلام کی شہادت کافی ہے اور اس کے لئے لفظ شہادت اور مجلس قضاء بھی ضروری نہیں ہے، اسی طرح ثبوت ہلال رمضان کے لئے مستور الحال کی شہادت بھی کافی ہے (ہدایہ ۱/ ۹۵)۔

البتہ اس صورت میں ہلال عید الفطر کے ثبوت کے لئے نصاب شہادت ضروری ہے، یعنی یہ کہ کم سے کم دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عورتیں شہادت دیں (رد المحتار ۲/ ۳۸۶)۔

موجودہ عہد میں عدالت کے مطلوبہ معیار پر عام طور پر لوگ نہیں اتر پاتے ہیں، اس لئے اگر کوئی شخص صوم وصلوۃ کا پابند ہو اعلانیہ طور پر معصیت میں مبتلاء نہ ہو اور معاشرہ میں جھوٹا نہ سمجھا جاتا ہو تو اسے عادل سمجھا جائے گا اور اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

اگر آسمان صاف ہو غبار آلود یا ابر آلود نہ ہو تو رمضان اور عید الفطر کے ثبوت کے لئے عام طور پر فقہاء احناف جمع کثیر کی خبر کو ضروری قرار دیتے ہیں اور جمع کثیر سے مراد یہ ہے کہ رمضان یا عید الفطر کی رؤیت کی خبر اتنے افراد دیں جن کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو اور ان حضرات کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے (ہدایہ ۱/ ۹۶)۔

اب رہا یہ سوال کہ کتنے افراد کو جمع کثیر کہا جائے گا اور کیا اس کی کوئی تعداد متعین ہے۔

اس سلسلے میں مفتی بہ مذہب یہ ہے کہ کتنے افراد کو جمع کثیر کہا جائے گا، یہ قاضی کی رائے اور فیصلہ پر منحصر ہے، جتنے لوگوں کی خبر سے قاضی کو غلبۂ ظن حاصل ہو جائے اس کے نزدیک جمع کثیر ہوگا۔ امام ابوحنیفہ نے اس سلسلہ میں دو اشخاص کے شہادت کو بھی کافی قرار دیا ہے صاحب ''بحر'' نے اسی کو اختیار کیا ہے، صاحب افقیہ نے لکھا ہے کہ اگر شہر کے باہر سے آنے والے ایک شخص یا کسی اونچی جگہ پر کھڑے ہونے والے ایک شخص نے اگر شہادت دی تو اس ایک شخص کی خبر کو بھی کافی جانا جائے گا (درمختار علی ہامش ردالمحتار ۲/۳۸۸)۔

علامہ ابن نجیم مصری اس روایت کو مفتی بہ قرار دیا ہے (البحر الرائق)۔

ب- کیا قاضی کے پاس جا کر شہادت دینا ضروری ہے؟

رؤیت ہلال میں جہاں ایک طرف شہادت کی جہت پائی جاتی ہے وہیں دوسری طرف اس میں اخبار کی جہت بھی پائی جاتی ہے، اس لئے بنیادی طور پر فقہاء نے اس کے لئے مجلس قضاء اور عند القضاء کو ضروری قرار نہیں دیا ہے، البتہ جہاں نظام قضاء یا نظام امارت موجود ہو وہاں قاضی یا امام المسلمین کے پاس جا کر چاند دیکھنے والوں کے لئے شہادت دینا ضروری ہے۔

البتہ جن مقامات میں قضاء یا امارت کا نظام موجود نہ ہو یا موجود تو ہو، مگر چاند دیکھنے والے دیہی علاقوں میں رہتے ہوں اور ان کے لئے مرکزی یا مقامی دار القضاء میں آکر شہادت دینا ممکن نہ ہو تو ایسے اشخاص اپنی آبادی کے مستند اور ثقہ علماء یا محلّہ کی مسجد کے امام کے پاس جا کر شہادت دیں۔

فقہاء کرام نے رمضان کی رؤیت کو ''اخبار'' تسلیم کیا ہے اور اسی بنیا پر رمضان کی رؤیت کی شہادت میں فقہاء نے شرائط شہادت اور الفاظ شہادت مثلاً ''أشھد'' وغیرہ کی قید نہیں لگائی ہے، البتہ عید الفطر عید الاضحی اور دیگر تمام مہینوں کی رؤیت کے لئے نصاب شہادت اور لفظ شہادت ضروری ہے۔

بلا عذر شہادت میں تاخیر

ج- رؤیت ہلال کا مسئلہ ان امور دینیہ میں سے ہے جن پر شریعت اسلامی نے عبادات اور بعض احکام کی بنیاد رکھی ہے، لہٰذا شریعت اسلامی نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ قمری ماہ کی ۲۹ رتاریخ کو چاند دیکھنے کا اہتمام کریں فقہاء کرام کی صراحت کے مطابق ۲۹ر شعبان اور ۲۹ ررمضان کو چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا فرض کفایہ ہے، اگر آبادی کے چند افراد نے بھی چاند دیکھنے کی کوشش نہیں کی تو ساری آبادی کے لوگ گنہگار رہوں گے۔

ہر وہ شخص جس نے چاند دیکھا ہو اس کے لئے ممکنہ عجلت کے ساتھ اپنے متعلقہ ذمہ داروں تک پہنچ کر شہادت دینا ضروری اور لازم ہے تا کہ بروقت اعلان ہو سکے پردہ نشین خواتین نے بھی اگر چاند دیکھا ہو تو ان کے لئے ذمہ داروں تک پہنچ کر شہادت دینا ضروری ہے یہاں تک کہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ امور دینیہ میں اداء شہادت میں بلا عذر تاخیر موجب فسق ہے اور اس بلا عذر تاخیر کی بنیاد پر قاضی ان کی شہادت رد کر سکتا ہے۔

البتہ عذر کی بناء پر تاخیر مثلاً ایک شخص نے دور دراز جگہ میں چاند دیکھا اور اس کے لئے معتمد عالم دین، امام مسجد یا مقامی رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں تک سواری نہ ہونے کی وجہ سے پہنچنا ممکن نہ ہو تو اس کی طرف سے تاخیر موجب فسق نہیں قرار پائے گی، اسی طرح معمولی تاخیر بھی موجب فسق نہیں ہوگی۔

قاضی کا فیصلہ اپنے حلقہ تک محدود ہوتا ہے

۴- الف- اس صورت میں صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء موجود ہے اگر وہاں کے قاضی چاند ہونے کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا، اصل یہ ہے کہ جس علاقہ یا

صوبہ میں ارباب حل وعقد نے کسی شخص کو ''قاضی'' منتخب کرلیا اور کسی شخص کے ''امیر'' ہونے پر اتفاق کرلیا اور اس امیر نے اپنی طرف سے قضاۃ مقرر کئے تو قاضی کا جو فیصلہ بھی حلقہ اور دائرہ اختیار بوقت تقرری مقرر کیا گیا اس خاص حلقہ اور دائرہ اختیار کے تمام مسلمانوں پر قاضی کا فیصلہ نافذ اور لازم ہوگا، اگر وہ ثبوت اور تحقیق کے بعد ۲۹ رشعبان کو رمضان کے چاند دیکھنے کا اعلان کرلے تو اگلے دن سے روزہ رکھنا اور ۲۹ ررمضان کو عید الفطر کے چاند کے اعلان کی صورت میں افطار اور عید کی نماز پڑھنا لازم وضروری ہوگا، البتہ جو لوگ قاضی کے حلقہ اور دائرہ اثر سے باہر رہتے ہوں ان کے حق میں قاضی کا اعلان اور فیصلہ لازم نہیں ہوگا، جیسا کہ صاحب ''ہدایہ'' نے لکھا ہے:

''قضاء القاضی محدود فی ولایته'' (ہدایہ)۔

ریڈیو کے ذریعہ قاضی کا اعلان

ب- قاضی کی طرف سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں نشر کیا جانے والا اعلان' اعلان سلطان کے حکم میں ہوتا ہے اور جس طرح اعلان سلطان پر عمل ضروری ہے، اسی طرح قاضی کی طرف سے متعینہ الفاظ اور جملے کے ساتھ کئے جانے والے اعلان پر بھی عمل ضروری ہوگا بلکہ ریڈیو، ٹیلی ویژن کے ذریعہ قاضی کے فیصلہ کا اعلان توپ داغنے اور قندیل کی روشنی سے بھی زیادہ قوی اور اطمینان بخش ہے اور اس کے ذریعہ اس سے بڑھ کر غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے۔

ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت ہلال کا اعلان کیا جائے تو یہ اعلان صرف اسی صوبہ یا علاقہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا جہاں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے، دوسرے صوبہ اور علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں وہ اعلان محض ایک خبر ہے ان

لوگوں کے حق میں اس اعلان کی حیثیت اعلان سلطان کی نہیں ہوگی، لہذا اور لوگوں کے لئے اس اعلان کے مطابق روزہ رکھنا اور افطار درست نہیں ہوگا، البتہ وہاں کے لئے مقرر قاضی رؤیت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار علماء اسے تسلیم کرنے کا اعلان کر دیں تو پھر وہاں کے مسلمانوں کے لئے اس پر عمل ضروری ہوگا (تجاویز رؤیت ہلال امارت شرعیہ منعقدہ مجلس ۱۹۸۳ء)۔

معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے

د- ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ رؤیت ہلال کا مسئلہ دیانت کے قبیل سے ہے اور دیانت کے باب میں کافر کا قول معتبر نہیں ہے، اس لئے اگر ریڈیو کا معلن کافر ہو تو اس اعلان کا اعتبار نہیں ہوگا، مگر اس سلسلہ میں راقم الحروف کا خیال یہ ہے کہ معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر تجربات سے یہ بات ثابت ہو کہ ریڈیو اسٹیشن سے قاضی کا اعلان انہیں متعینہ الفاظ اور جملوں کے ساتھ ہوتا ہے جو قاضی کی طرف سے محفوظ طریقہ سے بھیجا جاتا ہے اور اس میں اسٹیشن والوں کی طرف سے ردو بدل نہ کیا جاتا ہو اور معلن قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کرتا ہو تو اس کے ذریعہ ہونے والے اعلان پر اعتماد کر لینا کافی ہوگا چاہے وہ غیر مسلم کیوں نہ ہو۔

جہاں رؤیت ممکن نہ ہو وہاں کا حکم

ہ- الف- ب- وہ علاقے جہاں بالعموم مطلع آبر آلود رہتا ہے اور بہت کم چاند کی رؤیت قمری ماہ کی ۲۹ رتاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ پارس جیسے دیگر ممالک۔ اس طرح

کے علاقے اور ممالک کے مسلمانوں کو اگر قریبی بلاد یا ممالک سے اصول شرع کی روشنی میں ۲۹ر شعبان کو رمضان کی رؤیت اور ۲۹ر رمضان کو عید کی رؤیت کا ثبوت نہ ملے تو پھر ارشاد نبوی ﷺ: "فإن أغمي عليكم فاقدوا له ثلاثين" (مسلم شریف ۱ر ۳۴۷) کے بموجب وہاں کے مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ۳۰ر دن کا مہینہ شمار کر کے رمضان وعیدین کا فیصلہ کریں۔

ریڈیو کے اعلان پر دوسرے صوبہ کے علاقہ کے ذمہ داران کا فیصلہ کرنا

ج- ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رؤیت کے ثبوت کا فیصلہ ہو جانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے رؤیت کا جو اعلان کرتے ہیں دوسرے علاقوں کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں۔

یہ مسئلہ درحقیقت کتاب القاضی الی القاضی کے ذیل میں آتا ہے۔جس کے لئے فقہاء بعض شرائط مقرر کی ہیں۔

ریڈیو کے ذریعہ قاضی کی طرف سے کیا جانے والا اعلان کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، کیونکہ ریڈیو کے اعلان کی صورت میں ان شرائط کا تحقق نہیں ہوتا ہے جو کتاب القاضی الی القاضی کے لئے ضروری ہے، لہذا محض ریڈیو کے اعلان پر چاہے وہ اعلان کسی قاضی یا ذمہ دار رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف کیوں نہ منسوب ہو، دوسرے علاقے کے قاضی یا دیگر ذمہ دار حضرات کے لئے فیصلہ کرنا درست نہیں ہوگا، بلکہ ضروری ہوگا کہ فون یا کسی اور مستند ذریعہ سے اس قاضی سے رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران سے اس اعلان کی تصدیق کر لیں جس کے حوالہ سے ریڈیو نے اعلان کیا ہے پھر تصدیق ہو جانے کی صورت میں انہیں اعلان کرنے کا اختیار ہوگا۔

رؤیت ہلال اور اعلان کے اصول وضوابط

مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی ☆

صوم رمضان کا ثبوت

بنیادی طور پر رمضان کے روزے کا ثبوت دو طریقے سے ہوتا ہے، رؤیت ہلال جب کہ مطالع صاف ہو اور شعبان کے تیس دن پورے کرنے سے جب کہ فضا ابر آلود ہو، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" (بقرہ:۱۸۵)

اور حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

"صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين" (ابن ماجہ ۱/ ۵۳۰)۔

رمضان کی بابت رؤیت ہلال کے اصول

۱- اول یہ کہ اگر مطلع ابر آلو ہو تو اس وقت اکثر علماء کے نزدیک رمضان کے ثبوت کے لئے ایک شخص کی شہادت کافی ہے (شرح الزرقانی علی مؤطا امام مالک ۲/ ۱۵۴، المسوق شرح المؤطا ۱/ ۲۸۷)۔ صحیح قول کے مطابق یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے، مہذب میں لکھا ہے:

☆ استاذ المعہد العالی حیدرآباد۔

فی القدیم والجدید یقبل من عدل واحد وھوا لصحیح (المجموع شرح المہذب ۶/ ۲۷۷، نیز دیکھئے: فتح العلام ۴/ ۱۶)۔

احناف اور حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے (المغنی ۳/ ۷، التمہید ۱۴/ ۳۵۵، ترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ ۱/ ۱۴۸، شرح المہذب ۶/ ۲۸۲)، عبداللہ بن مبارک، ابوثور اور ابن عربی کا رجحان اسی طرف ہے (ترمذی ۱/ ۱۴۸، احکام القرآن لابن العربی ۱/ ۸۳-۸۴)، اور دیگر علماء کرام بھی اسی طرف مائل ہیں (شرح المہذب ۶/ ۲۸۲)۔ عطاء عمر بن عبد العزیز اوزاعی، لیث، اسحاق بن راہویہ، داؤد، ماجشون (حوالہ سابق عمدۃ القاری ۵/ ۱۰/ ۲۸۱، احکام القرآن للجصاص ۱/ ۲۰۲)، عبد اللہ بن حسن (التمہید ۱۴/ ۳۵۴)، اور امام مالک نے دو عادل اشخاص کی گواہی کو ضروری قرار دیا ہے (المدونۃ الکبری ۱/ ۱۸۴، احکام القرآن لابن العربی ۱/ ۸۳، تفسیر قرطبی ۲/ ۲۹۴، ترمذی باب فی الصوم فی الشہادہ)۔

جمہور علماء نے حدیث مرفوع اور آثار صحابہ سے استدلال کیا ہے۔

الف- "روی عن ابن عباس قال: جاء أعرابی إلی رسول اللہ ﷺ، فقال: أبصرت الهلال الليلة! فقال: أتشهد أن لااله إلا الله وأن محمد عبده ورسوله: قال: نعم، قال يا بلال! أذن في الناس فليصوموا غدا" (ترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ ۱/ ۱۴۸، ابوداؤد باب شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال رمضان)۔

ب- علامہ ابن قدامہ نے حضرت علیؓ ابوہریرہ اور عائشہ سے نقل کیا ہے۔

"قال علی و أبوهريرة و عائشة: لأن أصوم يوما من شعبان أحب إلي من أن أفطر يوما من رمضان" (حوالہ سابق المغنی ۱/ ۷)۔

ج- امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے۔

"قال ابن عمر: أخبر ت رسول الله ﷺ أني رأيت الهلال، فصام وأمر الناس بالصيام" (ابوداؤد باب فی شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال رمضان، المستدرک ۱/ ۵۸۵، قال الحاکم

صحیح علی شرط مسلم)۔

د-امام بیہقی حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔

"قال ابن عمر و ابن عباس: إن رسول الله ﷺ أجاز شهادة رجل على رؤية هلال رمضان" (السنن الکبری باب الشہادۃ علی رؤیۃ ہلال رمضان ۴/ ۲۱۲)۔

قسم (الف) والی حدیث میں آپ ﷺ نے ایک اعرابی کی شہادت پر روزہ رکھنے کا حکم صادر فرمایا، اسی طرح تیسری (ج) حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر کی رؤیت ہلال کی اطلاع پر خود بھی روزہ رکھنے اور صحابہ کرام کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، یہ امر مسلم ہے کہ آپ ﷺ کا ہر عمل ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے (بدائع الصنائع ۲/ ۸۱)، پھر یہ کہ حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کے آثار سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ ایک شخص کی خبر ثبوت رمضان کے لئے کافی ہے۔

روزے میں احتیاط کا تقاضہ بھی یہی ہے (المغنی ۳/ ۷)، اس احتیاطی پہلو کے پیش نظر حضرت علیؓ نے ایک شخص کی شہادت کو قبول فرمایا۔

امام مالک اور دوسرے اہل علم حضرات رمضان کی رؤیت ہلال کو شوال و ذی الحجہ کی رؤیت ہلال پر قیاس کرتے ہیں (تفسیر قرطبی ۲/ ۲۵۴)، مزید ان کا مستدل درج ذیل احادیث بھی ہیں:

۱-"عن عبد الرحمن بن خطاب أن رسو ل الله ﷺ قال: فإن غم عليكم فأتموا ثلاثين يوما فإن شهد شاهدان مسلمان فصوموا وأفطروا (سنن النسائي، قال الشوكاني: ذكره إلى حافظ في التلخيص ولم يذكر فيه قدماء وإسناده لا بأس به على اختلاف فيه" (نیل الاوطار ۴/ ۲۷۳)۔

وشهد شاهدا عدل، نسكنا بشهادتها (المدونۃ الکبری ۱/ ۱۷۴)۔

نیل الاوطار میں لکھا ہے

"سکت عنه أبو داؤد والترمذی، ورجاله رجال الصحيح، إلا الحسين بن الحارث الجدلي وهو صدوق ،وفيه........والحارث بن حاطب المذكوره له صحبة (نیل الاوطار ۴/ ۲۷۳)۔

ج- "روی عن علي بن أبي طالب قال: اذاشهد رجلان مسلمان على رؤية الهلال فصوموا أوقال: فأفطروا" (المدونۃ الکبری ۱/ ۱۷۴)۔

جمہور کے دلائل پر ایک نظر

الف- امام ترمذی کے بقول اعرابی والی حدیث سماک بن حرب کے اکثر شاگرد مرسل ہی روایت کرتے ہیں (سنن الترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ) جب کہ ولید بن أبی ثور وزائدۃ سماک بن حرب سے متصل روایت کرتے ہیں (سنن الترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ)۔

سچ بات تو یہی ہے کہ اعرابی والی حدیث بعض سندوں سے موصول مروی ہے اور بعض سندوں سے مرسل روایت کی گئی ہے، محدثین کے نزدیک اس طرح کی حیثیت استدلال متصور ہوتی ہے، کیونکہ موصول روایت کے راوی ثقہ کی زیادتی مقبول ہے چنانچہ امام نووی نے ابن عباس کی روایت کی بابت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

ج- ابن عمرؓ کی خبر کے بارے میں اشکال کیا جاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان سے پہلے کسی نے بھی دیکھا ہو؟ لیکن یہ اشکال بادی النظر میں بے بنیاد معلوم ہوتا ہے ابن عربی رقم طراز ہیں:

"وهذا تحكم وزيادة على السبب ولو كان هنا جائزا،لبطل كل خبر تقدير الزيادة فيه" (حوالہ سابق)۔

امام دارقطنی کہتے ہیں:

"تفرد به مردان بن محمد عن ابن وهب وهو ثقة"(الجامع لأحکام القرآن ۲/ ۲۹۴)۔

حاکم فرماتے ہیں:

"صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه"(المستدرک ۱/ ۵۸۵)۔

امام نووی تحریر کرتے ہیں:

"إسناده على شرط مسلم" (مرقاۃ ۲/ ۵۰۷)۔

۲- دوم یہ کہ اگر ۲۹/ ماہ شعبان کو مطلع ابر آلود فضا مکدر ہے اور کہیں سے رؤیت ہلال کی شہادت بھی نہیں آئی تو امام ابوحنیفہ، امام مالک اور صحیح قول کے مطابق امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک شعبان کے تیس دن پورے کرکے روزہ رکھنا شروع کریں گے(شرح صحیح مسلم للنووی ۱/ ۳۴۷، شرح الزرقانی ۲/ ۱۵۴، التعلیق الممجد علی مؤطا الامام محمد ۲/ ۶۹، الہندیۃ الباب الثانی رؤیۃ الہلال ۱/ ۱۹۷، فتح الباری ۲/ ۱۵۴، شرح المہذب ۶/ ۲۷۹)، مذاہب اربعہ میں سے حنابلہ کے نزدیک ماہ شعبان کے تیسویں دن کا انتظار نہیں کیا جائے گا، بلکہ ماہ شعبان ۲۹/ ایام کے متصور ہوں گے اور رمضان شروع ہو جائے گا(المغنی ۳/ ۶)، یہی حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عمرو بن العاصؓ ابوہریرہؓ، انسؓ، معاویہؓ، عائشہؓ اور اسماءؓ کا مذہب ہے، بکر بن عبداللہ، ابوعثمان نہدی، ابن ابی مریم، مطرف، میمون بن مہران، طاؤس اور مجاہد اسی طرف گئے ہیں(حوالہ سابق) گویا کہ ایسی صورت حال میں بقول جمہور وہ دن شعبان کی تیسویں تاریخ ہوگی اور حنابلہ کے بقول رمضان کا پہلا دن ہوگا۔

علماء کا ایک تیسرا طبقہ ہے جن کا کہنا یہ ہے کہ مطلع کی آلودگی کے وقت علم نجوم اور فلکیاتی حساب پر عمل کیا جائے گا، اگر اس کے مطابق ۲۹/ شعبان کو چاند کا طلوع یقینی ہے تو رمضان ثابت ہو جائے گا گرچہ بصری رویت نہ ہو سکے، اس نقطۂ نظر کے حامل ابن قتیبہ (الجامع لأحکام القرآن ۲۰/ ۲۹۳، شرح المہذب ۶/ ۲۷۶)، ابوالعاص ابن سریج شافعی (شرح المہذب ۶/ ۲۷۶، فتح

الباری ۴/ ۱۵۳)، مطرف بن عبداللہ شخیر تابعی (الجامع لأحکام القرآن ۲/ ۲۹۳، شرح المہذب ۶/ ۲۷۶)، سبکی شافعی محمد بن مقاتل (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۴۵)، بعض جلیل القدر تابعین اور بعض فقہاء بصریین ہیں۔

تینوں طبقے کا مستدل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے۔

"عن ابن عمرؓ أن رسول الله ﷺ ذكر رمضان فقال: لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فإن غم عليكم فاقدروا له"۔

"فاقدرو له"، کے معنی میں اختلاف ہے حنابلہ نے "ضيقوا له العدد وقدروه تحت السحاب" ترجمہ کیا ہے (المغنی ۳/ ۶، شرح المہذب ۶/ ۲۷۶)۔

بقول ابن قدامہ تضییق کا مطلب یہ ہے کہ شعبان کا مہینہ ۲۹/ روز کا قرار پائے گا، "والتضييق له أن يجعل شعبان تسعة وعشرين يوما" (المغنی ۳/ ۶)، مطرف بن عبداللہ اور ابن قتیبہ وغیرہ قدروہ بحساب المنازل کے الفاظ ترجمہ کیا ہے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء نے قدرو اتمام العدد ثلاثین یوما معنی بتایا ہے (شرح المہذب ۶/ ۲۷۰، شرح الزرقانی ۲/ ۱۵۴، احکام القرآن لابن العربی ۱/ ۱۲)۔

حنابلہ کی دلیلیں

۱- قرآن مجید نے ایک جگہ اس معنی میں استعمال کیا ہے۔

"يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر" (الرعد: ۲۶)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"ومن قدر عليه رزقه" (الطلاق: ۷) "أي ضيق عليه" (المغنی ۳/ ۶)۔

۲- دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل ہے (السنن الکبری باب الصوم لرؤیۃ الہلال ۴/ ۲۰۴، ابوداود باب الشہر یکون تسعاً وعشرین)۔

جمہور کی دلیلیں

جمہور کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجمل ہے اس کی تفسیر خود حضرت عبداللہ بن عمر کی دوسری روایت کرتی ہے:

"أن رسو ل الله ﷺ قال: فإن غم عليكم فأكملوا العدة ثلاثين"

(بخاری شریف ۲، ۳/ ۶۳ بیروت)۔

حاکم عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"...فإن غم عليكم فاقدرا له وأعلموا أن الشهر لا تزيد على ثلاثين"

(المستدرک ۱/ ۵۸۵)۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

"عن عبد الله بن عمر قال:قال رسول الله ﷺ: الشهر هكذا وهكذا ثلاث مرات بيديه، ثم قبض في الثالثة إبهامه، فإن غم عليكم فأتموا ثلاثين"

(السنن الکبری، باب الصوم لرؤیۃ الہلال ۴/ ۲۰۵)۔

نیز حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کے شواہد بکثرت ہیں، ان میں چند پیش کیا جاتا ہے:

۱۔"عن أبي هريره يقول:قال النبي ﷺ فإن غبي عليكم فأكملوا عدة ثلاثين" (بخاری شریف، مسلم باب وجوب رمضان لرؤیۃ الہلال ۱/ ۳۴۷)۔

۲-حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے:

فإن حالت دونه غيابة فأكملوا ثلاثين يوما قال أبو عيسى: حديث ابن عباس حديث حسن صحيح (ترمذی باب فی الصوم لرؤیۃ الہلال والإفطار ۱/ ۱۴۸)۔

۳-حضرت عائشہ کہتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ يتحفظ من هلال شعبان مالا يتحفظ من غيره،ثم يصوم لرؤيته رمضان فإن غم عليه عد ثلاثين يوما ثم صام(السنن الکبری باب الصوم لرؤیۃ الہلال ۴/۲۰۶)۔

مزید حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کے شواہد حذیفہ کی حدیث ہے جس کو ابن خزیمہ نے نقل کی ہیں، ابوبکرہؓ طلق بن علیؓ کی روایتیں جنہیں امام بیہقی نے اپنے سنن میں جگہ دی ہیں، اس کے علاوہ اور بھی دوسرے صحابہ کرام سے شواہد ملتے ہیں (فتح الباری ۴/۱۰۲)۔

''صحیح بخاری'' کے مشہور شارح حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"ذكر البخاري حديث ابن عمر من وجه أحدهما بلفظ: فإن غم عليكم فاقدرو اله، والأخر بلفظ: فأكملوا العدة ثلاثين، وقصد بذالك بيان المراد من قوله فاقدروا له (حوالہ سابق ۴/۱۵۳)۔

شارح بخاری علامہ کرمانی تحریر فرماتے ہیں:

"فاقدروا له 'بحمل' و"فاكملوا العدة تفسيره"(شرح البخاری للکرمانی ۴/۹۰)۔

ابوبکر حصاص رقم فرماتے ہیں:

"وقد بين في حديث آخر معنى قوله فاقدروا له بنص لا تأويل فيه، وهو عن نافع عن أبي عمر أن رسول الله ﷺ ذكر عنده شهر رمضان فقال لا تصوموا حتى تروالهلال فإن غم عليكم فاقدروا ثلاثين" (احکام القرآن للجصاص ۱/۲۰۲)۔

اصل مہینہ کا باقی رہنا ہے اور اس کا پائے تکمیل تک پہنچنا لہذا اس اصل کو بغیر اسی درجہ یقین کے ترک نہیں کیا جا سکتا ہے اور وہ رؤیت ہلال ہے، لہذا اگر ۲۹ رکو چاند نظر آجاتا ہے تو دوسرے دن روزہ رکھیں گے ورنہ نہیں صاحب ''ہدایہ'' تحریر فرماتے ہیں:

"لأن الأصل بقاء الشهر فلا ينقل عنه إلا بدليل ولم يوجد"

(ہدایہ ۱/ ۲۱۳)۔

جہاں تک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فعل کی بات ہے تو وہ حدیث موقوف کے درجہ میں ہے، اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جب مرفوع اور موقوف احادیث باہم متعارض ہوں تو مرفوع حدیث کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

نیز حضرت عائشہ آپ ﷺ کا عمل نقل کرتی ہیں تیس دن شمار کرنے کے بعد روزہ رکھتے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ حضور ﷺ کا فعل صحابی کے عمل کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہے۔ابوبکر جصاص نے تو ابن عمرؓ کا قول جمہور کے مثل نقل کیا ہے:

"والتأول الثانی هو الصحيح وهو قول عامة الفقهاء وابن عمر راوی الحديث" (احکام القرآن للجصاص ۱/ ۲۰۱)۔

لغوی معنی کے اعتبار سے دونوں ہی کا احتمال ہے، جہاں قدر، کے معنی تنگ کرنے کے آتے ہیں وہیں شمار و انداز کرنے کے بھی آتے ہیں، لیکن جب متکلم بذات خود اس کے ایک معنی کی تعیین کر دے تو پھر اب اس میں تاویل و تخصیص کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔

"وأما المفسر فهو ماظهر المراد به من اللفظ ببيان من قبل المتكلم بحيث لا يبقى معه احتمال التاويل وا لتخصيص" (اصول الشاشی/ ۲۲)۔

فلکیاتی حساب کا اعتبار

رؤیت ہلال کی بابت شمس وقمر اور ستارے کے حساب کا اعتبار جو لوگ کرتے ہیں ان میں قدیم علماء میں سے ابن قتیبہ، ابو العباس سریج شافعی، شرف بن عبداللہ بن شغیر تابعی، سبکی شافعی، محمد بن مقاتل قاضی عبدالجبار، بعض اجلہ تابعین بعض فقہاء بصریین (شرح المہذب ۶/ ۲۷۹)

اور بعض فقہاء احناف کی بھی یہی رائے ہے (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۴۵-۲۴۶، التمہید ۱۴/ ۳۵۰، الاشباہ والنظائر لابن نجیم ر ۱۷۳)، قاضی ابو الطیب نے بھی اس رائے کو اختیار کیا (شرح المہذب ۶/ ۲۷۰)، اور عصر حاضر کے بعض ارباب علم وفن بھی اس کے قائل ہیں۔ محدث مطرف کی جانب اس رائے کی نسبت مشکوک ہے، ابن سیرین کہتے ہیں:

"إنه لا يصح عن مطرف" (شرح الزرقانی ۲/ ۱۵۵)۔

ابن عربی نے بھی تحقیق کی روشنی میں لکھا ہے

"وليس بصحيح عنه والله اعلم" (التمہید ۱۴/ ۳۵۲)۔

بعض کتابوں میں امام شافعی کی طرف بھی یہ رائے منسوب ملتی ہے لیکن یہ نسبت درست نہیں ہے (فتح الباری ۴/ ۱۵۴)۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"والمعروف عن الشافعي ما عليه الجمهور" (شرح المہذب ۶/ ۲۷۹، التمہید ۱۴/ ۳۵۳، شرح الزرقانی ۲/ ۱۵۴)۔

علم نجوم وفلکیات کے قائلین کی دلیل

ان حضرات کی دلیل درحقیقت قیاس ہے، وہ یہ کہ علم ہیئت وفلکیات سے چاند کے طلوع ہونے کا غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے، جس طرح سے ایک قابل اعتماد شخص کی خبر پر قاضی رمضان کے ثبوت کا فیصلہ کرتا ہے جب کہ خبر واحد سے غلبہ ظن ہی حاصل ہوتا ہے، لہذا علم نجوم وہیئت وفلکیاتی حساب خبر واحد کے مشابہ ہو گئے۔

"لأنه سبب حصل له به غلبة ظن، فأشبه مالو أخبره ثقة شاهده" (شرح المہذب ۶/ ۲۷۰)۔

دوسری دلیل ”فاقدروا له“ ہے جس کا معنی قدروہ بحساب المنازل کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء اس نظریہ کے مخالف ہیں (رسائل ابن عابدین ۱/۲۴۶-۲۴۹)۔

جمہور فقہاء ان مذکورہ تمام احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو صحیح ہونے کے ساتھ صریح ہیں۔ امام نووی رقم فرماہیں:

”واحتج الجمهور بالروايات التى ذكرها وكلها صحيحة صريحة فاكملوا لعدة ثلاثين، واقدروا له ثلاثين وهى مفسرة روايته فاقدروا له المطقة“ (شرح المہذب ۶/۲۷۰-۲۷۹)۔

اہل نجوم وحساب کی دلیل پر ایک ناقدرانہ نظر

چاند وستارے کے منازل سے ”فاقدروا له“ کی تاویل نادرست ہے، کیونکہ یہ تاویل قرآنی آیت سے متصادم ہے اللہ تعالی فرماتے ہیں:

”يسئلونک عن الأهلة، قل هى مواقيت للناس“ (بقرہ)۔

ابوبکر رازی اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: ”فعلق الحكم فيه برؤية الأهلة“ (احکام القرآن ۱/۲۰۱)۔

اس کی تائید ان تمام احادیث سے ہوتی ہے جن سے جمہور علماء استدلال کرتے ہیں ،جن میں روزہ رکھنے اور افطار کو رویت ہلال پر معلق کیا گیا ہے اور ابن عمر کی مطلق حدیث فاقدروا لہ کی تفسیر وثلاثین سے کی گئی ہے آیت احکام کے مشہور مفسر ابوبکر حصاص کہتے ہیں:

”وليس هذا القول ممايسوغ الاجتهاد فيه لدلالة الكتاب ونص السنة وإجماع الفقهاء بخلافه وقوله العلماء صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته، فإن غم

علیکم فعدوا ثلاثین هو أفضل في اعتبار الشهر ثلاثین، إلا أن یری قبل ذلک الهلال" (حوالہ سابق، نیز دیکھئے: تمہید ۱۴؍۳۵۲)۔

علامہ محمد زرقانی کہتے ہیں:

"والإجماع حجة علیهم" (شرح الزرقانی ۲؍۲۵۴)۔

خاتم المحققین شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے کہا:

"وقیل: فاقدروا بحساب منازل القمر وهو ضعیف" (المسوی شرح الموطا ۱؍۲۸۷)۔

شریعت پوری انسانی دنیا کے لئے نازل ہوئی اس میں عالم انسانی کی فطرت وطبیعت کا حتی الوسع لحاظ رکھا گیا ہے، خاص طور پر عبادات میں انسان کو ایسی بات کا مکلّف بنایا گیا ہے جس کا حصول آسان ہو ہر خاص وعام کے دسترس میں ہو، اس کی واضح نظیر استقبال قبلہ ہے، جس میں اشتباہ قبلہ کے وقت بندہ کی خود تحری جس رخ کی طرف نشاندہی کرے وہی اس کا قبلہ قرار پاتا ہے جدید ٹکنالوجی قبلہ نما کا مکلّف نہیں بنایا اسی طرح نمازوں کے اوقات کے علم کا دارومدار سورج کی واضح گردش پر رکھا گیا ہے جسے تمام نوع انسان چشم بینا سے دیکھ کر نماز کے وقت پتہ لگا سکتا ہے، رمضان کا روزہ اور عیدین بھی عبادت ہے۔

ان میں بھی شریعت نے علم ہیئت ونجوم اور فلکیاتی تحقیق کے تکلف میں پڑنے کے بجائے رؤیت ہلال کو معیار قرار دیا، چنانچہ صحیح حدیث میں اس کی صراحت ہے

"صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته"

"کان رسول الله ﷺ یتحفظ من هلال شعبان مالا یتحفظ من غیره، ثم یصوم لرؤیته رمضان، فإن غم علیه عد ثلاثین یوما ثم صام" (حوالہ سابق ۴؍۲۰۶)۔

اور ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ کا قول وفعل بہترین نمونہ ہے۔ "لقد کان لکم

في رسو ل الله أسوة حسنة(محمد)۔

بلکہ نجومیوں کے پاس جانے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے اگر کوئی نجومی کی بات تصدیق کرتا ہے تو اس سے کفر لازم آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"من أتی کاهنا أو منجما فقد کفر بما أنزل علی محمد ﷺ"۔

علامہ شامی اس حدیث کی تحقیق ان الفاظ میں کی ہے:

"قال العلامة نوح في حاشیة الدرر والغرر: والحدیث أخرجه أصحاب السنن والحاکم، وصححه بلفظ من أتی کاهنا أو منجما فصدقه بما قال فقد کفر بما انزل علی محمد وأخرجه أبویعلی بسند جید من أتی عرّافا أو ساحرا أو کاهنا"(رسائل ابن عابدین ۱/۲۴۵)۔

نجومی کے قول یا فلکیاتی حساب کو صحیح سمجھنا درست نہیں ہے بلکہ اگر کوئی فلکیاتی تحقیق کو حدیث کے مقابل میں اٹل تسلیم کرتا ہے تو اس کا ایمان خطرہ میں ہے اگر صرف علامات کی حد تک مانتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں علامہ شامی نے کہا"هو أصل المذهب فاحفظه" (حوالہ سابق ۱/۲۴۶)۔

رمضان وعیدین عبادت ہے اللہ تعالی عبادات میں بندوں کو اتنے ہی کا مکلّف بناتا ہے جتنا عام انسانوں کے بس میں ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں بالتصریح موجود ہے۔

"لا یکلف الله نفسا إلا وسعها"(بقرہ) ابوبکر جصاص کی تحریر ملاحظہ ہو:

"فعلق الحکم برؤیة الأهلة ولما کانت هذه عبادة تلزم الکافة لم یجز أن یکون الحکم فیه متعلقابمالایعرفه إلا خواص الناس"

لہذا اگر فلکیاتی حساب کا لوگوں کو مکلّف بنایا جائے تو ان کے حق میں باعث مشقت ثابت ہوگی، کیونکہ اس علم سے مخصوص افراد ہی واقف ہیں:

"لأن الناس لو كلفوا ذلك لشق عليهم؛ لأنه لايعرفه إلا أفراد والشرع إنما يكلف الناس بما يعرفه جماهيرهم" (شرح صحیح مسلم للنووی ۱/۷ ۳۴۲)۔

نتیجۃً اختلاف پیدا ہوگا، ایک علاقہ کے لوگ روزے سے ہوں گے دوسرے علاقے کے لوگ غیر روزے دار ہوں گے۔

"ويصح أن يرى في إقليم دون آخر فيؤدى ذلك إلى اختلاف الصوم عند أهلها مع كون الصائمين منهم لا يصومون على طريق مقطوع به"

جہاں تک ان حضرات کا یہ استدلال ہے اس سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ خبر واحد کے مشابہ ہے۔

اول: اس سے غلبہ ظن کا دعوی قرین صواب سے دور معلوم ہوتا ہے اہل فن کی رائیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی رہتی ہیں ہر ایک کی اپنی ایک تحقیق ہوتی ہے جس کا تجربہ آئے دن کیلنڈروں، جنتریوں اور تقویموں کے سلسلے میں ہوتا رہتا ہے، علم ریاضی کے مشہور معروف امام ابو ریحان البیرونی نے اپنی کتاب "والآثار الباقية عن القرون الخالية" میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ہلال کے سلسلے میں قطعی حساب لگانا ناممکن ہے۔

"ولا يثبت الهلال بقول منجم أي حاسب يحسب سير القمر لا في حق نفسه ولا غيره، لأن الشارع أناط الصوم والفطر والحج برؤية الهلال لا بوجوده إن فرض صحة قوله فالعمل بالمراد الفلكية وإن كانت صحيحة لا تجوز (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۲/ ۶۰۰)۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رابطۂ عالم اسلامی کی تجاویز یہاں نقل کردی جائیں جن میں بچشم رؤیت ہلال کو ترجیح دی گئی ہے اور فلکیاتی حساب کا اعتبار نہ کرنا طے پایا ہے۔

"فإن للمسلمين في تلك المناطق وماشابهما أن يأخذوا بمن يتقون

به من البلاد الاسلامية التي تعتمد على الرؤية البصرية الهلال دون الحساب بأي شكل من الأشكال" (قرارات مجلس المجمع الفقہ الاسلامی ۶۶/ ط ۱۴۱۰ھ)۔

۳-اگر مطلع صاف ہوتو شوافع کے نزدیک ثبوت رمضان کے لئے ایک عادل شخص کی شہادت کافی ہے (شرح المہذب ۶/ ۲۷۶) جب کہ مالکیہ خبر مستفیض کو ضروری قرار دیتے ہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۶۰۰)، یہی قول احناف کا بھی ہے (احکام القرآن للجصاص ۱/ ۲۰۲، ہندیہ ۱/ ۱۹۸، سراجیہ/ ۳۰، رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۳۴)، خبر مستفیض کا مطلب یہ ہے کہ ایک اتنی بڑی جماعت چاند دیکھنے کی شہادت دے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا عادۃً محال ہو (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۳۴، نیز ملاحظہ ہو: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۶۰۰)۔

عیدالفطر کی بابت رویت ہلال کے اصول

۱-اگر مطلع ابر آلو ہو تو سوائے ابوثور (احکام القرآن لابن العربی ۱/ ۸۴، فقہ السنہ ۱/ ۳۶۷، شرح الزرقانی ۲/ ۱۵۴) کے ائمہ اربعہ (التمہید ۱۴/ ۳۵۵، عمدۃ القاری ۵/ ۱۰/ ۲۸۱، المدونۃ الکبریٰ ۱/ ۱۷۴، احکام القرآن لابن العربی ۱/ ۸۳، ہندیہ ۱/ ۱۸۹)، اور تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ دو عادل گواہان سے رویت ہلال ثابت ہوگی، علامہ عبدالبر لکھتے ہیں:

"فأجمع العلماء على أنه لا تقبل في شهادة شوال في النظر إلا رجلان عدلان" (التمہید ۱۴/ ۳۵۴)۔

۲-فضا غبار زدہ ہے کہیں سے رویت بصری کی اطلاع بھی دستیاب نہیں ہوئی ایسی صورت حال میں اکثر فقہاء کے نزدیک دوسرے روز رمضان کی تیس تاریخ کو بھی روزہ رکھیں گے، حنابلہ اس دن عیدالفطر منانے کے قائل ہیں وہ ایسی صورت میں ۲۹/روز کا مہینہ مانتے ہیں، اصل ان کی دلیل عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث "فاقدروا له أي ضيقوا له العدد" ہے اس کا

تفصیلی جواب پیچھے گزر چکا ہے، اس لئے یہاں اس اعادہ مناسب معلوم نہیں ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"ذکر البخاری حدیث ابن عمر من وجهین أحد بلفظ "فإن غم عليكم فاقدروا له والآخر بلفظ فأكملوا العدة ثلاثين وقصد بذلك بيان المراد من قوله فاقدروا له فأكملوا العدة يرجع إلى الجملتين" (فتح الباری ۴/ ۱۵۳)۔

ایک روایت میں بالتصریح ہے:

"فإن غم عليكم فأكملوا صوم ثلاثين ثم أفطروا" (مسلم)۔

۳- اگر مطلع بے غبار ہو، فضاء صاف ہو، تو مالکیہ واحناف کے نزدیک ثبوت ہلال کے لئے خبر مستفیض ضروری ہے دیگر حضرات کے یہاں دوشہادت کافی ہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۶۰۰)۔

دوسرے فقہاء کی دلیل حضرت عبدالرحمان بن زید بن خطاب ربعی بن حراش کی مرفوع روایتیں ابن عمر ابن عباس اور عمرؓ کے آثار ہیں، مالکیہ واحناف ان احادیث کو حالت غیم سے مقید کرتے ہیں اور دوسری حدیث مرفوع سے استدلال کرتے ہیں: "الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون قال ابو عیسی: غریب حسن" (ترمذی)۔

خبر مستفیض شرط کی تحقیق

اگر مطلع صاف ہے تو احناف و مالکیہ کے نزدیک خبر مستفیض کی شہادت ضروری ہے، خواہ ماہ رمضان ہو یا شوال، لیکن اب تحقیق طلب مسئلہ یہ ہے کہ خبر مستفیض کا اطلاق کتنی تعداد پر ہوگا، اس سلسلے میں مالکیہ کے نزدیک عرف پر مبنی ہے کہ اتنی بڑی تعداد رؤیت ہلال کی شہادت دے جن کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً و عادۃً ناقابل تصور ہو، ڈاکٹر وھبہ زحیلی کے الفاظ میں:

"رؤية الجماعة الكثيرة يومن تواطؤها على الكتاب و يفيد خبرها العلم" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۶۰۰)۔

احناف فقہاء کی آراء مختلف ہیں، امام ابو یوسفؒ سے پچاس کی تعداد مروی ہے (سراجیہ/ ۳۰)، ابن خلف بن ایوب پانچ سو کی تعداد کو بھی کم تصور کرتے ہیں اور امام محمد بلا تعیین امام وقت کے صواب دید کی طرف محول کرتے ہیں (رسائل ابن عابدین ا/ ۲۳۴، مزید دیکھئے: الہندیہ ا/ ۱۹۸، فتح القدیر ۲/ ۳۲۴، سراجیہ/ ۳۰)۔ علاء الدین حصکفی امام محمد کے قول کو علی المذہب قرار دیا ہے (الدر المختار علی ہامش الرد ۲/ ۱۰۱)۔ مواہب میں اس کی تصحیح کی گئی ہے، شرنبلالی کا بھی یہی خیال ہے (رد المختار ۲/ ۱۰۱)، "بدائع الصنائع" میں ظاہر الروایہ کی صراحت ہے (بدائع الصنائع ۲/ ۸۰)۔ ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ ہر مسجد سے ایک دو لوگ آ کر رویت ہلال کی اطلاع دیں (البحر الرائق ۲/ ۲۶۹)، علامہ ابن الہمام صاحبین کے صحیح قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "والحق ما روى عن محمد وأبي يوسف أيضا أن العبرة لتواتر الخبر ومجيئة من كل جانب (فتح القدیر ۲/ ۳۲۴)۔

رسائل ابن عابدین میں اسکی وجہ پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے۔

"لا مجرد الاستفاضة؛ لأنها قد تكون مبنية على إخبار رجل واحد فيشيع الخبر عنه" (رسائل ابن عابدین ا/ ۲۵۳)۔

خبر مستفیض کی شرط اس لئے لگاتے ہیں کہ مطلع بے غبار کے وقت ایک آدمی کو رویت میں مغالطہ ہوسکتا ہے، مشہور حنفی فقیہ برھان الدین مرغینانی لکھتے ہیں:

"لأن التفرد بالرؤية في مثل هذه الحالةيوهم الغلط، فيجب التوقف فيه حتى يكون جمعا كثيرا" (ہدایہ)۔

حسن امام ابوحنیفہ سے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں کہ مطلق دو شخص کی شہادت

کافی ہے خواہ مطلع ابر آلود ہو یا صاف ہو، چنانچہ علامہ ابن نجیم اپنی مایہ ناز کتاب ''البحر الرائق'' میں رقم کرتے ہیں۔

''وروی الحسن عن أبی حنیفة أنه یقبل فیه شهادة رجلین وامرأتین سواء کان باالسماء علة أو لم یکن کما روی فی هلال رمضان أنه تقبل فیه شهادة الواحد العدل سواء کا ن فی السماء علة أولم یکن'' (البحر الرائق ۲/۲۶۹، نیز ملاحظہ ہو: ردالمحتار ۲/۱۰، بدائع الصنائع ۲/۸۱)۔

اسی قول کو علامہ ابن نجیم اور شامی نے ترجیح دی ہے، انہوں نے اس کی علت یہ بتائی کہ حالات وزمانہ پر یہ مسئلہ مبنی ہے، پہلے صورت حال یہ تھی کہ لوگ چاند دیکھنے کا اہتمام کرتے تھے، بڑے شوق وذوق سے ہلال کا معائنہ کرتے تھے، اب ایسی بات نہیں رہی، لوگوں نے سستی وکاہلی کو راہ دینے ہی پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ دیکھنے والے پر جملہ چست کرتے ہیں، انہیں برا بھلا کہتے ہیں لہذا:

''ینبغی العمل علی هذه الروایة فی زماننا'' (البحر الرائق ۲/۲۷۹، ردالمحتار ۲/۱۰۱)۔

علامہ شامی اس روایت کو ترجیح دینے کا سبب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''ولو اشترط فی زماننا الجمع العظیم لزم أن لا یصوم الناس إلا بعد لیلتین أو ثلاث وحینئذ فلیس فی شهادة إلا ثنین تفرد بین الجمع الغفیر حتی یظهر غلط الشاهد فانتفت علی ظاهر الروایة فتعین الافتاء بالروایة الاخری'' (ردالمحتار ۲/۱۰۱)۔

زیر بحث مسئلہ میں معتدل راہ

ہمارے خیال میں فی زمانہ حسن کی روایت کو ترجیح حاصل ہونی چاہئے، کیونکہ رویت

ہلال کے مسئلہ میں بنیادی عنصر قاضی یا ہلال کمیٹی کو اطمینان قلب ہونا ہے اس کی تائید رؤیت ہلال سے متعلق دوسری فقہی جزئیات سے ہوتی ہے، بیرون شہر سے وارد شخص کی رؤیت ہلال کی اطلاع یا بلند مقام پر سے دیکھنے والے کی شہادت کی اساس و بنیاد پر بصری رؤیت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے جب کہ مطلع صاف ہو، البتہ شاہد کا عادل ہونا شرط ہے اس کی وجہ تیقن کا حصول ہے۔

"لأنه يتيقن في الرؤية في الصحارى مالم يتيقن في الأمصار لما فيها من الكثر الغبار، وكذا إذا كان في المصر في موضع مرتفع وهلال الفطر إذا كانت السماء مصحية كهلال رمضان، فهذا يدل على ترجيح رواية الحسن" (البحر الرائق ۲/ ۲۶۹)۔

نیز ظاہر الروایہ کے مطابق اصل تعداد معتبر ہے نہ کہ جم غفیر (حوالہ سابق، رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۳۵)، جیسا کہ اس سے قبل گزرا اس کی تائید نصوص سے بھی ہوتی ہے، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس کا قول ہے:

"إن رسول الله ﷺ أجاز شهادة رجل على رؤية هلال رمضان وكان رسول الله ﷺ لا يجيز على شهادة الافطار إلا شهادة رجلين" (السنن الکبری، باب الشهادة علی رؤیة ہلال رمضان ۴/ ۲۱۲)۔

اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کا مکتوب اہل خانقین کے نام حضرت عبد الرحمن بن زید بن خطاب اور حضرت ربعی بن حراش کی مرفوع حدیثیں جن میں دو مسلم گواہان کا تذکرہ ہے ان احادیث میں فضا کی آلودگی یا بے غبار ہونے کی کوئی تفصیل نہیں ہے، مطلق کو مقید کرنے کے لئے دلیل چاہئے قیاس سے نص کو مقید کرنا درست نہیں جب کہ اس پر عمل کرنا ممکن ہو:

إن المطلق من كتاب الله تعالى إذا أمكن العمل بإطلاقه فالزيادة عليه بخر الواحد والقياس لا يجوز (اصول الشاشی/ ۱۰۹)۔

عید الفطر حقوق العباد کے قبیل سے ہے اس لئے اس میں شہادت کی تعداد ضروری قرار پاتی ہے تاکہ ثبوت میں شبہ کا امکان باقی نہ رہے۔

چاند دیکھنے والے کا فریضہ

جس کسی نے بھی چاند دیکھا ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا نوخیز باندی، تو اس کی ذمہ داری ہے کہ فوری قاضی، حاکم یا ہلال کمیٹی، کے پاس آکر رؤیت ہلال کی اطلاع دے (البزازیہ علی ہامش الہندیہ ۴/ ۲۴، الہندیہ ۱/ ۱۹۶، الدر المختار)۔

اگر خدانخواستہ اس کے علاقہ میں ان میں سے کوئی نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ جامع مسجد میں آئے اور رؤیت ہلال کی گواہی دے (ہندیہ ۱/ ۱۹۷)، اگر رمضان کا مہینہ ہے تو ایک شخص کی گواہی اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے، بشرطیکہ عادل ہو اور لوگوں کی افواہ پر نظر رکھنا ضروری ہو جاتا ہے اور اگر عید الفطر ہے یا عید الاضحیٰ، تو کم سے کم دو عادل گواہاں ہوں جو رؤیت ہلال کی شہادت دیدے، تب روزہ موقوف کرنا درست ہے (سراجیہ/ ۳۱، البزازیہ علی الہندیہ ۴/ ۲۴، البحر الرائق ۲/ ۱۶۶۷)، علامہ شامی فوری اطلاع دینے کی علت پر حلوانی کے حوالہ سے روشنی ڈالتے ہیں:

"قال الحلواني: يلزم العدل و لو أمة أو مخدرة أن يشهد في ليلة كي لا يصوم مفطرين، وهي من فروض العين" (ہندیہ ۱/ ۱۹۷)۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رائی ہلال پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے علاقے کہ قاضی کے پاس جاکر چاند دیکھنے کی شہادت دے، اگر نظام قضاء نہ ہو تو رؤیت ہلال کمیٹی کے پاس یا مقامی علماء جن کے اوپر وہاں کے باشندگان مسلمان کا اعتماد ہو کے پاس جاکر رؤیت ہلال کی شہادت دے، اگر اس منطقہ میں علماء بھی نہ ہوں اور نہ رؤیت ہلال کمیٹی ہو تو ایسی صورتحال میں جامع مسجد میں جاکر سرعام لوگوں کے سامنے شہادت دینا ضروری ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ

نے چاند دیکھنے کے بعد آپ ﷺ کے پاس جا کر رؤیت ہلال کی خبر دی (ردالمحتار ۲/۲۹)۔اسی طرح ابن عباسؓ کی حدیث میں ایک اعرابی شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور رؤیت ہلال کی اطلاع دیتا ہے اور آپ ﷺ اس کی شہادت قبول فرماتے ہیں (سنن ترمذی باب فی الصوم بالشہادۃ ۱/۱۴۸)۔

شہادت کی تاخیر

رؤیت ہلال کی شہادت میں حتی الوسع تاخیر سے بچا جانا چاہیئے، تاہم پھر بھی چند گھنٹے کی تاخیر سے منفی اثر مرتب نہیں ہوگا جیسا کہ بعض فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے، حلوانی کا مذکورہ قول اسی طرف ہے، البتہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ قاضی وغیرہ کو غور وفکر اور تحقیق کرنے کا موقع نہ مل سکے اور دوسرے دن وہ روزہ نہ رکھ سکیں، چنانچہ داماد آفندی رقم فرما ہیں:

"وفيه إشارة إلى أن شهادته لازمة لئلا يفطر الناس" (مجمع الانہر ۱/۲۳۸)۔

"موسوعۃ فقہیہ" کی عبارت سے یہی بات عیاں ہے:

"وإن وقت أعلام بالنسبة لرمضان ، هو ما قبل فجرا ليوم منه" (موسوعہ فقہیہ ۲۲/۳۹)۔

اگر کوئی معقول عذر پیش ہو تو اسے چاہیئے کہ کسی دوسرے کو رؤیت کی پوری کیفیت بتا کر شہادت کے لئے روانہ کرے، ایک دن یا اس سے زائد تاخیر کے بعد شہادت دے، تو اس میں تفصیل ہے اگر وہ شہر کے باہر سے آرہا ہے اور اس کو راستے میں اتنی تاخیر ہوگئی تو اس کا عذر مقبول ہے اور شہادت قبول کی جائے گی جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔

"من رجل من أصحاب النبي ﷺ قال: اختلف الناس في آخر يوم من رمضان، فقدم اعرابيان، فشهدا عند النبي ﷺ بالله لأهلا الهلال أمس

عشية فأمر رسول الله ﷺ أن يفطروا" (ابوداؤد: باب شہادۃ رجلین علی رویۃ ہلال شوال)۔

اس شرط کے ساتھ مطلع ایک ہو یا معمولی فرق ہو اور اگر وہ اندرونی شہر رہتے ہوئے ایک دن کی تاخیر سے شہادت دے رہا ہے، تو اس کی شہادت رد کر دی جائے گی۔

۱-الف-اختلاف مطالع کی تحقیق:

مطلع کے معنی آتے ہیں چاند نکلنے کی جگہ، اس طرح اختلاف مطالع کا مطلب ہوگا کہ ایک جگہ چاند نمودار ہو اور دوسری جگہ روپوش ہو، یہ عین ممکن ہے کہ کسی جگہ ایک دن چاند دکھائی دے، دوسری جگہ دوسرے دن۔

یہاں دو اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں، اختلاف مطالع معتبر ہے یا نہیں؟

اگر معتبر ہے تو اسکے حدود کیا ہیں؟

اتنا طے شدہ ہے کہ اختلاف مطالع پایا جاتا ہے، کیونکہ آج کل کے جدید دریافت شدہ بعض خطے ایسے ہیں کہ جہاں چھ مہینے رات اور چھ مہینے دن اور بعض علاقے ایسے ہیں جہاں چند گھنٹوں کی رات ہوتی ہے، بعض منطقے ایسے ہیں جہاں ایک منطقہ میں رات ہے تو عین اسی وقت دوسری جگہ دن ہے، کہیں عشاء کی نماز کا وقت ہے تو اس وقت دوسری جگہ ظہر کی نماز کا وقت ہے، کہیں فجر کی نماز کا وقت ہے تو عین اس وقت دوسری جگہ عصر یا مغرب کا وقت ہو چکا ہوتا ہے۔

اختلاف مطالع کے معتبر ہونے اور عدم اعتبار کے سلسلے میں بعض امور میں علماء کا اتفاق پایا جاتا ہے اور بعض امور میں اختلاف، اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ ایک شہر کے حق میں رؤیت ہلال لازم ہے، اختلاف اس میں ہے دوسرے خطے کے لوگوں کے حق میں بھی ان کی رؤیت ہلال لازم ہے یا نہیں؟

جمہور علماء اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کرتے ہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/۶۰۹، فقہ

السنہ ۱/ ۲۶۸)، لہذا ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر والے کے لئے لازم ہوگی؟ یہی ''ظاہر الروایۃ'' کے مطابق احناف کا مشہور مسلک ہے، علامہ محقق ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں:

''الأخذ بظاهر الرواية أحوط'' (فتح القدیر ۲/ ۳۱۴)۔

علامہ شامی بمالکیہ اور حنابلہ کا مذہب یہی نقل کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیتے ہیں:

''لكن المعتمد الراجح عندنا أنه لا اعتبار به، وهو ظاهر الرواية، وعليه المتون كالكنز وغيره، وهو للصحيح عند الحنابلة كما في الإنصاف، وكذا هو مذهب المالكية'' (رسائل ابن عابدین)۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

''وإذا رأى الهلال أهل بلد لزم جميع البلاد الصوم'' (مغنی ۳/ ۵)۔

امام ابولیث اور بعض شوافع بھی اس کے قائل ہیں (مغنی ۳/ ۵، شرح المہذب ۶/ ۲۷۳)۔

علماء کی ایک معتدبہ مقدار اختلاف مطالع کو معتبر مانتی ہے، یہی عکرمہ قاسم بن محمد سالم بن عبداللہ، ابن عباس، اسحاق بن راہویہ اور امام بخاری کا قول ہے (الجامع لاحکام القرآن ۲/ ۲۹۵)، جیسا کہ امام بخاری نے اپنے ترجمۃ الباب میں اس طرف اشارہ فرمایا: ''لأهل كل بلد رؤيتهم'' احناف میں امام زیلعی (تبیین الحقائق ۱/ ۳۲۱) اور علامہ کاسانی (بدائع الصنائع ۲/ ۸۳) نے اسی کو اختیار کیا ہے، شوافع کا مختار مذہب یہی ہے، امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

''وبهذا قطع المصنف والشيخ أبو حامد البندينجي وآخرون، وصححه العبدري، والرافعي والأكثرون'' (شرح المہذب ۶/ ۲۷۳)۔

مالکیہ کے نزدیک تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر امام اعظم امیر المومنین تمام لوگوں کو ایک دن عید الفطر منانے کا اعلان کریں اور ان کے نزدیک رؤیت ہلال ثابت ہوچکی ہو تو پھر ایک شہر کی رؤیت دوسرے اہل شہر کے لئے لازم ہے، ابن ماجشون لکھتے ہیں:

"لایلزم بالشهادة إلا لأهل البلد یثبت فیه الشهادة إلا أن یثبت عند الإمام أعظم ، فیلزم الناس کلهم، لأن البلاد فی حقه کالبلد الواحد، إذ حکمه نافذ فی الجمیع"(فتح الباری ۴/ ۱۵۵)۔

قرطبی فرماتے ہیں:"فإن حمل، فلا تجوز مخالفته"(الجامع لأحکام القرآن ۲/ ۹۵)۔

ابن عربی مالکی نے اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کو صحیح قرار دیا (تمہید ۱۴/ ۳۵۸)۔

علامہ ابن عبدالبر نے اسی کو اختیار کیا ہے:

"إلی القول الأول أذهب، لأنه فیه أثرا مرفوعاً ، وهو حدیث حسن تلزم به الحجة" (تمہید ۱۴/ ۳۵۸)۔

"الموسوعہ الفقہیہ" میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کو ترجیح دی گئی ہے(موسوعہ فقہیہ ۲۲/ ۳۶)۔

مانعین کی دلیل

جو لوگ اختلاف مطالع کو معتبر نہیں مانتے ہیں،ان کی دلیل آپ ﷺ کا قول، "صوموا لرؤیته، وأفطروا لرؤیته"،ان کا کہنا ہے کہ یہ خطاب عام ہے،علامہ ابن الھمام لکھتے ہیں:

"عموم الخطاب فی قوله صوموا "مطلقا بمطلق الرویة فی قوله "لرؤیته" وبرؤیة قوم بصدق اسم الرؤیة فیثبت ماتعلق به من عموم الحکم فیعم الوجوب" (فتح الباری ۲/ ۳۱۴)۔

جب روزہ رکھنے اور موقوف کرنے کا حکم مطلق رویت ہلال پر اور مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے لہذا جم غفیر کی رویت یا فرد واحد کی شہادت سے ثبوت رمضان تمام مسلمانوں کے حق میں لازم ہوگا۔

قائلین کی دلیل

جولوگ اختلاف مطالع کے قائل ہیں ان کی دو دلیلیں ہیں، ایک حدیث کریب ہے جسے ترمذی نے روایت کی ہے(ترمذی باب لکل اہل بلد رؤیتہم ا/۱۴۹)۔

۲-اوقات صلاۃ اختلاف مطالع معتبر مانتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ روزے میں معتبر نہ مانا جائے

"الموسوعۃ الفقہیۃ" میں تصریح ہے۔

"فقرر بعد مانتانه اختلاف الهلال باختلاف الآفاق وجوب أن يكون لكل قوم رؤيتهم فى الهلال كما أن لكل قوم أوقات صلوتهم" (موسوعہ فقہیہ ۳۶/۲۲، تبیین الحقائق ا/۳۲)۔

۳-"وروى أن ابا موسى الضرير قدم الاسكندرية فسأل عمن صعد على منارة الاسكندرية فيرى الشمس بزمان طويل بعد ما غربت عندهم فى البلد أيحل له أن يفطر؟فقال لا ويحك لأهل البلد؛ لأن كلا مخاطب بما عنده" (تبیین الحقائق ا/۳۲۱)۔

مانعین کی دلیل پر ایک نظر

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ روزہ رکھنا اور موقوف کرنا رؤیت ہلال سے متعلق ہے، لیکن ہر مسلمان کی رؤیت مراد نہیں ہے اور ایسا ممکن بھی ہے کہ تمام مسلمان دیکھ سکیں، بلکہ بعض اشخاص کی رؤیت مقصود ہے(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۶۰۹/۲)،لہذا یہ خطاب عام نہیں رہا نیز اگر ایک شہر کی رؤیت دوسرے اہل شہر کے لازم قرار دیا جائے تو گویا کہ ایسی چیز کا انہیں مکلّف بنا رہے ہیں جو ان سے مخفی ہے حالانکہ انسان اس کا مکلّف نہیں ہے "لا يكلف الله نفسا إلا وسعها

(سورہ بقرہ) علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں: "**لأن الناس لا يكلفون علم ماغاب عنهم في غير بلدهم ولو كلفوا ذلك لضاق عليهم**" (تمہید ۱۴/ ۳۵۸)۔

قائلین کی دلیل کا ایک جائزہ

۱- ابن عباسؓ کی حدیث سے استدلال کرنا غیر واضح ہے، کیونکہ اس میں دوسرے اور احتمالات بھی ہیں ممکن ہے کہ

الف- خبر واحد کی وجہ سے کریب کی شہادت کو رد کر دیئے ہوں (حوالہ سابق)۔

ب- خبر واحد قبول کرنے کے لئے جو شرائط مطلوب ہیں وہ ان کے نزدیک پورے نہ ہوتے ہوں (اعلاء السنن ۹/ ۱۰۲-۱۰۳)۔

ج- کریب نے دوسرے کے دیکھنے کی شہادت نہیں دی ورنہ حاکم کے فیصلہ کی شہادت اگر بالفرض تسلیم کرلیا جائے تو انہوں نے لفظ شہادت استعمال نہیں کیا اور اگر ہم تسلیم کر لیتے ہیں لفظ شہادت بولے ہیں، لیکن ایک شخص کی شہادت سے ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی کے لئے لازم قرار نہیں پاتا ہے کہ وہ بھی ایسا ہی فیصلہ کرے۔

"**لا يثبت بشهادة وجوب القضاء على القاضي**" (فتح القدیر ۲/ ۳۱۴، البحر الرائق ۲/ ۲۷۰)۔

تاہم اس کا بھی احتمال ہے کہ اختلاف مطلع کے سبب کریب کے قول کو رد کئے ہوں علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں:

"**وذلك محتمل لكون المراد أمر كل أهل مطلع بالصوم لرؤيتهم**" (فتح القدیر ۲/ ۳۱۴)۔

۲- دوسری دلیل قابل اعتبار ہے کیونکہ شریعت نے جس طرح نماز کے واسطے گردش

سورج کو اوقات صلاۃ کے لئے معیار بنایا اسی طرح رؤیت ہلال کو ثبوت رمضان اور عیدین کے لئے معیار قرار دیا ہے ''الموسوعۃ الفقہیہ'' میں لکھا ہے:

''أن البلاد المشرقية إذا كان الهلال فيها في الشعاع وبقيت الشمس تترک مع القمر إلى الجهة الغربية فما تصل الشمس إلى أفق المغرب وقد خرج الهلال عن الشاع فيراه أهل المغرب ولا يراه أهل المشرق'' (موسوعہ فقہیہ ۲۲/۳۶)۔

اختلاف مطالع کی بابت حنفی نقطۂ نظر

اس سے پہلے گزرا کہ احناف کا مشہور مذہب عدم اعتبار کا ہے، لیکن موجودہ دور میں تقریباً حنفی علماء اختلاف مطالع کے قائل نظر آتے ہیں اور متاخرین علماء میں بہیترے فقہاء معتبر مانتے ہیں جن کے سرخیل امام زیلعی ہیں وہ رقم طراز ہیں:

۱- ''والأشبه أن يعتبر؛ لأن كل قول مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار (تبیین الحقائق ۱/۳۲۱)۔

۲- ملک العلماء کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

''فيعتبر في أهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر'' (بدائع الصنائع ۲/۸۳)۔

۱-ب- اختلاف مطالع کے حدود

جو لوگ اختلاف مطالع کا اعتبار کرتے ہیں وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ قریب ملکوں میں اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے (شرح المہذب ۶/۲۷۳، فتح الباری ۴/۱۰۵، فتح العلام ۴/۱۸،

البحر الرائق ۲/ ۲۷۰، بدائع الصنائع ۲/ ۸۳، نیز حنفی نقطۂ نظر کے ذیل کے حوالہ سابق ملاحظہ ہو)، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنی دوری اس کے لئے درکار ہے؟

اس کی بابت علماء کے آراء مختلف ہیں حافظ ابن حجر نے پانچ اقوال نقل کئے ہیں:

۱-"أحدهما: اختلاف المطالع قطع به العراقيون والصيدلاني وصححه النووی فی الروضية وشرح المذهب" (شرح المہذب ۶/ ۲۷۳)۔

۲- "ثانيها: مسافة القصر قطع بها الإمام والبغوی وصححه الرافعي في الصغير والنووی فی شرح مسلم وبهذا قال الفورانی وإمام الحرمين والغزالی والبغوی وآخرون من الخراسانيين وضعفه النووی" (شرح المہذب ۶/ ۲۷۳)۔

۳- "ثالثها: اختلاف الأقاليم، وبهذا قال الصيمری وآخرون"۔

۴- "رابعها: حكاه السرخسي، فقال: يلزم كل بلد لا يتصور خفاؤه عنهم بلا عارض دون غيرهم"۔

۵- "خامسها: قول ابن الماجشون المتقدم قال ابن الماجشون: لا يلزم الشهادة إلا لأهل البلد تثبت فيه الشهادة إلا أن عند الإمام الأعظم فيلزم الناس كلهم" (فتح الباری ۴/ ۱۵۵)۔

علامہ شوکانی نے چھٹے قول کا اضافہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

۶- "سادسها: أنه لا يلزم إذا اختلف الجهتان ارتفاعاً وانحداراً، كان يكون أحدهما سهلا والأخر جبلا، أو كان بلد في إقليم" (نیل الاوطار)۔

اس کے علاوہ بھی اقوال ملتے ہیں علامہ شامی نے قہستانی کے حوالہ سے ایک ماہ کی مسافت نقل کیا ہے:

"وذكر القهستاني عن الجواهر تحديده بمسيرة شهر فصاعدا اعتبار

القصة سليمان عليه السلام قال: فإنه قد انتقل كل غدو ورواح من إقليم إلى إقليم، وبين كل من مسيرة شهر انتهى" (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۵۰، قال تعالی: غدوّہا شہر ورواحہا شہر، ایک ماہ کی مسافت چار سو اسی کیلومیٹر ہے (قضایا معاصرہ/ ۴۹۵-۲-۷ میل برابر ۸ ۱۱۵۸۴ کلومیٹر (المعجم الوسیط مادہ میل وفرسخ)۔

۸- ۲۴ رفرسخ ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہوتا ہے، ایک شرعی میل چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے، علامہ شامی نے اسی کو ترجیح دی ہے:

"وقد نبه التاج التبريزى على أن اختلاف المطالع لا يمكن فى أقل من أربعة و عشرين فرسخاً"۔

وأفتى به الوالد، والأوجه أنه تحديدة (رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۵۰)۔

۹- بعض نے مبتلی بہ کی طرف محول کیا ہے، جیسا کہ محدث یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں:

"وحد البعد مفوض إلى رأى المبتلى به، وليس له حد معين" (معارف السنن ۵/ ۳۳۷)۔

۱۰- بعض علماء نے ایک دن کے فرق کو اختلاف مطالع کا معیار قرار دیا ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے: "ينبغي أن يعتبر اختلافها إن لزم التفاوت بين البلدين بأكثر من يوم واحد" (فتح الملہم ۳/ ۱۱۳)۔

شوافع کے نزدیک پہلا قول راجح ہے،

"والبعد يعتبر باختلاف المطالع وهو الأصح عند الشوافع" (فتح الملہم ۴/ ۶)۔

علماء احناف میں علامہ عبدالحی لکھنوی نے ساتویں قول کو ترجیح دی ہے۔ "وتقدیر ش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلد دیگر نخواہد شد، ودر بلاد متقاربہ کہ

مسافت کم از کم یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلد دیگر لازم خواہد باشد" (مجموعۃ الفتاوی علی ہامش خلاصۃ الفتاوی ۱/۲۵۶)۔

"مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ" نے دسویں قول کو راجح قرار دیا ہے۔

محققین احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطلع معتبر ہے

۱- بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادتاً ان کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور دوسرے میں ایک دن کے بعد، ان بلاد بعیدہ میں اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کر دی جائے، تو مہینہ کسی جگہ ۲۸/دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۰/دن کا قرار دیا جائے گا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔

۲- بلاد قریبہ وہ شہر ہیں جن کی رؤیت میں عادتاً ایک دن کا فرق نہیں پڑتا، فقہاء ایک ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریباً ۵۰۰ یا ۶۰۰ میل ہوتا ہے، بلاد بعیدہ قرار دیتے ہیں اور اس سے کم کو بلاد قریبہ، مجلس اس سلسلہ میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ کتنی مسافت پر بدلتا ہے اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے (جدید فقہی مسائل ۲/۴۵، رؤیت ہلال کا مسئلہ/۱۱-۱۲)۔

دسواں قول نص سے قریب تر ہے، کیونکہ حدیث میں ۲۹/۳۰/روز کے مہینے ہونے کی تصریح ہے، لہذا اگر کوئی ۲۸/تاریخ کو رؤیت ہلال کی شہادت دے، یا ۳۱/تاریخ کو، قبول نہیں کی جائے گی، حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"الشهر هكذا وهكذا أوخش سليمان إصبعه في الثالثة، يعني تسعا وعشرين وثلاثين" (ابوداؤد باب الشہر یکون تسعاً وعشرین)۔

برصغیر کا مطلع

۱- ج،د- مذکورہ تصریحات سے واضح ہوتا ہے ایک دن کا فصل اختلاف مطالع کا معیار ہے اور ظاہر ہے کہ برصغیر ہندوستان بشمول پاکستان و بنگلہ دیش و نیپال وغیرہ کے مطالع کے درمیان ایک دن کا فرق واقع نہیں ہوتا ہے، بلکہ چند منٹوں یا زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے، لہذا از روئے شرع ان ملکوں کا مطلع ایک ہوگا، اس کی بابت "مجلس تحقیقات ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ" نے بھی واضح طور پر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

"ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہند و پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو، اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

مصر و حجاز سے دور دراز ملکوں کا مطلع ہند و پاک کے مطلع سے علیحدہ ہے، یہاں کی رؤیت ان ملکوں کے لئے اور ان ملکوں کی رؤیت یہاں کے لئے ہر حالت میں لازم اور قابل قبول نہیں ہے، اس لئے کہ ان میں اور ہند و پاک میں اتنی دوری ہے کہ عموماً ایک دن کا فرق ان میں واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔

اگر ملک کے کسی حصہ میں ۲۹ رتاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت ہوگیا، تو مطلع ایک ہونے کی وجہ سے دوسرے خطہ کے مسلمانوں پر اس پر عمل اس وقت لازم ہوتا ہے، جبکہ وہاں کے مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کے نزدیک اس رؤیت ہلال کے شرعی ثبوت متحقق ہو جائے (شرعی ثبوت کے شرائط، شہادت علی القضاء ملاحظہ ہو)۔

قاضی کے فیصلہ کی تحدید

۴-الف-- جس علاقہ میں نظام قضاء موجود ہے، جیسا کہ بہار، اڑیسہ، آندھرا پردیش وغیرہ دیگر صوبوں میں نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کا قاضی ثبوت رمضان وعید الفطر کا اعلان کرتا ہے، تو اس حلقۂ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا، چنانچہ صاحب ہدایہ اپنی کتاب ''التجنیس'' میں تحریر فرماتے ہیں:

اشتبه فشهدا أن قاضي بلد كذا قضى بثبوته بالشهود، لا يظهر ذلك في حق مصر آخر، ويظهر في حق رأه (البزازیہ علی ہامش الہندیہ ۴۵/۱۴)۔

شیخ الاسلام ابوالحسن کا چشم کشا فتوی ملاحظہ ہو:

''وفي فوائد نجم الدين النسفي، سئل شيخ الإسلام أبو الحسن عن قاضي قضى برؤية هلال رمضان بشهادة شاهدين عند اشتباه في مصر هل يظهر حكمه في حق مصر آخر فقال: لا، لأنه ليس تبعا له بخلاف قرى هذا المصر ومحاله وما ينسب إليه'' (غیاثیہ/۵۰، دیکھئے تاتارخانیہ ۳۵۶/۲)۔

بذریعہ تحریر اطلاع کی حیثیت

۱-ر-- شریعت میں تحریر کو کافی اہمیت دی گئی ہے قرآن مجید نے معاملات میں قلم بند کرنے کا حکم دیا ہے ولو تداینتم بدین ... فاکتبوه (سورہ بقرہ)، لیکن تحریریں ایک دوسرے کے مماثل ہوتی ہیں، آج کل تو تحریروں کی نقل ایک فن بن چکا ہے اس چابک دستی سے تحریر نقل کرلی جاتی ہے جس کا اندازہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ کون اصل تحریر ہے اور کونسی نقل تاہم فقہاء نے تحریر کو اہمیت دی ہے ایسی تمام صورتوں میں فقہاء نے تحریر کو معتبر مانا ہے جہاں قرائن سے یقین ہوجائے کہ یہ تحریر اسی شخص کی ہے جس کی طرف نسبت کی جارہی ہے خارجی قرائن مہر ثبت ہونا، دستخط کی

مکمل شناخت ہونا، نامہ رساں کا قابل اعتماد ہونا تحریر کا ممتاز ہونا وغیرہ ہیں (دیکھئے: ردالمحتار)۔

واضح رہے کہ یہ تحریر اطلاع کی حیثیت خبر ہونے کی ہوگی نہ ثقہ شہادت کہ اس لئے کہ شہادت کے لئے مجلس قضاء اور قاضی کے روبرو پیش ہونا ضروری ہے، لہذا یہ تحریر ثبوت رمضان کے لئے قابل اعتناء ہوگی نہ کہ عید الفطر کا، اسی طرح جب مطلع صاف ہو تو اس وقت یہ ثبوت رمضان کے لئے بھی کافی سمجھی جائے گی، ہاں البتہ مختلف تحریر مل کر خبر مستفیض کو پہنچ جائے تو رمضان اور عید الفطر دونوں ثابت ہو جائے گی، چنانچہ موصوف عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

واقعی در رؤیت ہلال شہرت اخبار معتبر است اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بہ شب گزشتہ در آنجا رؤیت ہلال شدہ یا بوساطت تار برقی دریافت ایں امر شد تا وقتے کہ شہر آن نشود از تحریرات کثیرہ واخبار عدیدہ معلوم نہ شود اعتبار آں نباید ساخت (مجموعۃ الفتاوی علی ہامش خلاصۃ الفتاوی ۱/۲۵۶)۔

بذریعہ ٹیلی فون اطلاع کی حیثیت

ٹیلیفون کے ذریعہ اطلاع کی حیثیت تحریر خبری کی سی ہے جس طرح تحریروں میں باہم مماثلت ہوتی ہے اسی طرح آوازوں کے درمیان مشابہت بڑی حد تک پائی جاتی ہے، بلکہ مختلف آوازوں کی نقالی ایک فن کی حیثیت رکھتا ہے ایسی صورت حال میں ٹیلی فون کے ذریعہ کی اطلاع اس وقت معتبر سمجھی جائے گی، جبکہ ٹیلی فون کے ذریعہ خبر دینے والے شخص سے ایک گونہ شناسائی ہو، اس شخص کو اس غرض کے لئے پہلے سے مقرر کر دیا گیا ہو وقت کی تعیین بھی کر دی گئی ہو اس طرح احتیاطی امور کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہو تو کوئی بعید نہیں ہے، اس سے غالب گمان حاصل ہو جائے اور خبر واحد میں غالب گمان کافی ہے البتہ عید الفطر اور، جبکہ مطلع صاف ہو تو رمضان کے ثبوت کے لئے ٹیلیفون کی اطلاع ناکافی ہوگی الا یہ کہ مختلف مقامات سے اس قدر فون آئے خبر

مستفیض کے حد تک پہنچ جائے تو قابل قبول ہے، جیسا کہ تحریری اطلاع کے بارے میں گزرا۔

اگر ایسا نظام ہو کہ رؤیت ہلال کمیٹی یا نظام قضاء کی جانب سے مختلف اضلاع و علاقے میں ان کے لوگ متعین ہوں جو وہاں کی رؤیت کی بابت دیکھنے والے سے گواہی لے لیں اور فون کے ذریعہ مرکز نظام قضاء یا ہلال کمیٹی کو اطلاع کر دیں تو اس وقت عید الفطر مطلع بے غبار کی صورت میں رمضان بھی ثابت ہوگا۔

ریڈیو اور ٹی وی کی اطلاع:

۵-ج-

۱-ر-۴-ب، ج- ریڈیو اور ٹی وی کی اطلاع خبر کے درجہ میں ہے، کسی خطہ میں رؤیت ہلال ہوئی اس کی خبر ریڈیو ٹی وی کے ذریعہ بتایا گیا کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے تو خبر کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی ہاں اگر قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے رؤیت ہلال کا فیصلہ کرنے کے بعد ریڈیو یا ٹی وی کو لکھ کر دیا کہ وہ اس خبر کا اعلان کر دیں تو ایسی صورت میں یہ اعلان معتبر ہوگا، جبکہ اعلان کرنے والا قاضی شریعت یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف منسوب کر کے اعلان کرے اس اعلان پر اس حلقہ نظام قضاء و ذمہ داران ھلال کمیٹی کے تمام مسلمانوں پر عمل ضروری ہوتا ہے۔

دوسرے صوبہ و ملک کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ وہاں کے لوگوں کو اپنے صوبہ و ملک کے قاضی یا ذمہ داران ہلال کمیٹی کے اعلان کا انتظار کریں دوسرے صوبہ و ملک کے باشندگان کے لئے اس رؤیت پر عمل کرنا اس وقت ضروری ہو جائے گا جب کہ وہاں کے قاضی یا ذمہ داران ہلال کمیٹی کے نزدیک اس رؤیت کا شرعی ثبوت متحقق ہو جائے۔

اور وہ ثبوت ہلال کا اعلان کر دیں۔

”ولو شهدوا أن قاضي بلد كذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال في ليلة

كذا وقضى بشهادتها جاز لهذا القاضي أن يحكم بشهادتها؛ لأن قضاء القاضي حجة وقد شهدوا به" (فتح القدیر ۲/ ۳۱۴، نیز ملاحظہ ہو البحر الرائق ۲/ ۲۷۰، الہندیہ ۱/ ۱۹۹، فتاوی ہندیہ ابن نجیم علی ہامش الغیاثیہ/ ۱۸)۔

البتہ اس کے لئے ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ مطلع کا اختلاف نہ ہو:

"فيجب أن يكون هذا الجواب إذا لم يكن بينهما من البعد ما تختلف به المطالع" (غیاثیہ/ ۵۰)۔

مختلف صوبوں کے ریڈیو اور ٹی وی سے رؤیت ہلال کے ثبوت کا اعلان کیا جارہا ہو، یہاں تک کہ وہ خبر مستفیض کی حیثیت اختیار کرلے تو ایسی صورت میں دوسرے صوبے و ملک والوں کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری قرار پاتا ہے جب کہ ان کا مطلع ایک ہو (ردالمحتار ۲/ ۱۰۲)۔

"معارف السنن" میں ریڈیو کے بارے میں لکھا ہے،

"نعم: إذا تواردت أخبار راديو ،متعددة من شتى الجهات، ولا تختلف جهات الأنباء عن البلد الذى لم ير فيه الهلال ببعد يختلف فيه المطالع، فيسوغ العمل بهذه الأنباء المرسلة، وتدخل في حد الاستفاضة المفيدة للطمأنينة" (معارف السنن ۵/ ۳۴۰)۔

اگر پورے ملک کا مرکزی نظام قضاء کا قیام عمل میں آجائے، جس کے پاس صوبائی نظام قضا یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داران رؤیت ہلال کی پوری کارروائی سرانجام دینے کے بعد مرکزی نظام قضاء کو بذریعہ تحریر یا فون اطلاع کردیں اور مرکز ریڈیو خود سے اعلان کرے یا اپنی طرف منسوب کرواکر اعلان کروائے، تب پورے ملک کے مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اس کی حیثیت سلطان کے اعلان کی ہوگی۔

"خبر منادى السلطان مقبول عدلا كان أو فاسقا" (ہندیہ ۵/ ۳۰۹، کتاب الکراہیہ)۔

تار اور فیکس کی اطلاع:

تار اور فیکس کی اطلاع تحریر و ٹیلی فون کی اطلاع سے بالکل مختلف ہے، ان میں خبر دینے والے کی بذات خود تحریر ہوتی ہے اور نہ اس کی آواز جس سے خبر دینے والے شخص کی ذات کی شناخت ہو سکے اور نہ کوئی خارجی ایسے قرائن ہیں جن سے غالب گمان حاصل ہو سکے، لہذا ان پر اطلاع دی جانے والی خبر کی کوئی وقعت نہیں ہے، "مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ" نے خط، تار اور ٹیلی فون کی خبروں کی بابت جو فیصلہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

"تار، خط، ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں ہے، ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے متعدد تار، ٹیلی فون اور خطوط آئیں، اور علماء کہیں کہ ان سے ظن غالب پیدا ہوتا ہے، تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابل قبول ہوگا" (جدید فقہی مسائل ۲/ ۳۶)۔

ریڈیو اور ٹی وی کے معلن کا مسلمان ہونا:

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ رمضان وعید الفطر کی رؤیت ہلال کی خبر دینے والے کے لئے اسلام شرط ہے، لیکن رؤیت ہلال ثابت ہونے کے بعد کیا اس کے اعلان کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے؟

فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ معلن کے لئے اسلام شرط نہیں ہے، ہندیہ میں ہے

"خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقا" (ہندیہ ۵/ ۳۰۹)۔

علامہ شامی توپ ونقارہ کی آواز اور چراغ کی روشنی کو اعلان کے لئے کافی سمجھتے ہیں جب کہ یہ اشیاء غیر ذوی العقول ہیں چہ جائے کہ مسلمان ہونا، وہ تحریر کرتے ہیں:

"والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل

من المصر، لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به" (بدائع الصنائع ۳۲/۲)۔

نیز معلن کی حیثیت وکیل ہونے کی ہے، اور وکیل کے لئے اسلام شرط نہیں ہے: "ولا تشترط كونه مسلما صحيحا" (ہندیہ ۲۵۲/۳ طباعت ہند)۔

فلکیاتی تحقیق کی رعایت

۲-ب، ج- رمضان وعید الفطر کا ثبوت رؤیت ہلال ہی سے ہوگا، اس پر تمام فقہاء کا تقریبا اتفاق ہے کہ فلکیاتی تحقیق دوسرے کے حق میں ملزم نہیں ہے، لیکن ماہر فلکیات اپنے علم و تحقیق پر عمل کرسکتا ہے؟

اس سلسلے میں شوافع کے نزدیک مختلف اقوال ملتے ہیں، امام نووی کے بقول اس کے حق میں درست ہے کہ وہ روزہ رکھے، لیکن اس سے فرضیت ادا نہیں ہوگی (بدائع الصنائع ۲۳۱/۲)۔

لیکن رملی کے بقول فرضیت کے لئے کفایت کرجائے گا (رسائل ابن عابدین ۲۴۸/۱)۔

علامہ شامی نے مفصل بحث کے بعد اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

"فيمكن التوفيق بين الأقوال الماضية يحمل القول بالعمل به على الجواز لنفسه، أو لهن صدقه، والقول بعدمه على الوجوب، فلا يلزم الأخذ بقوله، ولا يثبت به الهلال اتفاقا، هذا ما ظهر لي والله تعالى أعلم" (رسائل ابن عابدین ۲۴۷/۱)۔

علامہ شامی کی رائے کی تائید دوسرے فقہی جزئیہ سے ہوتی ہے کہ اگر کسی کی شہادت رد کردی جاتی ہے، تو دوسرے کے حق میں رؤیت ثابت نہیں ہوتی، لیکن چونکہ اس نے دیکھا ہے، اس لئے اس کے اوپر روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے۔

فلکیاتی حساب سے اس حد تک مدد لی جاسکتی ہے کہ فلکیاتی تحقیق سے جس روز رویت ہلال کا امکان نہ ہو اس روز شہادت قبول کرنے میں کافی تحقیق وجستجو اور ناقابل تردید تعداد کی گواہی ناگزیر ہوگی اور جس روز رویت ہلال کا امکان ہے اس دن زیادہ تحقیق کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ معمولی خبر پر بھی اعتماد کیا جاسکتا ہے، کیونکہ رویت ہلال میں اصل قاضی کے قلب کو اطمینان حاصل ہونا ہے: چنانچہ مشہور شارح حدیث ابن بطال تحریر فرماتے ہیں: ''إنما المعول علی رؤية الهلال، وإنما لنا أن ننظر في علم الحساب، ما يكون عيانا أو كالعيان'' (عمدۃ القاری ۵/۱۰/۱۹۹)۔

محقق حافظ ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ اگر فلکیاتی حساب سے رویت ہلال ممکن ہے، اس پر تمام ماہرین فلکیاتی کا اتفاق ہے، اس کی خبر دینے والوں کی تعداد اتنی ہو، جنہیں جھوٹ پر اتفاق کرنا ناقابل تصور ہو، تو شہادت رد کردی جائے گی۔

اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹/تاریخ کو چاند کی بصری رویت کا امکان نہ ہو، تو اس وقت خبر مستفیض ثبوت رویت ہلال کے لئے ضروری ہوگی، دو گواہوں کی خبر رویت کے ثبوت کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں غور کرنا چاہیے۔

محکمۂ موسمیات سے مدد

محکمۂ موسمیات سے اس حد تک مدد لی جاسکتی ہے کہ اگر بموجب محکمۂ موسمیات مطلع صاف ہو اور ظاہری طور پر فضا کثافت زدہ ہو تو اس وقت شہادت قبول کرنے میں کافی چھان بین اور تحقیق کرنی ہوگی، اس صورت میں ہمارے خیال میں دو گواہاں کی خبر پر رمضان کی رویت ہلال کا فیصلہ کیا جائے اور اگر محکمہ موسمیات کے اعتبار سے مطلع گرد آلود ہے تو اس وقت خبر واحد ثبوت رمضان کے لئے کافی سمجھا جائے اور اگر محکمہ موسمیات یا فلکیاتی تحقیق کے مطابق بصری رؤیت

ناممکن ہے، لیکن اس کے باوجود نا قابل انکار تعداد رؤیت ہلال کی اطلاع دے رہی ہو، یعنی گویا کہ خبر مستفیض ہو تو رؤیت ہلال کا فیصلہ کر دیا جائے گا، لیکن دو گواہ بصری رؤیت کی خبر دیں تو کیا ان کی تکذیب کی جائے گی؟ اس کی بابت غور وفکر کی ضرورت ہے، کیونکہ معاملات میں دو شاہد سے اطمینان قلب ہو جاتا ہے، اور رؤیت میں بھی اصل یہی ہے کہ قاضی کا قلب مطمئن ہو جائے۔

واضح رہے کہ مذکورہ تفصیلات اس وقت ہے جب کہ اس روز ماہ قمری کی ۲۹ر تاریخ ہو۔

دائمی کثافت زدہ علاقے کا حکم

۵-الف-ب-ایسے علاقوں جہاں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہو، یا دائمی فضا کثافت زدہ رہتی ہے، ۲۹ر تاریخ کو بہت کم چاند نظر آتا ہے، اگر ۳۰ر دن پورے کرنے کا حکم دیا جائے تو دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے چار سال میں ایک ماہ کا فرق واقع ہو جائے گا، تو کیا ایسے مقامات میں ماہر فلکیات کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے چاند کی رؤیت کا اعتبار کیا جائے یا دوسرے پڑوسی ممالک کی رؤیت ہلال پر عمل کیا جائے؟ "صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فعدوا الثلاثين" کا تقاضا یہی ہے کہ اگر ۲۹ر کو چاند نظر نہیں آیا تو تیس پورے کرو، احکام القرآن میں رقم فرماتے ہیں:

"هو أصل في اعتبار الشهر ثلاثين إلا أن يرى قبل ذلك الهلال، فإن كل شهر غم علينا، فعلينا أن نعده ثلاثين، هذا في سائر الشهور التي يتعلق بها الأحكام، وإنما يصير إلى أقل من ثلاثين برؤية الهلال" (احکام القرآن للجصاص ۱ر ۲۰۲)۔

اصل بات یہی ہے جیسا کہ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

"لأن الأصل في الشهر ثلاثون يوما، والنقصان عارض، فإذا لم يعلم،

عمل بالأصل" (بدائع الصنائع ۸۳/۲)۔

اختلاف مطالع کا بھی یہی تقاضا ہے، کیونکہ بقول زیلعی "لأن کل قوم مخاطبون بما عندھم" (تبیین الحقائق ۳۲۱/۱)۔

مجلہ مجمع فقہ اسلامی میں جوار ملکوں کی رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کرنے کو ترجیح دی گئی ہے (مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی الدورۃ الثانیۃ، العدد الثانی ۹۶۷/۲)۔

تاہم اس موضوع پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

ثبوت رؤیت ہلال کے شرعی اصول وضوابط

مولانا محمد ابوبکر قاسمی ☆

۱-الف- رؤیت ہلال کے سلسلہ میں حنفیہ، حنابلہ اور مالکیہ کا اتفاق ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، لہذا اہل مغرب کی رؤیت سے اہل مشرق پر روزہ فرض ہو جائے گا، لیکن شوافع کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، لہذا اہل مغرب کی رؤیت سے اہل مشرق پر روزہ فرض نہیں ہوگا اور بعض علماء کے نزدیک بلاد قریبہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے اور بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، پھر بلاد قریبہ اور بعیدہ کی تحدید کیا ہے تو اس سلسلہ میں بعض حضرات علماء کا خیال ہے کہ ایک ماہ کی مسافت سے کم پر جو شہر واقع ہو وہ بلاد قریبہ کے حکم میں ہے اور جو اس سے زیادہ دور ہوں بلاد بعیدہ کے حکم میں ہے اور بعض علماء نے بلاد قریبہ و بعیدہ کی تحدید مسافت سفر سے کی ہے اور دوسرے بعض علماء نے دو ملکوں کو آپس میں بلاد بعیدہ کے حکم میں داخل مانا ہے اور ایک ملک کو بلاد قریبہ کے حکم میں رکھا ہے اور کچھ علماء کا خیال ہے کہ بلاد قریبہ بعیدہ کی کوئی تحدید نہیں ہے مبتلی بہ جس شہر کو قریب تصور کرے وہ بلاد قریبہ میں داخل ہے اور جس کو وہ دور سمجھے وہ بلاد بعیدہ میں داخل سمجھا جائے گا، لیکن بے غبار بات یہ ہے کہ بلاد قریبہ و بعیدہ کی تحدید کے لئے کوئی حد فاصل قائم کرنا نہایت مشکل امر ہے ساتھ ہی جن لوگوں نے تحدید کا کوئی قول کیا ہے وہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اسی لئے بعض علماء محققین نے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیتے

☆ سابق نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ۔

ہوئے اس کے معتبر قرار دینے کے قول کو مرجوح قرار دیا ہے اور ظاہر مذہب اور مفتی بہ قول کا بھی تقاضا یہی ہے کہ اختلاف مطالع مطلقاً معتبر نہیں ہے (فتح القدیر ۲/ ۵۳)۔

اور جن علماء وفقہا کے کلام سے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا اجماعی مسئلہ ہونا معلوم ہوتا ہے وہ کلام مؤول ہے (ملاحظہ ہو فتح الملہم ۳/ ۱۱۳، احسن الفتاوی ۴/ ۴۵۹)۔

اب یہاں ایک بات غور طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ مفتی بہ قول کے مطابق جو اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے تو کیا یہ صوم کے ساتھ خاص ہے یا حج وقربانی وغیرہ کو بھی شامل ہے تو علامہ ابن عابدین شامی کے بقول صرف صوم کے ساتھ مخصوص ہے۔

لیکن حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے عدم اعتبار کو جملہ اہل کے لئے عام قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاوی ۴/ ۴۹۰، امداد الفتاوی ۲/ ۱۰۸)۔

ب-جن بعض حضرات علماء نے بلاد نائیہ وبعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر تسلیم کیا ہے ان کے نزدیک بلاد قریبہ وبعیدہ کی تحدید میں مختلف اقوال ہیں جن کی طرف سطور بالا میں اشارہ کردیا گیا ہے، لیکن یاد رہے کہ بلاد قریبہ وبعیدہ کی تحدید نہایت مشکل امر ہے (ملاحظہ ہو: معارت السنن ۵/ ۳۴۱)۔

ج- ہندوستان بشمول پاکستان و بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع ایک مانا گیا ہے، لیکن یاد رہے کہ رؤیت ہلال کی نری خبر موجب عمل اور حجت لازمہ نہیں قرار دیا گیا ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ قاضی یا حاکم کے فیصلہ سے مؤکد ہو تب جا کر وہ خبروں کے لئے حجت لازمہ اور موجب لازمہ وموجب عمل بنتی ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ کسی قاضی کے یا حاکم کے فیصلہ کی خبر اس کے حدود ولایت ہی میں موجب عمل قرار دی جاتی ہے، دوسری جگہوں پر اس کے موجب عمل، بلکہ مجوز عمل ہونے کے لئے ضروری ہے، کہ وہاں بھی قاضی کا یہ فیصلہ یا رؤیت ہلال کی خبر شرعی اصولوں کے مطابق شہادت علی الرؤیت یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضاء یا استفاضۂ خبر

کے ذریعہ پہونچے، پھر وہاں کا حاکم یا قاضی اس کو سن کر رؤیت ہلال کا فیصلہ کر کے اعلان کر دے تو دوسری جگہوں پر وہ خبر موجب عمل ہوگی، بغیر ان شرعی طریقوں کے دوسری جگہوں پر نری خبر کا پہنچ جانا وہاں کے لوگوں کے لئے نہ ہی موجب عمل ہے اور نہ ہی مجوز عمل: ''اعلم أن الهلال بالشهادة على الرؤية أو الشهادة على الشهادة أو الشهادة على القضاء أو استفاضة الخبر من جهات شتى اھ'' (معارف السنن ۵/۳۳۵)۔

علامہ ابن رشد مالکی علیہ الرحمہ کے اس کلام سے جو بعض حضرات علماء نے یہ سمجھا ہے کہ ''بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا معتبر ہونا اجماعی مسئلہ ہے (کما قال العلامۃ محمد یوسف البنوری فی أحسن الفتاوی ۴/۴۷۴)۔

احقر کے خیال میں علامہ ابن رشد کے مذکورہ کلام سے یہ مطلب کشید کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اس کلام کا بے غبار مطلب یہ ہے کہ کسی حاکم وامام کا رؤیت ہلال کا فیصلہ اس کے حدود ولایت سے خارج بلاد بعیدہ میں حجت نہیں ہے، بلکہ وہاں اس کے حجت ہونے کے لئے ضروری ہے، کہ وہ فیصلہ بلاد بعیدہ میں شرعی گواہوں کے ذریعہ پہنچے، چنانچہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''فتح الباری'' میں علامہ ابن رشد مالکی کے قول ہی کے مثل حافظ ابن عبد البر کا قول نقل کیا ہے اور پھر علامہ قرطبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ رؤیت ہلال کا قطعی ثبوت ہو جائے پھر اس کو دوسری جگہوں تک شرعی گواہوں کے ذریعہ پہنچایا جائے تو دوسری جگہ کے لوگوں پر روزہ رکھنا ضروری ہوگا، علامہ ابن حجرؒ کے حافظ ابن عبد البر کے قول کے بعد علامہ قرطبی کے قول کے نقل کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن عبد البر مالکی یا ابن رشد مالکی کے قول سے بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کو اجماعی مسئلہ سمجھنا صحیح نہیں ہے، بلکہ حضرات مالکیہ کا مشہور مذہب خود حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے یہی نقل کیا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک مطلقاً اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے:''إذا رأى ببلدة لزم أهل البلاد كلها وهو المشهور عند المالكية لكن حكى ابن عبد

البر الإجماع على خلافه، وقال: أجمعوا على أنه لا تراعى الرؤية فيما بعد من البلاد كخراسان والأندلس، قال القرطبي: قد قال شيوخنا: إذا كانت رؤية الهلال ظاهرة قاطعة بموضع ثم نقل غيرهم بشهادة اثنين لزمهم الصوم" (فتح الباری ۴/ ۸۷)۔

اور علامہ شوکانیؒ نے تو حافظ ابن عبد البرؒ کے اجماع کے دعویٰ ہی کو باطل قرار دیا ہے (نیل الاوطار ۴/ ۱۹۵)۔

اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم صحیح مسلم میں حضرت علامہ ابن رشد اور ابن عبد البر علیہ الرحمہ کے قول کی ایک دوسری توجیہ کی ہے، لیکن احقر کے خیال میں وہ تکلف سے خالی نہیں ہے (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الملہم ۳/ ۱۱۳) اور "بدائع الصنائع" کی جس عبارت سے اختلاف مطالع کا معتبر ہونا معلوم ہوتا ہے، اس کی عمدہ توضیح مفتی رشید احمد صاحب نے "احسن الفتاوی" (۴/ ۴۵۹) میں کر دی ہے، جس کا حاصل یہی ہے کہ بلاد قریبہ اور کسی حاکم کے حدود ولایت میں تو اس حاکم کا فیصلہ حجت ملزمہ ہوگا، وہاں کسی علیحدہ حجت کی ضرورت نہیں ہے، البتہ حدود ولایت سے باہر بلاد بعیدہ میں حاکم کا فیصلہ حجت ملزمہ نہیں ہوگا، بلکہ اس کے حجت ملزمہ ہونے کے لئے مستقل حجت (شہادت علی الشہادۃ یا شہادت علی القضاء یا استفاضۂ خبر) ضروری ہے (بدائع ۲/ ۸۳)۔

یاد رہے کہ "بدائع" کی مذکورہ عبارت کے آخری جملہ میں جو بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کو معتبر قرار دیا گیا ہے، وہ رؤیت ہلال کے ظاہری مشاہدہ کے اعتبار سے ہے، حکم شرعی کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ ہلال رمضان میں حکم شرعی اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ بلاد قریبہ و بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ تفصیل اوپر گذری (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: احسن الفتاوی ۴/ ۴۵۹، امداد الفتاوی ۲/ ۷۰۴، ۲/ ۱۰۹)۔

د- ہندوستان وغیرہ ممالک کے کسی خطہ میں اگر رؤیت ہلال کے ثبوت ہو جانے کی وجہ سے رؤیت کا اعلان و فیصلہ کر دیا گیا، تو جس خطہ میں یہ اعلان ہوا ہے اس خطہ میں قاضی یا حاکم کے حدود ولایت تک وہ اعلان موجب عمل ہے، لیکن حدود ولایت سے باہر دوسرے خطوں میں وہ اعلان موجب عمل نہیں ہے، اور نہ دوسرے خطے کے قاضی کے لئے اس اعلان کی بنیاد پر رؤیت کا اعلان کرنا جائز ہے، جب تک کہ اس کے نزدیک طریق موجب سے رؤیت کا ثبوت نہ ہو جائے اور وہ طریق موجب جن سے باہر سے آنے والی رؤیت ہلال کی خبر کو معتبر تسلیم کیا جاتا ہے، چار ہیں اور وہ یہ ہیں، (۱) شھادۃ بالرؤیہ، (۲) شھادۃ علی الشھادۃ بالرؤیہ (۳) شھادۃ علی الحاکم والقاضی (۴) استفاضۂ خبر من جھات شتی، (کمافی امداد الفتاوی ۲/۹۹، ۱۱۱، معارف السنن ۵/۳۴۵)۔

اس لئے ہندوستان وغیرہ ممالک کے جن خطوں میں چاند نہ دیکھا گیا ہو وہاں کے لوگوں کو چاہئے کہ دوسری جگہوں سے آنے والی رؤیت کی خبروں پر عمل کرنے کے بجائے اپنے علاقے کے ہلال کمیٹی کے فیصلہ کا انتظار کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

ھ- اگر اس جگہ چاند کی رؤیت نہ ہو اور اور دوسری جگہوں سے رؤیت کی خبر بذریعہ فون، یا فیکس، یا ٹیلی گرام یا ریڈیو سے خبر آئے تو اس پر عمل جائز نہیں ہے، ہاں اگر یہ خبر اتنی جگہوں سے پہنچے جو استفاضہ کا درجہ اختیار کر لے اور قاضی کو یا ہلال کمیٹی کے ارکان علماء کو اس خبر کے صحیح ہونے پر یقین یا ظن غالب ہو جائے تو اس پر عمل درست ہے (رسائل ابن عابدین ۱/۲۵۲)۔

لیکن یاد رہے کہ آلات جدیدہ کے ذریعہ کسی خبر کے درجۂ استفاضہ اختیار کرنے کے لئے ضروری ہے، کہ ان کے ذریعہ کسی ملک یا کسی شہر کے اتنے حصوں سے آجائے کہ سننے والوں کو خبر دینے والوں کی پوری شناخت ہو جائے اور وہ یہ بیان کر دیں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے یا یہ کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے سامنے شہادت پیش ہوئی، اس نے شہادت کا اعتبار کر کے چاند ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے، محض ایسی مبہم خبر کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا ہے،

استفاضۂ خبر کے لئے کافی نہیں ہے، نیز ٹیلی گرام اور وائیرلیس سے آئی ہوئی خبروں میں چونکہ خبر دینے والوں کی شناخت نہیں ہوسکتی، اس لئے محض ایسی خبروں سے ہلال ثابت نہیں ہوسکتا، البتہ ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، ریڈیو پر آواز کی شناخت ہوجاتی ہے، اس لئے اگر ان آلات کی خبروں سے کوئی خبر مستفیض (مشہور) ہوجائے تو ان پر عمل کرنا شرعاً درست ہے، واللہ اعلم (مستفاد از رؤیت ہلال مفتی محمد شفیع نور اللہ مرقدہ، ۵۰-۵۱)۔

الف-۲- احکام شرع کی بنیاد یسر وسہولت پر رکھی گئی ہے اور وہ شہروں، دیہاتوں، جنگلوں، پہاڑوں، اور جزیروں میں بسنے والوں اور سمندروں سے گزرنے والوں، خواندہ اور ناخواندہ سب افراد کے لئے یکساں ہیں، اس لئے شریعت کے جتنے بھی احکام ومسائل ہیں ان کی بنیاد کے یسر وسہولت پر قائم ہونے کے باعث شریعت نے ان کے ثبوت کے قوانین میں سہولت رکھی ہے، مثلاً رؤیت ہلال ایک شرعی مسئلہ ہے اس کے ثبوت کے لئے مذہب اسلام نے جو قوانین بیان کئے ہیں وہ اس قدر سہل ہیں کہ ہر جگہ کے باشندے خواہ وہ پڑھے ہوں یا ان پڑھ، حساب جانتے ہوں یا حساب سے ناواقف ہوں سب اس کے مطابق عمل کرکے یہ جان سکتے ہیں کہ آج چاند ہوا ہے یا نہیں، اس کے برعکس فلکیاتی حساب کا حال یہ ہے کہ اس کے جاننے والے بہت کم ہیں، نیز خود ان کے درمیان اختلاف ہوتا رہتا ہے، اس لئے مذہب اسلام نے رؤیت ہلال کا ثبوت ہو یا رؤیت بصری کا امکان ہو کسی کے لئے فلکیاتی حساب کا لوگوں کو محتاج نہیں بنایا ہے، لہذا اگر کوئی شخص رؤیت بصری کے امکان کو جاننے کی غرض سے فلکیاتی حساب سے مدد لے تو اس کے نفع سے زیادہ ضرر کا خطرہ ہے، علاوہ ازیں رؤیت ہلال کے مسئلہ میں اعتبار چاند کے وجود کا نہیں ہے بلکہ چاند کی رؤیت وشہود یعنی کھلی آنکھوں سے دیکھنے کا ہے، اگر چاند کے وجود پر مسئلہ کا مدار ہوتا تو ماہرین فلکیات کی طرف رجوع کیا جاتا، مگر جب اس پر مسئلہ کا مدار نہیں ہے، تو ایسی صورت میں محکمۂ موسمیات یا فلکیات سے مدد لینا لا حاصل ہے اور نہ اس کی بنیاد پر چاند کی

شہادت کو قبول کرنا یا رد کرنا جائز ہے (کماحققہ المفتی محمد شفیع فی کتابہ رؤیۃ الھلال ر ۱۳)۔

ب- چاند کی رؤیت کے لئے محکمۂ موسمیات سے بھی مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس مسئلہ کا تعلق اس سے نہیں ہے، بلکہ چاند کا دیکھنا تو عبادت کا ذریعہ ہونے کے سبب خود عبادت ہے، اسی لئے مذہب اسلام میں چاند کے دیکھنے کا حکم حدیث نبوی میں فرمایا گیا ہے، اگر چاند نظر آجائے یا اس کے نظر آنے کا کوئی شرعی ثبوت فراہم ہوجائے تو بہتر، ورنہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ مہینہ کو ۳۰ر دن پر ختم کرکے پہلی تاریخ کا آغاز کردیا جائے، چنانچہ ترمذی شریف کی ایک صحیح حدیث میں فرمان نبوی ہے: "صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم عليكم فعدوا ثلاثين، ثم أفطروا، اھ" (ترمذی شریف باب ماجاء لا تقدموا الشهر بصوم) اس حدیث نبوی اور اس کے مثل دیگر فرمان نبوی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو چاند کی رؤیت کے امکان، یا مطلع کے گردآلود ہونے یا صاف ہونے کے جاننے کے لئے محکمۂ موسمیات سے مدد لینے کا محتاج نہیں بنایا ہے، اب اگر کوئی اس سے مدد لیتا ہے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ایک عبادت کے معاملہ میں دوسرے انسان کی کورانہ تقلید میں مبتلا ہے، جس سے اس کے مذہب نے اس کو محفوظ رکھا ہے (مزید احسن الفتاوی وغیرہ میں ملاحظہ)، "وهل يرجع إلى قول أهل الخبرة العدول ممن يعرف علم التجويد الصحيح أنه لا يقبل كذا في السراج الوهاج" (عالمگیری ۱ر ۱۹۷)۔

د- ۲۹ر شعبان کو مطلع کے ابرآلود ہونے کے سبب قاضی نے ایک شخص کی شہادت کی بنا پر اگلے دن رمضان ہونے کا اعلان کردیا، اس کے بعد رمضان کی تیس تاریخ مکمل ہوچکی اور اس تاریخ کو موسم بھی صاف تھا، نیز لوگوں نے عید کے چاند کو دیکھنے کی بہت کوشش کی، مگر اس کے باوجود چاند نظر نہ آیا تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ جس شخص واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی اسے مغالطہ ہوا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی تیس تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا

جائے گا (شامی ۲/ ۱۰۳)۔

الف-۳- رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جب کہ مطلع صاف ہو، بعض فقہاء کی تصریحات کے مطابق دو عادل گواہوں کی شہادت کافی ہے، نیز رمضان کے ثبوت کے لئے خارج بلد یا مکان مرتفع سے آنے والے ایک عادل کی خبر بھی معتبر ہے، ہاں عیدین کے ثبوت کے لئے ایک عادل کی خبر کا اعتبار نہیں ہے، مگر دور حاضر میں جو عام بے احتیاطی اور بے راہ روی پائی جاتی ہے اس کے سبب مطلع کے صاف ہونے کی صورت میں رمضان وعیدین کے چاند میں دو عادل گواہوں کی شہادت پر اور رمضان کے چاند میں ایک عادل کی خبر رؤیت ہلال کیا فیصلہ کرنا درست نہیں ہے، نیز علامہ شامیؒ نے مطلع کے صاف ہونے کی صورت میں دو عادل گواہوں کی شہادت کے قبول کرنے کی علت "تکاسل الناس عن رؤية الهلال" بیان کی ہے اور موجودہ دور میں چاند کی رؤیت میں تکاسل نہیں پایا جاتا ہے، لہذا اگر مطلع کے صاف ہونے کی صورت میں رمضان وعیدین دونوں کے ثبوت کے لئے جمع عظیم کی رؤیت ضروری ہے (بدائع الصنائع ۲/ ۸۰)۔

ب-ہلال رمضان کی خبر دیانات کے قبیل سے ہے، اسی لئے مطلع کے ناصاف ہونے کی صورت میں ایک عادل شخص کی خبر سے بھی ہلال رمضان کا ثبوت ہو جاتا ہے، نیز مطلع کے ابر آلود ہونے کے وقت ہلال رمضان کی خبر کے مقبول ہونے کے لئے نہ لفظ شہادت شرط ہے، اور نہ دعویٰ ضروری ہے اور نہ قاضی کے فیصلہ کی شرط ہے اور نہ ہی مجلس قضاء ضروری ہے، البتہ ہلال عیدین کی خبر معاملات کے قبیل سے ہے، اس لئے اس کے لئے عدالت شرط ہے، نیز عدد ضروری ہے اسی طرح گواہوں کا آزاد ہونا، محدود فی القذف نہ ہونا، لفظ شہادت نیز مجلس قضاء کا ہونا شرط ہے (دیکھئے: رسائل ابن عابدین ۱/ ۲۴۳)۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ مطلع کے صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال رمضان کے ثبوت کے لئے شہادت ضروری نہیں ہے، بلکہ ایک عادل کی خبر بھی معتبر ہے، لیکن رمضان کے

علاوہ دیگر مہینوں کے چاند کے ثبوت کے لئے شہادت کی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، مثلاً گواہ کا مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، بینا ہونا، شاہد کا عادل ہونا، لفظ شہادت، مجلس قضاء، نیز جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے اس کو اس نے بچشم خود دیکھا ہو، واللہ اعلم (مستفاد از رویت ہلال لمفتی محمد شفیعؒ)۔

ج- چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری طور پر شہادت ضروری ہے، خواہ آزاد شخص ہو یا غلام ہو، مرد ہو یا عوت ہو، یہاں تک کہ اگر پردہ نشیں باندی ہو تو اس کے لئے بھی بغیر آقا کی اجازت کے گھر سے نکل کر حاکم یا قاضی یا اس کے قائم مقام کے پاس پہنچ کر شہادت دینا ضروری ہے، اسی طرح اگر کسی فاسق آدمی نے چاند دیکھا ہو تو اس پر بھی ضروری ہے کہ وہ قاضی کے پاس پہنچ کر چاند کی شہادت دیدے، اور اگر کوئی شخص شہر کے اطراف کا رہنے والا ہو تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنی بستی کی مسجد میں پہنچ کر چاند دیکھنے کی شہادت دیدے اور اگر وہاں کوئی حاکم نہ ہو تو وہاں کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس خبر کو سن کر روزہ رکھنا شروع کر دیں جب کہ یہ خبر دینے والا عادل ہو (دیکھئے: فتاوی عالمگیری ۱؍۱۹۷)۔

اور اگر چاند دیکھنے والا فوری طور پر شہادت نہیں دیتا ہے بلکہ دو چار گھنٹے کی تاخیر کرتا ہے، یا رات کو شہادت دینے کے بجائے کسی وجہ سے صبح کو شہادت نہیں دیتا ہے، تو اگر وہ عادل ہے تو اس کی گواہی کو قبول کرنے کی گنجائش ہے، لیکن اگر ایک دن یا اس سے زیادہ کی تاخیر کر کے شہادت دیتا ہے تو اس کی شہادت رد کر دی جائے گی، کیونکہ اس کی شہادت کو قبول کرنے کا مطلب لوگوں میں انتشار کو پھیلانا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے، ارشاد باری ہے: "الفتنة أشد من القتل" (القرآن آیت ۱۹۱) واللہ اعلم۔

۴- الف- صوبۂ بہار اڑیسہ یا ملک ہندوستان وغیرہ کے جن صوبوں میں نظام قضاء موجود ہے، اگر وہاں کے قاضی نے چاند ہونے کے ثبوت فراہم ہونے کے بعد اعلان کر دیا تو اس کے حلقۂ قضاء کے تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس اعلان پر عمل کریں اور اگر کہیں دار القضاء کا

نظام قائم نہ ہوتو وہاں کے لوگوں پر ضروری ہے کہ اپنے علاقے کے باا ثر اور معتمد علماء کے بیان پر عمل کریں (دیکھئے: البحر الرائق ۲/ ۲٦۷، درمختار ۲/ ۹۹)۔

ب- قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان اس کے حدود ولایت وقضاء میں اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا اور اس کے حدود قضاء میں سب مسلمانوں کو اس اعلان پر عمل کرنا لازم ہوگا، یا درہے کہ ریڈیو وغیرہ آلات جدیدہ کی خبر ہلال فطر کے اثبات کے لئے تو کافی نہیں ہے، کیونکہ ہلال فطر کے اثبات کے لئے شہادت اور اس کی شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، البتہ ہلال رمضان کے اثبات اور ہلال فطر کا فیصلہ نشر کرنے کے لئے ریڈیو وغیرہ کی خبر اس شرط کے ساتھ معتبر ہوگی کہ وہ صرف قاضی کے فیصلہ کو نشر کرے اسی کے ساتھ چاند کی بے سروپا خبر کو گڈمڈ نہ کرے اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ریڈیو پر فیصلہ نشر کرنے کے لئے نشر کرنے والے کا مسلمان اور عادل ہونا ضروری ہے، تو ''جمعیۃ علماء ہند'' کے فتویٰ میں فیصلہ نشر کرنے والے کے لئے معتمد مسلمان ہونے کی شرط لگائی گئی ہے، لیکن فقہاء کرام کے اقوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلان کرنے والے کے لئے ثقاہت وغیرہ کی شرط نہیں ہے، بلکہ اگر منادی غیر ثقہ، فاسق وفاجر ہو پھر بھی اس کا اعلان واجب التسلیم ہوگا، ''خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان أو فاسقا، کذا فی جواھر الأخلاطی اھ''، (فتاوی عالمگیری ۵/ ۳۰۹)۔ پہلے زمانہ میں ہندوستان وغیرہ ممالک میں ڈھپڑے یا ڈھول کو بجا کر اعلان کیا جاتا تھا، لیکن اب وہ مفقود ہورہا ہے، شاذ ونادر ہی کہیں کہیں اس سے اعلان کا کام لیا جاتا ہے، اس لئے دور حاضر میں علماء وفقہاء نے اس کے قائم مقام ریڈیو کو قرار دیا ہے، اور اسی کو منادی سلطان کی حیثیت دی ہے (مستفاد از رؤیت ہلال لمولانا محمد میاں صاحبؒ، نیز دیکھئے: شامی ۲/ ۱۱۵)۔

ج- ہر مرد وعورت، عالم وجاہل، شہری تک شہادت رؤیت ہلال کا پہنچانا نہ ہی ضروری

ہے اور نہ ہی ممکن ہے، بلکہ شہادت تو دراصل قاضی کے پاس پہنچتی ہے، پھر وہ شہادت وغیرہ کی سماعت کر کے ثبوت ہلال کا فیصلہ واعلان بذریعہ خبر واحد یا ضرب طبول، یا آلات جدیدہ ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ کرتا ہے اور یہی چیز عوام وخواص کے لئے ثبوت ہلال کی دلیل بن کر موجب عمل ہوتی ہے، اب کسی بھی قاضی کے فیصلہ کی خبر دوسرے قاضی کے لئے اسی وقت موجب عمل ہوگا جبکہ وہ شہادت علی القضاء کی شرائط کے مطابق پہنچے، یا دوسرے طریق موجب سے پہنچے، بغیر اس کے وہ فیصلہ اس دوسرے قاضی کے حق میں موجب عمل یا مجوز عمل نہیں ہوگا (الدر المختار مع رد المختار ۲/ ۱۰۵)۔

ہاں جب دوسرے قاضی کے پاس رؤیت ہلال کی خبر یا ایک قاضی کے فیصلے کی خبر طریق موجب کے ذریعہ پہنچے گی اور اس پر عمل کرنا واجب اور اس کے خلاف کرنا معصیت ہوگا، البتہ اگر کسی قاضی وغیرہ کے اجتہاد میں وہ طریق موجب نہ ہوتو وہ معذور ہے اور رمضان کے ثبوت کے لئے جس طرح ایک عادل شخص کی رؤیت کی خبر معتبر ہے، اسی طرح اس رؤیت ہلال رمضان کی شہادت پر ایک عادل شخص کی شہادت بھی معتبر ہے (دیکھئے: فتاوی عالمگیری ۱/ ۱۹۷)۔

اور جہاں حاکم نہ ہو، وہاں فطر میں عدد تو ضروری ہے، لیکن لفظ شہادت ضروری نہیں ہے، لیکن صاحب صاحب بحر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم حاکم کی عدم موجودگی میں شہادت ممکنہ کا اعتبار ضروری ہے (بحر ۱/ ۲۶۷)۔

مذکورہ تفصیل سے بات واضح ہوگئی کہ اگر مسلم حاکم کسی ملک میں موجود نہ ہو، جیسا کہ ہمارے ملک ہندوستان میں تو ہلال فطر کے اثبات کے لئے کل شرائط شہادت کا سقوط نہ ہوگا، بلکہ شرائط ممکنہ کا اعتبار ضروری ہے، چنانچہ خود درمختار کی عبارت میں عدد کا لزوم مصرح ہے حالانکہ عدد بھی شروط شہادت میں سے ہے (مستفاد از احسن الفتاوی ۴/ ۴۵۵)۔

مذکورہ تصریحات کا حاصل یہ ہے کہ ہندوستان اور اس جیسے دیگر ممالک میں اگر ایک

صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت ہلال کا اعلان کیا تو جس صوبہ میں یہ اعلان ہوا یا جس قاضی کے حدودِ قضاء میں یہ اعلان ہوا وہاں کے مسلمانوں کے لئے تو یہ اعلان موجب عمل ہوگا، لیکن دوسرے صوبوں کے مسلمانوں کے لئے یہ اعلان اس وقت موجب عمل ہوگا، جبکہ وہاں کے قاضی تک یہ اعلان شرعی اصول کے مطابق شہادت علی القضاء یا شہادت علی الشہادہ یا استفاضہ خبر کے ذریعہ سے پہنچے ورنہ اس اعلان کی حیثیت دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے حق میں محض ایک خبر اور افواہ کی ہوگی اور اس کا درجہ دوسرے علاقہ والوں کے حق میں اعلان سلطان کا نہ ہوگا، ہاں جب تمام صوبے کے مسلمان کسی ایک بااثر شخصیت پر اعتماد کرلیں اور ان کو اپنے دینی معاملات کی انجام دہی کے لئے اپنے حکمراں تسلیم کرلیں تو پھر اس کا اعلان ان تمام صوبے کے لوگوں کے حق میں اعلان سلطان کا حکم رکھے گا (دیکھئے: احسن الفتاوی ۴؍ ۴۵۷)۔

د- معاملات دینیہ میں خبر کے معتبر ہونے کے لئے مخبر کا مسلمان ہونا اور عادل ہونا ضروری ہے جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے (ملاحظہ ہو: احسن الفتاوی ۴؍ ۴۰۸)۔ اس اصول کا تقاضا یہ ہے کہ ریڈیو کے ذریعہ رؤیت ہلال کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان و عادل ہونا ضروری ہے چنانچہ ''جمعیۃ علماء ہند'' کی طرف سے ہندوستان کے مستند علماء کا جو فیصلہ وفتویٰ حضرت مولانا محمد میاں صاحب نے مرتب کرکے شائع کیا ہے۔ اس کا متن یہ ہے: ''ریڈیو کی خبر ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے یہ اعلان اگر رؤیت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کی جانب سے ہو جو چاند کے ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا فیصلہ کرتی ہے یا کسی ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کو وہاں کے مسلمانوں نے قاضی یا امیر شریعت کی حیثیت سے مان رکھا ہے اور وہ باضابطہ شہادت لے کر فیصلہ کیا کرتا ہے اور اعلان کرنے والا خود قاضی یا امیر شریعت یا رؤیت ہلال کمیٹی کا صدر یا کمیٹی کا معتمد مسلم نمائندہ تو مقامی کمیٹی یا قاضی یا امیر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اس پر اعتماد کرکے رؤیت ہلال کا فیصلہ کردے'' (رؤیت ہلال رمضان وعیدین کے مسائل ودلائل؍ ۹۶)۔

لیکن احقر کا خیال یہ ہے ریڈیو کے اعلان کو بہت سے ماہرین فقہ وفتاویٰ نے منادی سلطان کی خبر کا درجہ دیا ہے اور منادی سلطان کے سلسلہ میں "فتاویٰ عالمگیری" وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس کی خبر مقبول ہے، خواہ وہ عادل ہو یا فاسق ہو "خبر منادی السلطان مقبول عدلا كان أو فاسقا كذا في جواهر الاخلاطي" (فتاوی عالمگیری ۳۰۹/۵)، اس عبارت میں جہاں فاسق منادی سلطان کی خبر کی مقبول قرار دیا گیا ہے وہیں اس کے مسلمان ہونے کی کوئی تصریح نہیں کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ رؤیت ہلال کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، نیز اس سلسلہ میں ذیل کا جزئیہ ملاحظہ ہو:

"ولا يقبل قول الكافر في الديانات إلا إذا كان قبول قول الكافر المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فيقبل قوله فيها ضرورية، هكذا في التبيين" (فتاوی عالمگیری ۳۰۸/۵)۔

مذکورہ تصریحات فقہاء کی روشنی میں احقر کا ناقص خیال یہ ہے کہ ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضرور نہیں ہے، بلکہ کوئی بھی شخص اعلان کرے اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کرتا ہے تو اس کے اعلان پر اعتماد کرنے کی گنجائش ہے

مگر یاد رہے کہ ریڈیو کے اس اعلان کی حیثیت منادی سلطان کی اسی قاضی کے حدود وقضاء میں ہوگی جہاں سے وہ اعلان نشر ہو رہا ہے دوسری جگہ نہیں۔

۵-الف- جن ملکوں یا صوبوں میں مطلع ہمیشہ ابر آلود رہتا ہے یا بالعموم ایسا ہوتا رہتا ہے تو ایسے ممالک کے لئے شرعاً حکم یہ ہے کہ جہاں ہلال رمضان کے لئے کسی ایسے ملک کے ریڈیو کے اعلان پر اعتماد کیا جائے جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہاں ضوابط شرعیہ کے مطابق رؤیت ہلال کا فیصلہ ہوتا ہے، خواہ یہ ملک کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی

دوسرے علاقہ کے کسی معتبر عالم سے بذریعہ ٹیلی فون معلوم کر کے اس مطابق عمل کیا جائے بشرطے کہ اس عالم کی آواز کی پہچان ہو جائے یا کسی دوسرے ذرائع سے یہ معلوم ہو جائے کہ ٹیلی فون پر کون بول رہا ہے یاد رہے کہ اکثر ائمہ کے نزدیک بلاد بعیدہ میں بھی اختلاف مطالع غیر معتبر ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے۔ چنانچہ اس مفتی بہ قول کے مطابق اہل مغرب کی رؤیت کی رؤیت سے اہل مشرق پر روزہ فرض ہو جاتا ہے (فتاوی عالمگیری ۱؍۱۹۹)۔

فقہاء کرام کے اس مفتی بہ قول کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں اس پر عمل کیا جائے اور ضرورت کے پیش نظر بلاد قریبہ وبعیدہ میں فرق کے قائلین کو بھی وسعت سے کام لینا چاہئے اور ہلال عیدین سے متعلق اگر خبر مستفیض موصول ہو جائے یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضاء یا رؤیت کی شہادت حاصل ہو جائے تو اس پر عمل کیا جائے ورنہ تکمیل ثلاثین لازم ہے۔

ب- اور دیگر مہینوں کے ثبوت کے لئے دیگر ممالک کے رؤیت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے جب کہ وہ اعلان وہاں تک خبر مستفیض کے ساتھ پہنچے یا شہادت علی قضاء القاضی یا شہادت علی الشہادۃ او الشہادۃ علی القضاء او استفاضۃ الخبر من جہات شتی اھ (معارف السنن ۵؍۳۳۵)۔

لیکن ثبوت رؤیت ہلال کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے

ج- ہلال رمضان کا مسئلہ چونکہ دیانات کے قبیل سے ہے، اسی لئے اس کے وہ ثبوت کے لئے قضاء قاضی کا محتاج ہوتا ہے اور اس میں رؤیت عام نہ ہونے کی صورت میں شہادت کی ضرورت پڑتی ہے (شامی ۲؍۱۰۲)، ہلال رمضان اور ہلال عید کے اس فرق کی وجہ سے ایک دو صوبوں یا چند صوبوں میں ہلال رمضان کے اعلان کی صورت میں دوسرے دیگر صوبوں میں ہلال رمضان کے ثبوت کا اعلان کر دینا جائز ہے، مگر ہلال عید میں یہ جائز نہیں ہے جب تک کہ ہلال عید

کے اعلان کی اطلاع دیگر صوبوں کے قاضی کو شہادت شرعی کے اصول کے مطابق شہادت علی القضاء یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی الرویۃ کے ذریعہ نہ ہو جائے، ہاں اگر وہ اعلان خبر مستفیض کا درجہ اختیار کرلے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کم از کم چھ آدمی کی خبر یا چھ جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن یا چھ جگہوں کے ٹیلی فون سے ہلال عید کے اعلان کا ثبوت فراہم ہو جائے تو اس دوسرے صوبہ کے قاضی کے لئے بھی ہلال عید الفطر کا اعلان اپنے حدود قضاء میں کر دینا واجب ہے۔

رؤیت ہلال موجودہ تناظر میں

مولانا محمد عزیر اختر القاسمی

۱-الف

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ سورج و چاند کبھی غائب نہیں ہوتے، بلکہ ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ یہ اور بات ہے یہ سوج کسی جگہ بوقت صبح مشرق سے نمودار ہوتا ہے اور دوسرے مقام پر یہی سورج نصف النہار کو واضح کرتا ہے اور تیسری جگہ یہی سورج غروب ہوتا ہوا دیکھائی دیتا ہے بعینہ چاند کا معاملہ بھی اسی طرح ہے کہ یہ کسی مقام پر ہلالی شکل مغرب کے افق پر ہلکی و کمزور روشنی کے ساتھ نظر آتا ہے تو ٹھیک اسی ساعت میں دوسری جگہ ڈوبتی ہوئی شکل میں چمکتا دمکتا دیکھائی دیتا ہے اور کسی تیسری جگہ بالکل نظروں سے غائب ہوتا ہے، اس واضح حقیقت کے ماننے میں کسی کا نہ کوئی اختلاف ہے اور نہ کوئی اعتراض، مگر چونکہ ہلال کے ثبوت و عدم ثبوت پر بہت سے شرعی احکام کی بناء ہے، اس لئے اس کے معتبر ہونے نہ ہونے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا ہے، یعنی اگر مشرقی دنیا کے افق پر ثبوت رؤیت ہلال ہو جائے تو کیا اسی ثبوت پر مغرب کے باشندے ابتداء ماہ کو مان کر اس کے اندر کی جانے والی خاص عبادتیں، مثلاً روزہ وغیرہ رکھنا شروع کر دیں یا نہ کریں۔

تو ایک قول یہ ہے کہ اگر مشرقی افق پر ثبوت رؤیت ہلال ہو جائے تو مغرب والوں پر اس کا ماننا مطلقاً لازم ہو جائے گا، خواہ ان دونوں شہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ ہو یا نہ ہو، یعنی

دنیا کے کسی گوشہ میں ثبوت رؤیت ہو جائے تو دوسرے تمام مقامات کے باشندوں پر اس کا ماننا لازم وضروری ہوگا اور اسی کے مطابق رمضان، عید الفطر اور عید الاضحیٰ وغیرہ جیسی پاکیزہ ومتبرک عبادتیں متعینہ دنوں میں ادا کرنی لازم ہوگی، گرچہ ان کے یہاں اختلاف مطالع کی بناء پر ثبوت رؤیت نہ ہوا ہو، نہ یہ ممکن ہے، کیونکہ جس وقت مشرق میں مثلاً رؤیت ہلال ہوا اس وقت مغرب میں ٹھیک نصف النہار تھا یا صبح ہو رہی تھی اور افق مشرق پر سورج نمودار ہو رہا تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مطلق اختلاف مطالع معتبر ہوگا۔ خواہ دوشہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ ہو یا نہ ہو، یعنی اگر کسی شہر میں رؤیت ہلال ثابت ہو جائے تو دوسرے شہر والوں کے لئے کہ جہاں ثبوت رؤیت نہ ہوا ہے سابقہ شہر کی رؤیت لازم نہ ہوگی اور نہ یہ لازم ہوگا کہ اول شہر میں ثبوت رؤیت ہلال کی وجہ رمضان کا آغاز ہو چکا ہے تو دوسرے شہر والے کے لئے اسی ثبوت کو مان کر روزہ رکھنا لازم نہ ہوگا۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر دوشہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ ہے تو اختلاف مطالع معتبر ہوگا اور اگر تفاوت بعید نہیں ہے تو اختلاف مطالع معتبر نہ ہوگا، یعنی اگر ایک شہر میں ثبوت رؤیت ہلال ہو جائے تو ایسے دوسرے شہر کہ جن کے درمیان تفاوت بعیدہ ہیں ثبوت رؤیت لازم نہ ہوگا کہ ایک شہر اس کا اعتبار کر کے اپنے یہاں بھی مثلاً روزہ وعیدین وغیرہ ادا کریں، بلکہ وہ اپنے یہاں ثبوت رؤیت کا انتظار کریں اور اگر تفاوت بعیدہ نہ ہو تو سابقہ شہر کی رؤیت کا اعتبار کر کے دوسرے شہر والے بھی کسی بھی مہینہ کا آغاز مان کر اس کے اندر کی جانے والی خاص عبادتیں سابقہ شہر کے مطابق ادا کریں۔

فقہاء کرام کے درمیان یہ اختلاف کوئی نیا نہیں ہے، بلکہ بہت پہلے سے ہوتا ہوا آ رہا ہے، چنانچہ فقہ کی تمام متون وشروح میں اس کا پتہ ملتا ہے چنانچہ ''کنز الدقائق'' میں عبداللہ ابن احمد نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لا عبرة لاختلاف المطالع'' (ص۶۷)، اختلاف مطالع کا کوئی

اعتبار نہیں ہے۔ اور اسی کے حاشیہ میں مولانا محمد احسن نانوتویؒ نے بحوالہ عینی تحریر فرمایا ہے کہ جب ایک شہر والے ہلال دیکھ لیں تو دوسرے شہر والوں پر یہ رؤیت لازم ہوگی، خواہ دونوں شہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ ہوں یا نہ ہوں۔ عبارت ملاحظہ ہو

"قوله لا عبرة الخ إذا رأى الهلال أهل بلدة يلزم ذالک أهل بلدة أخرى في ظاهرالرواية مطلقاً سواء كان بين البلدتين تفاوت أولا وعليه الفتوىٰ"

دوسرا قول علامہ عینی کے حوالہ سے مولانا محمد احسنؒ صاحب نے یہ نقل کیا ہے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر والوں پر لازم نہ ہوگا اور یہی اشبہ ہے "وقال بعضهم لا يلزم ذلک وهو الأشبه (۶۷/۹) اور علامہ شامی نے "ردالمحتار" میں لکھا ہے: علامہ زیلعی شارح "کنز" اور صاحب "فیض" کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہوگا اور ائمہ شوافع کے نزدیک صحیح یہی ہے (۱۳۲/۲)۔

"تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" میں علامہ زیلعی نے اپنی رائے کی وضاحت یوں فرمایا کہ زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے، کیونکہ ہر جماعت اسی حکم کی مکلّف ہے جو اسے درپیش ہو اور یہ مسلم بات ہے کہ اختلاف مطالع کے سبب چاند سورج کی کرنوں سے علاحدہ ہوتا ہے، جیسا کہ اوقات نماز میں علاقہ جات کے اختلاف کے سبب مختلف ہوتا ہے عبارت اس طرح ہے۔ (اختلاف ائمہ نقل کر کے لکھتے ہیں): "لأشبه أن يعتبر لأن كل قوم مخاطبون بما عندهم وانفصال الهلال عن شعاع الشمس يختلف باختلاف المطالع كما في دخول وقت الصلوة وخروجه يختلف باختلاف الأقطار"۔ "فتاویٰ خانیہ برحاشیہ ہندیہ" میں اس قول کو وقال بعضهم کے ذریعہ یوں نقل فرمایا کہ اختلاف مطالع معتبر ہوگا (ج ۱ ص ۱۹۸)۔

اور تیسرے قول کو علامہ نووی شارح صحیح مسلم نے حضرت کریب اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے درمیان جو ہلال رمضان کے ثبوت رؤیت کی متعلق پیش آیا اس کے ذیل میں تحریر فرمایا: "إنما رده، لأن الرؤية لا يثبت حكمها في حق البعيد" یعنی حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کریبؓ کی بات کہ ہم لوگوں نے اور امیر معاویہ نے جمعہ کو چاند دیکھا ہے اور شنبہ سے روزہ ہیں اور آپ لوگوں نے شنبہ کو چاند دیکھکر یکشنبہ سے روزہ ہیں رد فرمادیا، کیونکہ رؤیت کا حکم دوسرے شہر میں تفاوت بعیدہ کی بناء پر معتبر نہیں ہوتا ہے اور صاحب "متخلص الحقائق" نے اس کی مزید وضاحت فرمائی کہ اختلاف مطالع کا اعتبار اس وقت نہ کیا جائے گا، جبکہ دو شہروں کے درمیان تفاوت بعیدہ نہ ہو اور اگر دو شہروں کے درمیان تفاوت مزید ہوں تو اختلاف مطالع معتبر ہوگا، یعنی جب ان دونوں شہر میں سے کسی ایک میں ثبوت رؤیت ہو جائے تو دوسرے شہر والوں پر سابقہ رؤیت لازم نہ ہوگی اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا۔ شیخ ابوالحسن القدوری اور شیخ المشائخ علامہ برہان الدین اور علامہ ابن ہمامؒ صاحب "فتح القدیر" کی متفقہ یہی رائے ہے، حضرت مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی نے یوں فرمایا کہ ایسے دو شہر جن کے درمیان تفاوت بعید ہے وہاں اختلاف مطالع معتبر ہوگا اور جن دو شہروں کے درمیان تفاوت بعید نہیں ہے وہاں اختلاف مطالع معتبر نہ ہوگا، حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے اختلاف مطالع اسی تفصیل کے مطابق معتبر ہے، گرچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی رائے کے مطابق اختلاف معتبر یہاں نہیں ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بشرطیکہ مشرق میں رؤیت ہلال حجت شرعیہ سے ثابت ہوجائے فرماتے ہیں کہ (فتاویٰ شیدیہ ۱/۳۶۷)، لیکن خاتم المحدثین حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہوگا، یہ مذکورہ اختلاف اختلاف مطالع کے متعلق زمانہ قدیم سے ہوتا آرہا ہے اس لئے عمل کرنے کے لئے اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک رائے کو راجح قرار دیا جائے تا کہ عمل کرنا آسان

ہو جائے اور امت میں انتشار نہ پیدا ہو۔

اس لئے عرض یہ ہے کہ قول ثالث چند وجوہ سے راجح ہے ایک تو اسلئے کہ صحابہ کا قول حجت ہے، جیسا کہ علامہ نووی نے وضاحت فرمائی کہ حضرت کریب کی بات رد کردی گئی کہ تفاوت بعیدہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے کے لئے مثبت ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے اسی وجہ سے رد فرمایا۔ دوسرے اس وجہ سے کہ دین کی بنیاد آسانی اور سہولت پر ہے اگر مطلقا اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیا جائے تو امت پریشانی میں گرفتار ہو جائیگی اور ہمیشہ دنیا کے کسی حصہ میں رمضان اٹھائیس دن کا ہوگا اور ایک یا دو روزہ قضاء کرنا پڑے گا، تیسرے اس وجہ سے بھی کہ گزشتہ زمانے میں نسبتاً ذرائع ابلاغ محدود تھے جس کی وجہ سے خبر رسائی انہیں جگہوں تک ممکن تھی کہ جہاں کا مطلع مختلف نہ ہوتا تھا۔ چوتھے اس وجہ سے کہ اختلاف مطالع کا غیر معتبر ہونا حدیث صریح کے خلاف ہے یعنی صوموا الرؤیۃ الخ کے خلاف ہے۔

ب- حدود: چونکہ مطلع شمس وقمر ہر آن مختلف ہوتا ہے، کیونکہ مثلاً سورج جب ایک درجہ حرکت کرے گا تو اس وقت ایک قوم کے لئے طلوع شمس کا موقعہ ہوگا اور بعینہ اسی وقت دوسری قوم کے لئے طلوع صبح صادق اور کسی قوم کے لئے نصف النہار کا موقعہ ہوگا۔ علی ھذا القیاس چاند کے مطالع میں بھی اختلاف ہوتا ہے، اس لئے کچھ حدود کا تقرر ضروری ہے کہ جس کے اندر اختلاف مطالع معتبر نہ ہو اور اس کے باہر اختلاف مطالع معتبر مانا جائے۔

چنانچہ صاحب مستخلص الحقائق نے وضاحت فرمائی کہ اگر دو شہروں کے درمیان تقارب ہو تو اختلاف مطالع معتبر نہ ہوگا اور اگر تفاوت ہو تو اختلاف معتبر ہوگا، یعنی ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے لازم نہ ہوگی۔ اور یہی رائے تقریبا تمام فقہاء متاخرین کی رائے ہے اور صاحب ''رد المحتار'' علامہ شامی نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ دو شہروں کے درمیان ایک ماہ یا اس سے زائد کی مسافت ہو تو ایسے دو شہروں کے درمیان اختلاف

مطالع معتبر ہوگا، یعنی ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر والوں کے لئے لازم نہ ہوگی اور اگر اس سے کم کا فاصلہ ہو تو اختلاف مطالع معتبر نہ ہوگا، یعنی ایک شہر رؤیت دوسرے شہر والوں کے لئے لازم ہوگی عبارت اس طرح ہے۔

"وقدر البعد الذی تختلف فیه المطالع مسیرة شهر أو أكثر علی ما في القهستاني الخ" (۲/۳۳۲)۔

علامہ طحطاوی نے "مراقی الفلاح" کے حاشیہ میں تحریر فرمایا کہ اختلاف مطالع ایک ماہ کی کم از کم مسافت پر متحقق ہو جاتا ہے فرماتے ہیں: "وأقل ما اختلف المطالع مسیرة شهر كما في الجواهر" (ب) حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلیؒ نے فرمایا کہ "اصح المذاہب عقلا و نقلا ہمیں است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتے باشد کہ دراں اختلاف مطالع می شود و تقدیرش مسافت یک ماہ است الخ"۔ یعنی عقل و نقل کے لحاظ سے صحیح ترین مسلک یہی ہے کہ ایسے دو شہر کہ جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کا مطلع مختلف ہو جائے جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت سے کیا جاتا ہے اسمیں ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے لازم نہ ہوگی۔ "مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ" نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے کہ جن دو شہروں کے درمیان ایک ماہ یا اس سے زائد کی مسافت ہو اس میں سے ایک شہر والوں کیلئے لازم نہ ہوگی۔

مذکورہ تفصیلات تو اس وقت کی ہے جب کہ سفر اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعہ کی جاتی تھی لیکن آج جب کہ مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے کیا جاتا ہے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے اس کی حد میلوں کے ذریعہ مقرر کی جائے چنانچہ سفر شرعی جسمیں مکلّف کو رخصت کا جواز ملتا ہے بقول حضرت امام اعظمؒ کے تین دن کی مسافت ہے اور حضرت امام شافعیؒ کے بقول چار برید کا ارادہ کرنا ضروری ہے اور ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے اس طرح اڑتالیس میل تین دن کی مسافت کے برابر ہوتا ہے اور حضرت مولانا مفتی شفیعؒ صاحب نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے تو دو شہروں کے

درمیان تفاوت بعیدہ کے تحقق کے لئے ایک ماہ کی مسافت کے بجائے اگر مذکورہ مسافت سفر کا حساب لگایا جائے تو بہتر معلوم ہوتا ہے۔یعنی حدود اس طرح مقرر کئے جائیں کہ ایسے دوشہر کے جن کے درمیان کم از کم پانچ سو یا چھ سو میل (علی اختلاف الاقوال) کی دوری ہو تو اختلاف مطالع معتبر مانا جائے گا (جدید فقہی مسائل)۔

ج- ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ کا مطلع مختلف ہونے کے باوجود ایک ہی حکم رکھتا ہے، خواہ ان میں سے بعض ملکوں کے بلندی کی سطح مختلف ہے، کیونکہ مقام بلند پر اگر رؤیت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو پست سطح ارض کے باشندوں کے لئے وہ رؤیت لازم ہوتی ہے، چنانچہ فتاویٰ ہندیہ درمختار وغیرہ میں بصراحت لکھا ہے کہ شہر کے باہر سے اگر کوئی شخص ثبوت رؤیت ہلال کی شہادت دے تو قابل قبول ہوگی اور اسی طرح کوئی شخص مقام بلند سے آکر ثبوت رؤیت کی شہادت دے تو بھی قابل قبول ہوگی عبارت ملاحظہ ہو ''وذکر الطحاوی أن تقبل شهادة الواحد إذا جاء من خارج المصر وكذا إذا كان علىٰ مكان مرتفع'' (ج١)۔مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مقام بلند پر ثبوت رؤیت نیچے والوں کے لئے لازم ہوگی تو ان ممالک میں بلندی کی سطح گرچہ کافی مختلف ہے اور مطالع گرچہ بالفرض مختلف ہیں لیکن بایں ہمہ ان میں کسی ملک میں ثبوت رؤیت ہلال دوسرے ملک والوں کے لئے لازم ہوگی بشرطیکہ ثبوت رؤیت ہلال کی بطریق موجب موصول ہو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ ان ممالک کے درمیان کافی دوری ہے، اس لئے اختلاف مطالع معتبر ہونا چاہئے تو عرض ہے کہ یہ سب ممالک ایک دوسرے کے پڑوسی کہلاتے ہیں اور ان کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں کہ ان کے درمیان طلوع وغروب آفتاب سے ایک ن کا فرق پیدا ہو جائے بلکہ مشرق ومغرب کے اعتبار سے طلوع وغروب شمس میں زیادہ سے زیادہ ایک یا دو گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے اور اتنے فرق کی وجہ سے جو اختلاف مطالع ہلال ہوگا اس کا شرعی نقطۂ نگاہ سے کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ نیز اکابر امت کا فتویٰ اور فیصلہ بھی یہی ہے کہ

ان پڑوسی ملکوں میں مطالع کا اختلاف اس قدر نہیں ہے کہ جس کا اعتبار کیا جائے چنانچہ مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے زیر اہتمام ۳؍ ۴؍ ۷ ۱۹۶ء کو ملک کے مقتدر علماء اور مختلف مکاتب فکر کے اکابر نے رؤیت ہلال کے متعلق متفقہ طور پر چند فیصلے فرمائے تھے اس میں سے ایک فیصلہ بعینہ پیش خدمت ہے ہندوستان و پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں، مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہند و پاک کا ہمیشہ عمل اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا دونوں ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔

د- مذکورہ بالا بیان سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مذکورہ مقامات کے مطالع کا ایک حکم ہے تو یہ لازمی نتیجہ ہوگا ایک جگہ کا ثبوت رؤیت ھلال دوسرے ملکوں کے باشندوں کے لئے لازم ہوگا بشرطیکہ ثبوت رؤیت کی خبر بطریق موجب موصول ہوئی ہو، جیسا کہ حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مشرق والوں کی رؤیت مغرب والوں پر ثابت ہو جائے گی اور حجت شرعیہ سے ثابت ہو جائے (فتاویٰ رشیدیہ، ۳۶۷)۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی تحریر فرمایا کہ اگر دوسری جگہ سے خبر آجائے تو اس کے معتبر ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ طریق موجب سے پہنچے، اور طریق موجب چار ہیں (۱) شہادت بالرؤیت (۲) شہادۃ علی الشہادت بالرؤیت (۳) شہادت علی حکم الحاکم (۴) استفاضہ جو حکم حاکم کے حکم میں ہے اور جب ان ذرائع سے خبر آوے گی تو اس پر عمل واجب ہے اور ظاہر ہے کہ ترک واجب معصیت ہے (امداد الفتاوی ۲؍ ۱۱۸-۱۲۰)۔

فتاویٰ ہندیہ میں جو عبارت ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر بطریق موجب خبر موصول ہو جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اس میں ''یجب'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے

اور کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے کہ اپنے یہاں کے فیصلہ کا انتظار کرنا ضروری ہوگا بلکہ مطلق لکھا ہے کہ عمل کرنا واجب ہے عبارت پیش خدمت ہے: "لو رأی أهل مغرب هلال رمضان یجب علی أهل مشرق، کذا فی الخلاصة ثم إنما یلزم الصوم علی متاخر الرؤیة إذا ثبت عندهم رؤیة أولئک بطریق موجب الخ (۱/۱۹۹)۔

نیز بحوالہ خلاصہ یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی فاسق نے رویت ہلال رمضان کی گواہی دی اور قاضی نے اس کو قبول کر کے لوگوں کو روزہ کا حکم دیدیا پھر اگر وہی شخص یا شہر کا کوئی بھی آدمی روزہ نہ رکھے تو عام مشائخ کی رائے یہ ہ کہ ایسے شخص پر کفارہ بھی واجب ہوگا، اسی طرح "فتاویٰ خانیہ" بشمول "ہندیہ" مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی شہر کے قاضی اور عوام نے چاند نہ دیکھا لیکن اس کے پاس دو شاہدوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو گواہوں نے گواہی دی ہے اور قاضی صاحب نے ان دونوں کی شہادت پر ثبوت رویت ہلال کا فیصلہ فرمادیا ہے تو اس شہر کے لئے یہ جائز ہے کہ یہ بھی ثبوت رویت ہلال کا فیصلہ کریں کیونکہ یہ شہادت علی قضاء القاضی ہے اور قضاء قاضی حجت شرعیہ ہے اس لئے اعتبار کرنا ضروری ہوگا (۱/۱۹۸)، صاحب "بحر" کی بھی یہی رائے ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہلال رمضان ایک شہر والے دیکھ لیں اور دوسرے شہر والوں نے نہ دیکھا تو جب دوسرے شہر والوں کو رویت ہلال کی خبر بطریق موجب موصول ہو تو ان پر روزہ رکھنا واجب ہوگا (بحر ۲/۲۷۰)۔ علامہ ابن عابدین شامی نے بحر کے حاشیہ پر یہی لکھا ہے کہ دوسرے شہر والوں کے لئے لازم ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں: "فکل من استفاض عندهم خیر تلک البلدة یلزمهم اتباع أهلها الخ"۔ مختصر یہ کہ فقہ وفتاویٰ کی اکثر کتابوں میں ایسے موقعہ پر دو قسم کے الفاظ موجود ہیں "یجب" "یلزم" جس سے یقینی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن جن مقامات کا مطلع ایک ہے ان میں سے کسی ایک مقام پر ثبوت رویت ہوجائے اور اس کا اعلان بھی کردیا جائے تو دوسرے مقامات کے باشندوں کے لئے لازم ہوگا اور اسی طرح ان مقامات کے لوگوں

کے لئے یہ اعلان واجب العمل ہوگا کہ جہاں کا مطلع مختلف ہونے کے باوجود کسی وجہ سے ایک ہی مطلع کے حکم میں ہے بشرطیکہ اس اعلان کی اطلاع بطریق موجب موصول ہو۔

اور اگر کسی خطہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے ثبوت رؤیت ہلال کا اعلان کردیا تو اس خطہ کے تمام لوگوں پر عمل کرنا واجب ہوگا دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے یہ اعلان ملزم نہ ہوگا حتی کہ فتاویٰ بزازیہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی شہر کا قاضی بنادیا جائے تو اسکے دیہات حلقہ قضاء میں داخل ہوں گے، ہاں اگر حلقہ قضاء کی تعمیم کردی جائے تو حلقہ قضاء عام ہوگا اور تمام لوگوں کے لئے قاضی کا اعلان واجب العمل ہوگا۔ عبارت اس طرح ہے: "قلده قضاء بلد كذا لا يدخل السواد والقراء بلا نص عليه" (حاشیہ فتاویٰ ہندیہ ۱۳۵/۵)۔

اور جن جن لوگوں نے قاضی یا ہلال کمیٹی کے اعلان اور احکام کو اپنے لئے واجب العمل قرار دیدیا ہے یا قاضی وغیرہ کے حدود قضاء کے اندر رہتے ہیں ان لوگوں پر عمل کرنا لازم وضروری ہوگا بشرطیکہ قاضی نے رؤیت ہلال کی شہادت لیکر موافق شرع رؤیت ہلال کے ثبوت کا اعلان کیا ہو تو یہ اعلان حدود قضاء کے لوگوں کے لئے چند وجوہ سے ملزم ہوگا۔

۱- اس وجہ سے کہ قضاء قاضی ایک مستقل حجت شرعی ہے، جیسا کہ "درمختار" میں ہے: "لأن قضاء القاضي حجة" (۱۲۸/۲)۔

۲- اس وجہ سے کہ قاضی حکومت کا مقرر کردہ ہے، لہذا قاضی کا اعلان گویا کہ سلطان وقت کا اعلان ہے اور سلطان کا اعلان واجب العمل ہوتا ہے، اس لئے ایسے قاضی کا اعلان بھی واجب العمل ہوگا یا مسلمانوں کی ایک متدین جماعت نے قاضی مقرر کیا ہے اور ایسے قاضی کے حکم کا ماننا نص قطعی سے ثابت ہے قرآن کریم میں ہے: "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم" (سورہ؟؟؟) اور باتفاق اکثر مفسرین أولوا الأمر قاضی ہیں۔

۳- اس وجہ سے بھی کہ شریعت کا مقصود ایمانیات کے علاوہ عبادات اور معاملات کے

ثبوت کے لئے قطعی اور یقینی دلائل کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ دلیل ظنی کا ہونا کافی ہے، چنانچہ شریعت کے عام مسائل ایسے دلائل سے ثابت ہیں جو ظنی ہیں مثلاً خبر واحد یا قیاس چنانچہ صاحب "منار" نے لکھا ہے کہ خبر واحد حقوق اللہ کے لئے حجت ہے عبارت ملاحظہ ہو

"القسم الثالث في بيان محل خبر الذي جعل الخبر فيه حجة فإن من حقوق الله تعالى يكون خبر الواحد فيه حجة"۔

آگے ملاجیونؒ نے تشریح فرمائی "سواء كان العبادات والعقوبات أو دائرة بينهما أو مؤنه مع أخذهما" (نورالانوار/۱۸۶)۔

اور حضرت مفتی نظام الدین صاحب دارالعلوم دیوبند نے ایک جگہ تحریر فرمایا کہ جہاں حکومت کی جانب سے قاعدہ شرعیہ کے مطابق رؤیت ھلال کا ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا قانون وانتظام ہو اور اس پر عمل رائج ومشہور ہو تو وہاں مقامی طور سے پورے حدود مملکت کے اندر یہ مطلق اعلان بھی مثل اعلان قاضی شرع معتبر ہوگا، خواہ حکومت مسلمہ ہو یا کافرہ اور اس اعلان پر عمل کرنا لازم ہوگا اور اس کی علت میں حضرت نے فرمایا: "لحصول غلبة الظن بهذا الطريق في هذه الصورة" نیز دارمی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک دیہاتی مسلمان کے رؤیت ہلال کی خبر پر حضرت بلالؓ کو یہ حکم دیا تھا کہ تمام مسلمانوں میں یہ اعلان کردو کل رمضان کا روزہ رکھیں تو اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کے نزدیک غلبہ ظن مطلوب ہے قطعی ویقینی دلیل کا ہونا ضروری نہیں، ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ معلن کے لئے عادل و متدین ہونا ضروری نہیں، کیونکہ قاضی کا اعلان اس کے حلقہ قضاء میں اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے اور اعلان سلطان بذریعہ معلن فاسق معتبر مانا جاتا ہے، اس لئے معلن کا متدین ہونا ضروری نہیں (۳۰۹/۵)۔

اور اگر یہ قاضی جس کی طرف اعلان منسوب ہے حکومت کا مقرر کردہ نہیں ہے، لیکن

مسلمانوں کی متدین اور قابل اعتماد جماعت نے قاضی مقرر کیا ہے تو ابھی اوپر ثابت کیا گیا ہے کہ اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، لیکن ایسے قاضی کا حلقہ اثر تمام حدود مملکت کو محیط نہ ہوگا، بلکہ جس خطہ کے لئے وہ قاضی مقرر کئے گئے ہیں اور جہاں کی عوام نے انہیں اپنا قاضی تسلیم کیا ہے صرف اسی خطہ کے لوگوں پر عمل کرنا واجب ہوگا، دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے اس قاضی کا اعلان ایک خبر ومکاتب کی حیثیت رکھے گا اور مکاتب رؤیت ہلال کے باب میں بھی معتبر نہیں ہے چنانچہ (در المختار میں ہے): "لا لو شهدوا برية غيرهم لأنه حكاية" اس کے آگے "رد المختار" میں ہے: (قوله لأنه حكاية) ... قلت وكذا لو شهدوا برؤية غيرهم وإن قاضي تلك المصر أمر الناس بصوم رمضان لأنه حكاية (۱۲۸/۲)۔

اور حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ "جہاں حکومت کی طرف سے رؤیت ہلال کا اعلان کرنے والا اور کوئی مسلمان حاکم ایسا نہ ہو تو ہلال کمیٹی جس کے تمام افراد مسلمان باشرع ہوں اور اس کی پوری کارروائی میں مستند وتجربہ کار مفتی یا مفتی شہر یا مقتدر عالم ومتدین شریک ہوکر یہ اعلان کرے کہ یہ اعلان شرعی ثبوت کے بعد کیا جارہا ہے اور قرائن شرعیہ سے صحت کا ظن غالب ہو تو مقامی طور پر یہ اعلان قابل عمل ہوگا اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تحریر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعلان کسی رؤیت ہلال کمیٹی یا قاضی کی طرف منسوب ہو تو اسی علاقہ کے لوگوں پر عمل کرنا واجب ہوگا دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لئے یہ اعلان ایک خبر کا درجہ رکھے گا، لہذا دوسری جگہ کے لوگوں کو اس پر عمل کرنا لازم نہ ہوگا، بلکہ وہاں کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ پر عمل موقوف ہوگا کہ اگر وہاں کے قاضی یا کمیٹی نے اس اعلان کو جو بمنزلہ خبر ہے کافی سمجھ کر فیصلہ کردیا تو وہاں کے لوگوں پر عمل کرنا واجب ولازم ہوگا ورنہ نہیں۔

ھ- اگر رؤیت ہلال ایک خطہ میں ثابت ہوجائے اور دوسرے خطہ میں اس کی خبر بذریعہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام یا ریڈیو ملے تو اس دوسرے خط کے لوگوں کے لئے عمل کرنا بعض

حضرات کی رائے کے مطابق مطلقاً جائز ہے، لیکن محقق اور راجح بات یہ ہے کہ چند شرطوں کے ساتھ عمل کرنا جائز ہے، اس لئے کہ رؤیت ہلال کی خبر بذریعہ فیکس ملتی ہے تو اس موصولہ تحریر کی ذو حیثیت ہے ایک تو یہ ہے کہ مشہور قاعدہ ہے: "**الخط يشبهَ الخط**" (کنز ۹/۲۷۹) اس لئے تحریر میں شبہ واقع ہو جاتا ہے اور کوئی مشتبہ شی ثابت نہیں ہو سکتی، اس لئے بذریعہ فیکس موصولہ تحریر کے ذریعہ سے رؤیت ہلال کا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کی رائے ہے اور دوسری حیثیت تحریر کی ہے کہ تحریر سے بہت سی چیزوں کا ثبوت ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن نے کہا ہے کہ جب تم کوئی ادھار کاروبار کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ "**إذا تداينتم بدين الخ**" (سورہ؟؟؟)، اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بہت سارے خطوط تبلیغ احکام کے لئے لکھوائے مثلاً ہرقل کی جانب اس طرح لکھوایا: **من محمد إلى هرقل عظيم الروم** (سیرۃ النبی ۱/۴۶۶)، فقہاء کرام کے یہاں بھی اس کا کافی وافی اعتبار کیا جاتا ہے، مثلاً طلاق ونکاح کے متعلق "ردالمحتار" میں یہ عبارت ہے: "**قال ينعقد النكاح بالكتابة كما ينعقد بالخطاب**" (۳/۱۴/۲) "**كتب الطلاق إن مشبينا على نحو لوح وقع**" (درمختار ۲/۵۸۹) وغیرہ، اس لئے مطلقاً یہ کہنا کہ بذریعہ فیکس موصولہ تحریر سے ثبوت رؤیت ہلال نادرست ہے صحیح نہیں ہے، بلکہ تحریر کا اعتبار دوسرے ابواب فقہ میں جس طرح کیا جاتا ہے اسی طرح رؤیت کے متعلق کرنا چاہئے چنانچہ مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ تحریر اطلاع سے ثبوت رؤیت ہلال ہو جائے گا، لیکن اس کے لئے کچھ شرائط کا لحاظ ضروری ہے تو پہلی شرط یہ ہے کہ نامہ معتبر شخص کا ہو جو فیکس میں بذریعہ اتم موجود ہے کہ وہ تحریر جس کی طرف منسوب ہے اچھی طرح ممتاز ہو کہ اسی منسوب الیہ کی تحریر ہونے کا گمان غالب ہو جائے جو شریعت کی نگاہ میں قابل قبول ہے، ورنہ تحریر کے بارے میں یہ یقین کرنا بڑا مشکل ہے کہ یہ منسوب الیہ ہی کی تحریر ہے، چوتھی شرط یہ ہے کہ اس خط کے مضمون کو نامہ پڑھ کر سنا دیا گیا ہو (اس کی فیکس میں ضرورت نہیں) اور اس پر قاضی مرسل کی مہر ہو

اور مرسل کا اس خط پر ممتاز دستخط بھی ہو۔ پھر مرسل الیہ کے پاس اس بات کی شہادت بھی بہم پہنچنا ضروری ہے کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے اور انہوں نے مجلس قضاء میں ہمارے حوالہ کیا اور مضمون پڑھ کر سنا دیا تھا اور میرے سامنے ہی اس پر مہر ثبت کیا تھا (ملخصا من کنز، ۲۷۹)۔

پھر تمام شرائط کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مطلع صاف نہ رہا ہو، لہذا جب کسی قاضی کا خط بذریعہ فیکس موصول ہو مذکورہ تمام شرائط کے ساتھ تو مرسل الیہ قاضی کے لئے اس خط کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہوگا واجب نہ ہوگا، اسی طرح قاضی مقرر کردہ کسی فرد کی طرف سے یا کسی رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف سے شہادت لے کر قاضی شریعت کو بذریعہ فیکس اطلاع دی جائے تو مذکورہ شرائط معتبرہ کے ساتھ اس کا اعتبار کیا جائے گا اور قاضی شریعت کے لئے آمدہ اطلاع کی روشنی میں فیصلہ کرنا جائز ہوگا، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے بذریعہ اخبار موصولہ خبر کا اعتبار کر کے صوم وافطار کی اجازت کے متعلق جواز کی رائے دی ہے اور فرمایا کہ عمل کرنا واجب نہ ہوگا، کیونکہ اس کے ذریعہ غلبہ ظن ہو سکتا ہے یقین نہیں ہو سکتا ہے (کفایت المفتی ملخص) ہاں اگر بذریعہ فیکس موصولہ خبر کے بعد شہادت رؤیت کی ضرورت محسوس ہو تو ایسی صورت میں اس تحریر کا اعتبار صحیح نہ ہوگا، کیونکہ گواہ کا قاضی وحاکم کے روبرو گواہی دینا ضروری ہے تحریری گواہی معتبر نہیں۔

بذریعہ فون موصولہ خبر کے متعلق بھی کچھ ایسی ہی بات ہے کہ "الصوت یشبه الصوت" اس لئے آوازوں کا فرق براہ راست بھی بسا اوقات محسوس نہیں ہوتا ہے بلکہ اشتباہ ہو جاتا ہے اور بذریعہ فون موصولہ آواز تو اور بھی مشکل سے شناخت میں آتی ہے اور جب دور دراز سے خبر آتی ہے تو عموماً آواز کی کیفیت بدل جاتی ہے اور شناخت متعذر ہو جاتی ہے، مگر جس طرح تحریر قرائن، شرائط اور دوسرے خارجی اسباب کے ذریعہ منسوب الیہ کی تحریر ہونے کا گمان غالب ہونے کی بنا پر قابل عمل ہو جاتی ہے علی ہذا القیاس فون کے ذریعہ موصولہ خبر بھی قرائن، خارجی اسباب اور چند شرائط کے ساتھ قابل عمل وقابل فیصلہ ہوگی، پہلی شرط یہ ہے کہ بذریعہ فون خبر دینے

والا شخص قاضی کا مقرر کردہ ہو کہ رؤیت ہلال شرعی ثبوت کے بعد اطلاع دے یا اس جگہ کے قاضی کے فیصلہ کی اطلاع دے، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ مقرر کردہ شخص حکم کے مطابق وقت پر بذریعہ فون اطلاع بھی دے نیم مرسل مخبر کی آواز کو ایک گونہ پہچانتے بھی ہوں یا مقرر کردہ شخص سے خود قاضی فون سے رابطہ کر کے دریافت کر لے اور وہ شخص شرعی ثبوت کے بعد اطلاع دے تو عمل کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہوگا، لیکن اگر فیصلہ کے لئے قاضی شہادت کی ضرورت محسوس کرے تو بذریعہ فون شہادت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

اور اگر وہ شخص جو مخبر ہے قاضی کا مقرر کردہ نہیں ہے بلکہ از خود رؤیت ہلال کے متعلق قاضی کو بذریعہ فون خبر دے تو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی رائے کے مطابق ایسی خبر پر عمل کرنا یا فیصلہ کرنا درست نہیں ہے، ہاں اگر فون قاضی کے پاس اس کثرت سے آجائیں کہ وہ مفید غلبہ ظن ہو تو صوم وافطار کا حکم دیا جا سکتا ہے (کفایت المفتی ۴/۲۰۹)۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ بذریعہ فون خبر اس طرح آئے کہ متین فلان ابن فلاں، فلاں جگہ سے یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ میرے سامنے فلاں حاکم شرعی یا ہلال کمیٹی نے کہ جس کے تمام افراد باشرع و متین ہیں یا فلاں مفتی یا عالم یا مسلمان حاکم یا مسلمان وزیر ثبوت شرعی کے بعد ثبوت رؤیت کا حکم یا فیصلہ دیدیا ہے اور یہ مخبر بھی معتمد ہو تو اس خبر پر عمل کرنا جائز ہوگا اور اسی کے مطابق فیصلہ کرنا بھی درست ہوگا۔

اور اگر مذکورہ بالا تفصیل کیمطابق بذریعہ فون خبر نہ آئے، بلکہ ایک دو فون کسی اجنبی شخص کی طرف بطریقِ مذکورہ آئے یا کثیر تعداد میں بذریعہ فون خبر آوے، مگر مذکورہ شرائط و قیود کے ساتھ نہ ہو، بلکہ یہ خبر ہو کہ فلاں جگہ چاند دیکھا گیا یا فلاں فلاں شخص نے چاند دیکھا یا کسی شہر یا بستی میں چاند دیکھا گیا تو ان تمام صورتوں میں نہ عمل کرنا جائز ہوگا اور نہ فیصلہ کرنا، کیونکہ یہ ایک حکایت ہوگی اور حکایت نہ قابل عمل ہے اور نہ قابل فیصلہ جیسا کہ درمختار میں ہے: "**لا لو شهدوا برؤية**

غیرھم لأنه حکایة"(۲/۱۲۸)، ہاں اگر کسی کو غلبہ ظن ہو جائے تو وہ تنہا عمل کرنے کا مجاز ہو سکتا ہے۔

تار یا ٹیلیگرام کے ذریعہ موصولہ خبر بھی چند شرائط کیساتھ معتبر مانی جا سکتی ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے "امداد الفتاویٰ" میں تفصیل ذکر فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ تار خط کے مشابہ ہے کہ جس طرح خط کے ذریعہ معنیٰ مقصود پر دلالت وضعیہ غیر لفظیہ ہوتی ہے ایسی ہی تار میں بھی معنیٰ مقصود پر دلالت وضعیہ غیر لفظیہ ہوتی ہے، لیکن دونوں میں فرق ہے خط میں حرف کے نقوش ہونے کی بنا پر علامت ممیّزہ پائی جاتی ہے مگر تار میں یہ علامت معدوم ہوتی ہے۔ نیز خط میں معنیٰ مقصود پر دلالت واضح ہوتی ہے اور تار میں مبہم ہوتی ہے کہ میں فلاں ٹرین سے آرہا ہوں تو آفس کا آدمی پیتل کی تلی پر ہاتھ رکھ کر کھٹ کھٹ شروع کی تو آپ کہیں گے کہ بڑا احمق آدمی ہے کہا آنے کی اطلاع دینے کو اور یہ کھٹا کھٹ شروع کر دیا ہے تو آپ کو یہ شخص احمق اسی لئے معلوم ہوا کہ اس کھٹا کھٹ دلالت معنیٰ مقصود پر واضح نہیں ہے مختصر یہ کہ تار میں معنیٰ مقصود پر دلالت واضح نہیں ہوتی ہے، لہذا خط کے مقابلہ میں تار کا اعتبار کمزور ہوگا اور خط کے متعلق حضرت تھانویؒ نے اپنے خاص اصطلاحی الفاظ میں یوں فرمایا کہ تحریر امور ملزمہ میں باستثناء مواضع معدودہ ضرورت شدیدہ بشرط امن من التزوی مثل فرامین شاہی وغیرہ کے بدون اقرار کاتب یا قیام بینہ حجت نہیں الخ (امداد الفتاوی ۲/۸۸)۔

۲-فلکیاتی حساب سے مدد لینا

نفاذ حکم کے لئے فلکیاتی حساب کا اعتبار تو بہر حال کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اس کا اعتبار کرنا متعدد احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، جیسے "نحن أمة أمية لا نکتب الخ" اور "صوموا لرؤیته الخ" وغیرہ نیز ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام شافعیؒ کے علاوہ کسی امام کے

نزدیک نہ فلکیاتی حساب سے نفاذ حکم برائے عامۃ المسلمین جائز ہے اور نہ خود حساب داں شخص کے لئے حجت برائے عمل ہے، حضرت امام شافعیؒ کے قول کی تفصیل اس طرح ہے کہ جو شخص حساب داں کے قول کو صحیح یقین کرتا ہو تو اسے بمطابق فلکیاتی حساب عمل کرنا درست ہے اور جو شخص اس کو نہ مانتا ہو تو ایسے شخص کے لئے ان کے یہاں بھی عمل کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ''ردالمحتار'' میں ہے: ''لا يعتبر قولهم بالإجماع ولا يجوز أن يعمل بحساب نفسه وفي النهر فلا يلزم بقول الموقتين أنه أي الهلال يكون في السماء ليلة كذا وإن كانوا عدولا'' (۱۲۵/۲) اور حضرت امام شافعیؒ کی طرف اعتبار کرنے کا قول مذکورہ تفصیل کے ساتھ منسوب ہے چنانچہ ''الفقه على المذاهب الأربعة'' میں علامہ عبدالرحمٰن الجزیری نے یہ تفصیل نقل فرمایا ہے، ملاحظہ ہو: ''الشافعية قالوا يعتبر قول المنجمين في حق نفسه وحق من صدقه ولا يجب الصوم على عموم الناس بقولهم على الراجح'' (۵۵۱/۱) اصحاب امام شافعیؒ اس سے شیخ شہاب الدین رملی شافعی اور علامہ تاج الدین سبکی شافعیؒ نے پوری طاقت صرف کردی ہے دلائل پیش کرنے میں کہ فلکیاتی حساب سے ثبوت رؤیت ہلال بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے، کیونکہ شہادت ظنی ہے اور حساب قطعی ہے اور اسی پر تفریع کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اگر تیس تاریخ کی شب میں ۲۹/ کا چاند ہونے کی شہادت دی جائے اور حساب سے یہ ثابت ہو رہا ہو کہ آج شام چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہیں ہے تو بمطابق حساب عمل کیا جائے گا اور شہادت کو رد کردیا جائے گا۔ (کمافی الرد)

تو عرض یہ ہے کہ شوافع کا یہ قول کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے، اس لئے چند دیگر وجوہ سے مردود ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ جماعت متاخرین فقہاء نے اس کو مردود قرار دیا ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ جس چیز کو انہوں نے بطور دلیل پیش کیا ہے درحقیقت وہ بھی ایک دعویٰ بلا دلیل ہے، کیونکہ علامہ سبکی نے جو احتمال بیان فرمائے ہیں مثلاً ''لأن الشاهد قد تشتبه الخ اور دلیل

میں فرمایا: "لأن الحساب قطعي" (ردالمحتار ۲/۲۶-۱۲۵) تو چونکہ یہ احتمال بھی ناشی بلا دلیل ہے، اس لئے ان سب باتوں کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، نیز اس وجہ سے بھی یہ قول قابل اعتبار نہیں ہے کہ یہ اجماع امت کے خلاف ہے، جیسا کہ ابن المنذر نے "الاشراف" میں ذکر کیا ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ فلکیاتی حساب پر عمل کرنے والا شخص شریعت کی نگاہ میں مبتدع اور گمراہ تو ہے ہی ایسا شخص عقلی اور فلکیاتی حساب کے اعتبار سے بھی غلط پر ہے، اس لئے یہ یقنی اور قطعی فیصلہ مقتدر میں فقہاء کرام کا راجح ہے: "لا عبرة بقول الموقتين"۔

اب رہی بات کہ فلکیاتی حساب کے ذریعہ اس سلسلے میں مدد لی جاسکتی ہے یا نہیں کہ کیا آج ہلال کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں تو میری ناقص رائے میں اس سے مدد لینا بھی چند وجوہ سے ناجائز ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔

۱- تو اس وجہ سے کہ فلکیاتی حساب خود مبنی علی المقدمات الفاسدہ ہے اور اس سے مدد لینا بھی فاسد ہے، کیونکہ ہلال کے متعلق یہ حکم ہے کہ جب ۲۹ر تاریخ گزر جائے اور ۳۰ر تاریخ کی شام آجائے تو افق آسمان پر چاند تلاش کرنا فرض ہے، يفترض على المسلمين فرض كفاية أن يلتمسوا الهلال" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۱/۵۵۱) اور جب فلکیاتی حساب سے استعانت کو جائز قرار دے دیا جائے تو لوگ ۲۹ر تاریخ کی شام اور ۳۰ر کی شب میں چاند تلاش کرنے کے بجائے حساب کو تلاش کرنے لگیں گے اور جب معلوم ہو جائے گا کہ آج افق پر چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہیں ہے تو لوگ تلاش کرنا جو فرض کفایہ تھا کو بالکل چھوڑ دیں گے کہ جب رؤیت بصری کا امکان ہی نہیں ہے تو تلاش کرنا فضول ہے تو گویا اس طرح امت ایک فرض کفایہ کو اجتماعی طور پر ترک کردیگی۔

۲- فلکیاتی حساب سے استعانت اس لئے بھی صحیح نہیں کہ جو حساب کیا جائے گا کوئی ضروری نہیں ہے کہ صد فیصد ٹھیک ہی ہو غلط ہوسکتا ہے اور غلط ہونا کئی وجہوں سے راجح ہے، اولاً

اس وجہ سے کہ غلطی کرنا انسانی فطرت ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ فلکیاتی حساب چند مقدمات مفروضہ پر مبنی ہوتا ہے جن میں سے چند مقدمات کا مخدوش ہونا دلائل سے ثابت ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے فرمایا ہے (امداد الفتاوی ۲/۱۱۱)۔

تیسرے اس وجہ سے بھی فلکیاتی حساب غلط ہے کہ ہر بعد میں آنے والا فلسفی اپنے متقدمین کے نظریات کو غلط ثابت کرتا ہے علیٰ ھذا القیاس ایک موقت حساب کر کے ثابت کرتا ہے کہ مثلاً ۳۰ کی شب میں چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہیں ہے اور دوسرا موقت یہ ثابت کرتا ہے کہ ۳۰/کی شب میں چاند کی بصری رؤیت کا قوی امکان ہے، اسی طرح ایک سائنس داں دو قسم کے خیالات رکھتا ہے تو اس کے کس خیال سے تعاون لیا جائے گا مثلاً کراچی کے ایک ماہ نامہ رسالہ "روحانی دنیا" نے جنوری ۱۹۸۱ء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گرین آبز روٹیری نے ایک تحقیق پیش کی جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے جب تک چاند کی عمر کم از کم تیس گھنٹہ کی نہ ہو اس وقت تک وہ پہلی بار نہیں دیکھا جا سکتا ہے اور سائنس داں مذکور کا ایک دوسرا قول اس طرح ہے کہ "چند ایسی معتبر اطلاعات بھی مذکور ہیں کہ جہاں بہت اچھی کیفیتوں میں چاند اس وقت دیکھا گیا جب اس کی عمر صرف بیس گھنٹے تھی" (القاسم دیوبند اپریل ۱۹۸۲ء ج ۱)۔

۳- اس وجہ سے بھی اس سے تعاون لینا درست نہیں کہ ابتدائی طور پر تعاون لینے کی اجازت مرور ایام کے بعد فلکیاتی حساب پر عوام کا کلی اعتماد اور ایک فریضہ عام کے ترک کی جانب مفضی ہو سکتی ہے اس لئے سداً للذرائع وحسماً للمادۃ اس مدد لینے کی اجازت بھی نہ دی جائے گی، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں جو خاص خاص بت مثلاً ود، سواع ویغوث وغیرہ تو اسکے متعلق امام بخاریؒ نے ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کیا ہے کہ مذکورہ اسما مختلف قوموں کے بزرگوں کے نام ہیں جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کی قبروں پر مسجدیں اور عبادت خانوں میں ان کی تصویریں بنائی گئیں تا کہ اسے دیکھ کر عوام الناس کو عبادت کا ذوق وشوق بڑھے

اور مرور ایام کے ساتھ ان تصویروں کا مقصد لوگوں کے دل ودماغ سے محو ہو گیا اور اسی تصویر کو خدا سمجھ کر اسی کی پوجا و پرستش ہونے لگی (ص۱۷۹-۳۲۷)۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے سداً للذرائع تصویر کشی ومجسمہ سازی کو حرام فرمادیا۔

۴-وجہ یہ ہے کہ شریعت کی نگاہ تمام احکام میں یسر وسہولت پر ہے اسی وجہ سے رؤیت ہلال کے متعلق تین باتوں میں سے ایک بات پر عمل کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے ایک یہ ہے کہ رؤیت عامہ ہو تو عمل کرنا ضروری ہوگا، دوسرے یہ کہ اگر رؤیت عامہ کا ثبوت نہ ہو تو ایک دو فرد نے چاند دیکھ کر قاضی یا ہلال کمیٹی یا عوام الناس کے مجمع میں شہادت دی ہو کہ میں نے دیکھا ہے تب عمل کرنا واجب ہوگا اپنی شرطوں کے ساتھ، تیسری صورت صورت یہ ہے کہ اگر ۲۹ رتاریخ گذار رؤیت ہلال نہ ہو تو تکمیل ثلاثین ضروری ہوگا، اب اگر فلکیاتی حساب سے استعانت کو جائز قرار دیا جائے تو امت حساب کے چکر میں پڑ جائے گی جو ایک امر صعب ہے اور اس امت کے مزاج کے خلاف ہے، کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ "لا نکتب و لا نحسب" یعنی نہ ہم رؤیت ہلال کے لئے لکھنے اور نہ حساب کرنے کے مکلّف ہیں، کیونکہ اس سلسلے میں ہم امت امیہ ہیں، لہذا استعانت کی صورت میں شریعت کے احکام جو اکثر و بیشتر یسر پر مبنی ہیں وہ عسر سے متبدل ہو جائیں گے اس لئے فلکیاتی حساب سے مدد لینا چاند کی رؤیت بصری کے لئے جائز نہ ہوگا۔

۲-ب-شہادت رؤیت اور فلکیاتی حساب کے تعارض کے وقت عمل شرعی شہادت پر ہوگا۔

قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان وعدم امکان باعتبار فلکیاتی حساب سوائے بعض اصحاب امام شافعیؒ باتفاق فقہاء وغیر معتبر ہے، چنانچہ فقہ شافعیؒ کی کتاب "الانوار" میں لکھا ہے کہ چاند کے منازل وحساب کی واقفیت کی وجہ سے حساب اور غیر حساب

داں پر روزہ فرض نہیں ہوتا۔ علامہ ابن حجر نے ''شرح منہاج'' میں ''مجموع'' سے نقل کیا ہے کہ اگر فن والے اپنے علم پر اعتماد و عمل کرتے ہوئے روزہ رکھ لیں تو یہ روزہ رمضان کے روزہ کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا، حضرت امام مالک نے تو یہ فرمایا ہے کہ جو مجتہد حساب و فلکیات پر اعتماد کرتا ہو اس کی اتباع واقتداء نہ کی جائے گی، قرافی کی بھی یہی رائے ہے، علامہ زرقانی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ فلکیین کے کہنے کی وجہ سے کسی قمری ماہ کی ابتداء نہیں مانی جائے گی، ابن مفلح حنبلیؒ نے اپنی ''کتاب الفروع'' میں ذکر کیا ہے کہ جو شخص حساب و نجوم کی بنیاد پر روزہ رکھے گا اس کا روزہ نہ ہوگا اگر چہ اس کا فیصلہ صحیح ہو اور اگر چہ اس کے اکثر فیصلے صحیح ہوتے ہوں، حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ فلکیاتی حساب پر عمل کرنے کا جواز روافض کا قول ہے اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے فرمایا کہ حساب و فلکیات پر اعتماد کرنے والا شخص گمراہ اور مبتدع ہے (الفقہ علی المذاہب الاربعہ اور بحث ونظر ج ر ۲۴ ص ر ۳۱۔ ۳۲ ملخصاً)۔

''ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء'' کے تحت فقہی مجلس اور سعودیہ کی سب سے مستند مجلس علماء فقہاء نے ۱۳۹۲ھ کے اجلاس میں باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا ہے کہ رؤیت کے سلسلے میں حساب و فلکیات کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ حدیث ''صوموا لرؤیته الخ اور لا تصوموا حتی تروہ الخ'' کا یہی حاصل و خلاصہ ہے۔

مذکورہ مسئلہ کے متعلق احتمال یہ تھا کہ شافع المسلک حضرات یہ فتوی دیں گے کہ فلکیاتی حساب کا اعتبار کریں گے اور اس کے بالمقابل شہادت کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائے گا کہ دیکھنے والے کو دھوکہ ہو گیا جیسا کہ علامہ سبکی کا قول علامہ شامیؒ نے ''ردالمحتار'' میں نقل فرمایا ہے کہ شہادت رد کر دی جائے گی لیکن خود حضرت امام شافعیؒ کا قول فتح الباری میں یہ نقل کیا گیا ہے فلکیاتی حساب کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا (۴ر ۱۲۳)۔

محکمۂ موسمیات سے نشر کی جانے والی خبر چند ایسے مقدمات پر مبنی ہے جو انسانی اختراع

کا نتیجہ ہے اور چاند کا دیکھنا ایک فریضہ دینی اور عبادت ہے اور قرآن وحدیث کے بیشتر مضامین اور عناوین میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت انھیں طریقوں سے کرنا ضروری ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے واضح فرمایا ہے، اس لئے محکمۂ موسمیات سے یہ مدد لینا چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں درست نہ ہوگا، نیز افق آسمان پر چاند کا وجود شرعی نقطۂ نگاہ سے کافی نہیں بلکہ اس کی رؤیت بصری ضروری ہے اور محکمۂ موسمیات سے تعاون لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ چاند کے افق آسمان پر ہونے کو واضح کرے گا اور اس کی عمر کو بتائے گا اور یہ واضح کرے گا کہ مثلاً افق آسمان پر جب چاند کی عمر تیس منٹ کم از کم ہوگی تب چاند کی رؤیت ممکن ہوگی۔ حالانکہ رؤیت بصری کے لئے عمر کا تیس منٹ ہونا کوئی ضروری نہیں، بلکہ اس سے کم مدت میں بھی دیکھا جاسکتا ہے اور کبھی یہ ممکن ہوگا کہ محکمۂ موسمیات کی طرف اعلان ہوجائے کہ آج چاند دیکھا جائے گا لیکن ایسی شہادت ملتی ہے کہ متعینہ دن رؤیت بصری کیا ہوتی کہ اس کے اگلے دن بھی رؤیت نہ ہوسکی تیسرے دن رؤیت ہوئی۔ اس لئے یقین کے ساتھ کہا جائے گا کہ محکمۂ موسمیات کی یہ اطلاع کہ رؤیت بصری کا امکان آج ہے مثلاً غیر یقینی ہے اور قاعدہ ہے کہ جو شئی خود ثابت نہ ہو اس کو اثبات کے لئے ذریعہ نہیں بنایا جاسکتا ہے اور نفی غیر کے لئے ہے، نیز محکمہ موسمیات ہوں یا فلکیاتی حساب اس کے ذریعہ دی جانے والی خبر کسی سائنس داں نے جو مقدمات متعین کیا ہے، دوسرا سائنس داں اس کی تردید وتغلیط کرسکتا ہے، جیسا کہ گذشتہ زمانوں میں ہوا کہ بہت سی نئی تحقیقات نے پرانے فلسفے اور ریاضی کے اصول کی دھجیاں بکھیر دیں اور گذشتہ ریاضات کے خلاف مشاہدہ کرادیا، اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آج ایک محقق ماہر فن نے جو کچھ کہہ دیا وہ حرف آخر ہے، بلکہ اسی دور کے دوسرے ماہرین اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں، بلکہ خود ایک ہی شخص کا کبھی کبھی دو خیال ہوجاتا ہے اور خود اپنے ایک قول کی تغلیط دوسرے قول سے کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت مفتی شفیع صاحب پاکستان نے تحریر فرمایا ہے کہ ۱۳۸۰ھ میں محکمہ

موسمیات ایک ہفتہ قبل سے اعلان کر رہا تھا کہ ۲۹ ؍رمضان بروز جمع چاند افق آسمان پر تقریباً اکیس منٹ رہے گا اور دیکھا جاسکے گا اور ٹھیک ۲۹ ؍رمضان کو اخبار ایوننگ اسٹار کراچی میں پنجاب یونیورسٹی کی رصد گاہ کے ذمہ دار افسر اور ماہرین فن سائنس داں بھٹی صاحب کا اعلان یہ شائع ہوا کہ محکمہ موسمیات کی پیش گوئی کہ ۲۹ ؍رمضان کو چاند دیکھا جاسکے گا غلط ہے اور مزید یہ کہا کہ ۳۰ ؍رمضان بروز سنیچر ہلال عید کے نظر آنے کا غالباً امکان کم ہے۔

انہوں نے دعوی کی تائید میں دو دلیلیں پیش فرمایا۔ اول یہ کہ ہلال کا سائز اور اس کی روشنی اس قدر کم ہوگی کہ معمولی نگاہیں نہ دیکھ سکیں گی، اور ثانی یہ کہ غروب آفتاب کے نصف گھنٹہ کے اندر ہی ہلال غروب ہو جائے گا اور آسمان پر اس قدر تاریکی نہیں چھا سکتی جس میں منحنی اور باریک چاند نظر آسکے۔ (رویت ہلال وفون کے شرعی مسائل)

یہ تو ماہرین کے مختلف بیانات تھے اور کبھی ایک شخص دو قسم کے نظریات رکھتا ہے، جیسا کہ ماہنامہ ''القاسم دیوبند'' نے گرین وچ آبزرویٹری کے دو مختلف بیانات شائع کئے ہیں، چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ ''چاند پہلی مرتبہ اس وقت تک نہیں دکھائی دے سکتا ہے جب تک کہ اس کی عمر تیس گھنٹوں سے زائد نہ ہو جائے اور اسی کا ایک دوسرا قول یہ ہے کہ ''چند ایسی معتبر اطلاعات موجود ہیں جہاں بہت اچھی کیفیتوں میں چاند اس وقت دیکھا گیا جب اس کی عمر صرف بیس گھنٹے تھی اور ماہرین فن کا خود اس قسم کا بیان ہے کہ رؤیت ہلال کے بارے میں کوئی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہے جیسا مسٹر ڈی میکنالی اسٹینٹ ڈائریکٹر شعبہ علوم فلکیات وطبعیات یونیورسٹی آف لندن اور وائل گرین وچ آبزرویٹری انگلستان کا بیان ہے کہ'' درحقیقت رؤیت ہلال کے متعلق کوئی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا اور رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیشین گوئی غیر یقینی ہوتی ہے اور جناب محمد نعیم صاحب پاکستانی نے اپنے ایک مقالہ'' بعنوان پاکستان'' عالم اسلامی اور اسلامی کیلنڈر میں جو دنیا کراچی میں شائع ہوا ہے عینی مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت کر دیا ہے کہ ماہرین فن

کا بیان غلط ہوتا ہے (ملاحظہ ہو القاسم دیوبند ۱۹۸۳ء ج ۱)۔

چھٹی صدی ہجری کا مشہور اسلامی فلاسفر اور ماہر نجوم و فلکیات ابو ریحان بیرونی اپنی کتاب "الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" میں آلات رصدیہ کے ان نتائج کے غیر یقینی ہونے کے مسئلہ کو تمام ماہر فن کا اجماعی اور اتفاقی نظریہ بتلایا ہے، عبارت اس طرح ہے: "**إن علماء الهيئة يجمعون علیٰ أن المقادير المفروضة في أواخر أعمال رؤيت الهلال هي أبعاد لم يوقف عليها إلا بالتجربة**" یعنی علماء ریاضی و ہیئت اس پر متفق ہیں کہ رؤیت ہلال کے عمل میں آنے کے لئے جو مقداریں فرض کی جاتی ہیں وہ سب ایسی ہیں جن کو صرف تجربہ ہی سے معلوم کیا جاسکتا ہے اور آگے لکھتے ہیں کہ "فضائی و ملکی حالات ایسے ہیں کہ ان میں جو بھی ذرا غور کرے گا تو رؤیت ہلال کے ہونے نہ ہونے کا کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکے گا اور کشف الظنون میں محمد ابن خواجہ علی کا چالیس سالہ تجربہ لکھا ہے کہ ان مقامات میں کوئی صحیح اور یقینی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی جس پر اعتماد کیا جاسکے (رؤیت ہلال مفتی شفیع پاکستان)۔

د- قمری ماہ کی ۲۹ رتاریخ کو مطلع کے غبار آلود ہونے کی صورت میں ایک آدمی کی شہادت رؤیت کا اعتبار۔

اگر ۲۹ رتاریخ کو مطلع غبار آلود تھا اور ایک شخص نے قاضی کے پاس آکر یہ شہادت دی کی میں نے چاند دیکھا ہے اور قاضی اس ایک شخص کی شہادت کو معتبر مان کر فیصلہ کردے کہ، مثلاً کل رمضان کی یکم تاریخ ہوگی اور عوام الناس نے اس کے مطابق عمل بھی کیا کہ رمضان کے تیس روزے مکمل کر لئے اور اتفاق یہ ہے کہ اس دن بھی افق آسمان غبار آلود ہے تو باتفاق فقہاء اگلا دن یکم شوال اور عید الفطر کا دن ہوگا۔ جیسا کہ "فتاویٰ ہندیہ" میں ہے: "**فأما إذا كانت متغيمة فإنهم يفطرون بلا خلاف كذا في الذخيرة**" (۱/۱۹۸) اور درمختار میں بھی بحوالہ زیلعی یہی لکھا ہے کہ اگر صورت مذکورہ میں تیس روزہ مکمل کر لینے کے بعد اگر افق آسمان غبار آلود ہو تو افطار

باتفاق فقہاء حلال ہوگا اور یہی قول اشبہ ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو: ”نقل ابن کمال عن الذخيرة إن غم هلال الفطر حل اتفاقا وفي الزيلعي الأشبه إن غم حل وإلا لا“ (۲/۱۲۹)۔

اور اگر آسمان صاف ہو اور تیس روزے مکمل کر لینے کے بعد بھی چاند نہ نظر آئے تو حضرات شیخین کی رائے یہ ہے کہ اگلا دن یکم شوال اور عید الفطر کا دن نہ ہوگا اور نہ افطار جائز ہوگا، کیونکہ وہ دن رمضان ہی کا آخر دن ہوگا اور جس گواہ نے ہلال رمضان کے رؤیت کی گواہی دی تھی اس نے غلط بیانی سے کام لیا یا اس کو دھوکہ ہو گیا تھا۔

لہذا اس گواہ واحد کی کذب بیانی کے واضح ہونے کی بنا پر وہ سزا مستحق ہوگا اور حضرت امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ بایں ہمہ اگلا دن یکم شوال کا دن ہوگا اور لوگوں کو افطار کرنا واجب اور روزہ رکھنا حرام ہوگا، جیسا کہ ”فتاویٰ ہندیہ“ میں یہ تفصیل مذکور ہے ملاحظہ ہو: ”إذا صاموا بشهادة الواحد و أكملوا ثلاثين يوماً ولم يروا هلال شوال لا يفطرون فيما روى الحسن عن أبي حنيفة رحمهما الله تعالىٰ للاحتياط و عن محمد إنهم يفطرون كذا في التبيين“ (۱/۱۹۸) اور رد المحتار میں بھی یہی تفصیل نقل کی گئی ہے کہ شیخین کی رائے یہ ہے کہ افطار کرنا حلال نہ ہوگا بلکہ وہ شاہد جس نے ثبوت رؤیت ہلال رمضان کی شہادت دی مستحق سزا ہے کیونکہ یہ شخص واضح الکذب ہے۔ عبارت اس طرح ہے: ”(قوله لايحل) أي الفطر إذا لم ير الهلال قال في الدرر ويعذر ذلك الشاهد أي لظهور كذبه“ (۲/۱۲۹) اور امام محمدؒ کی رائے بھی وہی لکھی ہے جو بحوالہ فتاویٰ ہندیہ اوپر مذکور ہوئی ہے اور ”فتاویٰ ہندیہ“ میں امام محمدؒ کی رائے کے متعلق لکھا ہے کہ یہ زیادہ صحیح ہے اور اسے نقل کیا ہے ”غایۃ البیان“ اور ”نہر الفائق“ سے اور شمس الائمہ الحلوانی کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ مذہب اصح ہے اور علامہ شامی نے اس قول کے اصح ہونے کی علت بحوالہ ”غایۃ البیان“ یوں تحریر فرمایا کہ امام محمدؒ کی رائے

کے اصح ہونے کی علت یہ ہے کہ تیس روزے مکمل کرنے کے بعد افطار کا حکم اس ایک شخص کی شہادت سے ابتداءً ثابت نہیں ہو رہا ہے جس نے ثبوت رمضان کی شہادت دی تھی بلکہ بناء وتبعا ثابت ہو رہا ہے اور بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو اس طرح قصداً ثابت نہیں ہوتی ہیں، لیکن ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں۔ عبارت اس طرح ہے: "قال في غاية البيان وجه قول محمد وهو الأصح إن الفطر ما ثبت بقول الواحد ابتداءً بل تباءً وتبعا فكم من شئ يثبت ضمنا أو لا يثبت قصداً (ج ۲)، شمس الائمہ الحلوانی نے اس کی ایک نظیر پیش فرمایا کہ ثبوت نسبت کے سلسلہ میں بچہ جنانے والی دایہ واحدہ کی شہادت معتبر ہے اور اسی شہادت کے ذریعہ اس بچہ کے لئے ثبوت وراثت بھی ضمنا ہو جائے گا حالانکہ ایک دایہ کسی کے لئے ثبوت وراثت کی شہادت تو اس کی شہادت سے ثبوت وراثت نہیں ہوسکتا علی ھذا القیاس ثبوت رمضان ایک شخص کی شہادت سے قصداً واصالۃً ہوا اور اسی کے ضمن میں تیس روزے مکمل کرنے کے بعد چاند کی بصریت رؤیت مطلع کے صاف ہونے کے باوجود نہ ہونے کی صورت میں بھی ثابت ہو جائے گا (ردالمحتار ۲/۱۲۹)۔ حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ صورت مسئولہ مختلف فیہ ہے اور علامہ شامیؒ کا رجحان امام محمدؒ کے قول کی تصحیح وترجیح کی طرف ہے کہ صورت مذکورہ میں مطلع صاف ہونے کے باوجود عید منائی جائے گی لیکن جہاں تشویش عوام کا اندیشہ ہو شیخین کے قول پر فتویٰ دینا مناسب ہے (امداد الفتاوی ۲/۱۰۶)۔

الف ۔ رؤیت ہلال کے متعلق قاضی کا حکم

ایک قاضی کا کوئی بھی فیصلہ تمام عالم کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا یا نہیں؟

تو عرض یہ ہے کہ حدیث کی عام کتابوں میں حضرت کریب کا ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ شام میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس تھے کہ رمضان کا چاند جمعہ کی شب میں دیکھا گیا اور تمام

باشندگان شام جمعہ کو رمضان کا پہلا روزہ رکھا اور جب مدینہ واپس تشریف لائے تو حضرت ابن عباسؓ نے دریافت کیا کہ آپ نے پہلا روزہ رکھا تو انہوں نے کہا کہ جمعہ کو اور یہاں مدینہ میں پہلا روزہ شنبہ کو رکھا گیا تھا تو حضرت ابن عباسؓ نے دریافت کیا کہ آپ نے پہلا روزہ کب رکھا تو انہوں نے کہا جمعہ کو اور یہاں مدینہ میں پہلا روزہ شنبہ کو رکھا گیا تھا تو حضرت ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ کیا آپ کو حضرت امیر معاویہؓ کی رؤیت بھی کافی نہیں ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم تو تمیں روزے ہی پورا کریں گے جب تک چاند نظر نہ آئے کیونکہ ہم کو اسی کو حکم دیا گیا ہے (مسلم)۔ تو یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ یہ واقعہ ایک خاص مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے امام مسلم نے نقل کیا ہے لیکن اس سے کسی درجہ میں یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ ایک قاضی یا ایک حاکم کا حکم و فیصلہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل نہیں، بلکہ ایک حلقہ تک اس کا حکم و فیصلہ واجب العمل ہوگا اور اس کے بعد واجب العمل نہ ہوگا۔ یعنی کسی حاکم یا امیر جب کسی کو قاضی مقرر کیا ہے تو اس کے لئے حدود بھی مقرر کر دیا ہے یا نہیں اگر حدود ذکر کر رہا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ صرف وہ ایک شہر کا قاضی ہوگا دیہات اس کے حلقہ قضاء میں داخل نہ ہوگا (کما فی الھندیہ)۔

لہذا صوبہ بہار و اڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضاء قائم ہے کے قاضی نے ثبوت رؤیت ہلال کے بعد اعلان کیا ہے تو اس حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوگا، جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ نے جدید فقہی مسائل میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ "اگر یہ اطلاع کسی رؤیت ہلال کمیٹی یا قاضی شریعت کی طرف منسوب ہے تو اس علاقہ کے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، نیز اس لئے بھی اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگا کہ قضاء قاضی ایک مستقل حجت شرعیہ ہے اور جب کوئی حجت شرعیہ سے ثابت ہو جائے تو اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ جب دوسری جگہ سے خبر آجاوے تو اس کے معتبر ہونے کے لئے شرط یہ ہے

کہ وہ طریق موجب سے پہنچے اور طریق موجب چار میں سے کسی ایک ذریعہ سے جب خبر حصول ہو تو اس پر عمل کرنا واجب اور خلاف معصیت ہوگا (ملخصاً امداد الفتاوی ص ۹۹ ج ۲) اور طریق موجب میں حکم حاکم پر شہادت کو ذکر فرمایا ہے، ان تمام تفصیلات سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں ایک یہ کہ قاضی کا اعلان ثبوت رؤیت کے بعد جب ہو جائے تو اس کا ماننا ضروری ہوگا خلاف کرنے کی صورت میں مرتکب معصیت ہوگا اور دوسری یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک قاضی کا فیصلہ اس کے حلقہ قضاء کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا اس کے باہر کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل نہ ہوگا، کیونکہ دوسرے خطہ کے لوگوں نے اس کو اپنے عمل کے لئے حکم کا مجاز نہیں بنایا ہے۔

ب- ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبر

کسی قاضی شرعی کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ ومخصوص الفاظ کے ذریعہ اعلان ہوتا ہے تو اس اعلان کے مطابق اس قاضی کے حلقہ وقضاء کے مسلمانوں پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اس کے خلاف کرنا معصیت ہوگا۔ جیسا کہ مفتی نظام الدین صاحب دار العلوم دیوبند "رؤیت ہلال کے بارے میں ریڈیو وٹیلیفون وغیرہ شرعی حکم" نامی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "محقق اور راجح قول یہ ہے کہ اگر بایں الفاظ اعلان یا خبر نشر ہو کہ میرے سامنے فلاں حاکم شرعی یا ہلال کمیٹی نے کہ جس کے تمام افراد شرع ہیں یا فلاں مفتی شہر یا فلاں عالم مقتدا و متدین نے یا فلاں مسلمان حاکم نے یا فلاں وزیر نے کہ جس کو حکومت کی جانب سے با اختیار بنایا گیا ہو ثبوت شرعی حاصل کر کے ثبوت رؤیت کا حکم یا فیصلہ دیدیا ہے اور ان الفاظ کا نشر کرنے والا شخص بھی معلوم ومعتبر ہو تو اس نشریہ پر عمل کرنا درست ہوگا (ص ۱۹)، اسی طرح حضرت مفتی شفیع صاحبؒ پاکستان نے آلات جدیدہ کے شرعی احکام میں تحریر فرمایا ہے کہ جس شہر میں کسی قاضی یا

ہلال کمیٹی نے کسی شہادت پر اطمنان کر کے عید وغیرہ کا اعلان کر دیا ہو اور اس اعلان کو ریڈیو پر نشر کیا جائے تو جس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے اس شہر اور اس کے مضافات و دیہات کے لوگوں کو اس ریڈیو کے ذریعہ آمدہ اعلان پر عید وغیرہ کرنا جائز ہوگا، شرط یہ ہے کہ ریڈیو اسٹیشن کو اس کا پابند کیا جائے کہ وہ چاند کے متعلق مختلف خبریں نشر نہ کرے اور صرف وہی فیصلہ نشر کرے جو اس شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے اس کو دیا ہے اور اس فیصلہ کو نشر کرنے میں پوری احتیاط سے کام لے نیز وہ فیصلہ کے وہی الفاظ نشر کرے جن الفاظ میں فیصلہ دیا گیا ہے۔

اور جس طرح ایک شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ اس شہر اور اس کے مضافات کے لئے واجب العمل ہے اسی طرح اگر کوئی قاضی یا مجسٹریٹ یا ہلال کمیٹی پورے ضلع یا صوبہ یا پورے ملک کے لئے ہو تو اس کا فیصلہ اپنے حدود ولایت میں واجب العمل ہوگا (ص/۱۸۹)۔

اوپر اعلان قاضی کے واجب العمل ہونے نہ ہونے کے متعلق اکابر بزرگان دین کے اقوال نقل کئے گئے ہیں جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قاضی کا اعلان اس کے حلقہ اور حدود ولایت کے تمام مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا جس کی چند وجہیں ہوسکتی ہیں، ایک تو اس لئے کہ ثبوت ہلال کا حکم قضاء قاضی کے سبب سے ہوگا اور قضاء قاضی ایک مستقبل حجت شرعی ہے، جیسا کہ حضرت امام محمد کا قول ''ردالمحتار'' میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر ایک عادل شخص کی شہادت سے قاضی نے ثبوت رمضان کا اعلان کر دیا اور تیس دن مکمل ہونے کے مطلع صاف اور افق آسمان پر چاند نظر نہ آئے تو اگلا دن عید کا دن شمار کیا جائے گا، کیونکہ رمضان کے ہلال کا ثبوت گرچہ ایک عادل شخص کی شہادت سے ہوا تھا، لیکن عید کا ثبوت شہادت کی وجہ سے نہ ہوا، بلکہ قضاء قاضی کی وجہ سے ہوا (ج/۲)۔علی القیاس کسی قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف منسوب نشریہ ہلال رمضان وعید کے لئے واجب العمل ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح کسی مملکت کا بادشاہ یا امیر یا حاکم کسی حکم کا اعلان کراتا

ہے تو اس کی تمام رعایا کو اس اعلان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوتا ہے اور قاضی کی حیثیت اپنے حلقہ قضاء کے اعتبار سے بادشاہ کی طرح ہے، لہٰذا جس طرح بادشاہ کی طرف نشریہ واجب العمل ہوتا ہے اسی طرح قاضی وغیرہ کی طرف منسوب نشریہ واجب العمل ہوگا اور جیسے اعلان سلطان کے لئے معلن کا عادل ہونا ضروری نہیں، بلکہ اگر کوئی فاسق آدمی بھی اعلان کرتا ہے اور بادشاہ وقت کی طرف منسوب کرتا ہے تو عوام الناس کو اس کے خلاف کرنے کی بالکل اجازت نہ ہوگی، بلکہ اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہو، اسی طرح قاضی کی طرف منسوب اعلان کے لئے معلن کا عادل ہونا ضروری نہ ہوگا بلکہ معلن اگر فاسق بھی ہو تو اعلان قابل اعتبار ہوگا۔ ''فتاوی ہندیہ'' میں ہے: ''خبر منادی السلطان مقبولاً عدلاً کان أو فاسقاً کذا فی جواهر الاخلاطی'' (۳۰۹/۵)۔

د- معلن کا مسلمان ہونا

ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ رویت ہلال کا اعلان جو کسی قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف منسوب کر کے کیا جائے تو اصل کے اعتبار سے اس کو رمضان وعیدین کے اعتبار سے دو حیثیت حاصل ہوگی، ایک تو یہ ہے کہ اعلان ایک امر دینی کی اطلاع ہے کیونکہ صاحب ''بحر'' نے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ رمضان کے چاند کی اطلاع ایک امر دینی کی اطلاع کی طرح ہے عبارت اس طرح ہے ''(قبل بعلة خبر عدل الخ) لأن صوم رمضان أمر دینی فأشبه روایة الأخبار الخ'' (۲۶۶/۲) اور امور دینیہ کے متعلق خبر کے معتبر ہونے کے لئے ایک مسلمان عادل کا کم از کم ہونا ضروری ہے، یعنی غیر مسلم کی خبر مطلقاً معتبر نہ ہوگی عبارت اس طرح ہے: ''خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالحل والحرمة والطهارة والنجاسة إذا کان مسلماً عدلاً'' اس کے بعد تیسری سطر میں ہے: ''ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات'' (فتاویٰ

ہندیہ ۵/۳۰۸)، اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ امور دینیہ میں کافر کے قول کا اعتبار نہ کیا جائے گا لہذا صوم رمضان کے اعلان کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہوگا۔

دوسری حیثیت اس کے حقوق العباد ہونے کی ہے کیونکہ عید کے ساتھ بندہ کا حق یعنی افطار متعلق ہے، جیسا کہ بحر الرائق میں آگے لکھا ہے: ''وأما هلال الفطر فلأنه تعلق به نفع فأشبه سائر حقوقهم (۲/۲۶۷)۔

یعنی عید الفطر کے چاند کے ساتھ چونکہ بندوں کا نفع متعلق ہے، اس لئے یہ دیگر حقوق کے مشابہ ہوگیا اور حقوق العباد ایک عادل شخص کے بیان سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ دو شاہد عدل کا ہونا ضروری ہے، مگر بایں بذریعہ ریڈیو جو اعلان ہوتا ہے اس کی ایک تیسری حیثیت بھی ہے اور واقعی حیثیت یہی ہے کہ یہ اعلان اعلان سلطان کا درجہ رکھتا ہے اور اعلان سلطان کے معتبر ہونے کے لئے معلن کا عادل ہونا ضروری نہیں معلن فاسق کا اعلان بھی معتبر ہوگا، جیسا کہ ''فتاویٰ ہندیہ'' میں لکھا ہے: ''خبر منادی السلطان مقبول عدلا كان أو فاسقاً (۵/۳۰۹)۔

نیز عموماً ریڈیو اسٹیشن پر ہمارے زمانہ میں کافروں کا غلبہ ہے تو اگر معلن کے مسلمان ہونے کی شرط ضروری قرار دی جائے تو پھر اعلان مشکل ہو جائے گا اور ایک صوبہ یا ملک کے قاضی کا ہلال عید کے فیصلہ کو مثلاً تمام مسلمانوں تک پہنچا متعذر ہو جائے گا اور خبر معلوم نہ ہونے کی بنا پر امت مشقت میں گرفتار ہو جائے گی اور قاعدہ ہے: ''المشقة تجلب التيسير'' (الاشباہ والنظائر /۱۲۵)، اس لئے اجازت دی جائے گی اگر معلن کافر ہو تو بھی خبر قابل عمل و اعتماد ہوگی، تاہم معلن کو یا ریڈیو اسٹیشن کو چند باتوں کا پابند کیا جا سکتا ہے ایک یہ کہ چاند کے متعلق مختلف قسم کی خبریں نشر نہ کرے، بلکہ قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف سے جو فیصلہ دیا جائے اسے ہی نشر کرے۔ دوسرے یہ کہ جن الفاظ میں فیصلہ کیا گیا ہے بعینہ انھیں الفاظ کے ساتھ بغیر نشر کرے۔ اس میں کسی طرح ترمیم نہ کرے۔

جن مقامات میں رؤیت ہلال ۲۹ر تاریخ کو ممکن نہیں وہاں فلکیاتی حساب کا تعاون وغیرہ

وہ مقامات کہ جہاں ۲۹ر تاریخ کو چاند کی رؤیت مطلع کے گرد آلود ہونے کی وجہ سے سال کے اکثر مہینوں ممکن نہیں ہوتی تو ایسے مقامات میں بھی فلکیاتی حساب کا قطعاً اعتبار نہ کیا جائے گا، جیسا کہ فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں تقریباً یہی لکھا ہوا ہے کہ لاعبرۃ بقول المؤقتان'' اور علامہ سبکی شافعیؒ وغیرہ حضرات نے جو یہ فرمایا کہ فلکیاتی حساب پر عمل کیا جائے تو علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کی سخت تردید فرمائی ہے نیز یہ بھی فرمایا کہ علامہ سبکی شافعیؒ کے قول کی دوسرے شافع المسلک لوگوں نے بھی کی ہے چنانچہ علامہ شامی نے فرمایا کہ امام سبکی کے قول کو متاخرین فقہاء نے رد کر دیا ہے اور خود ان کے ہم مذہب لوگوں میں سے ابن حجر اور شہاب رملی نے بھی رد کر دیا ہے (۱۲۵/۲)، نیز اگر فلکیاتی حساب پر عمل کیا جائے تو چند در چند مفاسد ہو جائیں گے جیسا کہ جواب ۲ کے ''الف'' اور ''ب'' کے تحت ذکر کر چکا ہوں۔

فلکیاتی حساب کے معتبر ہونے کی ایک وجہ سمجھ میں آ رہی ممکن ہے کہ اس وجہ سے فلکیاتی حساب کا اعتبار کیا جانا درست ہو جائے وہ یہ ہے کہ جب سال کے اکثر مہینوں میں ۲۹ر تاریخ کو رؤیت ہلال ممکن ہی نہیں ہوتی تو ضرورت یا حاجت کا تحقق ہوتا ہے اور جب ضروریات یا حاجت کا تحقق ہو جائے تو ممنوع چیزوں کا استعمال مباح ہو جاتا ہے، جیسا کہ مشہور فقہی قاعدہ ہے ''الضرورات تبيح المحظورات'' (الاشباہ/۱۴۰) لہذا فلکیاتی حساب جو عموماً معتبر نہیں، لیکن ان مقامات کے لئے اس کو معتبر ماننا چاہئے، لیکن یہاں ضروریات یا حاجت کا تحقق ہی نہیں ہوتا ہے اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ ضرورت یا حاجت کا تحقق ہوتا ہے تو اس جگہ ممنوع یعنی فلکیاتی حساب مباح، یعنی قابل اعتبار نہ ہو سکے گا، کیونکہ اس کا معتبر ہونا اس وقت ممکن ہوتا جب کہ اس کا دوسرا کوئی شرعی حل موجود نہ ہو اور اس جگہ حل موجود ہے، اس لئے فلکیاتی

حساب پر عمل نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ علامہ ابن نجیم مصری نے فرمایا: "**المشقة والحرج إنما يعتبران في موضع لا نص فيه إما مع النص (أى تصريح الفقهاء) بخلافه فلا**" (ص ر ۱۳۸) اور اس جگہ اس کا شرعی حل ارسال خبر کے چار طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق خبر کا معلوم کرنا اور خبر کا موصول ہونا ہے، نیز ماہرین فلکیات کے قول کا اعتبار نہیں حدیث صریح کی خلاف ورزی لازم آتی ہے اور ایک خاص بات یہ ہے کہ فلکیاتی حساب پر عمل کرنے سے پہلے حساب کا صحیح اور یقینی ہونا ضروری ہے، لیکن فلکیاتی حساب غیر یقینی ہے، جیسا کہ لندن یونیورسٹی کے شعبہ علوم فلکیات وطبعیات کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر مسٹر ڈی، میکنالی نے تحریر فرمایا ہے کہ "در حقیقت رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا" اور انگلستان کے سائنس ریسرچ کونسل کی جدید ترین تحقیق کا نچوڑ مسٹر واء گرین وچ آبزرویٹری نے تیار کیا ہے اس میں بھی انہوں نے کہا کہ رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی پیشین گوئی غیر یقینی ہوتی ہے، (ماہنامہ القاسم دیوبند ج ر ۲ ص ر ۶ شمارہ ۱۲ اپریل ۱۹۸۲ء) اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ماہرین فلکیات کے قول کا اعتبار کسی خطہ ارض میں نہ کیا جائے، بلکہ دوسرے قریبی ممالک اور مقامات کہ جہاں کا مطلع مختلف نہیں ہے ان ممالک میں جو فیصلہ رؤیت ہلال کے متعلق ہو اسی کے مطابق یہ لوگ یعنی برطانیہ وغیرہ ملکوں کے باشندے عمل کیا کریں۔

ج- ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کا فیصلہ دوسری جگہ کے لوگوں کے لئے کیا حکم رکھتا ہے۔

ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے ثبوت رؤیت ہلال کے بعد فیصلہ فرمادیں اور اس فیصلہ کو ان مقامات کے ریڈیو اسٹیشن سے نشر کیا جائے تو اگر معلن مسلمان قابل اعتماد ہے اور خاص الفاظ کے ذریعہ خبر نشر کرتا ہے، مثلاً یہ اعلان کرتا ہے کہ میرے سامنے فلاں حاکم شرعی یا ہلال کمیٹی جس کے تمام افراد باشرع ہیں یا فلاں مفتی شہر نے ثبوت شرعی حاصل

کر کے ثبوت رؤیت کا حکم یا فیصلہ دیا ہے تو اس نشریہ پر تمام لوگوں کے لئے عمل کرنا درست ہے اور دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لئے یہ نشریہ محض ایک خبر و حکایت ہوگی شہادت نہ ہوگی کیونکہ شہادت کے لئے شاہد کا مجلس قضا میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

اس نشریہ کے متعلق غور طلب بات یہ ہے کہ اس کی حیثیت دوسری جگہ کے قاضی کے نزدیک کیا ہوگی؟ تو یہ بات تو ثابت شدہ ہے کہ اس اعلان کو دوسری جگہ کے لئے جو اس قاضی کے حلقۂ قضاء سے باہر ہے اعلان سلطان کی طرح نہ ہوگا، لیکن دوسری حیثیت اس نشریہ کی یہ ہے کہ یہ خبر ٹیلیفون کے ذریعہ موصولہ خبر کے مشابہ ضرور ہے کہ دونوں خبر بذریعہ قضا ایک خاص آلہ کے ذریعہ دوسری جگہ کے قاضی کو موصول ہوئی ہے اور ٹیلی فون کے ذریعہ موصولہ خبر کے متعلق حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کے حوالہ سے نقل کر چکا ہوں کہ اگر قرائن سے متکلم کی تعیین ہو جائے اور وہ شخص عادل اور مسلمان یا مسلمان مستور الحال ہو تو خبر معتبر ہوگی، علی ھذا القیاس ریڈیو کے ذریعہ موصولہ خبر کے بارے میں معلن کی تعیین ہو جائے اور معلن عادل یا مستور الحال ہو تو دوسری جگہ کے قاضی کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اسی اعلان پر اعتماد کر کے اپنے یہاں بھی فیصلہ کر دیں اور مزید دوسری جگہ سے خبر کے آنے کا انتظار نہ کریں۔

اور اگر اعلان کو شہادت علی حکم الحاکم کی حیثیت دی جائے تو ہلال فطر کے ثبوت کے لئے مجلس قضاء اور لفظ شہادت کے شاہد کا مجلس میں حاصر ہونا ضروری ہے یا اگر شاہد مستور الحال ہو تو اس کی تعیین کے لئے دوسرے ایسے شخصوں کا مجلس قضاء میں اس شاہد مستور کی تعیین کی شہادت دینا ضروری ہے جو اس شاہد کو دیکھ رہے ہوں تو بھی دوسرے قاضی کے لئے ہلال عید کا فیصلہ کرنا جائز ہوگا بشرطیکہ یہ معلن عادل ہو اور دوسرا اعلان بھی اس کے مطابق آجائے اور اگر ہلال رمضان کا موقعہ ہو تو چونکہ اس موقعہ پر نہ لفظ شہادت ضروری ہے اور نہ مجلس قضا ضروری ہے، اس لئے دوسرے قاضی کے لئے صرف ایک قاضی کے اعلان کے مطابق دوسرے قاضی کو فیصلہ کرنا جائز

ہوگا۔ بشرطیکہ اس معلن کی تعیین وتعدیل ہو جائے یا قرائن خارجیہ سے اور تجربہ سے اس کا صادق ہونا معلوم ہو جائے اور مطلع بھی غبار آلود ہو۔ اگر مطلع صاف ہو تو کم از کم ایک طرح کے تین اعلانوں کا موصول ہو جانا ضروری ہوگا۔

اور اگر اس اعلان کو محض ایک خبر کا درجہ دیا جائے تو اس کے معتبر ہونے کے لئے مستفیض ہونا ضروری ہے، لہذا جب اس طرح کی خبریں بذریعہ ریڈیو موصول ہو جائیں کہ تمام اعلانوں کا مبنی علی الکذب ہونا عادۃ محال ہو تو رمضان وعید کے ہلال کے لے دوسرے قاضی کو فیصلہ کرنا جائز ہوگا، چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے جدید فقہی مسائل میں تحریر فرمایا'' جب کہ دوسرے علاقوں میں اس کی حیثیت منادی سلطان کی نہیں ہے، کیونکہ وہاں کے مسلمانوں نے انکو اپنے علاقہ کے لئے مجاز تسلیم نہیں کیا ہے، لہذا ان کے لئے یہ محض اطلاع ہوگی اعلان نہ ہوگا اور وہاں کے ذمہ داروں پر موقوف ہوگا کہ وہ اس کی روشنی میں فیصلہ کریں اور اگر قابل اعتماد نہ سمجھیں تو دوسری خبروں کا انتظار کرلیں۔

لہذا اگر دوسرے صوبہ کے قاضی کا اعلان خاص انداز میں متعینہ الفاظ کے ذریعہ نشر کیا جائے اور ناشر مسلمان، معتبر ومعلوم ہے اور قرائن سے اس اعلان کی صحت کا ظن غالب ہو جائے تو دوسرے قاضی کے لئے یہ جائز ہے کہ اسی اعلان پر اعتماد کر کے یہ اعلان کر دیں کہ فلاں جگہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی نے کہ جس میں فلاں فلاں عالم دین ومفتیان کرام شریک ہیں یہ فیصلہ دیا ہے ہم اسی پر اعتماد کر کے ہلال رمضان وعید کے ثبوت کا فیصلہ واعلان کرتے ہیں اور مزید کسی دوسرے اعلان کا انتظار کرنا ضروری نہ ہوگا۔

رؤیت ہلال ایک تفصیلی بحث

مولانا سعید الرحمٰن القاسمی

کیا اختلاف مطالع معتبر ہے

چاند وسورج ایک متحرک چیز ہے مشرق ومغرب تک چکر لگانا ان کی طبیعت میں داخل ہے، سورج کی گردش کی وجہ سے کسی جگہ روشنی ہوتی ہے تو کسی جگہ اندھیرا ہوتا ہے اور اسی سورج کے اردگرد چکر لگانے اور اس سے روشنی عاریت لینے والا جب اس سے بہت دور ہوتا ہے تو مکمل درخشاں رہتا ہے، لیکن جب اس سے بہت قریب ہوجاتا ہے تو لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔

پھر جب دوبارہ اذن خدا سے دوری شروع ہوتی ہے تو بتدریج ہلال بن کر قمر بن جاتا ہے اسی طرح گردش اور مختلف مقامات پر صبح وشام میں اختلاف کی وجہ سے چاند کی رؤیت مختلف وقت میں ہوتی ہے، اس لئے اختلاف مطالع کا ثبوت لازمی ہے۔

اختلاف مطالع سے متعلق علماء کرام کے اقوال اگرچہ مختلف ہیں لیکن اثبت اور اشبہ یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے۔ صاحب ''مراقی الفلاح'' فرماتے ہیں۔

''(صوموا الرؤيته) بدل من الخطاب فإنه علق الصوم بمطلق الرؤية و هي حاصل برؤية قوم فيثبت الحكم احتيا طا و اختاره صاحب التجريد وهو الأشبه وإن كان الأول أصح كذا في السيد'' (مراقی الفلاح ر ۳۰۹، فتاوی عبدالحی ۱ر ۳۴۸)۔

جو لوگ اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل نہیں ان کی نظر "صوموا لرؤیته" پر ہے کہ صوم کو مطلق رؤیت پر معلق کیا گیا، اس لئے ایک جماعت کی رؤیت تمام لوگوں کے لئے کافی ہوگی، چنانچہ کویت کے اندر ۱۴۰۹ھ میں ہونے والی ایک مؤتمر نے جو فیصلے کئے ان میں سے ایک حکم یہ بھی تھا۔

کہ کسی ایک شہر میں رؤیت کے ثابت ہو جانے پر تمام مسلمانوں کے لئے اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ دلائل کی رو سے اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور یہ کہ شرعی مادہ کی ابتداء میں اصل چیز رؤیت ہی ہے، ہاں فلکی حساب سے مدد لی جا سکتی ہے، لہذا اگر فلکیات کی رو سے رؤیت طے شدہ ہو مگر شرعی رؤیت وشہادت نہ مل سکے تو پھر مہینہ کے تیس دن پورے کئے جائیں گے اور اسی حساب اور فیصلے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا (بحث ونظر شمارہ ۲۴ ص ۳۷)۔

نیز مولانا عبد الحیؒ نے اختلاف کرنے والوں کا قول نقل کیا ہے ملاحظہ ہو۔ اکثر مشائخ کا یہ خیال ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اور اشبہ یہ ہے کہ معتبر ہے (فتاوی عبد الحیٔ ۱/ ۳۴۷)۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا:

اختلاف مطالع صوم وافطار میں معتبر نہیں اور سوائے اس کے معتبر ہے، یہ ظاہر روایت ہے اور بعض علماء حنفیہ کے نزدیک صوم وافطار میں بھی معتبر ہے (فتاوی رشیدیہ ۴۳۷، رؤیت ہلال کا مسئلہ ۱۲۴، شامی ۲/ ۱۰۵)۔

فقہاء کرام قول اول (اختلاف مطالع غیر معتبر ہے) کو معتمد اور راجح قرار دیتے ہیں، مگر مولانا برہان الدین صاحب اپنے رسالہ میں ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

مگر یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ جس دور کے علماء وفقہاء کا یہ کلام نقل کیا جاتا ہے، کیا اس زمانہ میں "روئے زمین" عالم مشرق ومغرب کا تصور اور مفہوم وہی تھا جو آج ہے کیا دنیا کا طول وعرض ان کے ذہن میں اتنا ہی تھا جتنا آج محقق ومعلوم ہے؟ ظاہر ہے کہ جواب نفی میں

ہوگا، کیونکہ اس زمانہ کے فقہاء تو الگ رہے اول درجہ کے جغرافیہ داں اور سیاح بھی (بلکہ بہت بعد کے لوگ بھی) دنیا کو ربع مسکون سمجھتے تھے، اس لئے کہ آسٹریلیا اور امریکا دریافت نہیں ہوا تھا اور بہت سے مشرقی اور مشرق بعد کے جزائر کا پتہ نہیں تھا اور مغرب جزائر کو دنیا کا آخری سرا تسلیم کیا جاتا تھا چنانچہ طول البلد کا خط وہیں سے شروع ہوتا تھا اس طرح دنیا کو ہفت اقلیم کہا جاتا تھا (حاشیہ رسالہ/ ۱۲۵)۔

اس پس منظر کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرنا شاید غلط نہ ہوگا کہ اس مسلک کی تعبیر کے لئے ہے عبارت میں جتنے عام الفاظ استعمال کئے گئے ہوں، مگر مراد وہ نہیں ہے جو آج کے حالات میں سمجھی جارہی ہے یا سمجھی جاسکتی ہے، بلکہ ان عبارتوں کی یہ توجیہ کرنا بعید از حقیقت نہ ہوگا کہ مقام رؤیت سے دور و دراز ممالک کے لئے رؤیت کا اعتبار اس وقت ہوگا جب اس کا شرعاً ثبوت ہوجائے نیز عملاً اور عقلاً وہاں کے لئے ایسا کرنا ممکن ہو اس لئے کہ موجودہ دور کی وسیع وعریض آبادی میں یہ بات تقریباً محال ہے کہ ایک جگہ کی رؤیت تمام دنیا کے لئے لازم العمل ہو اس پہلو سے غور کرنے پر اختلاف مطالع کا معتبر ہونا واضح ہوجاتا ہے۔

لیکن یہاں یہ دھیان رکھنا بھی ضروری ہے کہ اصل اختلاف مطالع کے معتبر ماننے میں ہے نہ کہ اختلاف مطالع کے وجود میں، اس لئے کہ نفس اختلاف مطالع کا انکار حقیقت کا انکار کرنا ہے چنانچہ علامہ شامیؒ نے فرمایا۔

"اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى أنه قد يكون"

(شامی ۱/ ۱۰۵)۔

اختلاف مطالع کے اعتبار پر عمل

اب تک جانبین کے اقوال مع دلائل بیان کئے گئے، لیکن سوال یہ ہے کہ جو لوگ

اختلاف مطالع کو غیر معتبر مانتے ہیں کیا ان کے قول پر عمل ہو رہا ہے۔ اس کا جواب نفی میں ہی دیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ جب دنیا کے کسی ملک میں رویت ہلال کا اعلان ہو جاتا ہے تو عوام کیا خواص بھی اس کی جانب متوجہ ہو کر رویت کی شرعی حیثیت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں، بلکہ ہر ملک کے علماء کرام اور ذمہ دار حضرات اپنے ہی ملک میں منحصر رہ کر رویت کے ثبوت کی کوشش کرتے ہیں اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ ایک جگہ کی رویت پوری دنیا کے لئے معتبر نہیں ہے، بلکہ منحصر رہ کر رویت کے ثبوت پر عملاً اختلاف ہو جایا کرتا ہے، تو پوری دنیا کے لئے ایک جگہ کی رویت کا اعتبار بدرجہ اولی اختلاف کا ذریعہ بنے گا، مزید برآں مقام واحد کی رویت پوری دنیا کے لئے لازم کرنا محال نہیں تو غیر ممکن ضرور ہے گویا اب عملاً سب کا اتفاق ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے خود علامہ محی الدین نووی شارح شوافع کا صحیح قول یہی بتاتے ہیں۔

"والصحيح عند أصحابنا أن الرؤية لا تعم الناس بل تختص عن قرب على مسافة لا تقتصر فيها الصلوة، وقيل إن اتفق المطلع لزمهم" (مسلم ۱/۳۴۸)۔

(ہمارے اصحاب کے یہاں یہی صحیح بات ہے کہ ایک جگہ کی رویت تمام لوگوں کے لئے نہیں ہوتی، بلکہ اتنی دور تک اس کا حکم ہوگا جہاں تک جانے میں نماز میں قصر نہ کرنا پڑے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر (جغرافیائی طور پر) مطلع ایک ہے تو یہ حکم لازم ہو جائے گا)۔

اس بارے میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اسم گرامی سرفہرست ہے کہ انہوں نے حضرت کریبؒ کی شہادت رویت اور اہل شام (جن میں معاویہؓ بھی ہیں) کے مدینہ سے ایک روز قبل روزہ رکھنے والے واقعہ کو حجت ماننے اور اس پر فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا حدیث ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

"حضرت کریبؒ سے روایت ہے کہ ام الفضل بنت الحارث نے انہیں حضرت معاویہؓ کے پاس ملک شام بھیجا حضرت کریب کہتے ہیں کہ میں شام پہنچا اور ان کا کام کر لیا اور میں وہیں

تھا کہ رمضان کا چاند ہو گیا میں نے خود چاند دیکھا جمعہ کی شب میں پھر رمضان کے آخر میں مدینہ طیبہ آیا تو مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے دریافت کیا اور چاند کا ذکر کیا اور کہا کہ تم نے (رمضان کا) چاند کب دیکھا تو میں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب میں دیکھا تو میں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب میں دیکھا، تو انہوں نے کہا کہ آپ نے خود دیکھا جمعہ کی شب میں، تو میں نے کہا ہاں (میرے علاوہ) اور بہت سے لوگوں نے دیکھا اور سب نے روزہ رکھا حضرت معاویہؓ نے بھی روزہ رکھا اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا مگر ہم نے تو ہفتہ کی شب میں دیکھا ہے، اس لئے ہم لوگ اس وقت تک روزے رکھیں گے جب تک تیس روزے پورے نہ ہو جائیں یا چاند دیکھ لیں تو میں نے کہا کہ کیا آپ حضرت معاویہؓ کے چاند دیکھنے اور روزہ رکھنے کو اپنے لئے کافی (دلیل) نہیں سمجھتے انہوں نے فرمایا "نہیں" ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی امر فرمایا ہے مذکورہ روایت اختلاف مطالع کے اعتبار کی ترجیح پر واضح دلیل بن سکتی ہے، اس لئے کہ عبداللہ بن عباسؓ نے حضور ﷺ کے قول "صوموا لرؤیته" کا صحیح مصداق و مفہوم کو اپنے قول و فعل سے واضح فرمادیا وہ یہ کہ اس روایت "صوموا لرؤیته" کا مصداق صرف اس حد تک ہے جہاں تک اختلاف مطالع غیر معتبر ہو پوری دنیا کے لئے یہ حکم نہیں ہے ورنہ عبداللہ ابن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی اس پر عمل کیوں نہ کرتے اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع معتبر ہے" (مسلم ۱/ ۳۴۸)۔

اسی کے مطابق علماء احناف میں بہت ممتاز افراد ان کے ہم خیال ہیں چنانچہ علاء الدین کاسانیؒ کا بیان:

"اگر کسی شہر کے لوگوں نے تیس روزے رکھے اور دوسرے شہر کے لوگوں نے ۲۹ روزے رکھے اگر پہلے شہر میں یقینی ذریعہ سے رؤیت متحقق ہو جانے کی بناء پر روزہ رکھے گئے ہیں تب تو دوسرے شہر کے لوگوں کو ایک روزہ قضاء کا ضرور رکھنا چاہیے، اس لئے کہ ان لوگوں نے رمضان میں (پہلے دن کا) ایک روزہ نہیں رکھا، کیونکہ رمضان کی آمد ہو چکی تھی پہلے شہر میں رویت

ہو جانے کی بناء پر اور دوسرے شہر میں چاند نظر نہ آنے سے حکم میں کوئی فرق نہ ہوگا اس لئے کہ کسی جگہ عدم رؤیت سے اس کی نفی نہیں ہو جاتی یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ دونوں شہروں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہو، بلکہ دونوں شہر اتنے قریب ہوں کہ مطلع نہ بدل جاتا ہو اور اگر دونوں شہروں میں فاصلہ زیادہ ہو تو یہاں کا حکم وہاں نافذ ہونا ضروری نہ ہوگا، اس لئے کہ طویل مسافت پر شہروں کے مطالع کا اعتبار ہوگا (اور وہیں کے لوگوں پر احکام کا نفاذ ہوگا) دوسری جگہ کا نہیں، ان تفصیلی عبارتوں پر غور کرنے سے اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے والوں کی بات میں وزن محسوس ہوتا ہے تبھی تو آج سارے لوگ گویا اسی رائے کو عملا اختیار کئے ہوئے ہیں اس کی مزید تائید مراقی الفلاح کی ایک عبارت سے ہوتی ہے" (بدائع الصنائع ۲/ ۸۳)۔

"اختاره صاحب التجويد كما إذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غيرهم، فالظاهر على الأولين لا المغرب لعدم انعقاد السبب في حقهم" (مراقی/ ۳۵۹)۔

صاحب تجرید نے اسی کو پسند کیا ہے کہ کسی جگہ سورج ڈھل گیا اور دوسرے جگہ غروب ہوا تو پہلے مقام کے لوگوں پر ظہر فرض ہوگی نہ کہ مغرب، کیونکہ مغرب کا سبب ان کے حق میں نہیں پایا گیا۔

اختلاف مطالع کے معتبر ہونے میں متقدمین ومتاخرین کا فتویٰ

درس ترمذی میں اس اختلاف کو واضح انداز میں بیان کر دیا گیا ہے کہ حنفیہ کا اصل مذہب یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں، البتہ متاخرین حنفیہ میں سے حافظ زیلعی نے کنز کی شرح تبیین الحقائق میں لکھا ہے کہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع عندنا معتبر ہے، لہذا ابلاد بعیدہ کی رؤیت کافی نہیں متاخرین نے اسی قول پر فتویٰ دیا ہے علامہ کاسانیؒ نے اس اختلاف کا ذکر کیا ہے (بدائع الصنائع ۲/ ۸۳)۔

نیز آیت قرآنی "یسئلونک عن الأهلة قل هی مواقیت للناس والحج" (سورہ بقرہ........) دلالت کرتی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سوال "یسئلونک عن الأهلة' کے جواب میں "مواقیت للناس والحج" فرمایا یعنی لوگوں اور حج دونوں کے لئے چاند کیلنڈر ہے صرف ''للناس'' کیوں نہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ عام مہینوں میں ہر آدمی اپنے اپنے علاقہ کے چاند پر عمل کریں گے، لیکن جب حج کے لئے آئیں گے تو تمام لوگوں کو ایک ہی رؤیت (مکہ کی رؤیت) پر عمل کرنا ہوگا۔

اختلاف مطالع کے اعتبار کے حدود

جب یہ بات تقریباً مسلم ہو چکی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار عملاً اور استدلالاً دور کے علاقہ میں ہے، لیکن قریبی مقامات میں غیر معتبر ہے تو اب مسئلہ یہ ہے کہ قریب و بعید کے درمیان مابہ الاعتبار کیا ہے جس کی وجہ سے یہ فرق کیا جا سکے کہ یہ بعید ہے اور قریب ہے تو اس کے متعلق قدیم زمانہ سے فقہاء کے مختلف اقوال منقول ہیں جسے بالترتیب یہاں ذکر کئے جا رہے ہیں۔

۱- علم ہیئت کے اعتبار سے جتنی مسافت پر مطلع بدل جاتا ہو وہ بعید ہے۔

"وقیل إن اتفق المطلع لزمهم" (شرح مسلم ۱/۳۴۸، فتاوی عبدالحی ۱/۳۴۶)۔

۲- مقام رؤیت سے اتنا فاصلہ جہاں عادتاً چاند نظر آنا چاہئے (اگر کوئی مانع نہ ہو) قریب ہے اس سے زیادہ بعید ہے "رابعها أنه یلزم أهل کل بلد لا یتصور خفائه عنهم بلا عارض دون غیرهم" (نیل الاوطار ۴/۲۶۸)۔

۳- سلطان کے نزدیک اگر رؤیت ثابت ہو جائے تو وہ اپنے حدود مملکت میں (چاہے وہ جتنے وسیع ہوں) تمام لوگوں پر اس حکم کو نافذ کر سکتا ہے گویا ایک ملک کا ہر حصہ قریب ہے اور بیرون ملک بعید ہے۔

"وثانيها أنه لا يلزم أهل بلد رؤية غيرهم إلا أن يثبت عند الإمام الأعظم فيلزم لناس كلهم، لأن البلاد في حقه كالبلد الواحد إذ حكمه نافذ في الجميع" (نیل الاوطار ۳/ ۲٦۸، فتح الملہم ۳/ ۱۱۳")۔

۴- ایک اقلیم کے تمام حصے قریب ہیں اور دوسرے اقلیم کے تمام حصے بعید ہیں (معارف السنن ۵/ ۳۴۱)۔

۵- مقام رؤیت سے جو جگہ مختلف ہو بعید ہے اس کے علاوہ قریب ہے "وفي ضبط البعيد أوجه أحدهما اختلاف المطالع" (نیل الاوطار ۳/ ۲٦۸)۔

٦- ایک مہینہ کی مسافت بعیدہ ہے اور اس سے کم مسافت قریب ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ ج ۲ ص ۳۴٦)

۷- چوبیس فرسخ بعید ہے ایک فرسخ تین میل شرعی کے برابر ہوتا ہے اور ایک شرعی میل چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے۔ "الفرسخ ثلاثة أميال والميل أربعة آلاف ذراع" (شامی ۱/ ۵۸۰)۔

۸- ان کے علاوہ ایک قول یہ بھی ہے کہ مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان جتنی مسافت ہے وہ بعید ہے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے ظاہر سے استدلال کرتے ہوئے۔

مذکورہ بالا اقوال پر ایک نظر

ذکر کردہ اقوال پر جب گہری نظر ڈالی جائے تو ہندو پاک میں کسی قول کے زیر اثر عمل در آمد نہیں ہے کیونکہ ہندوستان کے علاقے اور اس کے حدود ہزاروں میل تک پھیلے ہوئے ہیں کسی شہر میں رؤیت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو ہزاروں میل دور علاقے میں اس رؤیت پر عمل کیا جاتا ہے مثلاً کلکتہ کی شہادت پر دہلی میں فیصلہ ہوتا ہے حالانکہ دونوں کے مابین تقریباً آٹھ سو کیلومیٹر کا

فاصلہ ہے اس عملی شہادت کی وجہ سے اس بات کو ثابت کرنا چنداں دشوار نہیں رہتا کہ ہند و پاک کے مابین اختلاف مطالع غیر معتبر ہے، لہذا ہندوستان میں اگر ثبوت رؤیت ہو جائے تو پاکستان میں بھی ثابت ہوسکتا ہے اس لئے کہ نص (مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے) دلالت کرتی ہے کہ بلاد قریبہ میں وہ سب ممالک داخل ہوں گے جہاں جہاں عام تاریخ یکساں رہتی ہے اسی کو علامہ شبیر صاحب عثمانی نے یوں فرمایا:

''مناسب یہ ہے کہ ایسے مقامات کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے جہاں تاریخوں میں ایک دن سے زیادہ کا فرق عادتاً ہوتا ہو، کیونکہ نصوص میں تصریح ہے کہ مہینہ ۲۹/ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے تو ایسی جگہ کی شہادت پر عمل نہیں کیا جائے گا جہاں کی شہادت پر عمل کرنے سے ۲۹ سے کم یا ۳۰ دن سے زیادہ کا مہینہ بن جاتا ہو'' (فتح الملہم شرح مسلم ۳/ ۱۱۳)۔

یعنی کسی جگہ کی رؤیت کی بناء پر دوسری ایسی جگہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا جہاں منصوص ومقرر تعداد ۲۹ یا ۳۰ دن میں فرق آجائے کہ اس صورت میں نصوص کی خلاف ورزی لازم آئے گی خاص طور پر آج کل، جبکہ جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ایک جگہ کی رؤیت کی خبر دوسری جگہ پہنچائی جاسکتی ہے، لیکن اس کی وجہ (عدم اعتبار اختلاف مطالع) سے کسی جگہ مہینہ ۲۸/ کا تو کسی جگہ ۳۱/ کا ہو جائے گا۔

خلاصۂ بحث

حدود مطالع سے متعلق بالترتیب ۹/ اقوال ذکر کئے گئے اور آخر میں ایک قول بطور فیصلہ کے ذکر کیا گیا اس طرح کل ۱۰/ اقوال (عشرۃ کاملۃ) ہوئے ان تمام اقوال میں سے آخری قول کو نص (مہینہ ۲۹/ یا ۳۰/ دن کا ہوتا ہے) کی روشنی میں ترجیح دی جاسکتی ہے علاوہ ازیں اس قول کے ذریعہ اختلاف مطالع کے مابین فرق کرنا بھی آسان تر ہے، یہی بات حضرت علامہ انور

شاہ کشمیریؒ کے استدلال سے مترشح ہوتی ہے۔

''زیلعی کا قول تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ورنہ تو لازم آئے گا کہ عید ۲۷ اور ۳۱، ۳۲ تاریخ کو بھی پڑ سکتی ہے، اس لئے کہ قسطنطنیہ کے شہروں میں ہمارے یہاں سے کبھی کبھی دو دن قبل چاند نظر آ جاتا ہے دریں صورت ہم اگر اپنے یہاں کے اعتبار سے روزے رکھنا شروع کریں تو بعد ازیں وہاں سے کوئی معتبر خبر چاند نظر آ جانے کی ہمارے پاس آ جائے (اور ہم اس پر فیصلہ کریں) تو ایک دو دن قبل عید کرنا پڑے گی اور اس طرح وہاں سے خبر لانے اور روزہ رکھ کر آنے والے کو ۳۱ یا ۳۲ روزے رکھنا پڑ جائیں گے (اور اگر اس نے ہماری اتباع کی) اس آنے والے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے اس کا جواب مجھے فقہ حنفی کی کتابوں میں نہیں ملا (العرف الشذی ۱۴۹/)۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہندوستان پاکستان بنگلہ دیش اور نیپال کا مطلع ایک ہے اس لئے کہ ان علاقوں میں عامتاً تاریخ ایک ہی رہتی ہے جب صورت حال ایسی ہے تو اگر پاکستان یا بنگلہ دیش سے شرعی رؤیت کی اطلاع ہندوستان پہنچ جائے تو یہاں والوں کے لئے اس رؤیت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

قاضی و حاکم کے حدود

جب کسی بلاد قریبہ میں رؤیت کا ثبوت ہوجائے اور اس کا اعلان بھی وہاں سے ہوجائے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اعلان کرنے والے کا دائرہ کہاں تک ہے اگر علاقائی قاضی ہے تو اس کا اعلان اپنے دائرہ تک محدود رہے گا اور دوسرے علاقہ میں وہ قاضی عام کا حکم رکھے گا اس لئے اعلان کے مطابق دوسرے علاقہ والوں پر عمل ضروری نہ ہوگا، البتہ اس علاقہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی تحقیق کرکے اپنے طور پر اعلان کرائے تو یہ لازم ہوجائے گا، لیکن اعلان کرنے والا حاکم

وقت یا من جانب حکومت مقرر عالم دین جوان کاموں کے لئے ہوتو پھر پورے ملک کے لئے ایک ہی اعلان کافی ہوگا۔ فتح القدیر میں ہے۔

"لا يقبل إخباره (القاضي) قاضيا آخر في غيره عمله أو غيره عملها ولو كان على قضائه لأنه بالنسبة إلى العمل الآخر كواحد من الرعايا غير أن لكتاب خص من ذلك بالإجماع (فتح القدیر ۱/ ۳۸۹)، اسی طرح مفتی شفیع صاحب نے اپنے ایک رسالہ میں فرمایا۔

قاضی یا ہلال کمیٹی کے فیصلے کو صرف اسی شہر اور اس کے مضافات کے اندر رہنے والوں کے لئے واجب العمل قرار دیا جائے گا جو اس کے دائرہ اثر میں ہیں (رسالہ ص ۵۰)

اور اگر کوئی ملک یا علاقہ ایسا ہو جہاں مستقل قاضی یا حاکم نہ ہو (جیسا کہ ہندوستان کے اکثر مقامات) تو پھر علماء یا دیندار طبقہ پر مشتمل رویت ہلال کمیٹی ہوتو ان کے اعلان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

آلات جدیدہ کے احکام

دور جدید میں بہت سے ایسے آلات جدیدہ ایجاد ہو چکے ہیں مثلاً ریڈیو ٹیلی ویژن وغیرہ ان آلات کے ساتھ بعض احکام شرعیہ متعلق ہیں، لیکن ان کی وجہ سے ایک طرف بہت آسانیاں ہیں تو دوسری طرف بعض اعتبار سے پریشانیاں بھی ہیں اس کی وجہ بعض شرائط کا مفقود ہونا ہے اس لئے فقہاء کے ذکر کردہ شرائط کی روشنی میں ان آلات کا جائزہ لینا ہے تا کہ درپیش پریشانیاں دور ہوں اور امت کے درمیان اختلاف وانتشار نہ پیدا ہوں۔

ان آلات کے مابین شرائط واحکام کے اعتبار سے قدرے فرق پایا جاتا ہے اس لئے سب کو الگ الگ بیان کیا جاتا ہے۔

ریڈیو

بذریعہ ریڈیو جو اعلان نشر کیا جاتا ہے، جیسے خبر اگر اسی نوعیت سے رویت کا بھی اعلان ہو تو ایسے اعلان کے سننے والوں پر روزہ رکھنا یا افطار کرنا شرعاً ضروری نہیں ہوگا، مثلاً خبر دینا کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا نظر آیا یا دیکھا گیا خواہ ایک جگہ کی رویت کے بارے میں یہ اطلاع دی جارہی ہو یا کئی جگہ کے بارے میں اس صورت میں ریڈیو کی خبر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ فقہاء نے اس نوعیت کی خبر کے متعلق صراحت کردی ہے کہ اگر ایک جماعت بھی بیان کرے تب بھی اس پر اعتماد کر کے دوسری جگہ رویت کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

''ایک جماعت اگر (کسی وجہ سے چاند دیکھے جانے کی بابت اس طرح) گواہی دے کہ فلاں شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن قبل چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے اور آج ان کے حساب سے ۳۰ تاریخ ہے حالانکہ ان گواہی دینے والوں نے خود چاند نہیں دیکھا تو (بلدہ رویت کے علاوہ) دوسے شہر کے لوگوں کو اگلے دن عید منانا جائز نہیں اور نہ چاند دیکھنے والوں کی شہادت پر شہادت دی ہے (اس لئے اعتبار نہیں ہاں اگر کسی قاضی یا کمیٹی کی طرف سے اعلان کرے، مثلاً یوں کہے کہ فلاں قاضی یا کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ فلاں جگہ رؤیت ہوئی ہے لہذا کل عید منائی جائے بشرطیکہ اعلان کرنے والا مسلمان ہو اگرچہ فاسق ہو اس لئے کہ دیانات میں کافر کی خبر غیر معتبر ہے'' (فتح القدیر ا/۲۴۳)۔

''لن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا'' (النساء)۔

''خبر منادی السلطان مقبول عدلا كان أو فاسقا كذا في جوهر الإخلاص'' (عالمگیری ۳/۲۲۲)۔

(بادشاہ کی طرف سے اعلان کرنے والے کی بات مانی جائے گی چاہے وہ دیندار ہو یا نہ ہو)۔

ریڈیو کی خبر کی حیثیت

ریڈیو کے ذریعہ جو اعلان کیا جاتا ہے وہ ایک خبر کی حیثیت رکھتا ہے نہ کہ شہادت کی، اس لئے کہ شہادت میں شاہد کا موجود ہونا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے۔

"وفي عرف أهل الشرع أخبار صدق لإثبات حق بلفظ الشهادة في مجلس القضاء" (فتح القدیر ۶/۴۴۶)۔

رویت ہلال کا اعلان ایک خبر کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن چاند دیکھنے والا جب کسی قاضی یا ہلال کمیٹی کے پاس خبر دے گا تو اس کی حیثیت شہادت کی جگہ لے لے گی، پھر جب اس خبر کو قاضی یا حاکم ریڈیو کے ذریعہ اعلان کرائے تو اس کو بعینہ قاضی اور حاکم کی خبر سمجھی جائے گی اور اپنے اپنے دائرے کے لحاظ سے عمل لازم ہو جائے گا جیسا کہ مولانا برہان الدین صاحب اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں۔

مسلمانوں میں سے کسی ثقہ متدین عالم کو کم سے کم رویت کے اعلان کے بارے میں مختار عام بنا دے جس کا فیصلہ تمام اہل ملک کے لئے نافذ ہو سکے اور پھر اس فیصلے کا اعلان ریڈیو کے ذریعہ کیا جائے (مذکورہ شرائط کے مطابق) تو وہ تمام اہل ملک کے لئے نافذ العمل ہوگا (ص ۹۱)۔

ٹیلی ویژن و ٹیلی فون

ٹیلی ویژن پر آنے والی خبر کا حکم بھی ریڈیو کی طرح ہے یعنی جو شرائط ریڈیو سے متعلق ہے وہی اس کے لئے وہ یہ کہ کسی کمیٹی یا قاضی کی طرف سے یہ اعلان ہو کہ فلاں جگہ چاند ہو گیا ہے اور کل عید منائی جائے وغیرہ۔

ٹیلی ویژن سے ثبوت رویت کی ایک دوسری شکل

ثبوت رویت کی دوسری شکل یہ ہے کہ ٹیلی ویژن ایکس چینج کے ذمہ دار بعینہ چاند کی

رؤیت کرادیں اور ساتھ میں یہ بھی نشر کریں کہ فلاں قاضی یا ہلال کمیٹی نے اعلان کیا ہے کہ کل روزہ رکھیں یا عید منائیں تو اس رؤیت کی حیثیت بعینہ آسمان پر چاند دیکھنے کی طرح ہوگی، ایسی شکل میں اگر دیکھنے والوں کی ایک جماعت ہوتو استفاضہ کی حیثیت حاصل ہو جائیگی چاہے نشر ایک ہی جگہ سے ہوا ہو، لیکن شرط ہے کہ یہ نشر ایسے وقت میں کیا جا رہا ہو جس وقت (غروب آفتاب کے وقت) چاند دیکھا جاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتو ایک خبر کی حیثیت رکھے گا۔

بخلاف ٹیلی فون کے کہ اس کی اطلاع کو اعلان کا درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے، بلکہ یہ اطلاع محض ہے چونکہ اعلان کہتے ہیں ایسی اطلاع کو جسے بہت سے لوگ بیک وقت سن سکیں اور اطلاع محض کا درجہ اس وقت دیا جائے گا، جبکہ وہ آدمی پہچانا ہو نیز اس کی آواز پہچانتا ہو، اس لئے ایک آدمی دوسرے آدمی کی آواز کی نقل کرسکتا ہے جیسے الخط يشبه الخط ہوتا ہے ویسے ہی الصوت يشبه الصوت بھی ہوتا ہے۔

اس لئے اس بات کا یقین ہونا ضروری ہے کہ یہ اطلاع فلاں آدمی ہی کی ہے تو رمضان کے متعلق اس خبر کو مدار بناتے ہوئے اعلان کیا جاسکتا ہے، لیکن عید کے لئے یہ کافی نہ ہوگی، اس لئے کہ اس میں شہادت ضروری ہے جیسا کہ مفتی شفیعؒ نے فرمایا۔

خط کی اگر بخوبی شناخت ہو جائے کہ فلاں شخص کا لکھا ہوا ہے اور خط لکھنے والا مسلمان عادل ہو یا مستور الحال ہو تو ہلال رمضان میں خط کی خبر معتبر ہے اور ٹیلیفون کے ذریعہ جو خبر موصول ہوئی اگر اس میں سننے والوں کو خبر دینے والے کی آواز پوری طرح شناخت میں آجائے اور یہ یقین ہو جائے کہ اسی شخص کی آواز ہے تو خط پر قیاس کر کے ہلال رمضان میں اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ خبر دینے والا فاسق یا کافر نہ ہو اور اگر آواز میں تردد ہو تو جائز نہیں، لیکن ٹیلیفون میں بہ نسبت خط کے تردد و اشتباہ زیادہ ہے، اس لئے اس میں ایک پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ بلکہ جب متعدد مقامات سے بذریعہ ٹیلیفون دریافت کر کے اطمینان ہو جائے تب عمل کریں، ہلال عید وغیرہ

کا ثبوت خط اور ٹیلی فون سے نہیں ہوسکتا ہے اگر چہ آواز پہچان کی جائے، کیونکہ اس میں شہادت کی ضرورت ہے حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ ٹیلی فون کے متعلق فرماتے ہیں۔

گوان دونوں ہلالوں کی شہادت میں بعض احکام اختلاف یعنی تفاوت بھی ہے لیکن یہ شرط مشترک ہے کہ شاہد عدل یا مستور بمعنی غیر معلوم الوصف ہو اور یہاں وہ خود غیر معلوم بالذات ہے باقی آواز تو ٹیلی فون میں صاف پہچانی نہیں جاتی دوسرے اگر پہچانی بھی جاوے تب بھی آوازوں میں تشبہ ہوا کرتا ہے اور جو شرط ہے محتجب کے تعین کی۔ یہ یہاں ممکن نہیں، لہذا یہ شہادت ٹیلیفون کے واسطہ سے رمضان یا فطر میں معتبر نہیں (امداد الفتاوی ۲ / ۹۴)۔

اس پر ایک حاشیہ ہے جس میں لکھا ہے کہ اگر صورت وغیرہ سے مخبر کا امتیاز ہو جائے اور وہ عادل بھی ہو تو رمضان میں یہ خبر معتبر ہے، البتہ فطر میں بہر کیف معتبر نہیں۔

اور ایسا کرنا ممکن بھی ہے کہ جس صاحب نے فون کیا ان سے فون نمبر لے کر دوبارہ فون کیا جائے تو اس طرح یقین ہو جائے گا کہ فلاں نے ہی فون کیا خود حضرت مولانا تھانویؒ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے اس میں غیر معتبر ہے اور ان میں حجاب مانع نہیں اس میں اگر قرائن قویہ سے متکلم کی تعین معلوم ہو جائے تو معتبر ہے (امداد الفتاوی ۲ / ۹۰)۔

جب قرائن قویہ سے مخبر کی معرفت ہو جائے تو اس کی خبر کے مطابق عمل کیوں نہیں کیا جا سکتا جب کہ موجودہ اور بعض گذشتہ دور کے اکابر ٹیلی فون کو خط پر قیاس کرتے چلے آئے ہیں خط کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر تحریر سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ فلاں نے لکھا ہے، جیسا کہ خود حضور ﷺ کے زمانہ میں بہت سے احکام خط کے ذریعہ ارسال کئے گئے اور اس پر عمل بھی ہوا اگر چہ اس میں جعل وتزویر کا احتمال ہے، لیکن جب یقین ہو جائے کہ فلاں کا خط ہے تو عمل کرنا درست ہوگا جب کہ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔

تحریر خط جو مثل دستور کے لکھا آیا ہے از طرف مثلاً اور مکتوب الیہ اس کو پہچانتا ہو اور اس کا ہی خط ہے تو اس کا لکھنا خبر رؤیت ہلال کے بارے میں معتبر ہوگا و اراس پر عمل کرنا درست ہوگا۔

فتح القدیر میں ہے:

"من نسي شهادته ووجد خطه وعرفه هل يسعه أن يشهد قال: إذا كان الخط في حرزه يسعه أن يشهد" (فتح القدیر ۶/۴۶۰)۔

(جو شخص اپنی شہادت بھول گیا اور اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا واقعہ بھی خط دیکھ کر اس نے پہچان لیا (کہ یہ میرا ہی خط ہے اور وہ واقعہ اس میں مکتوب رہے تو) کیا اس کے لئے گواہی دینے کی گنجائش ہے؟)۔

فرمایا! اگر خط اس کے پاس محفوظ تھا تو گواہی دینے کی گنجائش ہے۔

دیکھئے فقہاء نے خط کے ذریعہ یقین ہو جانے کے بعد اس کو حقوق العباد میں بھی معتبر مانا ہے حالانکہ اس معاملہ میں پابندیاں زیادہ ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ جہاں خطوط میں احتمال جعل و تزویر اور اس کا گمان نہ ہو وہاں ان پر عمل کرنا درست ہوگا اور اونچی خطوط جو عام طور باہمی تعلقات یا قرابتوں کی وجہ سے ایک دوسرے کو لکھے جاتے ہیں تزویر کا احتمال بہت کم ہوتا ہے اس لئے ان پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

ٹیلی فون کے بارے میں ابن ہمام کے قول سے لطیف استدلال

"ولو سمع من وراء حجاب كثيف لا يشف من ورائه لا يجوز له أن يروه؛ لأن النغمة تشبه النغمة إلا إذا أحاط بعلم ذلک، لأن المسوغ هو العلم غيره أن رؤيته متكلما باتعصد طريق العم به؛ فإذا فرض يحقق طريق آخر جاز

(فتح القدیر ۶/ ۴۶۳)۔

غور کیجئے اس عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز یقین کا حاصل ہوتا ہے۔

ٹیلی فون سے ہلال عید کا ثبوت بھی ہوسکتا ہے

اکثر علماء فون کے ذریعہ آنے والی اطلاع کو خبر کا درجہ دے کر ثبوت رمضان تک محدود رکھا ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہوا) لیکن سید محمد میاں صاحب نے فرمایا کہ فون سے آنے والی خبر کو اگر استفاضہ کی شان حاصل ہوجائے تو اس کے مطابق عید بھی منائی جاسکتی ہے اور دلائل کی رو سے یہ بات راجح معلوم ہوتی ہے چنانچہ موصوف فرماتے ہیں۔

جب متعدد مقامات سے ٹیلی فون کر کے تحقیق کر لی جائے تو اس میں استفاضہ کی شان پیدا ہوجاتی ہے اور استفاضہ کی بناء پر ہلال عید کا بھی فیصلہ دیا جاسکتا ہے (الرسالہ ص ۶۰)

خبر مستفیض کی تعریف اور اس کا حکم

مختلف مقامات پر خبر مستفیض کا تذکرہ آنے کی وجہ سے مناسب ہے کہ اس کی مختصر تحقیق کردی جائے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

"اعلم أن الهلال يثبت بالشهادة على الرؤية أو شهادة على الشهادة أو شهادة على القضاء إلا فاضة أى التواتر" (العرف الشذی حاشیہ ترمذی ۱/ ۱۴۹)۔

بہت سے فقہاء اور علماء کے کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ خبر مستفیض اس کو کہتے ہیں جس سے علم یقین یا قریب بہ یقین حیثیت حاصل ہوجائے، اگر چہ مصداق میں اختلاف ہے، چنانچہ علامہ انور شاہؒ نے استفاضہ کو تواتر کے ہم معنی قرار دیا اسی طرح فقیہ ابن رشد کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

"إذا بلغ الخبر مبلغ التواتر لم يحتج فيه إلى الشهادة" (بدایۃ المجتہد ۱/)۔

ریڈیو ٹیلی ویژن اور فون کی اطلاع اگر خبر مستفیض کے درجہ کو پہنچ جائے تو علم یقین یا قریب بہ یقین کی حیثیت حاصل ہو جائے گی، اس لئے اس اعلان کے مطابق رمضان اور عید منائی جا سکتی ہے بشرطے کہ وہ اعلان خبر مستفیض کی حد کو پہنچ جائے۔

خبر مستفیض کے قائل دو افراد سے زیادہ ہونے چاہئیں

جس خبر کے لئے محدود طریق ہوں لیکن دو سے زیادہ ہوں تو اس کو محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت مستفیض کہتی ہے۔

"ماله طرق محصورة باكثرمن اثنين وهو المشهور عند المحدثين سمي بذالک لوضوحه وهو ا لمستفيض على رأى جماعة من أئمة الفقهاء" (فتح القدیر ۲/ ۲۵۲)۔

تار ٹیلیکس اور فیکس کا حکم

جب یہ بات واضح ہو چکی کہ فون کے ذریعہ آنے والی اطلاع کو خط پر قیاس کرتے ہوئے معتبر مان لی گئی لیکن تار یا ٹیلیکس کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں، اس لئے ان کے ذریعہ آنے والی اطلاع کو قطعاً معتبر نہیں ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ تار کے ذریعہ آنے والی اطلاع اور تحریر بعینہ مخبر کی تحریر نہیں رہتی یہی حال ٹیلیکس کا ہے جس کی وجہ سے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ یہ خبر کس کی ہے یعنی کیا وہ عادل ہے یا نہیں، اس لئے کہ اسمیں جعلی و کذب کا غالب گمان ہے بخلاف فیکس کے کیونکہ اس کے ذریعہ آنے والی اطلاع و تحریر بعینہ مخبر کی تحریر ہوتی ہے بلکہ خط کے مقابلہ میں جعل و تزویر سے زیادہ محفوظ رہتی ہے اسی طرح فیکس کی اطلاع بھی مانی جا سکتی ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ قاعدہ نکلتا ہے کہ ان آلات میں اصل مدار اعتماد کے حاصل ہونے پر ہے، اس قاعدہ پر نظر کرتے ہوئے تار کی اطلاع کو معتبر مان لیا جائے تو اس کے مطابق بھی عمل کیا جا سکتا ہے، لیکن آج کل خاص طور سے ہندوستان، جیسے ملک میں اعتماد حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے تار اور ٹیلیکس کے ذریعہ آنے والی اطلاع کو خبر معتبر ہی سمجھا جائے گا۔

خلاصہ: خلاصہ یہ ہے کہ جن ذرائع سے شرعا رؤیت کا اعلان معتبر ہو جاتا ہے اگر یہ حاصل ہو جائے تو مل گیر کمیٹی کی جانب سے اعلان ہو جانے کے بعد ہر ایک کو ماننا ضروری ہو جائے گا، اور اگر کسی علاقائی کمیٹی کی طرف سے اعلان ہوا تو پھر دوسری کمیٹی کو چاہئے کہ قاعدہ کے مطابق ثبوت حاصل کر کے اعلان کرے چاہے ایک جگہ سے ہی اعلان کیوں نہ ہوا ہو۔

رؤیت کے بارے میں شریعت کی روح کیا ہے

شریعت اسلامیہ کے احکام تا قیامت اور ہر انسان کے لئے نازل کئے گئے ہیں چاہے وہ انسان دنیا کے کسی خطہ یا کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو اسی طرح کم پڑھا زیادہ پڑھا سب ان کے مخاطب ہیں۔

رؤیت ہلال کا مسئلہ ایک عمومی مسئلہ ہے اس کی ضرورت ایک شہری سے لے کر دیہاتی تک کو پڑتی ہے اسی وجہ سے ہلال کے ثبوت کا مدار رؤیت پر رکھا جاتا ہے کسی زر اور فنی چیزوں پر اس کا مدار نہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو بہت سے لوگوں، بلکہ اکثر کے لئے اس پر عمل مشکل ہو جاتا، کیونکہ اسلام جس کے مخاطب کالے اور گورے دیہاتی اور شہر غرضیکہ ہر طرح کے ہوگ ہیں اس کے قوانین میں سب کی رعایت کی گئی ہے، اس لئے ہر کام کا وہ طریقہ بتایا گیا ہے جو سب کے لئے آسان ہو اور اس پر عمل کرنا تکلیف مالا یطاق کا مصداق نہ ہو۔

اس رؤیت کو یعنی چاند کو کھلی آنکھوں سے نظر آنے کو مدار حکم دیا گیا، یہی وجہ ہے کہ

حدیث پاک میں وہی فطری اور سادہ اصول بتایا گیا ہے صوموا لرؤیته وأفطروا لرؤیته وإن أغمي علیکم فاقدروا له ثلاثین (مسلم شریف ج ۱ ص ۳۴۷)۔

فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو لیکن کسی وجہ سے رؤیت نہ ہو سے تو ۳۰ دن مکمل کرلو کیا ہی سادہ حکم دیا گیا کہ جس میں کچھ پریشانی نہیں ہے ہر آدمی بآسانی معلوم کرسکتا ہے اسی کو دوسری حدیث میں یوں بیان فرمایا۔

عن النبی ﷺ قال أنا أمة أمیة لا نکتب ولا نحسب الشهر هکذا وهکذا مرة تسعا و عشرین ومرة و ثلاثین (مسلم ۱/ ۳۴۷)۔

(آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ حساب وکتاب سے ناواقف ہیں مہینہ (کبھی) ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا)۔

مہینہ کی آمد روفت میں حساب دانوں کا قول غیر معتبر ہے سے متعلق حدیث اور بہت سے فقہاء قدیم وجدید کے اقوال منقول ہیں۔

ہوائی جہاز اور دوربین

اس لئے رؤیت ہلال کے لئے ہوائی جہاز دوربین اور فلکیاتی حساب کے درپے ہونا شریعت اسلامیہ کی روح کے خلاف ہے، البتہ تائید کے لئے اس سے مدد لے سکتے ہیں اور آلات جدیدہ وحساب کے ذریعہ رؤیت میں غلطی کا امکان زیادہ رہتا ہے، اس لئے چاند کی تولید چند ساعت سورج سے قریب ہونے کے بعد ہی شروع ہوجاتی ہے، لیکن ہلال کا اطلاق اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک رؤیت بصری کی حد تک نہ پہنچ جائے اب اگر جہاز یا دوربین (جس سے دن میں ستارہ نظر آسکتا ہے) کے ذریعہ حاصل ہونے والی رؤیت کو معتبر مان لی جائے تو وقت سے پہلے رؤیت ثابت ہوجائے گی جس کی وجہ سے بعض مرتبہ ۲۸ دن کا مہینہ ہوسکتا ہے جو

خلاف نص ہے لیکن ایسا دوربین جسے لوگ ہاتھوں ہاتھ لئے پھرتے ہیں اس طرح کے دوربین سے حال ہونے والی رؤیت معتبر ہوگی اس لئے کہ اس کی رؤیت بصری رؤیت کے ہم مانند ہے۔

اس کی مزید وضاحت مولانا تھانویؒ کے ایک فتویٰ سے ہوتی ہے فرماتے ہیں۔

دوربین محض آلہ تحدید بصر است ورؤیت ببصر واقع است پس حکمت مثل عینک باشدند وبریں دیدن رؤیت کہ مدار وجوب احکام است صادق است پس لامحالہ صحیح ومعتبرم مناط احکام باشند البتہ اگر بدلائل فن ایں امر بہ ثبوت پیوندو کہ خاصیت آں دوربین چنیں است کہ ہلال باوجود تحت افق بودن بواسطہ آں بنظرے آید حتی کہ شمس ہم یا وجود طلوع از افق درآں مطالع می آید آرے صحیح ومعتبر نباشد (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۰۹)

حسابی قواعد سے رؤیت ہلال کی پیش قیاسی

اس بات کو مولانا برہان الدین صاحب نے اپنی کتاب میں ایک مشہور صاحب قلم ضیاء الدین کے حاولہ سے لکھا ہے جو ضیاء الدین لندن آبزرویٹری کے شعبۂ فزکس وعلوم فلکیات کے رسنٹ ڈائرکٹر سے اس موضوع پر خط وکتابت کر کے معلومات حاصل ہوئیں، ڈائرکٹر صاحب نے جو اس خط کا جواب دیا اس کا خلاصہ ضیاء الدین صاحب کے الفاظ میں یہاں مختصراً پیش کیا جارہا ہے۔

آپ (ضیاء الدین صاحب کے استفسار کے متعلق کے رصدگاہی سائنسداں کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں جس سے نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیش قیاسی کی جاسکے، مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے، آگے چل کر ڈائرکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں:

درحقیقت رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا، مجھے افسوس ہے کہ میرے خیال میں کوئی ایسا سائنسی طریقہ نہیں ہے جس سے اس موقعہ پر اسلام کی ضروری شرائط

(آنکھ سے نیا چاند دیکھنے کی بابت) پوری کی جاسکیں۔

ضیاء الدین صاحب نے اپنے رسالہ میں مشہور عالم رصدگاہ گرین وچ کی سائنسی ریسرچ کونسل کی فلکیاتی قرطاس کا ترجمہ بھی دیا ہے یہاں اس کا ایک حصہ نقل کیا جارہا ہے: ہر ماہ نئے چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے والی تاریخوں کے متعلق پیش گوئی کرنا ممکن نہیں، کیونکہ اسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہوئے جنھیں ان شرائط کو متعین کرنے میں استعمال کیا جاسکے جو چاند کے اول بار نظر آنے کے لئے کافی ہوں۔

مزید لکھتے ہیں۔

یہ امر واضح ہے کہ رؤیت ہلال کے متعلق کوئی بھی قیاسی غیر یقینی ہوتی ہے، ان سب تفصیلات کے پیش نظر صادق ومصدوق (ﷺ) کے ارشاد: ''أنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب، الشهر هكذا وهكذا مرة تسعا وعشرين ومرة ثلاثين'' کی معنویت وصداقت اور بھی زیادہ واضح اور مدلل ہوجاتی ہے اور ثابت ہوجاتی ہے، امت مسلمہ کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے قیامت تک کے لئے جو اصول بتایا ہے وہ علمی طور پر بھی اٹل ہے (رؤیت ہلال/۴۳-۴۴)۔

رؤیت ہلال کے لئے افراد کی تعداد

غرض ثبوت رؤیت کا اصل مدار رؤیت بصری پر ہے، لیکن ثبوت رؤیت کے لئے ہر ہر آدمی کو دیکھ لینا ضروری نہیں، بلکہ ممکن بھی نہیں ہے، اس لئے شریعت اسلامیہ نے آسانی کے لئے تفصیل بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آسمان صاف ہو تو ثبوت ہلال کے لئے ایک جم غفیر کا ہونا ضروری ہے، اور اگر آسمان صاف نہ ہو تو رمضان کے لئے ایک عادل آدمی کافی ہے اور عید کے لئے دو مرد یا ایک مرد دو عورت سے رؤیت کا ثبوت ہوجائے گا بشرطیکہ چاند دیکھنے والا عادل ہو (نور الایضاح/۱۳۹)۔

عادل سے مراد

عادل سے مراد وہ شخص ہے جو صوم وصلوۃ کا پابند ہو اور معاشرہ میں نیک سمجھا جاتا ہو وہ مراد نہیں ہے جو فقہاء کی اصطلاح میں مراد لیا جاتا ہے اس لئے کہ بعض مرتبہ ایک ڈاڑھی منڈا شخص بظاہر فاسق ہے، لیکن کسی بات کو نقل کرنے میں بہت احتیاط کرتا ہے بخلاف بعض اس شخص کے جو بظاہر مشرع ہے، لیکن کذب بیانی میں دریغ نہیں کرتا، اس لئے رؤیت جیسے ضرورت عامہ کے لئے ایسا شخص بھی کافی ہوگا جو مستورالحال ہو یا معاشرہ میں اچھا سمجھا جاتا ہو۔

چنانچہ قاضی خانؒ نے اس مسئلہ سے متعلق تفصیل کی ہے کہ بہت سے لوگ اگر چہ فاسق ہوتے ہیں، لیکن با مروت اور باوجاہت ہونے کی وجہ سے جھوٹ بولنے کو بہت برا سمجھتے ہیں، اس لئے کوئی فاسق ہو تو تحقیق کے بعد کہ وہ جھوٹ کے معاملہ میں محتاط ہے اسی کو باری تعالیٰ نے فرمایا "إن جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا" (سورہ حجرات) معاشرہ میں باوقار سمجھا جانا ہی تحقیق وتبین ہے، اس لئے ایسے شخص کی بات مان لی جائے گی، مفتی نظام الدین نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

''ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی منڈوانے والا شخص مثلاً اگر صوم وصلوۃ کا پابند ہے معاملات کا سچا ہے جھوٹ نہیں بولتا یا ذی وجاہت وذی مروت ہے یا وقار ہے جھوٹ بولنے کو بالخصوص ایسے معاملات میں اپنی تحقیر وتوہین سمجھتا ہے یا اس میں اس کی تحقیر وتوہین لازم آئے گی تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی'' (نظام الدین ر ۲۲۴)۔

قاضی خانؒ فرماتے ہیں کہ شاہد بننے سے مانع فسق ہونا نہیں ہے، بلکہ کذب کی تہمت مانع ہے خود ان کی زبانی ملاحظہ ہو:

''فسق کسی کو اس کو شاہد بننے کی صلاحیت سے نہیں روکتا، بلکہ کذب کی تہمت کی وجہ سے شہادت ادا کرنے (اور قبول کرنے) سے روکتا ہے اور علماء نے اس فسق کے بارے میں جو

ادائے شہادت سے روکتا ہے پوری گفتگو فرمائی ہے، علماء نے اتفاق کیا ہے کہ کبیرہ گناہ کو علی الاعلان کرنا قبول شہادت سے روک دیتا ہے اور صغائر کو بالاعلان کرنے میں یہ تفصیل ہے اگر اس قسم کا ہو جس سے شنیع وقبیح درجہ کا فسق نمایا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے عوام الناس اسکو فاسق سمجھنے لگتے ہوں تو اس کی شہادت بھی مقبول نہ ہوگی (فتاوی خانیہ ۲/ ۴۶۰)۔

اگر اس طرح کے کسی ایک شخص کی اطلاع پر رمضان کی ابتداء ہوئی لیکن رمضان کے تیس دن گذرنے کے بعد مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہیں آیا تو کیا عید منائی جائے گی یا یہ سمجھ کر کہ اس کو غلط فہمی ہوئی یا غلط بیانی سے کام لیا ہوا گلے دن رمضان کی ۳۰/تاریخ قرار دے کر روزہ کا فیصلہ کیا جائے گا؟ فقہاء اس کے متعلق تفصیل کرتے ہیں کہ اگر ۳۰/رمضان کو آسمان صاف ہو پھر بھی چاند دکھائی نہ دے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس فرد واحد کو دیکھنے میں مغالطہ ہوا ورنہ کیا وجہ تھی کہ آج چاند نظر نہیں آیا، اس لئے کہ مہینہ ۳۱/کا ہوتا ہی نہیں لہذا عید نہیں منائی جائے گی، بلکہ ایک اور روزہ اور رکھا جائے گا اور اگر آسمان ناصاف ہو تو پھر افطار کیا جائے گا، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ چاند نکلا ہو، لیکن دیکھنے میں نہیں آسکا اور اگر دو شخص کی رؤیت سے رمضان کا ثبوت ہوا تھا تو پھر دونوں صورتوں میں افطار کیا جائے گا۔

”قال الشارح والأشبه أن يقال إن كانت السماء مصحية لا يفطرون لظهور غلطه وإن كانت مغيمة يفطرون لعدم ظهوره ولو ثبت برجلين أفطروا“

(منحۃ الخالق ۲/ ۲۶۷، بدائع الصنائع ۲/ ۸۲)۔

چاند دیکھنے والے کے قول کی حیثیت

جو شخص چاند دیکھ لے اگر وہ عادل یا مستور الحال ہو تو وہ قاضی یا ہلال کمیٹی کے پاس جا کر بتائے کہ میں نے چاند دیکھا ہے چاہے لفظ شہادت استعمال کرے یا نہ کرے بشرطیکہ یہ اطلاع رمضان کے چاند سے متعلق ہو اور اگر افطار سے متعلق ہو تو دو عادل یا مستور الحال آدمی لفظ

شہادت کے ذریعہ گواہی دیں کہ ہم نے چاند دیکھا یہ تفصیل اس وقت ہے، جبکہ مطلع ابر آلود ہو اور اگر مطلع صاف ہو تو ہلال رمضان یا غیر رمضان سب میں عادل یا مستور الحال ثقہ مسلمانوں کی شہادت (گواہی کے الفاظ کے ساتھ) اتنی تعداد میں ہو کہ رؤیت ہلال کے ثبوت کا ظن غالب ہو جائے تب معتبر ہوگی، اگر مقام ایسا ہو کہ جہاں قاضی یا ہلال کمیٹی وغیرہ نہ وہ تو لوگ مذکورہ بالا شرائط کے مطابق عادل یا مستور الحال کی خبر پر عمل کریں (درمختار ۲/۹۸)۔

شہادت حسبہ

اگر چہ بعض شکل میں رؤیت ہلال کی اطلاع شہادت کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن اس کی نوعیت اور حکم عام شہادتوں کی طرح نہیں ہے، اس لئے کہ عام شہادتیں بعد طلب دی جاتی ہیں اور رؤیت سے متعلق بے غیر طلب کے دی جاتی ہے، اس لئے اس کا درجہ "شہادت حسبہ" کا درجہ رکھتی ہے، اس کا حکم فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ ایسی شہادت میں اگر شاہد تاخیر کرے تو غیر معتبر ہوگا، لہذا چاند دیکھنے والے کو چاہئے کہ دیکھتے ہی قاضی یا ہلال کمیٹی کو مطلع کرے تا کہ اس کے مطابق اعلان کیا جا سکے۔ اس کی وضاحت صاحب "البحر" نے فرمائی ہے۔

"وفرعوا عليه ما لو شهدوا في تاسع عشرين رمضان إنهم رأوا هلال رمضان قبل صومهم بيوم إن كانوا في هذا المصر لا تقبل شهادتهم تركوا الحسبة وإذ جاءوا من خارج قبلت" (البحر الرائق ۲/۲٦٧)۔

"(وقوله لأنهم تركوا الحسبة) فإن شاهد الحسبة إذا أخر شهادته بلا عذر لفسق وإلا تقبل شهادته كما في الأشباه والنظائر" (۲/۲٦٧)۔

لیکن کسی عذر کی وجہ سے دیر ہوگئی جیسے قاضی کسی دور مقام پر رہتا ہے اور چاند دیکھنے والا دیکھتے ہی اس کی طرف جانا شروع کر دے، مگر پھر بھی پہنچنے میں تاخیر ہو تو اس تاخیر کی وجہ سے

شہادت رد نہیں کی جائے گی یا اس کے علاوہ کوئی اور عذر معقول ہو۔

یہ تفصیل ان علاقوں کے لئے ہے جہاں رؤیت ہلال کا وقوع اور امکان ہو، لیکن دنیا کے بعض ممالک سے بذریعہ ریڈیو یا ٹیلی ویژن یا فون رؤیت کی اطلاع آجائے اور اس اطلاع سے علم یقین یا قریب بہ یقین حاصل ہو جائے تو اس کے مطابق عمل کیا جا سکتا ہے، لیکن ریڈیو وغیرہ کے مذکورہ شرائط ملحوظ رہے اور علم یقین کے حاصل ہونے میں عام لوگوں کے علم کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ قاضی یا ہلال کمیٹی کے علم کا یقین کا اعتبار ہوگا اگر یہ دونوں نہ ہوں تو جامع مسجد کے خطیب صاحب اس اعلان کو سن کر اعلان کریں۔

"ولو كان ببلدة لا حاكم فيها صاموا بقول ثقة وأفطروا بإخبار عدلين مع العلة لضرورة" (درمختار ۲/ ۸۸)۔

رؤیت ہلال کمیٹی

قاضی محمد حسین آسی ☆

۱: الف- رؤیت ہلال کے سلسلے میں مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

الجواب نمبر ۱: الف- اس میں فقہائے کرام کا کوئی اختلاف نہیں اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، البتہ فقہاء اس باب میں مختلف ہیں کہ صوم اور افطارِ صوم میں یہ اختلاف معتبر ہے یا نہیں محققین فقہائے احناف اور علماء امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بلاد بعیدہ میں اس باب میں بھی اختلاف مطالع معتبر ہے، البتہ بلادِ قریبہ میں اس کا اعتبار نہیں (مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، اجلاس منعقدہ ۳/ ۴ مئی ۱۹۶۷ء)۔

ب- اگر مطالع کے اختلاف کا اعتبار ہے تو اس کے حدود کیا ہیں؟

بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔ اسکے حدود یہ ہیں کہ ان میں باہم اس قدر دوری ہو کہ عادتاً رؤیت میں ایک دن کا فرق ہو جاتا ہو اگر ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ ۲۸/ دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ ۳۱/ دن کا قرار پائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ جہاں پر دن کا فرق جس حد تک نہیں پڑتا وہ ایک مطلع ہے اور اس کی یہی حد ہے (مجلس تحقیقات)۔

ج- ہندوستان بشمول پاکستان، بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع ایک ہے یا مختلف؟

☆ کنوینر آل انڈیا ملی کونسل ضلع ناسک۔

بالخصوص جب کہ ان علاقوں میں بلندی کی سطح کافی مختلف ہے؟

الجواب: ج- ہندوستان بشمول پاکستان بنگلہ دیش و نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے، علماء ہند و پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالبا تجربے سے بھی یہی ثابت ہے کہ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بعد مسافت نہیں ہے کہ مہینے میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو، لہذا ان ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان ملکوں کے تمام اہل شہر پر لازم ہوگا۔ (مجلسِ تحقیقات)

د- اگر مطلع ایک ہے تو کیا کسی حصے میں ۲۹ رتاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت اور اس کا اعلان بھی کر دیا جائے اور ملک کے دوسرے خطے کے مسلمانوں پر کیا یہ لازم ہے کہ وہ اس اعلان کے مطابق عمل کریں یا اپنے مقامی قاضی اور جہاں نظام قضا نہ ہو وہاں کی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کریں؟ اور کیا دوسرے اس خطے کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی اس اعلان کے پابند ہے؟

الجواب: د- جس اعلان پر صوم یا افطار صوم کا حکم دیا جائے گا اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ تفصیلی ہو اور ذمہ دار علماء کی طرف سے ہو اور انہوں نے باضابطہ شرعی شہادت لے کر چاند کے ہو جانے کا فیصلہ کیا ہو۔ تب دوسرے خطے کے ذمہ دار علماء یا قاضی یا ہلال کمیٹی پر لازم ہے کہ اس اعلان کو تسلیم کر کے اپنے خطے میں اعلان کریں (فتاوی نظامیہ)۔

ر- ایک خطے میں اگر رؤیت ہو جائے تو دوسرے خطے تک اس کی خبر بذریعہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام یا ریڈیو سے ملتی ہے تو اس خبر پر عمل کرنا صحیح ہوگا؟ کیا ان کے اعتبار کے لئے کچھ شرائط ہیں؟ اور کیا ان کے مابین کچھ فرق ہے؟

الجواب: ر- یہ توضیح ہے کہ ریڈیو فون، ٹیلی گرام وغیرہ کی خبر یا اعلان شہادت شرعیہ نہیں لیکن مطلقاً بہر حال میں بالکل ناقابل عمل اور ناقابل اتفاق قرار دینا بھی صحیح نہیں، بلکہ اس میں

کچھ تفصیل ہے کچھ قیود وشرائط ہیں ان کے ساتھ ریڈیو کا نشریہ اور اعلان معتبر و قابل عمل ہوسکتا ہے۔

جہاں حکومت کی جانب سے قاعدۂ شرعی کے مطابق رؤیت ہلال کا ثبوت حاصل کر کے اعلان کرنے کا قانون وانتظام ہو اور اس پر عمل رائج ومشہور ہو تو وہاں مقامی طور سے پورے حدود مملکت کے اندر عمل کرنے کے لئے یہ مطلق اعلان ہی مثل اعلان قاضی و مثل طبل قاضی معتبر ہوگا۔ خواہ حکومت مسلمہ ہو یا کافرہ اس اعلان اور نشریہ پر عمل کرنا لازم ہوگا اور اس صورت میں حدود مملکت سے باہر بھی اس اعلان ونشریہ پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ بشرطیکہ مہینہ ۲۹ر یا ۳۰ دن ہونے کے بجائے ۲۸ر یا ۳۱ دن کا نہ ہو رہا ہو۔ ہمارے ملک میں آج کل ریڈیو کی خبریں اکثر ایسی ہوتی ہیں کہ عوام بھی اکثر بلالحاظِ شرائط وقیود اس کو معتبر اور قابل عمل قرار دے کر عمل کر بیٹھتے ہیں اور ان ہی وجوہ کی بناء پر بعض علماء نے ریڈیو کی خبروں کو مطلقاً غیر معتبر و نا قابل عمل قرار دیا ہے، ورنہ راجح اور محقق ہے کہ اگر بایں الفاظ اعلان یا نشر خبر ہو کہ، میرے سامنے فلاں حاکم شرعی نے یا فلاں ہلال کمیٹی نے جس کے تمام افراد باشرع ہیں یا فلاں مفتی شہر نے یا فلاں عالم مقتدیٰ نے یا فلاں مسلمان حاکم یا مسلمان وزیر نے ثبوتِ شرعی حاصل کر کے ثبوت رؤیت کا حکم یا فیصلہ دے دیا ہے اور ان الفاظ کو نشر کرنے والا شخص بھی معلوم و معتبر ہو تو اس نشریہ پر عمل کرنا درست اور صحیح ہوگا۔ (فتاویٰ نظامیہ)

سوال نمبر ۲: ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اکثر موسم کا فرق رہتا ہے اور فضا میں ابر گرد وغبار یا مختلف قسم کی کثافت کے اعتبار سے بھی ان کے مابین فرق ہے، اس لئے قمری مہینے کی ۲۹ر تاریخ کو ہر جگہ مطلع یکساں صاف یا گرد آلود نہیں رہتا تو:

الف- کیا رؤیت کے لئے فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ آج افق پر چاند کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں۔

الجواب ۲الف- موقتین کے کہنے سے لازم نہیں آتا کہ چاند اس رات آسمان میں موجود ہی ہو، گو یہ لوگ از روئے شرع عادل ہی کیوں نہ ہوں مذہب مختار کے مطابق موقتین کے قول کا کچھ اعتبار نہیں وہبانیہ میں کہا ہے، کہ موقتین کے قول سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ (شامی ج ۲ ص ۱۲۵)

ب- بعض قدیم اور جدید علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ ۲۹/تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اس کے باوجود اس خطے سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو کیا اسے قبول کیا جائے گا، یا یہ کہے کہ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے شہادت رد کر دی جائے گی؟

الجواب- ب- اگر رؤیت ہلال کی شرعی شہادت قیود و شراط کے ساتھ ملتی ہے تو یہ شہادت قبول کی جائے گی فلکیاتی حساب کا کچھ اعتبار نہیں (شامی ۲/۱۲۵)۔

ج- چاند کی رؤیت کے لئے کیا محکمۂ موسمیات سے مدد لی جا سکتی ہے۔ یعنی اس کے علم کے لئے کہ آج مطلع صاف ہے یا گرد آلود و کثافت زدہ ہے اور چاند کی رؤیت ممکن ہے یا نہیں؟

الجواب: ج- دین کی بنیاد ہی سادگی اور فطرت پر ہے جو علوم ہندسہ و ریاضیہ کی کشاکش سے معری ہے اسی طرح تکلفات و تدقیقاتِ سائنسیہ سے مبرہ و منزہ ہے۔ لہذا نہ خوردبین سے تلاشِ ہلال کی ضرورت ہے نہ فضا میں پرواز کی حاجت ہے، بلکہ اگر نصوص صحیحہ و متون شرعیہ صحیحہ میں غور کیا جائے تو یہ امر بالکل واضح طور پر نمایاں ہو جاتا ہے کہ تکلفات و تدقیقات غیر مطلوب ہی نہیں، بلکہ غیر مستحسن بھی نہیں بلکہ بعض اوقات مضر و غیر معتبر بھی ہوں گی، جس طرح اگر بغیر تدقیق و تشقیق اور بغیر اہتمام و التزام کے کوئی حکم ان سے مل جائے تو معتبر اور مقبول ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت رؤیت کا مدار یا تو خود رؤیت پر ہے یا شہادت پر ہے۔ شہادت

میں قاضی شرعی و مجلس قضاء وغیرہ شرط ہے اور بسا اوقات اس کا فقدان ہوتا ہے ایسے مواقع میں عادل مسلمان کی خبر بھی قواعد و شرائط کے ساتھ جب اس طرح پر ہو کے اس سے ثبوت کا ظن غالب حاصل ہو جائے تو کافی ہو جاتی ہے (کذا فی التنویر)

''تنویر الابصار'' میں ہے کہ اگر لوگ ایسے شہر میں ہوں جس میں کوئی حاکم شرعی نہ ہو تو لوگ اس میں ایک ثقہ و معتبر آدمی کے قول پر روزہ رکھیں اور دو ثقہ عادل شخصوں کی خبر پر افطار کریں، یہ حکم ضرورت کی وجہ سے ہے (شامی ۲/۱۲۵)۔

د- اگر ۲۹ رشعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کر دیا ہو اس کے بعد رمضان کی ۳۰ رتاریخ ہو چکی ہو ۲۹ رر مضان کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو کیا اگلے دن کو عید الفطر کا دن قرار دے کر عید منائی جائے گی یا یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ رتاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔؟

الجواب: د- جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہو یا اس نے غلط بیانی سے کام لیا ہے، لہذا دوسرے روز رمضان کی ۳۰ رتاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے گا (درمختار اردو ۲/ ۱۴۷)۔

سوال نمبر ۳ (الف) رمضان وعید کے ثبوت کے لئے جب مطلع صاف ہو تو کتنے افراد کی چاند دیکھنے کی شہادت کافی ہوگی، چاند دیکھنے والوں کے لئے عدل کا وہ معیار ضروری ہے جو فقہاء نے عام طور پر لکھے ہیں یا موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے ولا معاشرے میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور کیا مستور الحال کی شہاشت معتبر ہوگی؟

الجواب: الف- جب آسمان صاف ہو اور گرد و غبار ہو، بادل نہ ہو تو اس وقت ایک

بڑے مجمع کا قول قبول کیا جائے گا۔

تا کہ ان کی خبر سے غلبۂ ظن حاصل ہو سکے اور امام اعظم سے دو آدمی کی شہادت بھی مطلع صاف ہونے کی صورت میں قبول ہونا مروی ہے، بلکہ اگر اونچی جگہ سے اور شہر سے باہر سے آیا ہو ایک معتبر شخص بھی گواہی دے باوجود مطلع صاف ہونے کے تو اس کی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا (در مختار اردو ۲/ ۱۲۵)۔

چاند دیکھنے کے بارے میں ایک ثقہ معتبر آدمی کے قول پر روزہ رکھے اور دو ثقہ عادل شخصوں کے قول پر افطار کریں جب کہ کوئی حاکم شرع نہ ہو۔ (شامی ج ۲ ص ۱۲۵) موجودہ دور میں رؤیت ہلال رمضان وعید میں مستور الحال کی گواہی معتبر ہے، جبکہ وہ نمازی اور خلاف شرع امور کا مرتکب نہ ہو۔

۳: ب- چاند دیکھنے والوں کے لئے قاضی کے پاس جا کر یا جہاں نظام قضا ہو وہاں کے مقامی علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ دار کے پاس جا کر شہادت دینا ضروری ہے یا چاند دیکھنے والوں کا بیان اصولی طور پر شہادت ہے یا خبر اگر شہادت ہے تو کیا اس کے لئے شہادت اور مجلس قضا اور شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے؟

الجواب ۳ب- ہلال فطر کے لئے بحالت ابر غبار نصاب شہادت وعدالت ضروری ہے ہلال رمضان کے لئے بحالت ابر وغبار ہو تو صرف ایک عادل یا مستور الحال شخص کی خبر قبول کی جائے گی جس میں نہ دعویٰ کی ضرورت ہوگی اور نہ لفظ ''اشہد'' کہنے کی اور نہ مجلس قضا کی اس لئے کہ یہ خبر ہے شہادت نہیں ہے (درمختار اردو ۲/ ۱۴۲)۔

اور چاند دیکھنے والوں پر واجب ہے کہ قاضی یا ہلال کمیٹی یا علماء کرام کے پاس جا کر چاند ہونے کی گواہی دے (درمختار ۲/ ۱۴۲)۔

۳ ج- دیکھنے والوں کے لئے کیا فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے اور اگر چاند

دیکھنے کے بعد چند گھنٹوں کی تاخیر یا ایک دن یا اس سے زائد کی تاخیر کے بعد شہادت دے تو کیا ان کی شہادت قبول کی جائے گی یا رد کردی جائے گی خصوصاً جب کہ رمضان وعید الفطر کے موقعوں پر تاخیر سے اعلان کی صورت میں مسلمانوں کے مابین شدید انتشار واختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

الجواب: ج- دیکھنے والوں کے لئے فوری طور سے شہادت دینا ضروری ہے یہاں تک کہ پردہ نشین لونڈی پر لازم ہے کہ وہ رمضان اور عید کا چاند دیکھنے والا رات میں اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے اور قاضی کے پاس جا کر چاند ہونے کی گواہی دے اور یہی حکم آزاد عورت کے لئے بھی ہے کہ وہ اپنے شوہر کر اجازت کے بغیر نکل کر جائے اور گواہر دے (درمختار ۲/ ۱۴۲)۔

تاخیر چند گھنٹوں کی ہو یا ایک دن کی بلا عذر اگر شہادت میں تاخیر ہوگئی ہو تو جو نماز اگلے دن بلا عذر پڑھی جائے گی وہ صحیح نہیں ہوگی اور اگر عذر کے ساتھ ہو تو صحیح ہوگی، لیکن وہ بھی قضا ہوگی ادا نہ ہوگی اور شہادت اگر شرعی قیود وشرائط کے ساتھ دی گئی ہو اور کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو تو شہادت رد نہیں کی جائے گی۔

سوال نمبر ۴: الف- صوبۂ بہار واڑیسہ اور ملک کے دیگر صوبوں میں جہاں نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کے قاضی چاند کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو کیا اس حلقۂ قضاء کے تمام مسمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا یا نہیں۔؟

الجواب ۴: الف- جی ہاں! قاضی کے اعلان کے بعد اس حلقۂ قضا کے تمام مسلمانوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

ب- قاضی کے طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو اس کا اعلان اعلانِ سلطان کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟

الجواب: ب- جی ہاں! قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے متعینہ الفاظ میں اعلان ہوتا ہے تو یہ اعلان اعلانِ سلطان کے حکم میں ہوگا۔

ج- ہندوستان اور اس جیسے ملک میں اگر ایک صوبہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی نے شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت ہلال کا اعلان کیا تو کیا صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا یا پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے؟ یعنی دوسرے علاقے کے مسلمانوں کے حق میں وہ محض ایک خبر ہے یا ان کے حق میں بھی اعلانِ سلطان کا درجہ رکھتا ہے؟

الجواب ۴: ج- قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی اگر شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت ہلال کا اعلان کرتے ہیں تو یہ اعلان پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا اور ان کے حق میں بھی یہ اعلان، اعلانِ سلطان کا درجہ رکھتا ہے۔

د- ریڈیو سے رؤیت ہلال کے اعلان کے معتبر ہونے کیلئے کیا معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا کوئی بھی شخص اعلان کرے اگر تجربات سے تصدیق ہوتی ہے کہ یہ شخص قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی طرف خبر کی صحیح نسبت کیا کرتا ہے تو کیا اس پر اعتماد کر لینا کافی ہے۔؟

الجواب: د- اگر رؤیت ہلال کمیٹی کا ایک ذمہ دار فرد بحیثیت معلن اعلان کردے یا کمیٹی اپنی طرف سے ایک متعینہ تحریر لکھ کر دے دیں جو تحریر شرعی قاعدے کے مطابق رؤیت ہلال کا ثبوت حاصل کر کے لکھی گئی ہو وہ ریڈیو سے نشر کی جائے چاہے نشر کرنے والا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو یہ اعلان واجب العمل ہوگا اور اس پر اعتماد کرنا کافی ہوگا۔

سوال نمبر ۵ (الف) بعض علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے اور بہت کم چاند کی ۲۹ رتاریخ کو ممکن ہوتی ہے، جیسے برطانیہ کے سال کے کچھ یا اکثر مہینوں میں وہاں چاند ۲۹ رتاریخ کو نظر ہی نہیں آتا تو کیا ایسی جگہوں پر ہمیشہ ۳۰ ردن کا مہینوں شمار کر کے رمضان وعید ین کا فیصلہ کیا جائے۔

الجواب: الف- جہاں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے اور بہت کم رؤیت چاند کی ۲۹ رتاریخ کو ہوتی ہے وہاں ہر مہینہ ۳۰ دن کا شمار کر کے رمضان وعیدین کا فیصلہ کرنا غلط اور غیر شرعی ہے۔

ب- اگر ہر مہینہ ۳۰ر دن کا شمار کیا جاتا ہے تو سال کے دنوں میں دیگر ممالک اسلامیہ کے حساب سے ہفتہ دس دنوں کا فرق پڑ جاتا ہے اور ۴ سال میں ایک ماہ کا فرق ہو جاتا ہے، تو کیا ایسی جگہوں میں چاند کی رویت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جائے، یا دیگر ممالک میں رویت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے؟

الجواب ۵: ب- جہاں مطلع بالعموم ابر آلود رہتا ہے وہاں کے لوگوں کا ماہر فلکیات پر اعتماد کرنا جائز نہیں، بلکہ دیگر ممالک میں رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنا ہوگا۔

ج- ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے رویت ہلال کمیٹی کے ذمہ داران کی طرف سے رویت کے ثبوت کا فیصلہ ہو جانے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشن ان کی طرف سے رویت کا جو اعلان کرتے ہیں دوسرے علاقے کے ذمہ داران کس حد تک ان اعلانات پر اعتماد کر سکتے ہیں؟ کیا ان اعلانات کی بنیاد پر وہ رویت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں اور اس کے لئے کیا کم از کم ۳ جگہوں کا اعلان درکار ہوگا؟

الجواب: ج- ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی اگر ہلال کمیٹی رویت کا ثبوت حاصل کر کے ان کی طرف سے رویت کا اعلان کر دے تو اس اعلان پر دوسرے علاقوں کے ذمہ دار رویت کا ثبوت مان کر اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں اور ہلالِ عید کے لئے کم از کم دو کی تعداد میں معتبر مضمون کا نشریہ مختلف مقامات سے آنا ضروری ہے اور اگر موقع ہلال رمضان کے ثبوت کا ہو تو ایک نشریہ بھی عمل کے لئے کافی ہے، اسی پر قیاس ٹیلیفون کا بھی کر سکتے ہیں۔

جہاں چھ مہینہ دن اور چھ مہینہ رات ہو

وہاں پر اطراف کے وہ ملک جہاں رات اور دن ۲۴ر گھنٹے میں بدلتے رہتے ہیں ان سے رابطہ قائم کر کے ہلال رمضان وعید اور افطار و نماز کے اوقات چاند کی خبر شرعی قواعد کی روشنی

میں معلوم کر کے اوران مقامات کی ہلال کمیٹیوں سے رابطہ قائم کر کے اپنا نظام الاوقات بنانا ہوگا۔

خلاصہ: یہ کہ ہندوستان کے کسی بھی خطہ یا صوبہ یا ضلع یا تعلقہ میں رؤیت ہلال رمضان ہوجائے اور شرعی قواعد کی روشنی میں وہاں کی ہلال کمیٹی اپنے متعینہ الفاظ میں ایک فون یا ایک نشریہ ریڈیو یا ٹیلیویژن یا فیکس سے پورے ہندوستان کے ہر صوبہ کی ہلال کمیٹی کو کردے تو ہر صوبہ کے ہلال کمیٹی پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ شرعی قواعد کی روشنی میں کئے گئے اعلان کو واجب العمل اپنے اپنے علاقے میں قرار دیدیں، جبکہ ظن غالب ہو کہ معلن صحیح اعلان کررہا ہے اور ہلال عید کا مسئلہ ہوتو مختلف مقامات سے کم ازکم دوفون یا دو نشریے آنا لازم ہوگا، جبکہ مہینہ ۲۸ / یا ۳۱ / دن کا نہ ہورہا ہو۔

دوسرا باب

مختصر تحریریں

رؤیت ہلال اور ریڈیو کے ذریعہ اعلان

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ☆

۸ ستمبر ۱۹۶۷ء کے ہفت روزہ الجمعیۃ میں "مسئلہ رؤیت ہلال اور ریڈیو" کے متعلق جمعیۃ علماء ہند کے ۱۹۵۱ء کے فیصلہ اور مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے فیصلہ پر چند سوالات قائم کئے ہیں:

اور اس مسئلہ پر پانچ مرتبہ کچھ سپرد قلم کیا ہے جو مختلف اوقات میں مدینہ بجنور میں شائع ہو چکا ہے، پھر ہر سال رمضان المبارک اور عیدین کے مواقع پر اس قسم کے سوالات دریافت کئے جاتے ہیں، بعض اہل علم اپنی تحقیقات پر مشتمل کتابچے بھی بھیج دیتے ہیں، اس لئے مختلف اوقات میں اس مسئلہ پر سوچنا پڑتا ہے اور اپنی فہم کے مطابق جواب بھی دینا پڑتا ہے۔

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب زید مجدہم نے (جن کو اس مسئلہ سے خاص دل چسپی ہے اور وہ اس کی تحقیق میں بھی لگے رہتے ہیں) چند سوالات قائم کئے ہیں:

۱- ریڈیو کی خبر کی حیثیت کیا ہے؟

۲- ریڈیو کی خبر کا دائرہ عمل کیا ہوگا؟

مولانا مدظلہ کے پورے ایک صفحہ کے مضمون کا تجزیہ اور پھر اس کا نچوڑ یہ ہے، مولانا مدظلہ اگر اثبات رؤیت کے متعلق اظہار خیال چاہتے تو پھر مسئلہ بہت ہی زیادہ سہل تھا بہر حال

☆ مدنی دار الافتاء بجنور یوپی۔

مسئلہ جس قدر حل طلب ہے اسی دائرہ میں کلام ہونا چاہئے۔

۱- بنیادی چیز یہ ہے کہ شریعت نے اس مسئلہ میں معیار، رؤیت کو قرار دیا ہے۔ اور رؤیت کے ثبوت کے لئے آسمان پر کوئی علت ہونے کی حالت میں رمضان المبارک کے علاوہ گیارہ مہینوں کے لئے نصاب شہادۃ شرط قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس سے غلبۂ ظن حاصل ہوجاتا ہے اور وہی موجب عمل ہے۔

"وقوله هو غلبة الظن؛ لأنه العلم الموجب للعمل لا العلم بالمعنى الميقات الخ" (در المختار ۲/۱۰۰)۔

عدم شہادت کی صورت میں فقہاء کرام نے موجب عمل خبر استفاضہ کو قرار دیا ہے اور خبر استفاضہ کے بارے میں فرمایا ہے:

"ومعنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبرون عن أهل تلك البلدة أنهم صاموا عن روية لا مجرد الشيوع من غير علم بمن أشاعه، كما قد تشيع اعتبار يتحدث بها سائر أهل البلدة و لا يعلم من إشاعها الخ" (در المختار)۔

یعنی خبر استفاضہ کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ لوگ اپنا مشاہدہ بیان کریں، نہ یہ کہ سنی سنائی باتیں نشر کرنی شرع کردیں، اسی مشاہدہ کی بناء پر خبر استفاضہ کو یقین کا درجہ دیا گیا ہے۔

"الاستفاضة تفيد اليقين"۔

اس کے علاوہ خبر استفاضہ کو اسی شہر کے لئے نقل حکم حاکم کا درجہ دیا گیا ہے: "فكانت تلك الاستفاضة بمعنى نقل حكم الحاكم المذكور وهي أقوى من الشهادة الخ" (رد المختار)۔

تیسری چیز اثبات رؤیت کے لئے علامات کا وجود ہے، یعنی شہر میں نقاروں اور سائرن

کا بجنا، قنادیل کا روشن ہونا یہ شہر سے متصل دیہات والوں کے لئے علامت ہے کہ چاند ہو چکا ہے بہر حال مندرجات بالا سے چند چیزیں ظاہر ہوئیں۔

۱- اثبات رؤیت ہلال کیلئے نصاب شہادۃ کا ہونا۔

۲- شہادت نہ ہونے کی صورت میں کسی دوسرے شہر سے آمدہ اطلاعات کا خبر استفاضہ بن جانا۔

۳- خبر استفاضہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ مشاہدہ پر مبنی ہو نہ کہ سنی سنائی باتوں پر۔

۴- خبر استفاضہ نقل حکم حاکم کا درجہ رکھتی ہے جس کی حیثیت شہادۃ سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ جہاں سے خبر چلی ہے وہاں شرعی قیودات کے ساتھ فیصلہ کا ہونا ضروری ہے۔

۵- علامات اور اعلام سے بھی رؤیت ثابت ہو جاتی ہے۔

ان مندرجات کے بعد ریڈیو کی شرعی حیثیت متعین کرنا ہے۔ میرے نزدیک یہ بات غلط ہے کہ ریڈیو کی حیثیت مقامی حدود (جہاں ریڈیو اسٹیشن ہے) میں خبر مستفیض یا اعلان کی ہے۔ اگر ذرا غور کر لیا گیا تو مولانا کو اپنی بات کی کمزوری معلوم ہو جائے گی، کیونکہ ریڈیو کا ڈبہ اپنے مخصوص آلات کی بناء پر اس آواز کو نشر کر رہا ہے جو ریڈیو اسٹیشن میں گونج رہی ہے، وہ ڈبہ ریڈیو اسٹیشن کے متصل کمرہ میں بھی رکھا ہوا ہوتا ہے، اس سے بھی وہی آواز نکلتی ہے اور دس میل کے فاصلہ پر بھی رکھا ہوتا ہے اس سے بھی وہی آواز نکلتی ہے، آخر متصل والے ڈبہ کی آواز کو وجہ ترجیح کیوں، اس کی مثل بعینہ ایسی ہے کہ کسی جلسہ گاہ میں کچھ ڈبے اسٹیج اور مائک سے متصل ہوتے ہیں اور کچھ فاصلہ پر آخر اس جگہ کیوں نہیں قیاس کیا جاتا ہے اور یہاں تعامل کیا ہو گیا ہے؟ مولانا نے معامل کا لفظ بول کر بے سہارا دلیل تلاش کی ہے۔

بہر حال مولانا نے مقامی حد تک ریڈیو کو خبر استفاضہ یا اعلان کا درجہ دیدیا ہے، لیکن زیادہ مدلل اور قوی بات یہ ہے ہ ریڈیو کی خبر نہ مقامی طور پر خبر استفاضہ ہے اور نہ بیرونی طوپر

استفاضہ بلکہ وہ خبر محض ہے یا اعلان ہے، یاد رہے مقامی حدود سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے وہ خبر نشر ہو رہی ہے یعنی ریڈیو اسٹیشن۔

اب یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ ریڈیو کی اطلاع یا خبر محض ہے یا اعلان محض، ہم اکابر جمعیۃ علماء کے فیصلہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

اگر ریڈیو کے ذریعہ آنے والی خبر کے متعلق یہ اطمینان ہو جائے کہ جس جگہ سے ریڈیو کی خبر دی جا رہی ہے وہاں کے علماء نے چاند ہونے کی با قاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا حکم کر دیا ہے، خبر دینے والا بھی متعین ہو کہ کوئی مسلم معتمد خبر دیتا ہو تو اسی اعلان پر اعتماد کر کے دوسرے مقامات میں بھی چاند ہو جانے کے حکم پر حکم کیا جانا جائز ہے اور تمام شہروں اور قصبوں میں متعین ذمہ دار جماعات اس کے موافق حکم کریں تو اس پر عمل کیا جائے۔ یہ حکم تمام ہندوستان اور پاکستان کیلئے ہے۔

مذکورہ بالا فتوے میں لفظ ''خبر اور اعلان دونوں کا ذکر ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ لفظ ''خبر'' اصطلاحاً بولا جاتا ہے اور مقصود اعلان ہے اور کسی اعلان کے معتبر ہونے کے لئے ان تمام چیزوں کی ضرورت ہے کہ جس کا مذکورہ عبارت میں ذکر ہے ورنہ ہر کس کہ باشد کا اعلان قابل اعتماد قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے مولانا مدظلہ نے دفعہ ۲ میں اعلان کے لئے جو شرائط ذکر کر دی ہے وہ غالباً زائد ہیں، اس لئے کہ اس جگہ اعلان کرنے والا مقصود نہیں بلکہ اعلان کرنے والے مقصود ہیں ہاں فتوے کے اندر یہ الفاظ'' خبر دینے والا بھی متعین ہو کہ کوئی مسلم معتمد خبر دیتا ہو'' یا تو احتیاطاً ہیں کہ عبادات اور دیانات اسی طرح حلت اور حرمت میں احتیاط ہی عمل کرنا اولی اور بہتر ہے یا یہ کہا جائے شائد ان حضرات کے سامنے ریڈیو اسٹیشن کے قوانین موجود نہ ہوں گے۔

علاوہ ازیں آخر میں مشہورہ دیا گیا ہے کہ تمام شہروں اور قصبوں میں متعین ذمہ دار

جماعات اس کے موافق حکم کریں'' ان الفاظ سے یہی ظاہر ہے کہ اس خبر کو اعلان کا درجہ دیدیا گیا ہے ورنہ خبر محض پر یہ مشورہ ہرگز نہیں دیا جا سکتا اور نہ دینا چاہئے اور اگر کوئی دے تو اس پر عمل معتبر نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ریڈیو کی خبر (زیر بحث مسئلہ میں) اعلان کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ خبر محض کا اور نہ خبر مستفیض کا بشرطیکہ یہ خبر یا بالفاظ دیگر اعلان، مندرجہ بالا صفات کا حامل ہو۔

اس جگہ یہ عرض کر دینا بھی مناسب ہے کہ یہ سب چیزیں اس وقت ہیں جب کہ رؤیت شرعاً ثابت ہو چکی ہو اور کسی ذمہ دار کمیٹی نے تحقیق کے بعد اعلان کرایا ہو، رہا ذمہ دار افراد کا معاملہ کہ ان کو کس وقت یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ریڈیو اسٹیشن سے رؤیت کا اعلان کرائیں یہ بحث طلب مسئلہ ہے ہوسکتا ہے کہ اس مضمون کے آخر میں کچھ اس پر بھی روشنی پڑ جائے، اس جگہ نتیجہ کے اعتبار سے یہ ظاہر ہے۔

۱- ریڈیو کی خبر، اعلان ہے۔ خبر مستفیض یا خبر محض نہیں ہے۔

۲- اس اعلان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا انتساب کسی ذمہ دار کمیٹی کی طرف ہو۔

۳- احتیاط یہ ہے کہ خبر نشر کرنے والا مسلم ہو۔

۴- اس اعلان کو سن کر دوسرے شہروں میں بھی اس پر عمل کرنا جائز ہے، لیکن اس اعلان پر عمل کرانے کیلئے انتظاماً ہر جگہ کے ذمہ دار حضرات اعلان علی الاعلان کرائیں۔

فقرے کے آخر میں ہندوستان اور پاکستان کے لئے ہی یہ حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار ہے (اگرچہ مولانا مدظلہ نے اس کے بیان سے گریز کیا ہے) اگر ایسا نہ ہوتا تو اس حکم میں عمومیت ہوتی، مگر میرے نزدیک یہ حکم بھی محل نظر ہے، اس لئے کہ ہندوستان کا ایک شہر کلکتہ ہے اور پاکستان کا ایک شہر کوئٹہ ہے یا پشاور ہے، ان دونوں جگہ کی رؤیت ۲۹ رتاریخ کا چاند ہونے میں متحد نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ ۲۹ رتاریخ کو

ظاہر ہوئے چاند کو اپنی آخری منزل میں غروب میں رہنے کا بہت تھوڑا وقت ملتا ہے، اس لئے وہ اہل مغرب پر گھنٹہ دو گھنٹہ کے فصل سے ظاہر ہوسکتا ہے اتنے وقفہ کے لئے اہل مشرق کی رؤیت کے لئے ایک دن درکار ہوگا۔

اس بارے میں اہل فقہ نے ایک ضابطہ مقرر کیا ہے:

"وقدر البعد الذی تختلف فیه المطالع مسیرة شهر"

وہ دوری جس میں اختلاف مطالع ہوتا ہے اس کی مقدار ایک مہینہ کی مسافت ہے

فقہاء نے اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ پر قیاس کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"اعتبارا بقصة سليمان عليه السلام فإنه قد انتقل كل غدو ورواح من إقليم إلى إقليم و بينهما شهر" (ردالمختار ۲/ ۱۰۵)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ پر قیاس کرتے ہوئے، کیونکہ وہ ہر صبح وشام ایک اقلیم سے دوسری اقلیم کی طرف منتقل ہوتے رہتے تھے اور ان کے درمیان ایک مہینہ کا مسافت ہوتی تھی۔

عام حالت میں ایک دن کی مسافت ۱۶ میل اور تین دن کی مسافت ۴۸ میل اور ایک مہینہ کی ۴۸۰ میل یا ۵۰۰ میل قرار دی گئی ہے، یعنی ۵۰۰ میل کی دوری پر اختلاف مطالع ہوسکتا ہے خصوصاً جب کہ ۲۹ / تاریخ کا چاند ہو، اس بارے میں علم ہیئت کے ماہرین کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے، میرا انتشار اس قدر ہے کہ اگر کوئٹہ بلوچستان میں ۲۹ / تاریخ کو رؤیت ہوجائے۔ اور وہاں کمیٹی پاکستان کے ریڈیو اسٹیشن سے اعلان کرادے تو کلکتہ کے مسلمانوں کے لئے یہ رؤیت متحقق نہ ہوگی اور اگر تسلیم نہ ہو تو پھر اختلاف مطالع کی بحث نکالنا بے کار ہے، پھر تو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ تمام عالم میں کسی بھی جگہ رؤیت متحقق ہوجائے عید منائی جائے گی اور یہ حدیث ابن عباسؓ کے سراسر خلاف ہے و نیز اس کے تسلیم کر لینے میں وحدتِ عید کا نظریہ بھی سامنے آجاتا

ہے اور اس کو تسلیم کر لینے کے بعد اور دوسرے مسائل پر بھی اثر پڑتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے:

۱- اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، لیکن اس کے لئے حدود متعین کرنے ہوں گے اس کیلئے ضرورت ہے کہ علم ہیئت کی مدد سے اس فرق کو واضح کیا جائے کہ کتنے فرق سے مطلع بدل سکتا ہے۔

۲- یہ حدود متعین ہونے کے بعد مملکتین میں حکم نافذ کیا جا سکے گا۔

اس بحث کے خاتمہ پر یہ عرض کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مقامی رؤیت کمیٹیوں کے لئے کوئی خبر استفاضہ کی تعریف میں کب آ سکتی ہے، مثلاً:

۱- بعض جگہ سے ٹیلیفون آ گیا۔

۲- بعض جگہ سے ٹیلی گرام آ گیا۔

۳- بعض جگہ سے ریڈیو کی خبر آ گئی اور اتفاق سے کسی اسلامی تقویم سے بھی اس کی تائید ہو گئی۔ تو یہ سب چیزیں منفرداً اگر چہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ تاہم خبر استفاضہ کی کسی حد تک نیابت کر سکتی ہیں، جس سے ہلال کمیٹیوں کو فیصلہ کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

مسائل رؤیت ہلال

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ☆

۱: الف- اختلاف مطالع

۱- مشرق ومغرب میں واقع دور دراز شہروں میں چاند کے مطلع کا مختلف ہونا ایک امر واقع ومشاہد ہے۔ چاند کا مطلع بھی اسی طرح مختلف ہوتا ہے جیسے سورج کا مطلع مختلف ہوتا ہے۔ لیکن اس اختلاف کا اعتبار مہینوں کی تعیین بالخصوص اور مضان کے روزے اور عیدین وحج کی تعیین میں ہے یا نہیں؟ اگر ''اختلاف مطالع'' کو شرعاً ان عبادتوں کے لئے کالعدم تسلیم کیا جائے تو ساری دنیا میں جہاں مسلمان آباد ہیں، ان کا روزہ بھی ایک ہی دن شروع ہوگا اور ایک ہی دن ختم ہوگا اسی طرح ان کی عیدین بھی ایک ہی دن ہوا کریں گی اور اس سے اتحاد امت کا اظہار بھی ہوگا یہ تصور ونظریہ ایک خوش کن نظریہ ہے اور اگر فقہاء احناف کے قول ظاہر اور مالکیہ وحنابلہ کے قول عام کو اختیار کیا جائے تو یہی نظریہ درست ہوگا۔

فقہاء احناف کے'' قول ظاہر'' کو تمام اصحاب متون وشروح نے ذکر کیا ہے (دیکھئے: ردالمحتار ۲/ ۳۹۳)۔

مالکیہ وحنابلہ کے اقوال ان کی کتابوں میں بھی ہیں جیسے امام قرافی کی ''الفروق''، صحیح، خطاب کی ''مواھب الجلیل'' اور ابن قدامہ کی ''المغنی'' ہیں (الفروق ۲/ ۲۰۳، مواھب

☆ ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ۔

الجلیل ۲/ ۲۸۴، المغنی ۳/ ۸۸-۸۹)۔

لیکن اس قول پر عمل میں دشواریاں بھی ہیں اور انتشار واختلاف بین المسلمین بھی، اور یہ قول کہ دنیا کے کسی گوشہ میں چاند نظر آ جائے، اگر اس کا ثبوت بعید ترین ممالک کے لئے ہو جائے تو اس پر عمل واجب ہوگا، شریعت کے عمومی طرقہ عبادت'' جیسے نمازوں کے اوقات'' میں اختلاف کا اعتبار'' سے دور ہے اور دلائل شرع بلا اس کے متقاضی نہیں ہیں، اسی لئے حضرت ابن عباس نے '' شام'' کی رؤیت کی اطلاع پر '' روزہ'' کی قضاء نہیں کی، اور اپنے یہاں '' مدینہ'' کی رؤیت کے حساب سے انہوں نے تیس روزے پورے کئے، اور جب ان سے کہا گیا:

''الا تكتفي برؤية معاوية بصيامه''

توانہوں نے جواب دیا: 'لا، هكذا أمرنا رسول الله ﷺ''

اسی لئے مشائخ کے ایک طبقہ نے اس قول پر عمل نہ کر کے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، جیسا کہ قدوری وزیلعی اور صاحب '' فیض'' نے اختیار کیا ہے اسی طرح مالکیہ میں سے بھی بعض شیوخ نے '' بلاد بعیدہ'' کے لئے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے (الفروق ۲/ ۳۰۲)، شوافع کا بھی یہی قول ہے (المجموع شرح المہذب ۵/ ۲۷۳، ۲۷۵)، اور اسی قول پر موجودہ عہد کے علماء احناف کا عمل ہے (العرف الشذی/ ۳۰۳)، اس لئے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو مہینہ کبھی کسی ملک والوں کے لئے ۲۸ دن کا ہو جائے گا اور کبھی ۲۷ دن کا، اسی طرح اس کے برعکس کبھی ۳۱ اور کبھی ۳۲ دن کا جیسا کہ علامہ کشمیری نے لکھا ہے (العرف الشذی/ ۳۰۳)۔

ب- اختلاف مطالع کے حدود

اختلاف مطالع کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے حدود کیا ہوں گے تو اس بارے میں فقہاء مشائخ میں سے امام قدوری نے یہ کہا ہے:

"إذا كان البلدة الاخرى، فأما إذا كان تفاوت يختلف المطالع لم يلزم حكم إحدى البلدتين البلدة الأخرى" (فتاوی تاتارخانیہ ۲/۳۵۵)۔

اور اس تفاوت کے مقدار کی تعیین" علامہ شبیر احمد عثمانی کے اس تحریر سے ثابت ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں:

"ينبغي أن يعتبر اختلافها إن لزم التفاوت بين البلدتين بأكثر من يوم واحد، لأن النصوص مصرحة يكون الشهر تسعة و عشرين أو ثلثين، فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بها فيما دون أقل العدد ولا في أزيد من أكثره" (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ۳/۱۱۳)۔

حاصل یہ ہے کہ ایک شہر کی رؤیت کو تسلیم کر لینے کے نتیجہ میں دوسرے شہر میں عادتاً مہینہ ۲۹ دن سے کم یا ۳۰ دن سے زائد ہو جائے تو ایسے دو شہروں کا مطلع مختلف ہوگا اور ایسے دو شہروں میں سے ایک میں رؤیت کا ثبوت دوسرے شہر میں واجب التسلیم نہیں ہوگا، مثلاً ہندوستان میں شعبان کا مہینہ ۲۹ رجب کی مقامی رؤیت کے باضابطہ ثبوت کے بعد شروع ہوا اور جس دن یہاں ۲۸ دن شعبان ہو اس دن سعودی عرب میں ۲۹ تاریخ ہو اور وہاں چاند نظر آجائے تو ہندوستان میں شعبان کا مہینہ ۲۸ دن کا ہو جائے گا اگر وہاں کی رؤیت تسلیم کر لی جائے، اس لئے ایسے ممالک میں ایک کی رؤیت دوسرے کے لئے واجب التسلیم والتعمیل نہ ہوگی اور دونوں کا مطلع متحد ہوگا۔

غیر منقسم ہندوستان کا مطلع

ج- غیر منقسم ہندوستان یعنی پاکستان و بنگلہ دیش اسی طرح نیپال کا مطلع ایک ہے، اس لئے کہ ان ممالک کی رؤیت میں عموماً ایک دن کا فرق نہیں ہوتی ہے، اس لئے ان ممالک کے

علاقوں کی بلندی و پستی بھی رؤیت کی تسلیم میں مانع نہ ہوگی،

قضاء قاضی محدود ہے

د- ملک کے جس خطہ میں چاند دیکھا گیا اور وہاں شہادت پیش کر کے فیصلہ کیا گیا تو اس کا نفاذ اسی خطہ و علاقہ تک محدود ہوگا جس میں شہادت پیش ہوئی ہے۔

"لأن اجتهاد القاضي لا يثبت في ولاية غيره" (فتح القدیر علی الہدایہ ۳/....)۔

"قضاء القاضي محدود في ولايته" (ہدایہ ۲/.....)۔

"قال ابن الماجشون لا يلزمهم بالشهادة إلا لأهل البلد الذي تثبت فيه الشهادة، إلا أن يثبت عند الإمام الأعظم فيلزم الناس كلهم، لأن البلاد في حقه كالبلد الواحد إذ حكمه نافذ في الجميع" (فتح الباری ۴/۹۸)۔

لہذا ہندوستان جہاں پورے ملک کے لئے کوئی قاضی القضاۃ، یا امام المسلمین یا کل ہند مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی نہیں ہے۔ اس کے کسی حصہ میں اگر چاند دیکھا گیا اور اس خطہ میں شہادت گذرنے کے بعد تسلیم کر کے "رؤیت" کا اعلان کردیا گیا تو وہ اعلان اسی خطہ کے مسلمانوں کے لئے واجب التعمیل ہوگا، دوسرے خطہ کے مسلمانوں کے لئے نہیں، جب تک اس دوسرے خطہ کے قاضی یا عالم (جہاں نظام قضاء نہیں ہے) اس کو تسلیم کر کے اعلان نہ کردیں، کسی بھی خطہ کی رؤیت کا اعلان سن کر دوسرے خطہ کے مسلمانوں کے لئے عمل جائز نہ ہوگا جب تک مقامی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی یا علماء اس کو تسلیم کر کے اعلان نہ کردیں۔

فیصلہ رؤیت توسیع

ر- اگر کسی خطہ میں رؤیت ہو جائے اور چاند دیکھنے والوں نے مقامی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کے سامنے شہادت دی اور اس شہادت کو قبول کر کے "رؤیت ہلال" کے ثبوت کا فیصلہ

کر دیں تو اس فیصلہ کی اطلاع محتاط طریقہ پر بذریعہ فون یا فیکس دوسرے مقام کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کو دی جا سکتی ہے اور وہ قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی اس فون یا فیکس کی اطلاع پر اطمینان کرنے کے بعد اس کو قبول کر کے اعلان کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے اس بارے میں پاکستان کے لئے جو دستور العمل رؤیت ہلال سے متعلق شائع کیا ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:

''حکومت ہر بڑے شہر میں ذیلی کمیٹیاں قائم کرے اور ان میں سے ہر ایک میں کچھ ایسے مستند علماء کو ضرور لیا جائے جو شرعی شہادت کا تجربہ رکھتے ہیں اور ہر ذیلی کمیٹی کا کام صرف شہادت مہیا کرنا نہ ہو بلکہ اس کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے، یہ ذیلی کمیٹی اگر باقاعدہ شہادتیں لے کر اگر کوئی فیصلہ کر دیتی ہے تو فیصلہ شہادت کی بنیاد پر ہو چکا، اب صرف اعلان کا کام باقی ہے۔ اس کے لئے شہادت ضروری نہیں، بلکہ ذیلی کمیٹی کا کوئی ذمہ دار آدمی مرکزی کمیٹی کو ٹیلی فون پر محتاط طور پر جس میں کسی مداخلت کا خطرہ نہ رہے، ذیلی کمیٹی کے اس فیصلہ کی اطلاع دیدے''

(جواہر الفقہ ۲/۴۰۲-۴۰۳)۔

یہ مسئلہ اصلاً کتاب القاضی الی القاضی کا ہے، مگر رؤیت ہلال کے باب میں اعلان میں فقہاء کے اقوال سے توسع ملتا ہے قاضی کے اور فیصلہ کی اطلاع ڈھول بجا کر، یا کسی خاص مقام پر روشنی جلا کر دی جا سکتی ہے ان مذکورہ چاروں اکابر علماء کی تحریر ہمارے ملک کے لئے بھی موجودہ حالات میں معتبر ہے اور اسی صورت پر عمل ہونا چاہئے۔

رؤیت ہلال کی شہادت اور فیصلہ کی اطلاع میں یہ چیز مدنظر رکھنی چاہئے کہ رؤیت ہلال کی اطلاع کی دو جہتیں ہیں، ایک شہادت کی اور دوسری روایت واخبار کی (الفروق ۱/۱۰) اس لئے اگر اس کے فیصلہ کی اطلاع معتبر ذریعہ، جیسے فون یا فیکس سے فیصلہ کر الفاظ کی رعایت واحتیاط کے

ساتھ پہنچتی ہے کو اس کو قبول کیا جا سکتا ہے اور اس بنیاد پر دوسرے اصول سے اعلان کیا جا سکتا ہے، البتہ ریڈیو یا تار کی اطلاع پر نہیں کیا جا سکتا ہے۔

رؤیت ہلال کے لئے حساب پر اعتماد

ا: الف- روزہ کے وجوب اور عید الفطر کے لزوم کے لئے چاند کا نظر آنا یا مہینہ کا ۳۰ دن ہونا شرط ہے اور ماہرین حساب و موقتین کے قول کا اعتبار نہیں ہے، یہ قول جمہور فقہاء احناف وشوافع، مالکیہ اور حنابلہ کا ہے اور اس کے برخلاف بعض فقہاء جیسے ابن سیرین شافعی وغیرہ سے جو حساب پر اعتماد کا قول نقل کیا گیا ہے اسے جمہور علماء نے مسترد کر دیا ہے، اس لئے حساب پر عمل کر کے رمضان کے روزے کو واجب نہیں کیا جائے گا، البتہ رؤیت کے لئے حساب کو اطمینان کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے اور اس طرح مدد لی جا سکتی ہے کہ یہ معلوم کر لیا جائے کہ آج افق پر چاند کی بصری رؤیت کا امکان ہے یا نہیں، اس طرح کی مدد اگر کوئی نہیں ہے تو اس کا یہ عمل غلط نہ ہوگا۔

رؤیت ہلال، اعلان اور آداب

مفتی داؤد احمد، مانگرولی ☆

الف- ظاہر الروایت یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے، "فتاوی عالمگیری" میں ہے:

"ولا عبرة لاختلاف المطالع في ظاهر الرواية، كذا في فتاوى قاضي خان، وعليه الفتوى، الفقيه أبي الليث، وبه كان يفتي شمس الأئمة الحلواني قال: لو رأى أهل المغرب هلال رمضان يجب الصوم على أهل مشرق، كذا في الخلاصة" (فتاوی عالمگیری ۱/ ۱۹۸، ۱۹۹ مکتبہ رشیدیہ پاکستان)۔

ب- مگر بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا گیا ہے اور بلاد بعیدہ سے مراد دو شہر کے درمیان ایک دن یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو، اس لئے کہ نصوص مصرح ہے کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوگا یا تیس دن کا، اس لئے ۲۹ دن سے کم کی صورت میں ۲۸ دن کا مہینہ، یا ۳۰ سے زیادہ کی صورت میں ۳۱ دن کا مہینہ لازم آتا ہو تو نہ شہادت قبول کی جائے گی اور نہ اس پر عمل ہوگا۔ "نعم فينبغي أن يعتبر اختلافها إن لزم منه التفاوت بين البلدتين بأكثر من يوم واحد، لأن النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة وعشرين أو ثلاثين فلا تقبل الشهادة ولا يعمل بها في مادون أقل العدد ولا أزيد من أكثره" (فتح الملہم شرح مسلم بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۷/ ۳۸۷)۔

☆ دار العلوم حسینیہ، مانگرول، ضلع جونا گڈھ۔

ج- ہندو پاک کا مطلع متحد ہے، ہندوستان اور پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے (رؤیت ہلال ر ۱۱۵)۔

د- جب مطلع ایک ہو اور کسی حصہ میں ۲۹ تاریخ کو رؤیت ہلال کا اعلان کر دیا جاوے تو دوسرے خطہ کے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مقامی قاضی یا کسی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلے کا انتظار کریں، دوسرے خطہ کے قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی جب تک شرعی موجب طریقے سے شہادت حاصل نہ کر لیوے تب تک کسی دوسرے خطہ کی پابندی ضروری نہیں ہے (فتاوی محمودیہ ۱۱ر ۷۷)۔

ھ- ایک خطہ میں اگر رؤیت ہو جاوے تو دوسرے خطہ تک اس کی خبر بذریعہ فون یا فیکس یا ٹیلی گرام سے اگر ملے تو مطلقاً عمل کرنا صحیح ہوگا، اس کے اعتبار کے فقہاء نے شرائط بیان فرماتے ہیں، یوم الشک میں مطلع صاف ہونے کی صورت میں دو عادل گواہوں کی شہادت ضروری ہے خبر محض کافی نہیں، نہ ریڈیو کی نہ تار کی اور نہ فیکس نہ ٹیلیفون کی، اس طرح ان ذرائع سے جو شہادت ہے وہ بھی کافی نہیں، البتہ اگر رؤیت ہلال کمیٹی یا قاضی شرعی باقاعدہ شہادت شرعیہ حاصل کر کے اعلان کرے یا کرائے کہ شرعی شہادت سے چاند کا ثبوت ہو گیا ہے، اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آج فلاں روز رؤیت ہوگئی ہے تو یہ اعلان شرعاً معتبر ہوگا (فتاوی محمودیہ ۱۱ر ۷۷)۔

۲- الف: رؤیت کے لئے فلکیاتی حساب غیر معتبر ہے: "لا اعتماد على ما يقوله علماء النجوم والحساب في إثبات الشهر لعدم اعتباره في الشرع المعلق فيه وجوب الصوم أو الفطر على الرؤية لا على القواعد الفلكية" (تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان ر ۲۴۹)۔

ب- کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہو تو اسے قبول کیا جائے گا اور شہادت قابل قبول ہوگی (بحوالہ مذکورہ)۔

ج- ایک شخص کی شہادت پر آغاز رمضان کا اعلان کر دیا اور ۳۰ رمضان کی شام عید کا چاند دیکھنے کے باوجود دکھائی نہ دیوے تو اگلے دن عید الفطر کا دن قرار دے کر عید نہیں منائی جائے گی اور یوں سمجھا جائے گا کہ اس فرد واحد سے مغالطہ ہو گیا ہے:

"وقد صح أن النبی ﷺ قبل شهادة الواحد في رؤية هلال رمضان ثم إذا قبل الإمام شهادة الواحد وصاموا ثلاثين يوما لا يفطرون، يعني إذا لم يروا الهلال" (ہدایہ ۱/۱۹۵)۔

۳-الف: مطلع صاف ہو تو مجمع کثیر کی شہادت کی ضرورت رہے گی، تعداد کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے:

"فان كانت مصحة فشهدوا على رؤية الهلال في المصر لا يقبل إلا شهادة من يقع العلم بشهادتهم، واختلفوا في تقدير ذلك عن أبي يوسف أنه قدره بخمسين كما في القسامة، و عن محمدؒ حتى يتواتر الخبر من كل جانب، و هكذا روى عن أبي يوسف وروى أنه يقبل شهادة أهل محله وإن جاء الواحد من خارج المصر وشهد برؤية الهلال ثمه أنه تقبل شهادة" (عالمگیری ۱/۱۹۶)۔

موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں ذی وقار ہو، اور ظن غالب سچ بولنے کا عادی ہو، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو (بحوالہ فتاوی عبد الحی ۲۳۵)۔

ظاہر الروایہ کے پیش نظر مستور الحال کی گواہی معتبر ہوگی۔ "و قبل بلا دعوى ولفظ اشهد للصوم مع علته كغيم وغبار وخبر عدل أو مستور على ما صححه البزازي على خلاف ظاهر الرواية لا فاسق اتفاقاً" (درمختار ۲/۹۰)۔

ب- چاند دیکھنے والے پر نظام قضا یا مقامی علماء یا ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کو جا کر شہادت دینا لازم ہے۔ "إذا رأى الواحد العدل هلال رمضان يلزمه أن يشهد بها

لیلته حراً كان أو عبداً ذكراً كان أو أنثى حتى الجارية المنحدرة تخرج وتشهد بغير إذن مولاها" (فتاوی عالمگیری ۱/۱۹۷)۔

اصولی طور پر یہ خبر ہے نہ کہ شہادت، اور اگر ہلال کمیٹی یا مجلس قضاء میں جا کر گواہی دیوے تو یہ شہادت ہے۔ "قبل بلا دعوى وبلا لفظ اشهد وبلا حكم وبلا مجلس قضاء لأنه خبر لا شهادة" (درمختار ۲/۹۰ نعمانیہ)۔

ج- فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے جیسا کہ عالمگیری نے بیان کیا ہے کہ اسی رات میں گواہی دیدے، اگر ایک دن یا اس سے زیادہ تاخیر کی اور شاہد اسی شہر کے ہیں تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، اور اگر دور جگہ سے شہادت دینے آئے ہیں تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی۔

"وإذا شهد الشهود على هلال رمضان في اليوم التاسع والعشرين أنهم رأوا الهلال قبل صومكم بيوم إن كانوا في هذا المصر ينبغي أن لا تقبل شهادتهم؛ لأنهم تركوا الحسبة وإن جاء وا من مكان بعيد جازت شهادتهم لانتفاء التهمة كذا في الخلاصة" (عالمگیری ۱/۱۹۸ قاضیخاں ۱/۱۹۸)۔

۴- الف: جہاں نظام قضاء موجود ہو وہاں کا قاضی ثبوت ہلال کا اعلان کرتا ہے تو اس کے حلقہ قضاء کے تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا، اگر جماعتِ علماء کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جاوے تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہوگا، اور اس کے ایسے بیان پر غلبہ ظن بھی حاصل ہو:

"إذا ثبت الصوم أو الفطر عند حاكم تحت قواعد الشرع بفتوى العلماء أو عند واحد أو جماعة من العلماء الثقات ولاهم رئيس المملكة أمر رؤية الهلال وحكموا بالصوم أو الفطر ونشروا حكمهم هذا في راديو لزم على

من سمعها من المسلمين العمل في حدود ولايتهم" (بحرالرائق کتاب الصوم ۲/۲۷۰)۔

ب- قاضی کی طرف سے متعین الفاظ میں ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ جو اعلان ہوتا ہے تو یہ اعلان اعلانِ سلطان کے حکم میں ہے۔

ج- ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر باقاعدہ شرعی شہادت ذمہ دار حضرات حاصل فرمالیں، مثلاً قاضی شرعی، مسلمان وزیر، رویت ہلال کمیٹی، جمعیۃ العلماء، امارت شرعیہ جب کہ ان کے افراد باعلم اور متبع سنت ہوں، اور پھر ان کی طرف سے ریڈیو پر اس طرح اعلان کیا جائے کہ ہمارے پاس چاند دیکھنے والے ثقہ گواہوں نے شہادت دی ہے اور ان کی شہادت سے رویت ہلال تسلیم کرلی گئی ہے، لہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں روز عید ہے، تو یہ اعلان یوم الشک سے متعلق مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں معتبر ہوگا، خواہ ہندوستان کا اعلان ہو یا کسی اور جگہ کا، جس مقام پر اعلان کے تسلیم کرنے سے مہینہ ۲۸ دن کا رہ جائے یا ۳۱ دن کا ہو جائے وہاں یہ اعلان تسلیم نہ ہوگا، تاوقتیکہ خبر مستفیض کے درجہ تک نہ پہنچ جائے" (فتاوی محمودیہ ۱۱/۸۱)۔

د- معلن کا مقبول الشہادۃ ہونا ضروری نہیں بلکہ ذمہ دار مقبول الشہادۃ حضرات کی طرف سے اگر غیر مقبول الشہادۃ شخص اعلان کردے تو وہ بھی کافی ہے، جیسا کہ منادی کا حال ہوتا ہے (بحرالرائق ۲/۲۷۰)۔

الف- جہاں ہمیشہ آسمان ابر آلود رہتا ہو وہاں مہینوں کا تعین جنتری اور قریبی مقامات کی تحقیق سے ہوسکتا ہے جہاں چاند نظر آتا ہے (فتاوی محمودیہ ۱۳/۱۳۰)۔

ب- اگر ہر مہینہ تیس دن کا شمار کیا جائے اور چار پانچ سال میں ایک مہینہ کا فرق پڑ جاتا ہو تو ایسی جگہوں میں چاند کی رویت کے لئے ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، بلکہ دیگر ممالک میں شرعی قواعد کے تحت شہادت موجب طریقہ سے ہو تو رویت ہلال کے اعلان پر عمل کیا جائے گا۔

جواب متعلقہ سوال رؤیت ہلال

مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب ☆

۱- (الف): اختلاف مطالع کا اعتبار ان دور کے شہروں میں ہوگا جن کی رؤیت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے......... مفتی کفایت اللہ صاحب (کفایت المفتی ۴/۲۰۹) میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک صحیح اور محقق یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں۔ "فتاوی دار العلوم" میں بھی ہے کہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، یعنی اختلاف مطالع تو درحقیقت واقع ہے، لیکن شرعاً اس کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے (فتاوی دار العلوم ۶/ ۳۹۵)۔

ب- اختلاف مطالع میں حدود کی تعیین مقرر نہیں کی گئی ہے، اس لئے اس کی تحدید نہیں کی جاسکتی۔

ج- ہندوستان میں حدود اربعہ میں بُعد مسافت کے باوجود علماء ہند کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں۔

د- جہاں مطلع ایک ہو اور انتیس کی رؤیت کا ثبوت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا دوسرے خطہ کے لوگوں کو لازم نہیں جب تک کہ اس خطہ کا قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی تصدیق نہ کردے۔

ھ- فون، فیکس، ٹیلی گرام وغیرہ سے ملنے والی خبر معتبر نہیں، عینی شہادت ہونی چاہئے،

☆ جامعہ عربیہ مفتاح العلوم، شاہی کٹرہ (مئو)۔

البتہ رؤیت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کی جانب سے یا کوئی معتمد شخص یہ اعلان کرے اور اسے پہچانا بھی جاسکے تو خبر معتبر ہوگی۔

۲-الف- رؤیت ہلال کیلئے فلکیاتی حساب سے مدد نہیں لی جائیگی۔

ب- فلکیاتی حساب سے انتیس کی رؤیت کا امکان نہ ہونے کے باوجود انتیس کی شرعی شہادت مل جائے تو قابلِ قبول ہوگی۔

ج- محکمۂ موسمیات سے مدد لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

د-عید نہیں منائی جائے گی، شہادت دینے والے کو مغالطہ ہوگیا تھا، روزہ رکھا جائیگا۔

۳-الف- رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے جبکہ مطلع صاف ہو تو اتنے آدمی کی شہادت ضروری ہے کہ جس پر یقین ہو جائے، اور تعداد کی تحدید قاضی یا کمیٹی کی رائے پر مفوض ہے، اور عدل کا معیار اب بھی وہی ہوگا جو فقہاء نے لکھا ہے، اختلاف عصر سے عدل کی تعریف میں کوئی فرق نہیں ہوگا، مستور الحال کی شہادت رمضان کے ثبوت میں معتبر ہوگی، لیکن عیدین میں معتبر نہ ہوگی۔

ب- چاند دیکھنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی رؤیت کی شہادت دیں، اور ان کا بیان شہادت ہوگا، اس کے لئے شہادت اور مجلس قضا یا ایسا معتمد عالم جس کی باتوں کا عوام یقین کرتی ہو، اور شہادت کی دوسری شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

ج- رمضان اور عید الفطر کی شہادت فوری طور پر دینا ضروری ہے۔

۴-الف- ہندوستان میں محکمۂ قضا شرعاً قائم نہیں ہوسکتا، ہاں محکمۂ شرعیہ قائم کرنا ضروری ہے، اس لئے نظامِ قضا کے ذریعہ کیا ہوا اعلان دوسرے لوگوں پر لاگو نہیں ہوتا۔

ب- قاضی کی طرف سے اعلان ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے اعلانِ سلطان کے حکم میں نہیں ہوگا۔

ج- معلن کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

۵- الف- جن علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود ہو کہ انتیس کی رؤیت بہت کم ممکن ہوتی ہے وہاں بھی رمضان اور عیدین کے لئے رؤیت لازمی ہے۔

ب- البتہ ان ممالک میں کہ جہاں زیادہ تر رؤیت تیس کی ہوتی ہے اگر اس کے قریب کے علاقے میں رؤیت کا شرعی ثبوت ہو جائے اور بذریعہ اعلانِ یقینی ان کو معلومات حاصل ہو جائے تو عمل کر لینا درست ہے۔

ج- ایک جگہ کی رؤیت کا شرعی ثبوت ہو جانے کے بعد اس پر اعتماد کر کے اور ذریعہ اعتماد شرعی ہو تو دوسرے علاقے کے لوگ اپنے علاقوں میں اعلان کر سکتے ہیں۔

رؤیت ہلال کے اعلان کا شرعی ضابطہ

مولانا عبدالوہاب ویلور☆

"اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب فیلزم أهل المشرق برؤية أهل الغرب وقدر البعد الذي تختلف فيه المطالع مسيرة شهر رد المحتار مع الدر المختار بطريق موجب كان يتحمل اثنان الشهادة أو يشهد على حكم القاضي أو يستفيض الخبر"۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہلال کے مدنظر ایک ماہ انتیس کا ہوتا ہے ایک ماہ تیس کا (بخاری ومسلم) شعبان کے آخر روز میں چاند روبرو دیکھ کر رمضان کے تیس روزے رکھے، تیس روز ہلال دیکھ کر عید الفطر منائے دونوں ماہ روبرو طلوع ہوا، تمام ہندوستان والوں کو نظر آیا تو تمام کے لئے اتفاق ہو گیا بعض ماہ بالکل شمالی طرف طلوع ہوتا ہے تو جنوب والوں کو نظر نہیں آتا، بعض ماہ جنوب طرف طلوع ہوتا ہے تو شمال والوں کو نظر نہیں آتا، جیسا کہ ۱۹۹۱ء کے عید الاضحیٰ کا ہلال شمال طرف طلوع ہونے پر جنوب والوں کو نظر نہیں آیا، لہذا جنوب والے ایک روز پیچھے منائے بالکل درست ہے۔

ٹیلیفون سے خبر پر عمل کرنے کیلئے خبر واحد غریب، دو شخص کا دینا جس کو عزیز کہتے ہیں، تین افراد کو خبر دینا جن کو مشہور کہتے ہیں، چار شخص کا کہنا جس کو متواتر کہتے ہیں جن میں سے ایک دو

☆ ....

کو پہچانتے ہوں متواتر عدد یقینیات پر دلالت کرتا ہے: "التجربات من اليقينيات" تجربہ یقین پر دلالت کرتا ہے، فون کی خبر سے چار عدد یقین پر دلالت کرتا ہے۔

روزہ رکھنے کے لئے اور روزہ چھوڑنے کیلئے یہی متواتر مناسب ہے۔

قانون حد کے اندر ریڈیو سے ایک شخص اطلاع دیں عمل کر سکتے ہیں جب کہ ہلال کمیٹی سے اس کا ثبوت ہو جائے، انہیں کے طرف سے شخص کا اعلان کافی ہے۔

ہر جگہ ہلال کمیٹی ضروری ہے، ہلال کمیٹی سے ثابت ہونے کے بعد اطلاع کر سکتے ہیں، کسی بستی میں مطلع صاف ہے تو دو آدمی کی خبر سے عید منا نہیں سکتے بلکہ جماعت کثیر بیس عدد تو ضروری ہے۔

بیان دینے میں فوراً دیدے، جبکہ وہ نیک ہوں، صوم وصلوۃ کے پابند جن کو عادل کہتے ہیں، کسی صوبے کا قاضی اعلان کرتا ہے تو حد شرعی ما قابل بتائے تاکہ موافق ہو، رویت ہلال میں دیانت کے مدنظر مسلمان کی گواہی معتبر غیر مسلم کا معتبر نہیں، ہاں معاملات میں اعتبار کر سکتے ہیں۔

"يقبل قول الفاسق والكافر والعبد في المعاملات لكثرة وقوعها وشرط العدالة في الديانات" (درمختار مع ردالمحتار ۵/۲۲۰)۔

رؤیت ہلال کے متعلق سوالات کے جوابات

مولانا محمد نعیم الدین ☆

ا، الف- رؤیت ہلال کے سلسلے میں مطلع کے بارے میں مذاہب اربعہ کے مشائخ کے درمیان اختلاف ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں ہے، حتی کہ اہل مغرب کی رؤیت کی خبر شرعی طریقہ سے اہل مشرق کو پہنچے تو مشرق والوں پر روزہ واجب ہے اور یہی حنیفہ کی ظاہر الروایۃ ہے کما فی رسائل ابن عابدین، "فتح القدیر، در المختار بدائع الصنائع" وغیرھا۔

دوسری جماعت کی رائے: ہے کہ مطلقاً اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا جس طرح کہ غروب وطلوع شمس اور اوقات صلوٰۃ وافطار میں مختلف اماکن میں اختلاف ہوتا ہے۔

تیسری جماعت کی رائے: یہ ہے کہ بلاد قریبہ میں اعتبار نہیں کیا جائیگا اور بلاد بعیدہ میں اعتبار کیا جائے گا فقہاء احناف میں سے صاحب کنز علامہ زیلعیؒ صاحب "بدائع" علامہ کاسانی صاحب تجرید نے اس آخری قول کو اختیار فرمایا ہے (کمافی فتح القدیر ۲/ ۵۳)۔

ب- شاہ انور کشمیریؒ اور حضرت شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی العرف الشذی شرح ترمذی و فتح الملہم شرح مسلم میں اس آخری قول کو ترجیح دی ہے، ان دونوں حضرات نے فرمایا ہے کہ اگر مطالع کا اعتبار نہ کیا جائے تو بعضوں کے حق میں مہینہ ستائیس یا اٹھائیس دن کا اور بعضوں کے لئے

☆ ....

اکتیس یا بتیس دنوں کا ہو جائے گا حالانکہ نصوص سے ثابت ہے کہ کوئی مہینہ انتیس سے کم اور تیس سے زائد کا نہیں ہوگا۔

جن حضرات نے بلاد متباعدہ میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے انہوں نے قریب و بعد کا حد فاصل ایک مہینہ کی مسافت مقرر کیا ہے، لیکن حضرت عثمانیؒ نے بلاد کے درمیان قرب و بعد کا معیار یہ قرار دیا ہے کہ جس مسافت میں ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ میں اعتبار کرنے سے مہینہ میں ایک یا دو دنوں کی کمی زیادتی ہو جائے اور حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ قرب و بعد کا اعتبار ''مفوض إلی رأی المبتلی به'' ہے۔

احقر کے نزدیک تیسری جماعت کا قول اشبہ اور اوفق ہے، کیونکہ ائمہ کے زمانہ میں مغرب کی رؤیت کی شہادت مشرق میں اور مشرق کی مغرب میں پہنچانا غیر ممکن اور نادر الوجود تھا یہ صرف ایک فرضی حیثیت کا اعتبار تھا اور نادر کو کالمعدوم قرار دینا فقہاء کے نزدیک معروف رواج ہے، لہذا اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں کیا ہے، لیکن موجودہ زمانہ میں سائنس کے ذریعہ ایسی صورتیں نکالی ہیں کہ ایک ہی سکنڈ میں مغرب کی خبر مشرق میں پہنچتی ہے، لہذا اب اعتبار کرنا پڑے گا، ورنہ مہینہ میں کمی زیادتی ہو جائے گی۔

ج- ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال کا مطلع ایک ہی قرار دیا جائے گا اگرچہ ان علاقوں میں بلندی کی سطح مختلف ہے لیکن اس اختلاف کی وجہ سے ان علاقوں میں مہینہ میں کمی زیادتی کا سوال نہیں آئے گا، لہذا ان سب ملکوں کو ملا کر از روئے مطلع قمر ایک ہی خطہ قرار دیا جائے گا۔

د- مذکورہ چاروں ملکوں کا مطلع ایک قرار دینے کی تقدیر میں اگر کسی حصہ میں ۲۹ رتاریخ کو رؤیت ہلال کا ثبوت اور اسکا اعلان بھی ہو جائے تو دوسرے حصوں کے مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل کرنا لازم نہیں ہے، بلکہ مقامی قاضی اور بر تقدیر عدم نظام قضاء مقامی ہلال کمیٹی کے

اعلان کا انتظار کریں، اور دوسرے حصے کے قضاۃ اور ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند بھی نہیں ہیں، البتہ اعلان اگر خبر مستفیض کے درجہ میں پہنچ جائے اور مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی اس خبر مستفیض پر اعتماد کرے یا شرعی طریقہ سے رؤیت مذکورہ کا ثبوت ان کے پاس ہو جائے تو اعلان کر سکتے ہیں، ہاں اگر پہلے اعلان کرنے والا کوئی مرکزی قاضی یا ہلال کمیٹی ہو تو ماتحت سب قاضی اور ہلال کمیٹیاں اس اعلان کی پابند ہیں۔

ایک حصہ کی رؤیت اور اعلان کے مطابق دوسرے حصوں کے مسلمانوں پر عمل کرنا اگر چہ لازم نہیں ہے، لیکن اس حصہ کے مسلمان اپنے مقامی قاضی کے فیصلہ کے مطابق روزہ رکھ کر تیس روزے پورا کریں اور دوسرے حصوں کے مسلمانوں نے انتیس روزہ رکھ کر عید کیا تو ان کو ایک روزہ کا قضاء کرنا واجب ہے

ھ- ہلال رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں کے لئے ثبوت رؤیت کے واسطے باقاعدہ شہادت یا خبر مستفیض کی شرط ہے اور ہلال رمضان کے لئے شہادت یا خبر مستفیض کی نہیں ہے۔

لہذا ہلال رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں کی رؤیت مطلقا فون، فیکس، ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ ثابت نہیں ہوگی، بلکہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ان ذرائع سے خبر کی نشر کی جائے تو اس خبر کا اعتبار ہوگا ورنہ نہیں۔

۱- جس علاقہ میں رؤیت ہوئی اس علاقہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی چاند دیکھنے والوں کی شہادت پر مطمئن ہو کر ثبوت رؤیت کا فیصلہ دیں۔

۲- قاضی یا ہلال کمیٹی نے جن الفاظ سے اعلان کیا ہے، ریڈیو یا ٹیلی ویژن میں بعینہ وہ الفاظ نشر کئے جائیں۔

۳- ریڈیو یا ٹیلی ویژن میں فیصلہ دینے والا قاضی یا ہلال کمیٹی کا تعارف ہو۔

۴- ریڈیو یا ٹیلی ویژن اسٹیشن کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ قاضی یا ہلال کمیٹی کے

فیصلہ کے علاوہ دوسرے کسی کی خبر یا اعلان کا نشر نہ کرے۔

اسی طرح خبر مستفیض کا آلات مذکورہ کے ذریعہ شائع ہونے اور اس کے اعتبار کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ مختلف علاقوں کے ریڈیو اسٹیشنوں سے شائع ہو اور چاند دیکھنے والے یا قاضی کے فیصلہ سننے والے جو خبر شائع کرتے ہیں مختلف ہو، اگر ایک ہی دیکھنے والے یا سننے والے سے مختلف اسٹیشنوں سے شائع ہو تو خبر مستفیض نہیں اس کا اعتبار نہیں ہوگا، نیز چاند دیکھنے والوں یا قاضی کا فیصلہ سننے والوں کا نام مع پتہ اور فیصلہ دینے والے قاضی کا نام مع پتہ نشر خبر میں بتایا جائے۔

خلاصہ یہ کہ خبر دینے والے کی شناخت پوری طرح ہو جائے اور بیان کریں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے یا ہمارے سامنے فلاں شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کی سامنے شہادت پیش کئے ہیں اور انہوں نے شہادت کا اعتبار کرکے ثبوت رؤیت کا فیصلہ دیا ہے......(شامی ۲/۱۵۱)۔

اور فون کے ذریعہ خبر پہنچنے میں شرط یہ ہے کہ آواز پہچانی جائے اور خبر مستفیض میں ریڈیو کی طرح مختلف اشخاص سے فون ہو اور فون کرنے والے کی شناخت حاصل ہو۔

ٹیلی گرام کی خبر معتبر نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں ٹیلی گرام کرنے والے کا نہ خط ہوتا ہے اور نہ آواز ہوتی ہے، لہذا خبر یا اعلان کی تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

۲-الف- رؤیت کے لئے فلکیاتی حساب کے معتبر ہونے میں اگر چہ کچھ اختلاف ہے لیکن محقق بات یہ ہے کہ اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا ہے۔

”وإنه لا يعتمد على ما يخبر به أهل الميقات والحساب والتنجيم لمخالفته شريعة نبينا عليه أفضل الصلوٰة والتسليم ...“ (رسائل ابن عابدین ۱/۲۵۳)۔

البتہ تائید کے لئے مدد لی جاسکتی ہے، لیکن اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، بلکہ چاند کو تلاش کرنا ضروری ہے۔

ب- فلکیاتی حساب کے خلاف اگر کسی خطہ میں مہینہ کی ۲۹/تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت ہو جائے اور شرعاً مقبول شہادت مل جائے تو رؤیت ثابت ہو جائے گی اور فلکیاتی حساب کو غلط قرار دیا جائے گا۔

"كما في الظهيرة عن ابن عباسؓ أنه كان يعتبر في حق كل بلدة رؤيته أهلها، وفي الهداية لقوله ﷺ صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته، فإن غم الخ. وفي فتح القدير ۵۲/۲ في الصحيحين عنه عليه الصلوة والسلام صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن غم عليكم فأكملوا عدة شعبان الخ"۔

ج- محکمہ موسمیات سے رؤیت ہلال کے لئے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اس پر اعتماد کر کے چاند کے تلاش سے باز رہنا درست نہیں ہوگا بلکہ باقاعدہ چاند کا تلاش کرنا واجب ہے کما مر الدلائل المذکورہ۔

د- اگر شعبان کی ۲۹/تاریخ کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت پر قاضی نے ابتدائے رمضان کا فیصلہ دے کر اعلان کر دیا اور اس کے بعد ۳۰/رمضان کی شام کو مطلع بالکل صاف ہونے کے باوجود چاند دیکھنے کی بہت کوشش کر کے چاند نہیں دیکھا گیا تو اگلے دن کا روزہ رکھنے کا حکم ہے، اس چاند دیکھنے والے شاہد کو مغالطہ ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

"(ثم اعلم) أنه إذا تم عدد رمضان ثلاثين بشهادة فرد و لم ير هلال الفطر والسماء مصحية لا يحل الفطر اتفاقاً لظهور غلط الشاهد" (رسائل ابن عابدین ۲۳۶/۱)۔

۳- الف- جبکہ مطلع صاف ہو تو رمضان وعیدین کے چاند دیکھنے کی شہادت کے لئے جم غفیر کی شرط ہے، جم غفیر کے لئے کوئی عدد معین نہیں، بلکہ امام قاضی کو جتنی عدد سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے اتنی عدد کافی ہے (الفتاوی الہندیہ ۱۰۱/۱)۔

موجودہ زمانہ میں جو شخص فرائض وواجبات کا پابند ہو اور معاشرہ میں صادق شمار کیا جاتا ہو رؤیت ہلال کی شہادت میں اس شخص کو عادل قرار دیا جائیگا۔اسی طرح مستور الحال کی شہادت معتبر ہے۔

والعدل هو الذى غلبت حسناته سيئاته (الفقہ السلامی ۲/ ۵۹۹)۔

ب- ہلال رمضان کے علاوہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ یا کسی دوسرے مہینہ کے لئے ثبوت ہلال باقاعدہ شہادت کے بغیر نہیں ہوسکتا اور شہادت کے لئے شاہد کا قاضی کے پاس یا جہاں نظام قضا نہیں ہے۔وہاں کے مقامی علماء کے پاس جا کر شہادت دینا ضروری ہے، غائبانہ خبروں کے ذریعہ شہادت ادا نہیں ہوسکتی چاند دیکھنے الوں کا بیان اصولی طور پر ہلال رمضان کے علاوہ شہادت ہے اور شہادت کے لئے مجلس قضاء اور اس کے دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے (ہدایہ ۲/ ۶۱)۔

ج- چاند دیکھنے والوں کے لئے فوری طور پر شہادت دینا ضروری ہے، یعنی چاند دیکھنے کی رات میں شہادت دینا ضروری ہے، کیونکہ وہ اگر اسی رات میں شہادت نہ دے تو پہلی رمضان میں لوگ روزہ کو ترک کردیں گے، ایسا ہی اگر عید کا چاند ہو تو ہو روزہ رکھ کر حرام کا مرتکب ہوگا علاوہ بریں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو چاند دیکھا کر اپنے بھائی مسلمانوں کو روزہ رکھوانے کی ذمہ داری ملنے کے بعد حق تلفی کیا قبول نہ کی جائے گی، البتہ اگر شاہدوں کے گھر دور ہوں تو کچھ دیر کے بعد اگر شہادت دے تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی، کیونکہ ان پر ترک حسبہ کا الزام ہوگا تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی ہاں اگر کسی نے چاند دیکھا اور شہادت قبول کی جائے گی۔ جیسے فتاویٰ قاضی خان میں تصریح موجود ہے، بناءعلیہ قاضی صاحب کے پاس شاہدین جب گواہی دیں گے تو شاہدوں کی شہادت سے بروقت باز رہنے کے لئے ان کی طرف سے کوئی غفلت نہ ہونے کا یقین ہو جائے تو شہادت کو قبول کریں گے ورنہ نہیں (فتاویٰ ہندیہ ۱/ ۹۷)۔

۴- ہندوستان کے جن صوبوں میں نظام قضاء موجود ہے، مثلاً بہار، اڑیسہ، آسام، کرناٹک وغیرہ، اگر وہاں کے قاضی چاند ہونے کا ثبوت کے بعد اعلان کریں تو اس حلقۂ قضاء کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

ب- قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلیفون کے ذریعہ متعینہ الفاظ نمبر اول کے شق (د) میں مذکورہ شرائط کے ساتھ اگر اعلان ہوئے تو وہ اعلان قاضی کے متعینہ حدود میں اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا، کیونکہ متعینہ حدود کے اندر سکونت کرنے والے مسلمانوں کی طرف سے۔ وہ اس قسم کے حکم دینے کے لئے مجاز ہے۔

ج- ایک صوبہ کے قاضی یا ہلال کمیٹی شرعی اصولوں کی بناء پر رؤیت ہلال ثابت ہونے کے بعد اعلان کریں تو وہ صرف اسی صوبہ کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے لئے وہ خبر کے درجہ میں ہوگا، کیونکہ قاضی کو جس متعین حد کے لئے منتخب کیا گیا وہ اسی متعین حد کے اندر حکم دینے کے لئے مجاز ہے۔

د- بندہ کے خیال میں ریڈیو سے ہلال کے اعلان کا معتبر ہونے کے لئے معلن کا مسلمان ہونا ضروری نہ ہونا چاہئے، بلکہ تجربہ سے اگر ظن غالب ہو جائے کہ معلن قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف کی صحیح نسبت کرتا ہے تو اس پر اعتماد کرنا چاہئے، کیونکہ غلبۂ ظن حجت موجبہ للعمل ہے۔

كما صرح به في رد المختار ۲/ ۱۲۸، قلت والظاهر أنه يلزم أهل القرىٰ الصوم بسماع والمدافع أو رؤية القناديل من مصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن، و غلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به الخ۔

الف- جن علاقوں میں مطلع عموماً ابر آلود رہتا ہے اور عموماً چاند کی رؤیت ۲۹ ویں تاریخ کو ممکن نہیں ہوتی ہے ایسے علاقوں میں ہمیشہ رمضان وعیدین کے فیصلہ کے لئے ۳۰/ دن کا مہینہ

شمار نہ کرنا چاہئے۔

ب- اگر ہر مہینہ ۳۰ دن کا شمار کیا جائے تو تقریباً ۳۶ سال میں ایک سال کا فرق ہو جائے گا، اس لئے ایسی جگہوں میں دوسرے بلاد متقاربہ کے اعلان پر اعتماد کرنا چاہئے۔

ج- ملک کے چند شہروں یا صوبوں کے قاضی یا ہلال کمیٹی کی طرف سے رؤیت ہلال کے ثبوت کا فیصلہ ہونے پر ان جگہوں کے ریڈیو اسٹیشنوں کی طرف سے رؤیت ہلال کا اعلان کیا جائے تو یہ اعلان اگر خبر مستفیض کے درجہ میں پہنچ جائے تو دوسری جگہوں کے مقامی ذمہ دار اس خبر پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے علاقہ میں اعلان کر سکیں گے۔

البتہ اس خبر مستفیض کو اعتبار کرنے کے لئے سوال نمبر اول کے شق (د) میں مذکورہ شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا۔

رمضان کب شروع ہو، امکانی یا یقینی رؤیت پر

جناب عمر افضل ☆

گذشتہ دو دہائیوں سے جب سے چاند دکھائی دینے کی پیشگوئی کے بارے میں (سائنسی و ٹیکنالوجیکل) تیز رفتار ترقی کے ساتھ ہی پہلے سے ترتیب کردہ اسلامی قمری کلینڈر کا مطالبہ بڑھتا جارہا ہے، اکثر وہ لوگ جوامت مسلمہ کے اتحاد کے لئے حساب لگاتے ہوئے اسلامی کلینڈر کی حمایت کرتے رہے ہیں، انہوں نے ان مسائل پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا جو ایک عالمی اسلامی کلینڈر مرتب کرنے میں درپیش ہوں گے، کئی سالوں سے ایک ساحرانہ تکرار سنائی دے رہی ہے کہ ''امکان اس کا حل ہے''۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم ایک اسلامی مہینہ کے آغاز کے لئے امکانی رؤیت کو ایک جائز شرعی دلیل تسلیم کرسکتے ہیں؟

مندرجہ ذیل امور کی بنیاد پر ''امکان'' کے خلاف ایک مضبوط دلیل قائم کی جاسکتی ہے:

- یہ واقعی (حقیقی) رؤیت نہیں ہے۔
- قرآن وسنت کے تحت ہلال کی واقعی رؤیت مطلوب ہے، محض اس کے واقع یا وجود کا علم ہونا کافی نہیں ہے، نیز یہ شہادت (گواہی) کے مسلمہ اصول کے بھی خلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ۲۹ر تاریخ کی شام کو رؤیت کے امکان کی طرف اشارہ فرمایا تھا، چاند تو ہمیشہ موجود ہوتا ہے، لیکن آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ محض امکان

☆ ....

پر ہی نہ جائیں، بلکہ چاند دیکھنے کا اہتمام کریں، تاکہ شک وشبہ نہ رہے، آپ ﷺ چاند کی تحقیق ہوجانے پر ہی دوسرے ماہ کا آغاز فرماتے تھے، چاند کی رؤیت نہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ نے قمری مہینے کے ۳۰ دن پورے کرنے کی ہدایت فرمائی، کیونکہ ۳۰ تاریخ کی شام کو چاند ہمیشہ دکھائی دیتا ہے۔

ب- مسلم جج (قاضی) رمضان کے آغاز اور اختتام کے لئے اصول اور معیار وضع کرنے کی غرض سے ''غلبۃ الظن'' اور ''غلبۃ الیقین'' جیسی اصطلاحات استعمال کرتے تھے۔

رؤیت ہلال کے بارے میں کسی مسلمان کے دعوے کو تسلیم کرنے کی بابت اعرابی والی حدیث (جو اکثر بیان کی جاتی ہے) کے برخلاف امیر مکہ والی حدیث جس میں علاقے کے کم از کم دوشاہدوں کی گواہی کو ضروری قرار دیا گیا ہے، بھی موجود ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ، اور دیگر فقہاء کے نزدیک مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی جم غفیر (لوگوں کی معتد بہ تعداد) کی رؤیت کی شرط لگائی جاتی ہے، امام جعفر صادق کے نزدیک کم از کم ۵۰ آدمیوں کی گواہی ضروری ہے، جب غلطی اور دھوکے کا اندیشہ بڑھ گیا تو امام ابو یوسف نے قاضی بغداد کی حیثیت سے فتوی دیا کہ ۵۰ آدمیوں کی گواہی ضروری ہونی چاہئے، بعد کو انہوں نے اس میں اضافہ کردیا کہ شہر کی ہر مسجد سے ایک بڑی جماعت رؤیت کی شہادت دے، بخارا میں امام خلف بن ایوب نے ۵۰۰ آدمیوں کی گواہی کا فتوی دیا۔

ان فقہاء اور قضاۃ نے مجمع کثیر کی جو شرط لگائی تو ایسا نہیں ہے کہ انہوں نے اعرابی یا دیگر احادیث جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں کو نظر انداز کردیا یا ''امکان'' کو سنجیدگی سے پیش نظر نہیں رکھا، بلکہ ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے ''غلبۃ الظن'' کے اصول پر عمل کیا، ظاہر ہے جس دن مطلع صاف ہوگا تو ایک یا دو نہیں، بلکہ وہ تمام لوگ جو چاند دیکھنے کا اہتمام کریں گے انہیں چاند دکھائی دے گا، اسی طرح حضرت عمرؓ سے لے کر اسلامی دنیا کے ہزارہا قضاۃ نے متقی مسلمان کی

شہادت کو مسترد کر دیا، کیونکہ دیگر قرائن ان کی شہادت کے خلاف تھے۔

ج-"امکان" ہمیشہ ایک غیر یقینی صورت حال ہے جو اسے ایک درست معیار بنانے یا قرار دینے سے مانع ہے۔

امکان میں کسی فرد کی ترجیح کے مطابق وسعت ہوسکتی ہے، یعنی امکان بعید یا محض امکان یا "تقریباً یقین کی صورت"۔ عملی طور پر حالیہ برسوں میں مسلمانوں نے دینی شعائر کی ادائیگی کی غرض سے نا قابل قبول تاریخوں کا جواز پیش کرنے کے لئے برابر "امکان" کا سہارا لیا ہے۔ متعدد مسلم ممالک میں سرکاری طور پر "امکان" کی بنیاد پر اسلامی تاریخوں کا اعلان کیا جانے لگا ہے۔

مثال کے طور پر سعودی عرب کے تازہ ترین کلینڈر کی ترتیب کے مطابق جب سورج کے بعد چاند غائب ہوتا ہے تو اسلامی مہینہ کا آغاز ہوتا ہے، اس سے قبل امکان سے متعلق ان کی تعبیر وتعریف کے سبب سعودی تاریخیں چاند کی واقعی رؤیت سے ایک یا دو دن پہلے شروع ہو جاتی ہیں۔

۱-مصر میں ۱۹۶۷ء سے غرب آفتاب کے امکان کے بعد ۵ رمنٹ کا وقفہ رائج تھا۔ ۱۹۸۸ء سے اب اسے غروب آفتاب کے بعد ایک منٹ کر دیا گیا ہے۔

۲-انڈونیشیا، ملیشیا، برونئی وغیرہ اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کا تعین کرنے کے لئے ان کا اپنا "امکان" کا دریچہ ہے۔

۳-ترکی کا ۸ ڈگری زاویہ / ۵ ڈگری ارتفاع کا اصول ومعیار بھی امکان کی بنیاد پر ہی قائم ہے۔

شمالی امریکہ میں متعدد جماعتیں (گروپ) سورج کے ساتھ غروب قمر یا سیکنڈوں کا وقفہ رمضان اور عیدین کی تعین اور اعلان کے لئے استعمال کرتے ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں واقعی رؤیت کے فضول دعوی کو تسلیم کرنے کے لئے امکان کافی ہے۔

عالمی رؤیت کے بارے میں فقہی پوزیشن

سنت اور فقہ کے مطابق صرف مقامی رؤیت ہی معتبر ہے، امام مسلم، امام ترمذی اور بہت سے دیگر محدثین نے واضح طور پر کہا ہے کہ ہر شہر کی اپنی رؤیت ہے، ان کا قول ہے کہ اس مسئلہ پر اہل علم کا اتفاق ہے: "لكل بلدة رؤية وعليه إجماع أهل العلم"۔

شروع میں مسلمانوں کو کوئی مسئلہ درپیش نہیں تھا، کیونکہ اس وقت ۱۵-۲۰ میل کے فاصلے پر بھی رؤیت کی فوری اطلاع بھیجنے کے وسائل موجود نہیں تھے (اعرابی والی حدیث کے لئے دیکھئے: سنن الترمذی کتاب الصوم ۳/۴۷ حدیث نمبر ۶۹۱)، بعد کو جب فقہاء نے "صوموا..... (والی حدیث) کو تمام مسلمانوں کے لئے عمومی حکم ہونے کی تعبیر پیش کی تب یہ سوال پیدا ہوا کہ دو شہروں کے درمیان رؤیت کو درست ماننے کے لئے کتنا فاصلہ شمار کیا جائے گا، علماء اس مسئلہ پر بحث واستدلال میں مشغول تھے کہ آیا پوری دنیا ایک مطلع ہے یا رؤیت صرف اسی علاقے تک کے لئے محدود ہے جہاں چاند دیکھا گیا، تب ہی ۱۹۵۰ء میں خبریں بھیجنے کے ذرائع میں انقلاب آ گیا، ریڈیو سے رؤیت ہلال کی خبر ہزاروں میل دوران مقامات پر پہنچا سکتا ہے جہاں چاند نہیں ہوا یا نہیں دیکھا جا سکا، جب ٹیلیفون اور ٹیلی ویژن نے پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کر دیا تو علماء کوئی حکمت عملی تیار کرنے میں ناکام رہے، آج رؤیت ہلال کی خبر چند سیکنڈوں میں ساری دنیا میں پھیل جاتی ہے، لیکن پوری دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمان الجھن میں ہیں، کیونکہ مسلم ممالک اور مسلم مسالک کوئی ایسا معیار قائم کرنے پر متفق نہیں ہو پا رہے ہیں جس کے مطابق اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کا تعین کیا جا سکے۔

حساب کا اعتبار

اسلامی تاریخوں کا تعین کرنے کے لئے بعض لوگ حساب کو معتبر تسلیم نہیں کرتے اور

اس کے خلاف استدلال کرتے ہیں، لیکن ان کی دلیل کا مغالطہ بالکل واضح ہے۔

۱- قرآن مجید اس کی تصدیق کرتا ہے کہ چاند کی گردش حساب کے مطابق ہوتی ہے (۶:۹۵، ۵۵:۵ وغیرہ)۔ نئے چاند کا حساب لگانے کا طریقہ ۳۰۰۰ سال سے بھی زیادہ سے رائج تھا، لیکن ہلال قمر کے لئے حساب لگانے کی بات پوری نہ ہوسکی، لیکن ۱۹۸۰ء میں کمپیوٹر کے ذریعہ چاند کی رؤیت کے افق (مطلع) کی حدود کا گراف تیار کرلیا گیا، ۱۹۸۱ء کے بعد ہی مشاہدہ نے ماہ بہ ماہ اس کے صحیح ہونے کی تصدیق کی ہے۔

۲- رسول اللہ ﷺ اس بات کو ہرگز ممنوع قرار نہیں دے سکتے تھے جس کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہے (۵:۵۵، ۶:۹۶ وغیرہ)۔

۳- حساب کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کسی خاص سیکنڈ میں چاند کس منزل میں ہے۔

۴- یہ سنت کی اس ہدایت کے مطابق ہے کہ "أحصوا هلال شعبان لرمضان"۔

۵- حضور اکرم ﷺ کے فرمان: "فاقدروا له" سے جو مراد ہے، یہ اسی کی پیروی ہے۔

- اس سے غلطی کے امکانات ختم ہوجاتے ہیں اور صوم وافطار کا بالکل صحیح تعین ہوتا ہے۔

۶- امیہ کی حدیث اس وقت کی پوزیشن کو واضح کرتی ہے اور اسے لکھنے اور حساب لگانے کے خلاف ایک عمومی حکم قرار نہیں دیا جاسکتا ہے (بعض لوگ اسے ایک مستقل حکم قرار دیتے ہیں، لیکن اسے صرف چاند کا حساب لگانے تک محدود کردیتے ہیں، جبکہ اس اختصاص کے لئے ان کے پاس کوئی معقول وجہ نہیں ہے)۔

۷- تابعین، محدثین اور فقہاء، مثلاً امام ابوحنیفہ اور شافعی اس دور میں حساب لگانے کی اجازت دی، جبکہ وہ شمار صحیح نہیں ہوتا تھا، سبکی سے لے کر قرضاوی تک متعدد علماء شہادتوں کی

بنیاد پر ہونے والے خلل اور الجھنوں سے بچنے کے لئے "حساب" پر اصرار کرتے ہیں، حساب سیکنڈ کے ایک جزء کی حد تک صحیح ہوتا ہے۔

اسلامی مہینے اور اسلامی ایام یا تاریخ

منازل قمر کا حساب بالکل درست ہے، لیکن اسی بارے میں متعدد مسائل تصفیہ طلب ہیں، اسلامی مہینہ غروب شمس کے بعد رویت ہلال کے ساتھ شروع ہوتا ہے، ایک اسلامی تاریخ غروب شمس کے بعد سے شروع ہوتی ہے، کلینڈر مرتب کرنے والے کے لئے دیگر عوامل مشکلات پیدا کرتے ہیں، مندرجہ ذیل مشکل مسائل کو حل کئے بغیر امت مسلمہ کے کسی "مرتب کردہ" کلینڈر پر متفق ہونا تقریباً محال ہے۔

۱- رویت ہلال ہر ماہ ایک مختلف مقام سے شروع ہوتی ہے۔

۲- افق پر سب سے پہلی رویت مغرب کی سمت جھکاؤ کے ساتھ ہوتی ہے، یہاں تک کہ دو یا تین شمسی ایام میں پورے آفاق پر چھا جاتی ہے۔

۳- زمین ایک کرہ کی مانند ہے، یہ چپٹے میدان کی طرح نہیں ہے، ایک شہر میں چاند دکھائی دیتا ہے، لیکن دوسرا شہر جو پہلے شہر سے چند میل پر مشرقی یا شمالی جنوبی سمت واقع ہے، دوسری شام تک چاند طلوع نہیں ہوتا۔

- رویت کے بارے میں یہ اور ایسے تمام عملی مسائل ومشکلات یکساں عالمی قمری کلینڈر مرتب کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں، مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ ان تاریخوں کے بارے میں عالمی طور پر متحد ہوں، وہ ایک "رویت" چاہتے ہیں، وہ قرآن وسنت کی پیروی پر اصرار کرتے ہیں، یوروپ اور امریکہ میں وہ اپنے وطن کے حساب سے منانا چاہتے ہیں، اور اس کے لئے ہر ایک کے پاس ایک مکمل اور آسان حل ہے، جبکہ رویت کے بارے میں مسئلہ کی ابجد سے کوئی واقف نہیں ہیں۔

جغرافیائی قطعیت پر مبنی ''امکان''

ایک پہلے سے مرتب اسلامی قمری کلینڈر کے لئے ہمیں بعض دشوار انتخاب (Choice) کرنے ہوں گے اور کچھ سادہ لوحی کے حل پر انحصار کرنا ہوگا، جیسے ''امکان'' کو قبول کرنا جس سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

کئی سالوں سے بعض مسلم دانشور اس بات کی وکالت کر رہے ہیں کہ اسلامی قمری مہینے کے آغاز کے لئے نئے چاند (ہلال) کے اجتماع (Conjunction) (قران) کو اختیار کرلیا جائے، لیکن وہ اس بات کا ادراک نہیں کرتے کہ قران کو قبول کر لینے سے طلوع ہوئے چاند سے متعلق کیا دشواریاں پیش آئیں گی، قران (Conjunction) دن یا رات میں کسی وقت بھی واقع ہوسکتا ہے، تو ہم پہلی تاریخ کا تعین کیسے کریں گے اور کرہ (Globe) کے کس نقطہ سے کریں گے، اسلامی دن (یوم) کی تعیین کیسے کی جائے گی، اس وقت اسلامی دن رتاریخ کا آغاز غروب آفتاب کے بعد جب کہ ہلال پہلی بار دیکھا جاتا ہے، سے ہوتا ہے، اگر ہم اجتماع یا قران کو اختیار کرلیں تو مثال کے طور پر کہیں دوپہر سے اس کا آغاز ہوگا، دوسرے مقامات پر اوقات کے اعتبار سے یہ نصف صبح سے نصف شب تک سے شروع ہوسکتا ہے، مثال کے طور پر اگر قران ساڑھے بارہ بجے دوپہر کو واقع ہوتا ہے تو کیا ہم دوپہر ساڑھے بارہ بجے سے روزہ شروع کریں گے یا افطار کریں گے؟ کیا دوپہر کو عید منائیں گے اور اگر یہ قران (اجرام فلکی) سورج غروب ہونے سے ۱۰ منٹ قبل یا بعد کو واقع ہو تو پھر کیا ہوگا؟ دن اور تاریخ کا حساب کیسے کیا جائے گا، اگر ہم ''امکان'' کی راہ اختیار کریں تو امکان الرؤیہ کی تعیین کیسے کی جائے گی؟ اس کا انحصار سب سے پہلی نوشتہ رؤیت پر ہوگا یا چند نوشتہ رؤیت ہلال کا وسیلہ ہوگا، سال بہ سال ہمیں لوگوں کی طرف سے واقعی رؤیت کے دعوے موصول ہوتے ہیں، یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں، جن کی زیادہ دلچسپی اس میں ہوتی ہے کہ ریکارڈ کی کتابوں میں ان کا نام درج ہو جائے، جیسا کہ ایران سے موصولہ یہ دعوی

...... ۷ رجنوری ۲۰۰۰ء جمعہ کے دن غبار آلود مطلع میں چاند دیکھنے میں کامیاب ہوئے، اگر ۸ء۰۶۵ ڈگری کا بعد درست ہے تو ہم ساری دنیا میں پہلے مقام پر ہیں، اس وقت ہلال (نیا چاند) کا سب سے کم زاویائی بعد ۸ء۵۳ ڈگری ہے، یہ امریکہ کے مسٹر جیمس کا قول ہے (یہ ہلال ۷ رجنوری جمعہ کے دن شام کو ۸:۱۰ بجے تک نیویارک سے سنت موئی ایم او) تک نہیں دیکھا گیا (جو کہ مشرقی اور وسطی ریاستیں ہیں)، جبکہ مطلع صاف تھا اور معتبر مشاہد اسے دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

امکان کا بطور دلیل شرعی جواز ثابت کرنے کے لئے اجتماع مطلوب ہوگا، امت اسے صرف اسی صورت میں قبول کرے گی جب یہ رؤیت کے مسلمہ اصول ومعیار پر اور تقریباً قطعی جغرافیائی اصطلاح پر پورا اترے۔

یک طرفہ نکات پیش کرنے کے بجائے ہم اس کی تعریف مندرجہ ذیل انداز سے کر سکتے ہیں:

۱- ایک مقررہ نقطہ وقت

۲- ایک مقررہ قمری نصف النہار

قران وقت میں ایک مقررہ نقطہ ہے جس کا پوری صحت کے ساتھ حساب لگایا جاسکتا ہے اور اسی طرح بین الاقوامی نصف النہار خلا میں مقرر کی جاتی ہے، ایک دستور اختیار کیا جاسکتا ہے کہ

- اگر قران (اجرام فلکی)(Conjunction) آئی ڈی ایل (۱۶۰ ڈبلیو-۱۰۰ ای) کے آس پاس واقع ہوتا ہے تو ایک اسلامی مہینے کی تاریخ دوسری قمری تاریخ (۱۸۰ ای بین الاقوامی نصف النہار) پر غروب آفتاب سے شمار کی جائے گی۔

- اور اگر قران (۱۰۰ ای-۱۶۰ ڈبلیو) کے درمیان واقع ہوتا ہے تو اسلامی مہینہ کی

پہلی تاریخ دوسری قمری تاریخ (۱۸۰ ای) پر غروب آفتاب تک موخر کردی جائے گی۔

یہ وضع و تشکیل سے قیاس ہوتا ہے۔(۱) قران، آئی ڈی ایل (دونوں مقررہ) کے آس پاس، (۲) ۱۸۰ ڈبلیو سے قبل قیاسی رؤیت، دونوں صورتوں میں نئے چاند (ہلال) کی حقیقی رؤیت یقین کی حد تک پہنچ جاتی ہے، پہلی صورت میں اسلامی مہینہ کی پہلی تاریخ آئی ڈی ایل سے شروع ہوگی، جبکہ چاند کی عمر تقریباً ۱۸ سے ۲۸ گھنٹہ تک ہو چکی ہوگی، دوسری صورت حال میں چاند ۳۶ گھنٹے پرانا ہو چکا ہوگا۔

بلاشبہ دنیا کے کونے کونے میں آباد تمام مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں چاند اچھی طرح نہیں دیکھ سکیں گے، تاہم دنیا کے بڑے حصے کے لئے اس سے قرآنی شرط پوری ہو جائے گی، اگر ہمیں ۱۸۰ ای کی ہی تاریخ تک گھٹا دیں تو ہم "رؤیت کو بالکل نظر انداز کر دیں گے، اس صورت میں دنیا میں کہیں بھی رؤیت ہلال نہیں ہو سکے گی (ماسوائے امریکہ کے انتہائی مغرب یا ہوئی (Hawaii) میں کبھی کبھار ہی)۔

رؤیت ہلال کا مسئلہ

سید قدرت اللہ باقوی

جواب (۱)

الف- جدید ماہرین فلکیات کے حساب میں مہارت، محیر العقول آلات رصدیہ کی ایجاد، اس علم کی گہرائی و گیرائی سے حاصل شدہ قوت و مشاہدہ کی وسعت، مستقبل قریب و بعید میں ہونے والے کائناتی حوادث کے متعلق پیش گفتہ واقعات کی آئے دن کی صداقت، اور اس طویل و عریض کائنات کی مسافت کو چند گھنٹوں اور منٹوں میں سمیٹ لینے کی سائنٹفک ایجادات کے علاوہ قرآن وحدیث کا مفہوماتی توسع، مثلاً: "**هو الذى جعل الشمس ضياء والقمر نوراً وقدره منازل لتعلموا عدد السنين والحساب ما خلق الله ذلك إلا بالحق يفصل الآيات لقوم يعلمون**" (سورہ یونس: ۵)۔

(اللہ کی ذات وہی ہے جس نے سورج کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو روشن کردیا اور اس کی منزلیں مقرر کردیں تاکہ تم کو برسوں کی گنتی اور حساب معلوم رہے، اللہ نے یہ سب نہیں بنایا مگر تدبیر سے، اس لئے سمجھدار قوم کے لئے نشانیاں بیان کی ہیں)۔

اس جیسی مفہوم والی آیات کی روشنی میں ہر شہر اور ہر ملک کا الگ مطلع مقرر کرلینا غیر معقول سا لگتا ہے۔

☆ میسور۔

ب- اگر مطالع کے اختلاف کے اعتبار پر اضرار ہو تو ان دو ملکوں کا الگ الگ مطلع ہو جائے جن کے درمیان ایک دن کا فرق ہے، اور علم فلکیات کی روشنی میں فضائی مسافت پیش نظر رہے۔

ج- ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش و نیپال کا مطلع ایک ہے، خواہ ممالک کے وقوع میں بلندی و پستی کا کافی تفاوت ہو، اس دور میں یہ چاروں الگ الگ ممالک تصور کئے جاتے ہیں مگر عہد قدیم میں ان چاروں ممالک کا شمار ایک ہی ملک میں ہوتا تھا اور ان کا مطلع بھی ایک تھا، اب حکومت کے بدلنے سے مطالع کا اختلاف قبول کرنا غیر معتبر ہے۔

د- جب مطلع ایک ہو گیا ہے تو کسی بھی حصہ میں ہلال کی رؤیت کے ثبوت کا شرعی طور پر اعلان ہو تو دوسرے علاقوں کے مسلمانوں پر لازم ہو جاتا ہے کہ اس اعلان پر عمل پیرا ہوں، ''جب ایک شہر میں رؤیت ہو جائے تو تمام شہروں کے لئے حکم لازم آتا ہے'' (فتح الباری ۴/۹۸)۔

ہ- اگر کسی خطہ میں رؤیت ہو جائے اور دوسرے خطہ تک بذریعہ فیکس، ریڈیو اور ٹی وی نشر ہو جائے تو اس پر عمل کیا جائے بشرطیکہ معلن مجہول و مستور الحال نہ ہو۔

جواب (۲)

الف- ہندوستان کے مختلف علاقوں کے موسم و فضا میں یکسانیت نہیں رہتی، لہذا فلکیاتی حساب سے مدد لی جاسکتی ہے: ''لتعلموا عدد السنين والحساب'' اس پر دال ہے، کیونکہ قمر کے سلسلہ میں طے ہے: ''قدرناه منازل''، یہ حکم الہی ہے۔

ب- اگر کسی خطہ میں فلکیاتی حساب سے قمری ماہ کی ۲۹/تاریخ کو چاند کی بصری رؤیت کا امکان نہ ہو اور اس کے باوجود اس خطہ سے رؤیت ہلال کی شرعی شہادت ملتی ہے تو اس شرعی شہادت کو مغالطہ شمار کیا جائے اور شہادت رد کر دی جائے، کیونکہ ماہرین فلکیات نے ''کل

یجری لأجل مسمی" کے مطابق نظام شمسی کے کیل کانٹوں کے پر پیچ نقل وحرکت کو مقید ومحفوظ کرلیا ہے، چاند گہن اور سیاروں کے طلوع وغروب کے اوقات فلکیاتی حساب کی بنیاد پر صحیح اور سچے ثابت ہورہے ہیں،اس میں شک کی گنجائش نہیں دکھائی دیتی۔

ج- چاند کی رؤیت کے لئے محکمۂ موسمیات سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

د- اگر ۲۹ر شعبان کو مطلع ابر آلود ہو اور ایک شخص کی شہادت کی بناء پر قاضی نے آغاز رمضان کا اعلان کردیا ہو، اس کے بعد رمضان کی تیس تاریخ مکمل ہوچکی ہو، ۳۰ر تاریخ کی شام کو موسم بالکل صاف ہو اور عید کا چاند دیکھنے کی بہت کوشش کے باوجود کسی کو بھی عید کا چاند دکھائی نہ پڑا ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ جس فرد واحد نے رمضان کے چاند کی گواہی دی تھی اسے مغالطہ ہوا، لہذا اگلے دن کو رمضان کی ۳۰ر تاریخ قرار دے کر روزہ رکھنے کا فیصلہ کیا جائے۔

جواب (۳)

الف- رمضان وعیدین کے ثبوت کے لئے موجودہ دور میں اتنا کافی ہے کہ چاند دیکھنے والا معاشرہ میں جھوٹا نہیں سمجھا جاتا ہو، فلکیاتی حساب وآلات رصدیہ کی موجودگی میں چاند دیکھنے والے افراد کے سلسلہ میں جو حدیث میں آیا ہے اسی پر عمل کیا جائے۔

ب- چاند دیکھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ قاضی یا مقامی ذمہ دار علماء یا رؤیت ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کو اطلاع دیں، چاند دیکھنے والوں کا بیان شہادت ہے، مگر اس کے لئے شہادت کی دیگر شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں، "**فمن شهد منكم الشهر فليصمه**"۔

ج- چاند دیکھنے والے فوری طور پر شہادت دیں، اگر کافی تاخیر ہوجائے تو شہادت پر شک وشبہات کی گنجائش نکل آتی ہے اور انتشار واختلافات کا امکان ہے، لہذا تاخیر سے آنے والی شہادت رد کی جاسکتی ہے۔

جواب (۴)

الف- ملک میں کسی بھی جگہ صحیح نظام قضا موجود ہے، اگر وہاں کا قاضی چاند ہونے کا ثبوت ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے تو اس حلقۂ قضا کے تمام مسلمانوں پر اس اعلان کے مطابق عمل ضرور ہوگا۔

ب- قاضی کی طرف سے اگر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعہ متعینہ الفاظ میں اعلان ہو تو اس کا اعلان سلطان کے حکم میں ہوگا۔

ج- ہندوستان اور اس جیسے ملکوں میں اگر ایک صوبہ کا قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی شرعی اصولوں کی روشنی میں رؤیت ہلال کا اعلان کرے تو اس صوبے کے مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہوگا مگر دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے لئے محض ایک خبر ہوگی، اور اس علاقہ کے ذمہ داروں کا اعلان اس حلقہ کے مسلمانوں کے لئے اعلان سلطان کا حکم رکھتا ہے۔

د- ریڈیو سے رؤیت ہلال کا اعلان اگر کسی قاضی یا رؤیت ہلال کمیٹی کی جانب منسوب ہو تو قابل اعتماد ہے۔

جواب (۵)

الف، ب- جن علاقوں میں بالعموم مطلع ابر آلود رہتا ہے، وہاں ماہرین فلکیات کے قول پر اعتماد کیا جائے گا۔

ج- کسی ملک کے چند شہروں یا صوبوں کی ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کی طرف سے رؤیت کا ثبوت ہو جائے اور ریڈیو اسٹیشن سے اس کا اعلان ہو تو دوسرے علاقوں کے لئے بھی قابل عمل ہوگا۔

مناقشہ

رؤیت ہلال

قاضی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، جناب صدر! حضرات شرکاء سیمنار!

جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ اس وقت کا جو اجلاس ہے وہ مسئلہ رؤیت ہلال پر غور کرنے کے لئے منعقد ہو رہا ہے، رؤیت ہلال کا مسئلہ ہمارے لئے اس لئے غیر معمولی طور پر اہمیت کا حامل ہے کہ روزہ جیسی عبادت اور عید الاضحیٰ اور حج اور عید الفطر ان سب کے احکام جو شرعی احکام ہیں ان عبادات کے، وہ رؤیت ہلال پر ان کی بنیاد ہے، پتہ نہیں مجھے یہ بات کہنی چاہئے یا نہیں کہ شریعت نے جب یہ بات کہی کہ ہم سب کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان پر ہمارے ماں باپ قربان جب یہاں پر اس کائنات میں مبعوث فرمایا تو کہا گیا کہ ''بعثت بالحنفية السمحاء'' میں ایک ایسا دین لے کر آیا ہوں جو دینی حنیفی ہے اور جس میں سماح ہے جس میں سہولت ہے اور ایک بڑا سے بڑا عالم ایک بڑا سے بڑا فلسفی ایک بڑا سے بڑا سائنسداں اور ایک عامی سے عامی انسان سبھی اس دین کے مخاطب ہیں اور اگر آپ پورے نظام شریعت پر نظر ڈالیں گے تو یہ بات آپ کو صاف محسوس ہوگی کہ ہر ایک کے لئے اس دین کا نظام اور اس پر عمل کرنا سہل ہے ہر ایک کے لئے اس دین پر چلنا آسان کر دیا گیا ہے بلکہ آنحضور ﷺ نے جو زندگی گذاری آپ کے تمام ہی زندگی کے حصوں میں وہ معاشرتی حصہ ہو، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی معاملات ہوں حضور کا اسلوب ایسا ہے کہ ان کی اتباع ہر شخص کے لئے آسان ہے اور ایمان کی بات تو آپ نے

حضرت نجم الدین کبری اور خود امام غزالی اور امام رازی کے ہاں پڑھی ہوگی، اور ہمارے بزرگوں نے آخر میں یہی کہا کہ ہم دیہات کی اس معصوم اور علم وفلسفہ سے بہت دور اس بھولی بھالی بوڑھی عورت کے ایمان پر ہم مر رہے ہیں جو انتہائی درجہ کامل یقین کا ہوتا ہے میں اس مناظرہ کو جوان بزرگوں کے ساتھ شیطان کا بوقت موت ہوا ہے اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا آپ سب اس سے خوب واقف ہوں گے تو دین کی یہ سماحت، دین کا یہ یسر اور دین کی یہ سہولت، اس معنی میں غیر معمولی اہم ہے کہ ہر کس وناکس کے لئے اس پر عمل کرنا آسان ہوتا ہے۔

جیسا کہ مولانا نے یہ کہا ابھی قرآن کی آیت پڑھی "الشمس والقمر بحسبان"، واقعی یہ ایک طبیعاتی حقیقت ہے، کہ نظام قدرت جس طرح مرتب فرمایا گیا ہے اس میں ایک بال کے برابر بھی کوئی فرق نہیں ہوتا، لیکن جو اصل قرآن کی تعبیر کی خوبی ہے کہ عالم تکوین کا یہ بیلنس اور عالم تکوین کا یہ توازن اور عالم تکوین کا یہ بالکل نپا تلا حساب کے ساتھ جو پورا سسٹم خالق نے قائم کیا ہے وہ اس کو استدلال کے طور پر پیش کرتا ہے کہ تم اپنی زندگی میں بھی اسی بیلنس اور اسی توازن کو برتو جو کائنات کے خالق نے کائنات کے نظام میں رکھا ہے، اور ہر فساد کی جڑ اسی توازن کا فقدان ہے، وضع المیزان، اگر یہ کائنات کے خالق نے ہر جگہ ایک توازن اور بیلنس قائم رکھا ہے تو آپ سے بھی یہی کہا گیا کہ آپ توازن اور اعتدال میں کوئی بے اعتدالی ہرگز پیدا مت ہونے دیجئے اور ہمیں بطور علم ایک عام انسان کو یہ بتادیا گیا، "يسئلونك عن الأهلة قل هي مواقيت للناس"، اس طرح اس چاند کا گھٹنا بڑھنا ہمارے لئے وقت اور تاریخوں کی شناخت کا ایک ایسا ذریعہ ہے جس کو ہر وناکس آسانی کے ساتھ سمجھ لیتا ہے جو آج پرابلم مسلمانوں میں پیدا ہو رہا ہے عید کے معاملہ میں، رمضان کے معاملہ میں اس کے پیچھے میں پورے اطمینان سے کہتا ہوں کہ نہ شریعت کا نقص ہے نہ حاملین شریعت کا نقص ہے بلکہ سموتات کا فقدان ہے اور شارع علیہ السلام کے حکیمانہ ارشاد پر قربان جایئے کہ انہوں نے ہر بات کو کس طرح دور فرمایا کہ صاحب

شب قدر گذر گئی مولویوں نے ہماری شب قدر خراب کردی، جب لوگوں نے یہ کہا تو اس وقت شارع حکیم کا وہ خطاب سامنے آیا ”الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون والأضحى يوم تضحون“ ممکن ہے کہ واقعہ کے اعتبار سے چاند مطلع پر آگیا ہو لیکن ثبوت رؤیت کے لئے جو معیار شریعت ہے وہ پورا نہیں ہونے کی وجہ سے علماء نے اس کا ثبوت تسلیم نہیں کیا ہو یا ممکن ہے کہ جن شہادات پر اعتماد انہوں نے کیا ہے جو معیار شریعت پر اترتی تھیں ہوسکتا ہے کہ اس میں کچھ غلطی بھی ہوئی ہو لیکن اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میاں ان جھگڑوں میں تم مت پڑنا جس دن تم نے افطار کیا وہی دن یوم افطار ہے تمہارے اجتماعی فیصلوں سے جس دن روزہ کا قرار پایا وہی دن روزہ کا آغاز ہے اور جس دن قربانی اور جس دن حج طے پایا وہی دن یوم حج ہے اور وہی دن یوم اضحیٰ ہے اس طرح اللہ کی وسیع رحمت کو تنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر وہ پچھلی رات گزر گئی تو اب کبھی شب قدر آنے کا سوال ہی نہیں ہے، شب قدر کے جو فضائل ہیں یا اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اللہ تعالی اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ تم پریشانی میں مت پڑنا جس دن طے ہوجائے کہ اس دن شب قدر ہے اسی دن تم کو شب قدر کے تمام فضائل سے استفادہ ہوگا انشاء اللہ اور اسی دن فطر اور اسی دن صوم اور اسی دن اضحیٰ اور اسی دن یعنی سارے جھگڑوں کی جڑ کاٹ دی شارع حکیم نے، اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور اللہ تعالی ان پر اور ان کے دین پر ہم سب کو قربان ہونے کی توفیق عطا فرمائے صلی اللہ علی سیدنا محمد۔

تو اسی لئے میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جو جھگڑے ہمارے یہاں کھڑے ہوتے ہیں وہ بات نہیں ماننے کا نتیجہ ہیں، شریعت کا کوئی نقص نہیں ہے اور میں طارق صاحب کی موجودگی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فقہاء نے ایک عجیب صراحت کی ہے کہ اگر ماہرین فلکیات یہ سمجھتے ہیں کہ آج روزہ کا دن نہیں ہے، یا ماہرین فلکیات سمجھتے ہیں کہ آج روزہ کا دن ہے لیکن اگر قاضی کا فیصلہ ہوتا ہے کہ آج روزہ کا دن ہے تو آپ کو روزہ رکھنا پڑے گا اس ماہر فلکیات کو بھی، اور اگر معلوم ہوتا

ہے کہ آج روزہ کا دن نہیں ہے تو اس ماہر فلکیات کو بھی نہیں رکھنا پڑے گا جو جانتا ہے کہ آج روزہ کا دن ہے، یہاں تک کہ اگر شخص نے اپنی کھلی آنکھوں سے چاند دیکھا لیکن کسی وجہ سے قاضی نے اس کی شہادت کو معتبر نہیں مانا تو ایک عجیب حکم دیا ہے شریعت نے کہ اگر اس نے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا اور قاضی کا فیصلہ ہے کہ آج رؤیت نہیں ہوئی تو یہاں پر اس کو روزہ رکھنا پڑے گا اور عید کے دن اس کی شہادت نہیں بھی مانی تو اس کو افطار کرنے پڑے گا یعنی رؤیت بصری کے مقابلہ میں بھی جو فیصلہ قضاء ہے وہ نافذ ہے یہ ساری چیزیں ایسی فقہاء نے لکھ دی ہیں کہ مسئلہ کی نوعیت میں کہیں پر کوئی الجھن اور ابہام مجھے نہیں محسوس ہوتا ہے پچھلے تقریباً ۶۲ ء سے میں سمجھتا ہوں کہ ۳۲ سے ۳۳ برس ہوگئے ہوں گے، ۳۲، ۳۳ برس کے طویل عرصے میں رمضان اور عید کے فیصلے میں کرتا رہتا ہوں لیکن مجھے کبھی الجھن اس میں الحمد للہ نہیں ہوئی، مسئلہ جو کچھ آتا ہے نہ ماننے کا آتا ہے، جب نہ ماننے کا مزاج جیسے جیسے بڑھتا جاتا ہے یا منمانی کرنے کا رجحان جیسے جیسے بڑھتا جاتا ہے وہیں وہیں پر مشکلات پیدا ہوتی جاتی ہیں، بہر حال میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ کچھ موٹے موٹے اصول ہمیں مرتب کر کے اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کر دینی چاہئے اس سلسلہ میں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان اجتماعات کا ذکر کروں جو اس موضوع پر مختلف مواقع پر ہو چکے ہیں، جیسے جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس مراد آباد، سب سے پہلی چیز جو ہمارے علم میں ہے وہ ہے اس میں مطلع کے بارے میں ایک بڑا اہم فیصلہ ہمارے اس زمانے کے بزرگ علماء نے لیا تھا جو اصحاب تحقیق اور اصحاب علم تھے۔ جس میں غیر منقسم ہندوستان کے مطلع کو ایک تسلیم کیا گیا تھا، تجربات سے کچھ دشواریاں ہو سکتی ہیں، اور جس سے مجھے واسطہ پڑا ہے اس لئے کیرالہ کے فیصلہ کے بارے میں میرا تجربہ یہ ہے کہ عام طور پر کیرالا کا جو فیصلہ ہوا کرتا ہے اور وہ بھی کیرالا میں ایک طبقہ کا ان کا اپنا فیصلہ صحیح ہوگا لیکن اگر کیرالا کی حد تک شہادت ہوتی ہے تو وہ پورے ملک سے میل نہیں کھا پاتی، اکثر ان کی جو قریبی دوسرے ممالک ہیں ان سے ان کی رؤیت جڑ جاتی ہے مگر ملک کا جو عام حصہ

ہے ہندوستان کا اس سے اس کی شہادت نہیں جڑ پاتی۔

ابھی ہمارے کیرالا کے دوست نے جو تحریر بھیجی ہے اس میں مجھے یہ علم میں نہیں تھا انہوں نے کہا کہ صاحب دس بیس میل اندر سمندر میں کشتیوں پر بیٹھ کر لوگ چلے جاتے ہیں اور سمندر میں چاند دیکھ کر آتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں پانی کا بڑا اثر ہے چاند کے دیکھنے میں اور آئینہ کا، یہ ہمارے طارق صاحب اس کو ہم لوگوں کو سمجھائیں گے کہ اس کی کیا تاثیر ہوا کرتی ہے یہ چونکہ فلکیات کے ماہر ہیں اس لئے اسے بتائیں گے لیکن یہ فرق پڑتا ہے کبھی ہم نے محسوس کیا کہ کشمیر کے کسی آخری علاقے میں رؤیت ہوتی ہے لیکن وہ رؤیت یہاں وہاں سے لے کر پورے ملک میں نہیں ہو پاتی ہے وہاں ہمیں دشواری ضرور ہوتی ہے لیکن وہ رؤیت یہاں وہاں سے لے کر پورے ملک میں نہیں ہو پاتی ہے وہاں ہمیں دشواری ضرور ہوتی ہے یا پاکستان مطلع بھی ہمارے بزرگوں نے ہندوستان کے مطلع کے مساوی مانا، لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اگر تفصیل سے آپ سنیں گے پاکستان کے اعلان کو جب سے خاص طور سے علماء کا باضابطہ اہتمام کے ساتھ اعلان ہوتا ہے تو اگر وہ کوئٹہ یا زیارہ یا افغانستان یا ایران کے بورڈر پر جو حصہ پاکستان کا ہے وہاں اگر کسی گاؤں میں دیکھا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ انتظامی وحدت کی بنیاد پر وہ پورے ملک پاکستان کے لئے اس کو تسلیم کر کے رؤیت کا اعلان کر دیں گے جیسے اگر بھروچ میں دیکھا جائے اور مجھے بذریعہ اگر اس کا علم صحیح حاصل ہو جائے تو میں بہار میں اس کا اعلان کروں گا، میں اس کو بالکل صحیح سمجھتا ہوں، لیکن سوال یہ ہے کہ صاحب جو ایران کے بورڈر سے ملا ہوا گاؤں ہے یا افغانستان سے ملا ہوا گاؤں ہے اس گاؤں کی رؤیت کو اساس بنا کر ہم اعلان کر سکتے ہیں یا نہیں بہار میں اور نیپال میں اور یہاں اور وہاں اس میں تھوڑی دشواریاں ہوتی ہیں، دوسرا اجتماع جس میں شریک رہا ہوں حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب کی تحریک پر حضرت حکیم الامت حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا سید فخر الدین صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا سید

میاں صاحبؒ، حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ دس بزرگوں کی طرف سے جن میں جہاں تک میری یادداشت ہے کہ ابھی دو صاحبان یعنی حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم یہ دو بزرگ ابھی موجود بھی ہیں اور ان آٹھ میں کئی کے بارے میں بتایا کہ وہ گذر چکے ہیں ان حضرات کی طرف سے ایک اجتماع منعقد ہوا تھا ان کی دعوت پر اور وہ مسجد عبد النبی میں ہوا اس میں ایک بڑی مضبوط تحریر مرتب کی گئی تھی سبھی شرکاء علماء کے اتفاق رائے سے جس میں پورے ہندوستان کے مطلع کو ایک تسلیم کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا گیا تھا کہ ایک مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی ایسی تشکیل پانی چاہئے جس کی برانچیز ان تمام صوبائی جماعتوں یا ذمہ داروں کو تسلیم کرنا چاہئے جو اپنی اپنی جگہ پر رؤیت ہلال کا اعلان کرتے آرہے ہیں، اگر ممبئی میں امام جامع مسجد اعلان کرتے ہیں دہلی میں اگر امام جامع مسجد اعلان کرتے ہیں پٹنہ میں اگر امارت شرعیہ اعلان کرتی ہے کلکتہ میں اگر زکریا مسجد کے امام اعلان کرتے ہیں تو ان سب کو ایک حصہ مانا جائے اس مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا اور ان میں سے اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ فیصلہ پوری آل انڈیا مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا فیصلہ تسلیم کیا جائے، یہ راستہ اختلاف کو دور کرنے کے لئے نکالا گیا تھا، بہت مفصل وہ تحریر ہے دلائل کے ساتھ ہے، بہرحال بدقسمتی ہماری یہ رہی کہ صاحب جامع مسجد میں مار پیٹ ہوگئی کہ میرا نام ریڈیو پر آئے کہ میرا نام ریڈیو پر آئے اس کی تفصیل میں میں کہاں جاؤں بہت افسوس ہوتا ہے لیکن ایک بہترین نظام جو طے کیا گیا تھا اور مولانا قاضی سجاد حسین صاحب کو اس کا کنوینر بنایا گیا تھا وہ ایک بہترین صورت تھی امت کو متحد رکھ کر کے چلنے کی لیکن وہ ہمارے بزرگوں کی بڑی قیمتی کوشش اس طرح ضائع ہوگئی تو ہماری بدقسمتیوں کے جو بہت سے سلسلے ہیں ان میں سے ایک سلسلہ یہ بھی ہوا، لیکن اب پھر وہ انتشار روز بروز چونکہ عام رجحان منمانی ہونے لگا ہے اور ہوائے نفس کی اتباع جو ہونے لگا ہے تو پھر وہ جھگڑا کھڑا ہوتا ہے۔

بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ یہ سمینار ایسی رہنمائی دے سکتا ہے جس میں ہم پورے ملک کے نظام اس کے لئے بہت محنت کرنی پڑے گی میں یہ نہیں کہتا کہ یہاں سے سب کچھ ہو جائے گا لیکن ایسے رہنما اصول آپ تیار کر دے سکتے ہیں شرع کی روشنی میں جن کی بنیاد پر ہم پورے ملک کے، تمام مسلمانوں کو ہر مسلک کے،، جمع کر کے ہم ان سے درخواست کر سکیں کہ آپ ان اصولوں کو سامنے رکھیں اس میں جو کچھ غور وفکر سے حذف واضافہ کرنا ہو وہ کریں لیکن کوئی ایسا سسٹم ابھاریں کہ جس سے خواہ مخواہ اسلام کی بدنامی ہوتی ہے وہ بند ہو یا پھر **لكل أهل بلد رؤيتهم** کہہ کر کے چھوڑ دیجئے، کوئی اعلان کسی کا، کوئی ریڈیو پر نہ ہونے پائے جس کو جہاں نظر آئے چاند دیکھیں نماز پڑھ لے یا روزہ رکھ لے اور نہ دیکھے نہ پڑھے، جیسا کہ ہم لوگوں کے بچپن میں ہوتا تھا کہ ہم اپنے گھر سے عید پڑھ کر جاتے تھے اپنی خالہ کے گھر بیس پچیس میل کی دوری پر تو وہاں دوسرے دن کی بھی عید کی نماز مل جاتی تھی بڑا مزہ آتا تھا کہ کل بھی عید منائی اور آج بھی عید منائی تو یہ رہنے دیجئے تا کہ امت جھگڑوں سے بچ جائے اور خونریزی کی نوبت نہ آئے اور ہتک عزت اور ہتک حرمت، مجھے اس وقت ایک بڑی اچھی یاد آتی ہے قطب بے نور کی مشہور بزرگ گزرے ہیں..... کے انہوں نے ایک بات یہ رکھی کہ عجیب بات ہے کہ مستحبات ونوافل پر جنگ کی جاتی ہے اور محرمات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، یہ ہمارا عام مزاج ہے کہ ہم بعض چھوٹی چھوٹی باتیں جن کی حیثیت مستحب کی ہوسکتی ہے آداب کی ہوسکتی ہے لیکن ارتکاب حرام میں عار نہیں آتی اور سنت ومستحب اور آداب کے نام پر ہم اڑتے ہیں یہ بڑی خطرناک بات ہے ہتک حرمت مسلم، قتال مسلم، جدال مسلم، سباب مومن فسق ہے آپ جانتے ہیں، **سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر**، میں سمجھتا ہوں کہ علماء کی اتنی بڑی جماعت جو ملک کے مختلف حصوں سے یہاں جمع ہوگئی ہے اللہ کا اس پر ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے، ہر مسلک کے علماء موجود ہیں ہر علاقے کے علماء موجود ہیں ہم میں ہر شخص کا ذاتی فریضہ ہونا چاہئے کہ اس مسئلہ میں ممکن حد تک ہم امت کو اضطراب

وانتشار سے بچانے کے لئے اقدام کریں چاہے اس کے لئے ہم کو کتنا ہی جھکنا کیوں نہ پڑے کہ "من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ إن شاء اللّٰہ"۔

مولانا یعقوب اسماعیل منشی صاحب

الحمد للّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، صدر محترم! رفقاء کرام علماء عظام!

چاند کے بارے میں ہمارے مولانا حبیب صاحب اور حکیم صاحب کے مقالات ماشاء اللہ مکمل مدلل تھے اب کوئی ایسی بات رہتی نہیں ہے جس کو کہا جائے چاند کا مسئلہ آپ جس ملک میں ہیں اس میں اتنا پیچیدہ نہیں ہے جتنا کہ ان ممالک میں ہے کہ جن ممالک میں ہمیشہ افق غبار آلود رہتا ہے، یوروپ کے وہ ممالک کہ جس میں ہمیشہ افق دھندلا رہتا ہے اور وہاں پر چاند کی رؤیت شاذ ونادر ہوتی ہے پچیس سال کے تجربوں میں بہت ہی کم مہینوں میں سال کے وہاں چاند دکھائی دیتا ہے سورج کا بھی مسئلہ ہے چاند کا کہاں تو ان ملکوں کے لئے بہت بڑا مسئلہ ہے یہ ان ملکوں میں چونکہ وہاں مقامی رؤیت کا مسئلہ نہیں ہوتا اس لئے باہر کی خبروں کے اوپر انحصار ہوتا ہے، اگر باہر کے خبروں پر انحصار نہ کریں اور تیس دن تو تیس دن کس سے گنیں، کونسی تاریخ سے تیس دن گنیں یہ ایک مسئلہ ہوتا ہے بہرحال یہ ہمارے یہاں کے ایسے پیچیدہ مسائل ہیں، اقتدار مسلموں کا نہیں ہے اس لئے وہاں جتنے اختلافات ہیں آپ کے یہاں اس کا عشرہ عشیر بھی نہیں، جہاں پر الحمدللہ فضا افق صاف ہوتا ہے وہاں کے جو کلینڈر بنتے ہیں اس کلینڈر میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی وہ تقریباً امکانی رؤیت پر بنتے ہیں اور اس سے آگے پیچھے چاند کی رؤیت کا مسئلہ کوئی زیادہ مشکل ہوتا نہیں، اب جن ممالک میں یہ مسائل ہیں وہاں پر چونکہ اقتدار مسلمانوں کا ہے نہیں اس لئے یہ مسئلہ اور پیچیدہ ہو جاتا ہے اور جیسے ہمارے ایک فاضل نے بتایا کہ وہاں دو دو تین تین چار چار دن رمضان شروع کرتے رہتے ہیں عید ہوتی رہتی ہے ۱۹۹۲ء میں یہ شکل صورت ہوئی

پورے کرۂ ارض پر کہ چار دن تک رمضان شروع ہوا، ۱۹۹۲ء کی چار مارچ سے لے کر کے ۷ مارچ مسلسل چلتا، پہلی ایک جگہ تین کی رؤیت کے بعد چار کا اعلان ہوا دوسری جگہ چار کی رؤیت کے بعد پانچ کا ہوا تیسری جگہ پانچ کی رؤیت کے بعد چھ کا ہوا اور آپ کے ہندوستان میں اور دوسری جگہوں میں اس کے بعد سات کا اعلان ہوا، چار دن تک، اب یہ غیر فطری فرق ہے یہ مشکل سے برسوں میں جا کر کے دو دن کا فاصلہ ورنہ ایک دن کا فرق ہوتا ہے، یہ غیر فطری فرق اس وجہ سے ہوا کہ محقق رؤیت نہیں ہوئی یا محقق رؤیت کے اوپر فیصلہ نہیں ہوا اگر محقق رؤیت کے اوپر فیصلہ ہو جاتا تو بہت بڑے کرۂ ارض کے اوپر زمین کے بہت بڑے حصہ کے اوپر ایک دن یکسانیت کے ساتھ رمضان وعید شروع ہو سکتے ہیں اور رمضان وعید منائی جا سکتے ہیں، لیکن مسئلہ یہ ایسا ہے کہ اب اس کو نہ کہے بنے نہ سہے بنے جو جہاں ہیں وہ وہاں بھگتے اس لئے ہم سمجھتے ہیں بھائی کہ یہ یہاں آپ کے یہاں اتنا پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے اور جن کے لئے پیچیدہ مسئلہ اس کے حل کے لئے ان کے پاس کوئی قوت واختیار نہیں ہے اس لئے اللہ تعالی جو ہے مسلمانوں کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے اس میں ایک بات ضرور میں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا طالبعلمانہ طور پر کہ ہمیں علم ہیئت کے سلسلہ میں تھوڑی بہت شد بد رکھنی بہت ضروری ہے آج کا ہمارا طالب، یا ہمارے علماء رؤیت کے مسائل یا چاند کے مسائل میں زیادہ تر مباحث اختلاف مطالع پر ہماری ہوتی ہیں کہ معتبر ہے کہ غیر معتبر ہے لیکن ارض البلد کے اختلاف سے اس پر کتنا فرق پڑتا ہے یا اس کا علم ہیئت کے ساتھ کتنا جوڑ ہے اس سے ہم واقف نہیں ہوتے۔ حکیم صاحب نے ہمارے ....قمر کو اور اجتماع شمس وقمر بیان کیا میرے پاس مفتی حضرات کے خطوط ہیں جنہوں نے یہ جملہ لکھا ہے کہ اجتماع شمس وقمر کیا بلاء ہے اب بتایئے کہ ایک مفتی اپنے منصب افتاء پر بیٹھ کر کے اس قسم کا جملہ اگر کوئی لکھے اور اگر کوئی ایسا آدمی پڑھے تو اس سے افتاء کا کیا یہ ہوتا، تو اس لئے اس کا بہت بڑا جوڑ ہے بے شک ثبوت شہر میں اور اسلامی مہینے کے ثبوت میں رؤیت ہی کا اعتبار ہے علم

حساب، علم فلک یہ [illegible] بتا دیں گے کہ بھائی سورج سے چاند کی دوری یہ چاند کی رؤیت کا سبب ہے، مہینے کے ثبوت کا سبب نہیں ہے کہ بھائی یہ دور ہوئی اگر چاند نظر آ گیا تو مہینہ ثابت ہو جائے گا نہیں نظر آئے تو تیس دن پورے کریں گے لیکن نفی کی صورت میں جب قطعی حساب یا ماہرین ہیئت قطعی طور پر یہ بتائے کہ بھائی اس وقت ہمیں ہندوستان کے افق پر چاند جو ہے نیچے چلا گیا ہے افق سے اور شہادتیں مل رہی ہیں اس کو ان شہادتوں کو مشکوک قرار دے کر کے اور اس کو ....قرار دے کر کے اس کو رد کر دیا جانا چاہئے، اس لئے کہ جو چیز ابھی شہود کے لئے وجود شرط ہے، شہود کے لئے وجود شرط ہے وجود ہی نہیں ہے افق تک، شہود کس بات کا تو یقیناً............کوئی شبہ ہوا ہے۔ میرا جہاں تک خیال ہے کہ آج تک جتنی مؤتمرات اور سمینار اس موضوع پر ہوئے ہم نے اپنے مقالے میں اس کی لسٹ دی ہے ان ساری مؤتمرات نے قدرے مشترک علماء اور اور علماء ہیئت اور فلک نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اگر علم ہیئت عدم امکان رؤیت کو بتائے یا قطعاً عدم رؤیت کو بتائے اور کوئی ایسی شہادت موصول ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم نے دیکھی، اس شہادت کو رد کر دیا جانا چاہئے، اگر یہ چیزیں نہیں ہوں گی تو پھر شہادت کے سلسلہ میں فیصلہ کرنے والا بصیرت پر نہیں ہوگا، اس کے فیصلہ میں غلطی ہوگی، اس لئے امام مالکؒ نے اور دوسرے نے اس بات کو لکھا ہے میں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے حوالہ اس وقت ذہن میں نہیں ہے کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ قاضی اور فیصلے کرنے والے کو خود یا تو علم ہیئت کے علم جو بنیادی ہیں وہ ہونا چاہئے یا ایسے آدمی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہئے کہ جو اس علم کو رکھتا ہو تاکہ فیصلے میں غلطی نہ ہو، بہر حال اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں یکسانیت اور وحدانیت کو پیدا کرنے کی، قاضی صاحب نے جیسا کہ شروع میں فرمایا کہ ماننے کا مسئلہ ہے سموتات کا، سموتات کا انسان کی طبیعت اتنی جلد باز ہے کہ مسلمان عید کے کرنے میں کہ بھائی کب کر لے عید، جلد باز ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح توفیق نصیب فرمائے، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔



IFA PUBLICATIONS

IFA Publications

161 - F, Basement, Joga Bai, Post Box No - 9708, Jamia Nagar, New Delhi - 110025

Tel : 26981327, 26983728 Email:ifapublications@gmail.com